خلاف ہوگا۔ اور جب وہ امکان عملی جامہ پہن لے تو یہ امر نہایت ہی ناانصافانہ ہوگا کہ خریداران حقوق سے محروم ہو جائے جو اس نے ایک ایسے شخص سے حاصل کیے ہوں جس کو اس وقت ان حقوق کے عطا کرنے کا اختیار کامل حاصل تھا۔ اسی وجہ سے جب کہ فایض آخر کے بھائی کو ۱۸۶۹ء میں زمینداری کا قبضہ دیا گیا اور آخری زمیندار کے لیے متبنیٰ لینے کے باعث وہ من بعد بے دخل کر دیا گیا تو پریوی کونسل نے یہ قرار دیا کہ تاریخ مقدم الذکر سے اس کو واصلات کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حکام عالی مقام نے فرمایا۔ "اس وقت رگھوناد بلاشک زمینداری کا مجاز تھا کیونکہ اویکنڈا کو حقیقی یا متبنیٰ لڑکا نہ تھا۔ ۲۔ نومبر ۱۸۷۰ء کو تبنیت انجام دی گئی اور عرضی دعوے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدعی کے حق میں بنائے دعویٰ اس وقت پیدا ہونا شروع ہوئی۔ خود عرضی دعویٰ ۱۵۔ دسمبر ۱۸۷۰ء کو داخل کی گئی۔ اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے کہ اس سے قبل بھی قبضے کا مطالبہ کیا گیا۔ حکام عالی مقام کی یہ رائے ہے کہ واصلات کا شمار نالش کے آغاز سے کیا جانا چاہیئے۔"[۱]

بیوہ اپنے لیے متبنیٰ نہیں لے سکتی

ف ۱۹۹۔ چونکہ معمولی دھرم شاستر کے تحت بیوہ کی مکمل کی ہوئی تبنیت ہمیشہ اس کے شوہر کے لیے ہوتی ہے اور اسی کے مفاد کے لیے۔ اس لیے یہ کہنا تقریباً بے سود ہے کہ اس تبنیت سے جو بیوہ نے انجام دی ہو اور صرف اپنے لیے متبنیٰ لڑکے کو اس جائداد میں جو اس نے اپنے شوہر سے وراثتہً حاصل کی ہو کوئی حق اس کے مرنے کے بعد بھی حاصل نہیں ہوگا[۲]۔ اور

۱۔ رگھوناده بنام بروزو کشور جلد ۳ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۵۴ صفحہ ۱۹۳ بھاشیم آئنگار جسٹس نے ۲۶ مدراس صفحہ ۱۵۲ کے فیصلے میں اس مسئلے پر توجہ تو کیا لیکن تصفیہ نہیں کیا گیا۔ خود باپ کے مکمل کیے ہوئے انتقالات کے متعلق دیکھیے ف ۲۵۲ کتاب ہذا۔

۲۔ چودھری پدم بنام کنور اودے ۱۲ مور صفحہ ۳۵۰۔ ۱۲ اسدرلینڈ پی سی صفحہ ۱۔ ۲ بنگال لا رپورٹ پی سی صفحہ ۱۰۱۔

۲۷۳

نہ وہ خود بیوہ کی جائداد کا مستحق ہوگا اگرچہ وہ کسی طرح حاصل کی گئی۔ کیونکہ فی الحقیقت ایسی تبنیت کہیں بھی تسلیم نہیں کی جاتی اور نہ اس سے کوئی حیثیت نہیں پیدا ہوتی۔ البتہ منجملہ ان کرتم طریقے کے تحت اور پانڈیچری میں بھی ایسی تبنیت سے نئی حیثیت پیدا ہوتی ہے (ف ۲۰۵)۔ بجز استثنائے مذکور کے کوئی ہندو عورت کسی حالت میں بھی اپنے لیے لڑکا متبنیٰ نہیں کر سکتی[۱] لیکن مدراس پانڈیچری اور مغربی ہند کے طوائف میں لڑکیوں کو متبنیٰ کرنے کا

رقاصہ لڑکیاں

رواج ہے تاکہ وہ اپنے متبنیٰ گیر زندہ ماں کے پیشے کو جاری رکھیں۔ اور جو لڑکیاں اس طرح متبنیٰ کی جائیں ان کی جائداد کی وارث ہوتی ہیں۔ کوئی خاص رسوم ضروری نہیں بلکہ صرف اقرار کافی ہے[۲] [اگر کوئی خاص رواج نہ ہو تو معمولی تبنیت کی تشبیہ سے صرف ایک لڑکی متبنیٰ کی جا سکتی ہے[۳]] ایسی تبنیت فیصلہ جات مدراس کے لحاظ سے جائز ہے بشرطیکہ لڑکی کو زناکاری کے لیے دینا مقصود نہ ہو[۴]۔ کلکتہ اور بمبئی میں البتہ ایسی تبنیتیں ناجائز قرار دی گئی ہیں[۵]۔ چنانچہ جب کہ پونہ کے ایک برہمن نے ایک لڑکی کو متبنیٰ لینے کی کوشش کی کہ وہ حقیقی لڑکی کی قایم مقام ہو جائے تو عام قانون کے تحت اس کو ناجائز قرار دیا گیا اور یہ تجویز کی گئی کہ مقامی رواج سے بھی ایسی تبنیت منظورہ

۲۷۴

---

[۱]۔ نرندر ناتھ بیراگی بنام دینا ناتھ داس ۳۶ کلکتہ صہ ۸۲۴۔

[۲]۔ وینکٹ چلم بنام وینکٹ سامی مدراس بابت سنہ ۱۸۵۶ء صہ ۶۵۔ اسٹرینج میانول ف ۹۹ و ۹۸ اسٹیل صہ ۱۸۵ و ۱۸۶۔ سورگ ہندو لا صہ ۲۲۴۔ رپورٹ کیٹی صہ ۹۰ و ۱۲۴ و ۳۳۷ و ۳۴۱۔

[۳]۔ دینکو بنام مہالنگا ۱۱ مدراس صہ ۳۹۳ متوکنو بنام پرماسوامی ۱۲ مدراس صہ ۲۱۴ {یہاں بھی مترجم نے ایک حاشیے کے دو ٹکڑے کر دیے ہیں (حاشیہ d صہ ۲۷۳)}۔

[۴]۔ دیکھئے گدانی بنام گنپتی سنہ ۱۹۱۲ء ۲۳ مدراس لا جرنل صہ ۴۹۳۔

[۵]۔ بنکور بنام منکور۔ تانتھور بنام البوسم بمبئی صہ ۵۴۵۔ ہیرا بنام رادھا ۳۷ بمبئی صہ ۱۱۶۔ اس موضوع پر ف ۵۵ میں بحث کی گئی ہے۔

نہیں ہے۔[۱] ۱۹۰۹ء میں عالیہ عدالت کلکتہ میں بمقدمہ نرندر ناتھ بنام دیناناتھ[۲] یہ استدلال کیا گیا کہ چونکہ نائکن جماعت کی عورت صرف اس وجہ سے کسی لڑکی کو متبنٰی نہیں کر سکتی کہ مصلحت عامہ کے خلاف ہے اس لیے لڑکے کی تبنیت جائز ہے۔ لیکن قرار دیا گیا کہ کوئی عورت اپنے لیے لڑکا متبنٰی نہیں کر سکتی۔

کرتم تبنیت ملیتھلا میں رائج ہے

ف ۲۰۰۔ دتک میماسا (باب ۲ ف ۶۵) کے لحاظ سے کرتم تبنیت عام دھرم شاستر کے تحت ہنوز مسلمہ ہے۔ وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ موجودہ قانون کل لڑکوں کو سوائے اورس اور دیے ہوئے لڑکے کے تسلیم نہیں کرتا اور یہ کہ دیے ہوئے میں کرتم داخل ہے۔ لیکن بہتر رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ طریقہ اب متروک ہے۔ بجز ملک میتھلا کے۔ وہاں یہ قسم رائج ہے[۳] مسٹر سرور دیکری کہتے ہیں[۴] کہ بہار۔ بنارس اور دیگر مقامات میں یہ طریقہ ہنوز رائج ہے۔ مغربی ساحل کے نمبدری برہمنوں میں معمولی طریقے کے ساتھ یہ تبنیت رائج ہے[۵] میتھلا میں یہ قاعدہ ہے کہ شوہر کی اجازت کے باوجود بیوہ متبنٰی نہیں لے سکتی۔ مسٹر میاکناٹن یہ کہتے ہیں کہ اسی قاعدے کے

۱ف۔ گنگا بائی بنام اننت ۱۳ بمبئی صہ ۶۹ لیکن دیکھیے منجا بنام شیشا گری راؤ ۲۶ بمبئی صہ ۴۹۱ صہ ۴۹۵ اس میں ایک زن فاحشہ نے متبنٰی لیا تھا اور وہ کسی دیول سے بطور نائکن ملحق نہیں تھی۔

۲ف۔ ۳۶ کلکتہ صہ ۸۲۴۔

۳ف۔ سدرلینڈ سیناپسس صہ ۶۶۳ صہ ۶۷۴ جلد ۲ ڈائجسٹ صہ ۲۷۶۔ ۲ اسٹرینج ہندو لا صہ ۲۰۲ ستیتی بنام اندرامند ۲ صدر دیوانی صہ ۱۷۳ صہ ۲۲۱۔

۴ف۔ صہ ۵۲۶ تائید میں استری کنت سرما بنام رادھاکنت جلد ۱ صدر دیوانی صہ ۱۵ صہ ۱۹ کے نوٹ کا ذکر کرتے ہیں۔

۵ف۔ ۱۱ مدراس صہ ۱۷۴ صہ ۱۷۶۔

سبب کرتم طریقہ متھلا میں رائج ہے۔ مگر فطرۃً تبنیت کو آخری لمحے تک ملتوی رکھا ہے اس لیے وہ طریقہ جس میں بہ تعجیل تمام تبنیت انجام دی جا سکتی تھی فطرۃً بہت زیادہ پسند کیا گیا۔[1] نمبدری برہمنوں میں اس طریقے کا وجود وجہ تبنیت مبنی نہیں سمجھا جا سکتا کیوں کہ ان میں بیوہ شوہر کی رضامندی کے بغیر متبنٰی لے سکتی ہے۔[2] بالعموم صورت یہ ہے کہ کرتم طریقہ مقابلۃً زیادہ کامیاب رہا ہے کیوں کہ دتک کے بہ نسبت اس کے قواعد زیادہ آسان ہیں اور لہٰذا ان کا اطلاق بھی آسانی سے ہوتا ہے۔

ف ۲۰۱ منو نے کرتم لڑکے کی اس طرح تعریف کی ہے[3] وہ جسے ایک مرد مثل اپنے لڑکے کے لے۔ جو ہم ذات ہو جس میں رشتہ داری کی خصلتیں ہوں۔ جو (اپنے متبنٰی گیرندہ کے لیے کریا کرم کی انجام دہی کے) فوائد سے واقف ہو۔ اور جو یہ جانتا ہو کہ (ان کو ترک کر دینا) کیا گناہ ہوگا۔ بنایا ہوا (متبنٰی) بیٹا سمجھا جاتا ہے۔" متاکشرا دیل کے اضافے سے مزید وضاحت کرتا ہے۔ جسے زر اور زمین سے ترغیب دی گئی ہو اور جس کا باپ یا ماں نہ ہو کیوں کہ اگر وہ زندہ ہوں تو وہ ان کے اختیار کے تابع رہتا ہے۔[4]

ف ۲۰۲ خود اس کی رضامندی جسے متبنٰی کیا جا رہا ہو اس طریقۂ تبنیت میں ضروری ہے۔[5] اور متبنٰی گیرندہ باپ کے حین حیات ایسی رضامندی دی جانی چاہیے۔[6] اس سے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ متبنٰی لیا جانے والا بالغ ہو۔ لہٰذا

تعریف کرتم کی ۲۷۵

۱۔ جلد ا ڈبلیو میکناٹن ص ۹۷۔
۲۔ ۱۱ مدراس ص ۱۷۴ ص ۱۷۶۔
۳۔ منو باب ۹ ص ۱۶۹۔
۴۔ متاکشرا باب ۱ فصل ۲ و ۱۱۔
۵۔ سدر لینڈ سینپاسس ص ۶۷۳ بودھاین باب ۲ ص ۲۳ جلد ۲ ڈبلیو میکناٹن ص ۱۹۶۔
۶۔ متبنٰی بنام اندا منده ۲ صدر دیوانی ص ۱۷۳ ص ۲۲۱۔ درگوپال بنام روپن ۶ صدر دیوانی ص ۲۷۱ ص ۲۷۴۔ لچھمن بنام موہن ۱۶ سدرلینڈ ص ۱۷۹۔

سن کے متعلق کوئی قید نہیں معلوم ہوتی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ابتدائی رسوم (مثلاً جنیو وغیرہ) خاندان متبنٰی گیرندہ میں ادا ہوں۔ اور یہ واقعہ کہ وہ رسوم (بشمول اپنائن) حقیقی خاندان میں قبل ازیں انجام پا چکے ہیں رکاوٹ کا باعث نہیں ہوتا[1]۔ از دواج سے بھی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ کیوں کہ کیبشو با مراس طریقہ تبنیت پر بحث کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اپنے باپ کو بھی متبنٰی کیا جاسکتا ہے[2]۔

بالغ

انتخاب میں کوئی قیود نہیں ہیں

ف ۲۰۳۔ اس طریقہ تبنیت اور دتک طریقے میں سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس میں جدید پیدائش کا مفروضہ قانونی معدوم ہے۔ اور وہ قیود اور حدود بھی اس میں نہیں ہیں جو اس مفروضے کا لازمہ ہے۔ کرتم بیٹا اپنے اصلی خاندان میں حق سے محروم نہیں ہوتا۔ اور متبنٰی اگر گیرندہ باپ کا خاندانی نام اختیار کرتا ہے۔ وہ محض کریا کرم انجام دیتا ہے اور وراثت پاتا ہے[3]۔ لہذا کوئی شخص بھی متبنٰی کیا جاسکتا ہے جو متبنٰی گیرندہ کے قبیلے کا ہو۔ جیساکہ اوپر بیان کیا گیا باپ یا بھائی بھی متبنٰی کیا جاسکتا ہے۔ مینھلا مسلک کے ضلع سے ایک مقدمے میں پنڈتوں نے بیان کیا اور عدالت نے حسبہٗ قرار دیا کہ چھوٹے بھائی کا بڑے بھائی کو تبنیت میں لینا ناجائز ہے[4]۔ لیکن جیساکہ مسٹر میاکناٹن بتلاتے ہیں وہ اسناد جن پر مقدمہ مذکور میں اعتماد کیا گیا کلیۃً دتک سے متعلق تھے۔ لواسہ اور علیٰ ہذا

۲۷۶

---

[1] ۔ ۱۲ اسٹر بنج ہند ولا صـ ۲۰۴ ۲ ڈبلیو میاکناٹن صـ ۱۹۶ شیبو کنوری بنام جوگن ۸ سدر لینڈ صـ ۱۵۵ صدر کورٹ جلد ۴ وائمن صـ ۱۲۱۔

[2] ۔ جلد ۱ ڈبلیو میاکناٹن صـ ۷۶ چودھری بنام ہنومان ۶ صدر دیوانی صـ ۱۹۲ صـ ۲۳۵۔ اومن وف بنام کنیا ۲ صدر دیوانی صـ ۱۴۵ صـ ۱۹۲۔

[3] ۔ جلد ۳ ڈائجسٹ صـ ۲۷۶ جلد ۱ ڈبلیو میاکناٹن صـ ۷۶۔

[4] ۔ رنجیت سنگھ بنام ادبھیا ۲ صدر دیوانی صـ ۲۴۵ صـ ۳۱۵۔ دیکھئے جلد ۱ ڈبلیو میاکناٹن صـ ۷۶۔

ہمشیرزادہ متبنیٰ کیا جاسکتا ہے[۱]۔ اکلوتے یا بڑے لڑکے کو متبنیٰ نہ لینے کا قاعدہ اسی وجہ سے کرتم تبنیت میں متعلق نہیں ہوتا[۲]۔ مقدمہ مذکور میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ بھائی کے بیٹے کی موجودگی میں دوسرا متبنیٰ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن پنڈتوں کی رائے اصلاً ان احکام پر مبنی تھی جن کا اطلاق دتک پر ہوتا ہے اور جو اس طریقۂ تبنیت کے لیے بھی عرصہ ہوا کہ نافذ نہیں ہیں۔ لہٰذا ظن غالب یہ ہے کہ ان کا اطلاق کرتم طریقے پر ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس طریقۂ تبنیت کے قواعد نسبتہً نہایت آسان ہیں۔

تبنیت مذکور اور اس کے نتائج

ف ۲۰۴۔ وراثت کے متعلق کرتم بیٹے کے حقوق وراثت اپنے اصلی خاندان میں زائل نہیں ہوتے۔ اس حد تک وہ دو باپ کا بیٹا ہوتا ہے۔ یہ کہ وہ متبنیٰ گیرندہ کا وارث ہوتا ہے۔ لیکن اشخاص ذیل کی وراثت نہیں پاتا۔ متبنیٰ گیرندہ باپ کے باپ کی یا اس کے طرفی رشتہ داروں کی۔ متبنیٰ گیرندہ باپ کی زوجہ یا اس کے رشتہ داروں کی[۳]۔ اس کے بیٹوں وغیرہ کو متبنیٰ گیرندہ باپ کی جائداد میں کوئی حق حاصل نہیں ہوتا۔ متبنیٰ گیرندہ اور متبنیٰ میں رشتہ داری صرف فریقین معاہدہ تک محدود ہوتی ہے اور دونوں جانب اس سے آگے اس کو وسعت حاصل نہیں ہے[۴]۔ نمبدری برہمنوں میں متبنیٰ گیرندہ کی نسل باقی رکھنے کے لئے متبنیٰ لڑکے کو

۱۔ اودمن دت بنام کنیا ۳ صدر دیوانی صفحہ ۱۴۴ صفحہ ۱۹۲ چودھری بنام ہنومان ۱۶ ایضاً صفحہ ۱۹۲ صفحہ ۲۳۵۔

۲۔ اودمن دت صفحہ ۱۹۷ ۔ ۲ ڈبلیو میاکناٹن صفحہ ۱۹۷ میں پنڈتوں کی رائے اس واقعے پر مبنی تھی کہ متبنیٰ گیرندہ متبنیٰ کا چچا تھا۔

۳۔ سری ناتھ سرما بنام رادھاکنت جلد ۱ صدر دیوانی صفحہ ۱۵ صفحہ ۱۹ ۔ جلد ۱ ڈبلیو میاکناٹن صفحہ ۷۶۔ دیو بنام گوری شنکر ۳ صدر دیوانی صفحہ ۳۰۷ صفحہ ۴۱۰۔ سری نرائن رائے بنام بھیا جہا ۲ صدر دیوانی صفحہ ۲۳ صفحہ ۲۹ صفحہ ۳۴۔ شیو کوری بنام جگن ۸ سدرلینڈ صفحہ ۱۵۵ جلد ۳ وائٹن صفحہ ۱۲۱۔

۴۔ جسونت بنام ڈولی ۲۵ سدرلینڈ صفحہ ۲۵۵۔

بطورِ خاص مامور کیا جاتا ہے کہ وہ شادی کرے اور الم (متبنیٰ گیرندہ کی نسل) کیلئے اولاد پیدا کرائے۔[۱]

عورت اپنے لیے متبنیٰ لے سکتی ہے

دفعہ ۲۰۵۔ قبل ازیں بیان کیا جاچکا ہے کہ میتھلا میں عورت اپنے شوہر کی وفات کے بعد متبنیٰ نہیں لے سکتی عام ازیں کہ اس نے اجازت حاصل کی تھی یا نہیں۔ لیکن جو کام وہ دوسری جگہ نہیں کرسکتی میتھلا میں اس کام کے کرنے کی اس کو آزادی حاصل ہے۔ مثلاً وہ خود اپنے لیے لڑکا متبنیٰ لے سکتی ہے۔ اور یہ کام وہ تو اپنے شوہر کے حین حیات انجام دے سکتی ہے اور اس کی وفات کے بعد بھی۔ شوہر اور زوجہ بالاشتراک لڑکا متبنیٰ کرسکتے ہیں۔ یا ہر ایک علیحدہ علیحدہ متبنیٰ لے سکتا ہے۔ ”اگر کوئی عورت متبنیٰ لڑکے کا تعین کرے تو وہ اس کے بیٹے کے مثل ہوجاتا ہے۔ اس کی کریا کرم کرسکتا ہے اور اس کی جائداد کا وارث ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس کے شوہر کا متبنیٰ نہیں ہوتا۔ نہ اس کی کریا کرم کرسکتا ہے اور نہ اُس کی جائداد کا وارث۔ اگر شوہر اور زوجہ مشترکاً لڑکا متبنیٰ لیں تو وہ دونوں کا لڑکا ہوجاتا ہے اور دونوں کی جائداد کا وارث۔ اگر شوہر ایک کو لے اور زوجہ دوسرے کو متبنیٰ کرے تو وہ علی الترتیب ہر ایک کے بیٹے ہوتے ہیں اور مشترکانہ تو وہ ان کی کریا کرم کرسکتے ہیں اور نہ شوہر اور زوجہ کی جائداد کے مشترکاً وارث ہوتے ہیں۔“[۲] پانڈیچری کی عدالتوں کے امسلہ میں اسی قسم کے رواج کا پتا چلایا جاسکتا ہے (سنہ ۱۷۹۰ء تا سنہ ۱۷۹۶ء) تاحال یعنے سنہ ۱۸۹۳ء تک بیوہ کا یہ حق کہ اپنی جائداد کی وراثت کے لیے متبنیٰ لے سکتی ہے بیان کیا گیا ہے۔[۳]

۱۔ داسو دیون بنام وزیر ہند ۱۱ مدراس صفحہ ۱۵۷ صفحہ ۱۷۵ صفحہ ۱۷۹۔

۲۔ فتاوی پنڈتا لی سری نارائن رائے ۲ صدر دیوانی۔ جلد ۱ ڈبلیو میاکناٹن صفحہ ۱۰۱۔ کلکٹر ترہت بنام ہر دیر شاد ۷ سدر لینڈ صفحہ ۵۰۰۔ شبیو کوری بنام جگن ۸ سدرلینڈ صفحہ ۱۵۵۔ ۲ھ دائمن صفحہ ۱۲۱۔

۳۔ سورگ ہندو لا صفحہ ۱۱۶ صفحہ ۱۲۶ صفحہ ۱۴۰۔ کمیٹی کی رپورٹ صفحہ ۳۷۶۔

رسوم

۲۰۶ ۔ کرتم تبنیت کے جواز کے لیے نہ تو ہوم ضروری ہے اور نہ دوسرے رسوم۔ "طریقہ یہ ہے کہ نیک ساعت میں لڑکے کو متبنیٰ کرنے والا غسل کرکے متبنیٰ لیے جانے والے شخص کو جو خود بھی غسل کیا ہوا ہو اور جسے اس نے ایک ایسی شے دی ہو جو قبول کی جاسکتی ہے یہ کہتے ہوئے مخاطب کرے "میرا لڑکا ہو جا" وہ جواب دے "میں ان کا بیٹا ہو گیا"۔ اس کو کسی چیز کا دینا رسماً رائج ہے۔ تبنیت کے لیے ضروری نہیں ہے صرف دونوں فریقین کی رضامندی لازمی ہے۔ اور ایک خاص طریقے کی تقریر بھی ضروری نہیں[1]۔

برما کے بدھ مذہب والوں میں کرتم تبنیت کی اصطلاح کا اطلاق ان صورتوں پر ہوتا ہے۔ جب کہ ایک یا زیادہ لڑکیاں مثل دختران کے خاندان میں متبنیٰ لیے جائیں۔ اس قسم کی تبنیت کا اہم جزو یہ ہے کہ واقعہ تبنیت کو مشتہر اور اس کا اعلان کیا جائے۔ متبنیٰ گیرندہ والدین قرابت داری اور ارادے کا اعلان کرتے ہیں کہ متبنیٰ لڑکا ان کی جائداد کا وارث ہوگا۔ تبنیت دو قسم کی ہے۔ کرتم لڑکا جو اس کے والدین سے حاصل کیا جاتا ہے اور جس کی علی الاعلان پرورش کی جاتی ہے کہ وہ وارث ہو۔ اپٹیتھا (Apatitha) یعنے وہ جس کے والدین نہ ہوں اور جسے اتفاقاً اٹھا کر متبنیٰ کر لیا گیا ہو۔ مقدم الذکر کی حیثیت تمام اغراض کے لیے حقیقی لڑکے کی ہوتی ہے۔ اس کو حق وراثت حاصل ہوتا ہے۔ موخر الذکر وراثت سے خارج رہتا ہے۔ یا تو حقیقی لڑکا اس کے حرمان کا باعث ہوتا ہے یا کرتم[2]۔

۲۷۸

---

[1] ۔ رودرادھر۔ متاکشرا باب فصل ۲ و ۱۷۔ جلد امیا کناٹن ص ۹۸۔ کلین بنام کرپا صدر دیوانی ص ۹ ص ۱۱۔ درگوپال بنام روپن ۶ صدر دیوانی ص ۲۷۱ ۔ ص ۲۷۳۔

[2] ۔ مامی گیل بنام ماسائی ۳۲ مرافعہ جات ہند ص ۷۔ ماؤنگ تھیو بنام ماؤنگ ٹن پی ۴۸ مرافعہ جات ہند ص ۲۵۱ ۵۸ کلکتہ ص ۱۔

مماثل قسم جفنا میں رائج ہے:-

یہ امر تعجب خیز ہے کہ اس قسم کی تبنیت اہم اور نمایاں خصوصیات میں اس سے تقریباً مشابہ ہے جو فی زمانا جفنا میں رائج ہے۔ اگرچہ اب وہ صرف میتھلا اور مغربی ہند کے نمبدری برہمنوں میں پائی جاتی ہے۔ اس میں بھی مذہبی رسوم فرضی جدید پیدائش اسی طرح معدوم ہیں۔ اور شوہر اور زوجہ دونوں کو اسی طرح متبنٰی لینے کا حق حاصل ہے اور نتیجہ وراثت بھی وہی ہے یعنے صرف متبنٰی گیرندہ کی وراثت پاتا ہے[1] مسٹر میاکناٹن کی پیش کردہ وہ توضیح کرتم تبنیت کے باقی رہنے کی دلیل ہو سکتی ہے لیکن اس سے اس کے آغاز کی وضاحت نہیں ہوتی۔ یہ بات بالکل صاف معلوم ہوتی ہے کہ میتھلا اور لنکا دونوں کے اشکال تبنیت محض دنیاوی وجود سے پیدا ہوئے۔ اور یہ کہ برہمنی نظریوں سے قبل وہ موجود تھے وینز ان کو برہمنی عقائد سے کوئی تعلق نہیں۔ برہمنی نظریوں کی روز افزوں ترقی سے کرتم طریقۂ تبنیت مفقود ہوتا گیا۔ لیکن مماثل قسم لنکا میں اس لیے رائج رہی کہ وہاں برہمنوں کے عقائد مروج نہ تھے اگرچہ جنوبی ہند کے تامل اقوام کے رواجات موجود تھے۔ جیسے کہ پانڈیچری میں مروج پائے جاتے ہیں۔

الاٹم تبنیت

دفعہ ۲۰۷ - صوبہ مدراس کے ریڈی اور کما اقوام میں ایک رواج موجود ہے جسے الاٹم تبنیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ داماد کو بہ عوض اس کے کہ جائداد خاندانی کے انتظام میں مدد دے متبنٰی لینے کو الاٹم کہتے ہیں کسی قسم کی مذہبی اہمیت اس فعل سے متعلق نہیں معلوم ہوتی۔ اس کا تعین کہ آیا بیٹے کی موجودگی میں ایسی تبنیت مکمل ہو سکتی ہے یا یہ کہ آیا جو شخص اس طرح متبنٰی لیا جائے اپنے متبنٰی گیرندہ باپ کے حین حیات تقسیم کا دعویٰ کر سکتا ہے (جیسا کہ اس خاص حیثیت کی وجہ سے دوسری چیزیں لازم آتی ہیں)

[1] تھیسا ویلیم باب ۲۔

خاص رواج پر منحصر ہوتا ہے[1]۔ متبنی گیرندے کے مرنے کے بعد پورے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ یہ حقوق اس کے بعد کے پیدا شدہ حقیقی لڑکے یا اس لڑکے کے خلاف بھی حاصل ہوتے ہیں جو من بعد معمولی طریقے سے متبنی کیا گیا ہو[2]۔ الاتم لڑکا حقیقی یا متبنی لڑکے کا شریک خاندان نہیں ہوتا اگرچہ وہ سب اس طرح رہتے ہوں کہ گویا خاندان کی تقسیم نہیں ہوئی ہے۔ لہذا ان کے مابین حق عود نہیں ہوتا۔ اس کا حصہ اس طرح اس کے ورثا کو ملتا ہے گویا کہ وہ اس کی مکسوبہ جائداد تھی[3]۔ خود اس کے اور اس کے اخلاف کے مابین وہ جائداد مکسوبہ سمجھی جاتی ہے۔ لہذا حق انتقال پر آزادی حاصل رہتی ہے اور وہ بلا ان قیود کے جائداد پاتا ہے[4]۔ جو جائداد اسے اس طرح حاصل ہو اس کے قرابت داروں پر منتقل ہوتی ہے نہ کہ متبنی گیرندہ کے ورثا پر[5]۔ اس کے اصلی خاندان میں اس کے حقوق وراثت زائل نہیں ہوتے[6]۔ اسی قسم کا ایک رواج پانڈیچری میں رائج معلوم ہوتا ہے لیکن متبنی لڑکے کے حقوق زائل ہو جاتے ہیں اگر من بعد متبنی گیرندہ کو لڑکا پیدا ہوا[7]۔

ملیبار میں تبنیت

۵۶۰۔ ملیبار میں وراثت کا ایک قاعدہ وہ ہے جسے مار و مکاتیم کہتے ہیں اور دوسرا امکاتیم قاعدہ ہے۔ لہذا وہاں نافذہ طریقۂ تبنیت اس قاعدے کے لحاظ سے مختلف

---

[1] نلوری کرشنا بنام کامیلی وینکٹ سبیا ۱۶ مرافعہ جات ہند صـ ۱۶۸ - ۴۲ مدراس صـ ۸۰۵۔

[2] ہنو منتما بنام رامی ریڈی ۴ مدراس صـ ۲۷۲ - چینو بیا بنام سورا ریڈی ۲۱ مدراس صـ ۲۲۶ - نرسما بنام دیرا - بدرا ۱۷ مدراس صـ ۲۸۷۔

[3] چینچما بنام سبیا ۹ مدراس صـ ۱۱۴ - مالی ریڈی پدما ۱۷ مدراس صـ ۱۱۴۔

[4] چلاپا پی بنام چلاکوتی ۷ مدراس عالیہ عدالت صـ ۲۵۔

[5] رام کرسٹنا بنام سبکا ۱۲ مدراس صـ ۴۴۲۔

[6] بالا رامی بنام ہیرا ۶ مدراس صـ ۲۶۷۔

[7] سورگ ہند ولا صـ ۱۴۱۔

ہوتے ہیں ۔ یعنے یہ دیکھنا ہو گا کہ متبنیٰ گیرندہ خاندان کس قاعدے کا تابع ہے
مقدم الذکر صورت میں (مارومکاتیم) اناث وارث کے نہ ہونے سے
خاندان کا سلسلہ ختم ہونے کا اندیشہ رہتا ہے ۔ تاہم ذکور اور اناث دوں میں
دونوں کے نائر خاندانوں میں تبنیت کا مسئلہ عدالتوں کے ملاحظے میں
پیش ہوا ہے اور ان تبنیتوں کی عدالتوں نے تائید بھی کی ہے ۔ یہ وہ
متعدد مقدمات ہیں جن کا ذکر مسٹر وگرم نے کیا ہے ۔ اناث کو متبنیٰ
لینے کا حق بلا شک مسلمہ معلوم ہوتا ہے اور مسٹر وگرم کہتے ہیں کہ
ٹراونکور راجہ کا خاندان معدوم ہو گیا ہوتا لیکن بقائے وراثت کے لیے
عورتوں کو متبنیٰ لینے سے بچ گیا ۔ صدر عدالت مدراس نے کنارا میں
یہ قرار دیا کہ عورت منتظم (اجمان) (ejaman) متبنیٰ نہیں لے سکتی اگر
اس کو اولاد ذکور موجود ہو ۔ لیکن اس فیصلے پر مسٹر وگرم نے اس بنا پر
شبہہ ظاہر کیا ہے کیونکہ ایسے خاندانوں میں تبنیت کی صحیح غرض
یہ ہے کہ عورت کے ذریعے سلسلۂ نسل قائم رہے[1] بجز مقدمہ بیاتھ نالوٹن ۲۸۰
بنام تھیرووتی پلے[2] کے میں کسی اور فیصلے سے واقف نہیں ہوں جس میں
مارومکاتیم تبنیت کے مضمون پر بحث ہوئی ہو ۔ فی الواقع جس امر کا
تصفیہ کیا گیا وہ یہ تھا کہ جب خاندان معدوم ہونے کے قریب ہو اور
صرف دو ضعیف العمر مرد باقی ہوں تو کرناؤن (Karnavan) انندرون
(Anandraven) کی رضامندی کے بغیر جائز طور پر متبنیٰ نہیں کر سکتا ۔
پھر بھی مسل مقدمے میں تھوڑی سی دلچسپ شہادت موجود ہے ۔
اس شہادت کا حوالہ رپورٹ میں نہیں ہے ۔ یہ شہادت اس قابل
ہے کہ محفوظ رکھی جائے ۔
سنہ ۱۸۶۷ء ، سنہ ۱۸۸۵ء اور سنہ ۱۸۸۹ء میں تین تبنیتیں ثابت کی گئیں ۔

---

[1] وگرم صفحہ ۱۰۷ ملاحظہ ہو جس میں سنہ ۱۸۵۹ء کے فیصلہ جات مدراس صفحہ ۱۳۱ کا ذکر کیا گیا ہے ۔

[2] ۲ مدراس صفحہ ۱۵ ، ۲۷ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۳۱ میں اس کو بحال رکھا گیا ۔ ۳۴ مدراس صفحہ ۳۳ ۔

ان میں سے دو میں تارود (tarwaad) کے آخری مردوں نے تین عورتوں کو تبنیت میں لیا۔ اور آخری میں ماں اور باقیماندہ چار مردوں نے ایک عورت کو متبنیٰ کیا۔ ۱۸۸۶ء کے چوتھے مقدمے میں ایک عورت نے جو تارود کی آخری رکن تھی ایک مرد اور ایک عورت کو متبنیٰ کیا۔ خود مقدمے میں کارنوں نے اپنے لڑکے اور لڑکی کو متبنیٰ کیا۔ اور اپنی لڑکی کے لڑکے اور لڑکی کو۔ ایک گواہ نے یہ بیان دیا کہ تبنیت ناجائز تھی کیونکہ رواج یہ تھا کہ متبنیٰ گیرندہ کے لڑکے ان عورتوں سے شادی کرنا چاہیے جنھیں متبنیٰ کیا گیا تھا۔ دوسرے تین گواہوں نے (جن میں کا ایک کالیکٹ کا زموریں راجہ تھا) یہ کہا کہ ایسی تبنیتیں عام نہیں اور اس بیان کی تائید میں اس قسم کی دو تبنیتیں پیش کی گئیں۔ نتیجۂ تبنیت کے متعلق ایک گواہ نے یہ کہا کہ متبنیٰ لڑکی کا حق اس کے اصلی تارود میں زائل ہو گیا۔ دوسرے دو گواہ وید کے علما تھے۔ ان سے فیصلے کے لیے مذہبی مسائل پوچھے گئے۔ ان میں کے ایک نے کہا:-

"اُس صورت میں جب کہ ایک نائر نے متبنیٰ لیا ہو تو متبنیٰ کے حقوق کا اس کے اصلی تارود میں باقی رہنا یا نہ رہنا اس معاہدے پر منحصر ہوتا ہے جو تبنیت کے وقت دونوں خاندانوں میں ہوا ہو۔ لیکن ملیبار کے برہمنوں میں تبنیت کا حق اس کے اصل الم میں باقی رہتا ہے۔ یمبدریوں میں عموماً دوامشائین کی شکل میں تبنیت انجام دی جاتی ہے۔"

دوسرے نے یہ کہا:-

"نائروں میں اگر کسی تارود کی واحد عورت متبنیٰ کی جائے تو

اصلی ناروود میں اس کا حق باقی رہتا ہے اور جدید
ناروود کے رکن کی حیثیت سے بھی اس کو حق حاصل
ہوتا ہے۔"

مکاتیم تبنیت

ف ۲۰۹۔ ان خاندانوں میں جو لڑکوں سے اخلاف کا شمار کرتے ہیں تین قسم کی تبنیت رائج ہے[1]۔ پہلی قسم کرتم سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ (۲۸۱) اس میں ڈمس ہاتھ یا پانچ اشخاص حصہ لیتے ہیں یعنی والدین جو متبنیٰ لیتے ہیں۔ والدین جو دے دیتے ہیں۔ اور لڑکا جو دیا جاتا ہے اگر لڑکے اور متبنیٰ گیرندہ خاندان کا گوتر ایک ہی ہو تب عمر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے جب کہ وہ تبنیت میں لیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کا تعلق دوسرے گوتر سے ہو تب تبنیت اس وقت سے قبل انجام دی جانی چاہیے جب کہ وہ اپنائن کی رسم ختم کرتا ہے۔ دونوں خاندان مساوی طور پر مستحق ہیں کہ لڑکا سرادھ اور کریا کرم انجام دے۔"

(قسم دوم) دوسری قسم میں صرف ایک ہی رسم ادا کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہوم کے وقت درخت کی ایک سوکھی شاخ اگنی دیوتا کی نذر کی جاتی ہے۔ جو شخص اس طرح متبنیٰ کیا جائے صرف اپنے متبنیٰ گیرندہ والدین کی کریا کرم ادا کرتا ہے۔ نہ کہ ان کے اسلاف کی بھی۔

(قسم سوم) تیسری قسم صرف اس وقت اختیار کی جاتی ہے جب کہ ایک مرد اور اس کے بھائیوں کے سلسلے میں صرف ایک

---

[1] دیکھیے اعداد و شمار ٹراونکور بابت ۱۸۹۱ء صفحہ ۶۸۶۔ یہ اسی سے اخذ کیا گیا ہے۔

بوڑھا شخص یا بیوہ رہ گئی ہو۔ تب ان کے کریا کرم کی واجبی انجام دہی کے لیے ایک وارث کی بعید سپنڈوں اور رشتہ داران طرفی میں سے تلاش کیا جاتا ہے۔ سب سے مشورہ کر کے ایسا کیا جاتا ہے۔ جو شخص اس طرح متبنیٰ کیا جائے اس ضعیف شخص اور بیوہ کی کریا کرم کرتا ہے اور ان کی جائداد کا وارث بھی ہوتا ہے۔" اگرچہ اس کی وضاحت نہیں کی گئی ہے مگر میں یہ قیاس کرتا ہوں کہ پہلی اور دوسری قسم میں متبنیٰ ان لوگوں کا وارث ہوتا ہے جن کی وہ کریا کرم انجام دیتا ہے۔

نمبد ریاں نمبد ریوں میں یہ طریقہ ہے کہ صرف بڑا لڑکا شادی کرتا ہے جس سے لازماً حق تبنیت صرف اسی کے سلسلے تک محدود رہتا ہے۔ لیکن اگر ایک بھی مرد رشتہ دار ہو چاہے وہ کتنا ہی بعید ہو۔ تب حق تبنیت کا وہ مجاز نہیں رہتا۔ قریب ترین اور ضعیف ترین کی شادی کی جانی چاہیے اور اس طرح سلسلۂ خاندان قایم رکھا جائے۔ لیکن اگر اس کے بھائیوں کو اولاد سے مایوسی ہو گئی ہو۔ اور اگر وہ اس فعل کے لیے راضی ہو جائیں تب وہ تبنیت کی طرف رجوع ہو سکتا ہے۔ اور ایسی تبنیت کے لیے دوسرے رشتہ داروں کی رضامندی ضروری نہیں۔ ہاں اگر وہ کسی رشتہ دار بعید کو متبنیٰ لے تو اس صورت میں دوسرے قرابت داروں کی رضامندی ضروری ہوگی اگرچہ وہ بہت ہی بعید ہوں[1]۔"

[1] اعداد و شمار ٹراونکور بابت ۱۸۹۱ء صفحہ ۶۸۵۔ لوٹاکرا نمبدری پد بنام یوبی نمبدری پد فیصلہ جات مدراس ۱۸۵۵ء صفحہ ۱۲۵۔ کیشاون بنام واسدیون ۷ مدراس صفحہ ۲۹۷۔ ان دونوں صورتوں میں بیوہ نے متبنیٰ لیا تھا اور یہ بہت ممکن ہے کہ وہ صورتیں سروسدنم داماد کی تھیں دیکھیے صفحہ ۷۶۔ دگرم صفحہ ۱۴۳ تا ۱۵۱۔

باب ششم

تعلقات خاندانی

نابالغی اور ولایت

نابالغی کی مدت

ص ۲۸۲

ف ۲۱۔ دھرم شاستر کے لحاظ سے سولھویں سال پر نابالغی کا زمانہ ختم ہوجاتا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف تھا کہ آیا سولھویں سال کے آغاز پر یا اس کے ختم پر یہ مدت پوری ہوتی ہے۔ ہندو مصنفین مقدم الذکر نظریے کو قبول کرتے ہیں[۱]۔ اور بنگال میں ہمیشہ ہی قانون قرار دیا گیا ہے[۲]۔ موخر الذکر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میتھلا اور بنارس میں یہ قاعدہ ہے اور ایک زمانے میں جنوبی ہند اور بظاہر بمبئی میں اس کی پیروی کی جاتی تھی[۳]۔ جنوبی ہند کے متعلق اس مضمون پر عدالتی رائے کا نظریہ بنگال سے

۱ھ۔ جلد ۱ ڈائجسٹ صفحہ ۲۹۳۔ ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۱۱۵ دیابھاگ باب ۳ فصل ۱ فقرہ ۱۷ نوٹ۔ وتک میمامسا باب ۲ فصل شام چرن سرکار کی ووہست درپن صفحہ ۱۷، جہاں انھوں نے متاکشرا کا ذکر قرضے کے متعلق کیا ہے۔

۲ھ۔ جلد ۱ ڈبلیو میکناٹن صفحہ ۱۰۳ جلد ۲ ایضاً ھ ۲۰ صفحہ ۲۲۰۔ نوٹ کالی چرن بنام بھگوبتی جلد ۱ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۲۳۱، ۲۷ ۱۹ سدرلینڈ صفحہ ۲۸ موتھور موہن بنام سرندر ۱ کلکتہ صفحہ ۱۰۸۔

۳ھ۔ ڈبلیو میکناٹن۔ ۱ اسٹرینج ہندو لا صفحہ ۲۷، ۷۶ لچھمن بنام روپ چند صدر دیوانی صفحہ ۱۲۱ صفحہ ۱۳۶ اشیو جی بنام دتو ۱۲ بمبئی عالیہ عدالت

ص ۲۸۱

اتفاق ہے[1]۔ خاص اغراض کے لیے قوانین موضوعہ نے بھی مختلف مدتیں مقرر کی تھیں۔ اس کتاب میں ان پر بحث کرنا بے سود ہے۔ قانون نشان ۹ بابت ۱۸۷۵ء کی وجہ سے ان اختلافات کی اب کوئی اہمیت باقی نہیں رہی۔ یہ قانون بطور عام قاعدے کے کل باشندگان برطانوی ہند و ریاست ہائے متحدہ کے لیے یہ قرار دیتا ہے کہ (الف) ہر اس نابالغ کی صورت میں جس کی ذات یا جائداد کے لیے عدالت انصاف سے ولی مقرر کیا گیا ہو یا مقرر کیا جانا چاہئے اور (ب) ہر اس نابالغ کے لیے جو کورٹ آف وارڈس کے زیر نگرانی ہو نابالغی اکیسویں سال کے ختم پر باقی نہیں رہتی۔ دوسری کل صورتوں میں اٹھارھویں سال کے ختم پر[2]۔ اس قانون کے تحت ایسے نابالغ کی جائداد کا ولی مقرر نہیں کیا جا سکتا جب کہ نابالغ مثلاً کشرایا مارو مکا تیم خاندان مشترک کا رکن ہو[3]۔ بجز حسب رائے عالیہ عدالت بمبئی جب کہ کل ارکان نابالغ ہوں۔ اگرچہ ایسی صورت میں جو بھی بزرگ ترین رکن خاندان بالغ ہو جائے کل ارکان کے لیے خود بخود ولایت کا تعین ہو جاتا ہے[4] لیکن ذات نابالغ کے لیے ولی مقرر کیا جا سکتا ہے[5]۔ جب ایک مرتبہ عدالت کے حکم سے ولی کا تقرر کیا جائے تو ۲۱ سال تک نابالغی باقی رہے گی عالم ازیں کہ مقررہ ولی

ص ۲۸۳

---

[1] ستی راجو بنام ونکٹ سامی ۴۰ مدراس صفحہ ۹۲۵ ۱۹۱۷ء۔

[2] گھوریشن بنام سرجو ۳ الہ آباد صفحہ ۵۹۸ ریڈ بنام کرشنا ۹ مدراس صفحہ ۳۹۱ قانون نابالغان بمبئی نشان ۲۰ بابت ۱۸۶۴ء کے تحت دیکھئے یکناتھ بنام درو بائی ۱۳ بمبئی صفحہ ۲۸۵ قانون بنگال نشان ۴۰ بابت ۱۸۵۸ء کے تحت منگنی رام بنام مہنت گرسہائے ۱۶ امرافعہ جات ہند صفحہ ۱۹۵ ۔ ۱۷ کلکتہ صفحہ ۳۴۷۔ اگر تحت قانون ۴۰ دفعہ کلکٹر کا تقرر کیا جائے تو وہ قانون ۹ بابت ۱۸۷۵ء دفعہ ۳ ولی سمجھا جائے گا لیکن دفعہ ۱۲ کے تحت اگر تقرر ہو تو نہ ہوگا ۱۷ کلکتہ صفحہ ۹۴۸۔

[3] شام کنور بنام مہانند ۱۹ کلکتہ صفحہ ۳۰۱ ہر بیر بنام متھور ۲۵ کلکتہ صفحہ ۵۶۱۔ کا جیکر بنام مارو ۳۲ مدراس صفحہ ۱۳۹۔ بند و پرشاد بنام دیبھرا جی ۲۰ الہ آباد صفحہ ۲۰۰ غریب اللہ بنام کھلک ۲۵ الہ آباد صفحہ ۴۰۷ پی سی

[4] بندہ جی بنام متھور بائی ۳ بمبئی صفحہ ۱۵۲ صفحہ ۱۵۵۔ رام چندر بنام کرشنا ۲۰ بمبئی صفحہ ۲۵۹۔

[5] وردیک شیا بنام نلگنگوا ۱۹ بمبئی صفحہ ۳۰۹۔

کام انجام دے رہا ہو یا نہیں۔ یا سرٹیفکٹ حاصل کیا ہو یا نہ کیا ہو[1]۔ لیکن جب کورٹ آف وارڈس نے جائداد کو نگرانی میں لے لیا ہو تو نابالغی کی عدم قابلیت اس وقت تک جاری رہتی ہے جس وقت تک کہ کورٹ آف وارڈس اس نابالغ کی جائداد کو اپنی نگرانی میں رکھے اور اس کے بعد باقی نہیں رہتی[2]۔ [دوران مقدمہ کی ولایت کی مدت کے متعلق مقدمہ جوالا ڈالے بنام پیسرا ابھو[3] دیکھا جائے] قانون مذکور سے کسی شخص پر شادی۔ جہیز۔ طلاق یا تبنیت کے امور میں اثر نہیں پڑتا۔ البتہ اختیار وصیت پر اس سے اثر پڑتا ہے[4]۔ یعنی نابالغی کے زمانے میں وہ وصیت نہیں کر سکتا۔ جب خود یہ واقعہ کہ وہ نابالغ ہے معرض بحث میں ہو۔ تو ولایت کا صداقت نامہ اس واقعے کی شہادت نہیں ہے اور نہ وہ زائچہ اس غرض کے لیے قابل ادخال شہادت ہے جو کسی شخص متوفی کا تیار کیا ہوا ہو[5]۔ البتہ اگر اس کا تیار کرنے والا زندہ ہو تو بے شک وشبہہ اس شخص کی گواہی کی تائید میں اس زائچے کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ولایت ۲۱۱۔ دھرم شاستر کے لحاظ سے نابالغ کی ولایت بحیثیت ~~علے~~ ولی (Pasens Patriae) بادشاہ کو حاصل ہوتی ہے۔ لازماً یہ فرض اس بچے کے قرابتداروں کے تفویض کیا جاتا ہے۔ ان میں سب سے پہلے باپ اور اس کے بعد ماں اس بچے کے فطری ولی ہیں۔ دوسرے رشتہ داروں کو عدالتوں سے

---

[1] ۔ رودراپرکاش بنام بھولاناتھ مکرجی ۱۲ کلکتہ صفحہ ۶۱۲۔ گرش چندر بنام عبد السلام ۱۴ کلکتہ صفحہ ۵۵ گوردن داس بنام ہری ولب داس ۱۲ بمبئی صفحہ ۲۸۱۔ سادھولال بنام مرلیدھر ۲۹ الہ آباد صفحہ ۶۱۲ جگن رام بنام مہادیو پرشاد ۳۶ کلکتہ صفحہ ۷۶۸۔ ولی دوران نالش کی مدت کے لیے دیکھو جوالا دے بنام پربھو ۱۸ الہ آباد صفحہ ۳۵۔

[2] ۔ برج موہن لال ۱۷ کلکتہ صفحہ ۹۴۴۔

[3] ۔ الہ آباد جلد ۱۸ صفحہ ۳۵۔

[4] ۔ ہردوری بنام گومی الہ آباد جلد ۳۳ صفحہ ۵۲۵ گلاب بنام ٹھاکری لال ۳۶ بمبئی صفحہ ۶۲۲ کرشنما چاریہ ۳۸ مدراس صفحہ ۱۶۶۔

[5] ۔ سال چند بنام مہندر ولال ۱۷ کلکتہ صفحہ ۸۴۹ گنراج کنور بنام ابلکھ پانڈے ۱۸ الہ آباد صفحہ ۸۷۴۔

ولایت کی ترتیب

اجازت حاصل ہونی چاہیئے[۵۱]۔ ماں نہ ہونے کی صورت میں یا اگر ماں اس امانت کو استعمال کرنے کے ناقابل ہو تو اس لڑکے کا نزدیک ترین مرد رشتہ دار مامور کیا جانا چاہیئے۔ پدری قرابتداروں کو مادری رشتہ داروں پر ترجیح حاصل ہے[۵۲]۔ اگرچہ ماں فطری ولی ہے لیکن ایک ہندو باپ وصیت کے ذریعے اپنے بچے کی ولایت کے لیے کسی اور کو سوائے ماں کے مقرر کر سکتا ہے[۵۳]۔ ہندو ماں ایسا نہیں کر سکتی جہاں اس نے ایسا ادعا کیا تو قرار دیا گیا کہ تحت قانون ۸ بابت ۱۸۹۰ء دفعات ۷، ۸ تقرر ولی کیا جانا چاہیئے[۵۴]۔ جب باپ نے وصیت سے ولی مقرر کیا ہو تو قانون مذکور کی دفعہ ۷ ضمن ۳ کے تحت کوئی اور ولی مقرر نہیں کیا جا سکتا بجز اس کے کہ وصیت ناجائز ہو[۵۵]۔

بیشک مشترکہ خاندان مشترک میں کل جائداد کا انتظام بشمول حصۂ نابالغ ماں کو حاصل نہیں ہوگا بلکہ بزرگ ترین مرد رکن کو۔ اگر خاندان کی تقسیم ہو گئی ہو تو صورت مختلف ہو گی[۵۶]۔ اگر ولی انتظام کرنے سے انکار کرے تو ماں منجانب نابالغ نالش کر سکتی ہے[۵۷]۔

---

[۵۱] ۔ تھبابل بنام کنپا کندن ۳۸ مدراس صفحہ ۱۲۵ لچھمی نارائن بنام بالارام سہائے ۲ پٹنہ لاجرنل صفحہ ۱۹۰۔

[۵۲] ۔ منوباب ۹ ف ۲۷۔ باب ۹ ف ۱۴۶ ف ۱۹۰ و ۱۹۱ ۳ ڈائجسٹ ۲ ۴ ۵ تا ۴ ۴ ۵۔ یف۔ یم صفحہ ۲۵ اسٹرینج صفحہ ۷۱ ۲ اسٹرینج ۲ ۷ تا ۵ ۷۔ گنگما بنام چندر پا مدراس ۱۸۵۹ء صفحہ ۰۰ ا جلد اڈبلیو یم صفحہ ۱۰۳۔ مدو کرشنا بنام ٹنڈورلئے مدراس ۱۸۵۲ء صفحہ ۱۰۵۔ جھتا بو بنام گنیش صدر دیوانی ۱۸۵۴ء صفحہ ۲۰۳۔ متھلا میں ماں کو باپ پر ترجیح ہونا قرار دیا گیا ہے۔ جسودا بنام لالہ نتیا ۵ کلکتہ صفحہ ۴۳ علاتی ماں کے متعلق لکمی بنام عمر چند ۲ بورڈیل صفحہ ۴۴ صفحہ ۱۶۳۔ رام بنسی بنام سبھ کنواری ۷ سدرلینڈ صفحہ ۳۲۱ جلد ۳ دائمن صفحہ ۲۱۹۔ بائی شیو بنام تیجی مارس حصہ ۱ پنجاب کے لیے دیکھئے رواجی قانون پنجاب جلد ۲۔

[۵۳] ۔ سبھادر گالال جہا بنام راجہ نیلا مند سنگھ ۷ سدرلینڈ صفحہ ۴۷ الگیا اینگر بنام منگا تھے اینگر ۴۴ مدراس ۶۷۲۔

[۵۴] ۔ وینکیا بنام دینکٹ ۲۱ مدراس صفحہ ۴۰۱ دیکھئے پٹھان علی خاں بنام پانی بائی ۱۹ بمبئی صفحہ ۸۳۲۔

[۵۵] ۔ سیاد شاہو بنام بیچا ۷ بمبئی صفحہ ۵۶۰۔

[۵۶] ۔ ایملامل بنام ارنوچیلم ۳ مدراس عالیہ عدالت صفحہ ۶۹ بسوناتھ بنام درگا پرشاد ۲ مورڈائجسٹ صفحہ ۴۹ گوراکوٹری بنام گجادھرہ ۵ کلکتہ صفحہ ۲۱۹

[۵۷] ۔ مکندب بنام صدر دیوانی ۱۸۵۳ء صفحہ ۱۵۹۔

لیکن اس قاعدے سے ماں کے حق حضانت میں مداخلت نہ ہوسکے گی[۱] اس مسئلے کے متعلق کہ آیا باپ بذریعۂ وصیت ان نابالغوں کی شراکتی جائداد کے لیے جو غیر منقسمہ خاندان کے ارکان ہیں ولی کا تقرر کرسکتا ہے بمبئی اور مدراس کی عدالتوں نے اختلاف فرمایا ہے۔ مقدم الذکر (یعنی بمبئی) نے اس کو اس کا مجاز قرار دیا ہے۔ اور موخر الذکر نے اپنے جدید ترین اعلان میں یہ قرار دیا ہے کہ وہ نہیں کرسکتا[۲]

[حالیہ نظائر: ہندو باپ زبانی یا بذریعۂ تحریر اپنے بچوں کے لیے ولی کو نامزد کرسکتا ہے اور اس طرح کہ ماں ولایت سے خارج ہو جائے۔

دیبا نند بنام انند موئی ۱۹۲۱ء ۴۳ الہ آباد صفحہ ۲۱۳۔ خاندان مشترک کی جائداد کے متعلق مسئلۂ ولایت میں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اختلاف ہے۔ بمبئی کے قدیم تر مقدمے میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ اس کو ایسا اختیار نہیں ہے[۳] لیکن ۱۹۱۴ء کے مقدمۂ مہابلیشور میں یہ قرار دیا گیا کہ وہ ولی کا تقرر کرسکتا ہے اور اس کو اس جائداد کے منتقل کرنے کا مجاز بھی کرسکتا ہے۔ اور یہ کہ نابالغ اس انتقال کا پابند ہوگا بشرطیکہ وہ انتقال اختیارات کے اندر ہو[۴] باپ کو فی الحقیقت حسب فیصلۂ مدراس ایسا اختیار حاصل نہیں ہے کیونکہ اس کی وفات پر نابالغ لڑکوں پر وہ جائداد عود کرتی ہے۔ اسی عدالت نے البتہ ۱۹۲۱ء میں یہ قرار دیا ہے کہ اگر موصی کے فرزند نہ ہوں تو بیوہ کو متبنٰے لینے کا مجاز کرکے متبنٰے لڑکے کی نابالغی میں انتظام جائداد کے لیے ولی کا تقرر کرسکتا ہے[۵]]

اگر شوہر پوری عمر کا ہو تو وہ اپنی زوجہ کا ولی ہوتا ہے اور یہ واقعہ

---

[۱] ۔ کلدیپ بنام بجنسی صدر دیوانی ۱۸۱۷ء صفحہ ۵۵۷

[۲] ۔ مہابلیشور کرشنیا بنام رام چندر منگیش ۳۸ بمبئی صفحہ ۹۴ چدمبر ایلے بنام رنگا سامی ۴۱ مدراس صفحہ ۵۶۱۔ تمام نظائر پر نظر ثانی کی گئی۔

[۳] ۔ ہری لال بنام مانی ۲۹ بمبئی صفحہ ۳۵۱۔

[۴] ۔ دیکھئے وینکٹ رامن بنام جنرو معن ۱۹۲۸ء ۵۲ بمبئی صفحہ ۱۲۰ صفحہ ۲۸۔

[۵] ۔ جگناد بنام رامایما ۴۴ مدراس صفحہ ۱۸۹۔

غیر اہم ہے کہ وہ سن بلوغ کو نہیں پہنچی ہے۔ یہ رواج کہ شادی شدہ لڑکیاں بالغ ہونے تک اپنے والدین کے ساتھ رہیں ایک امر رواجی ہے۔ اس رواج سے شوہر کا حق زائل نہیں ہو سکتا۔ بجز اس کے کہ ادعا کرکے ثابت کیا جائے[1]۔ اگر شوہر کے رشتہ داروں میں سپنڈ موجود ہوں تو وہ نابالغ بیوہ کے اولیا ہوں گے۔ اور انھیں خود اس بیوہ کے باپ اور اس کے باپ کے رشتہ داروں پر ترجیح ہو گی[2]۔ لیکن اگر نابالغ کی اچھائی کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو تو عدالت اس بیوہ کے باپ کا تقرر شوہر کے سپنڈوں پر ترجیح دے کر کر سکتی ہے[3]۔ اگر ماں دوبارہ شادی کر لے تو پہلے شادی کے بچوں کی ولایت کا حق زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن نہ تو دھرم شاستر میں اور نہ کسی اور قانون موضوعہ میں عدالت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایسی ماں کو ولایت سے علیحدہ کر دے۔ عدالت کو اس معاملے میں پورا پورا صوابدید حاصل ہے۔ عدالت کا عمل ان بچوں کے بہترین مفاد کے لیے ہوتا ہے لہذا عدالت کو چاہیے کہ ماں کے حق کو ملحوظ رکھے۔ لیکن ماں کے اس دعوے کو ایک غیر شخص کا دعویٰ سمجھنا چاہیے۔ اگر اس کے خیال میں ماں کا تقرر ہی ان بچوں کے مفاد کا باعث ہو تو وہ ایسا کرنے کے لیے آزاد ہے[4]۔ لڑکے کو تبنیت میں دینے سے باپ کا حق ولایت ختم ہو جاتا ہے[5]۔ اور بیشک ہر ولی معقول سبب پر علیحدہ کر دیا جا سکتا ہے[6]۔ مضمون ولایت پر دھرم شاستر میں بہت ہی کم مواد دکھائی دیتا ہے۔

---

[1]۔ الما بنام پتیا ۳ میسور صفحہ ۱۱۹۔

[2]۔ کدیرام مکرجی بنام بھواری ۱۶ کلکتہ صفحہ ۵۸۴۔

[3]۔ ملو طارام بنام رام الہ آباد ۳۳ صفحہ ۲۲۲۔

[4]۔ گنگا پرشاد ساہو بنام جھالو ۸ ۳ کلکتہ صفحہ ۸۶۲۔ یا ئی ہسو بنام رتنجی کو میز کیا گیا۔ مارس حصہ ۱ صفحہ ۱۰۳۔

[5]۔ لکشمی بائی بنام شریدھر ۳ بمبئی صفحہ ۱

[6]۔ مقدمۂ الیلاطل نوٹ (۵) اوپر۔ گورموفی بنام رام سندری صدر دیوانی سنہ ۱۸۶۱ع صفحہ ۵۳۲۔ اسکنر بنام اروے ۴ امور صفحہ ۳۰۹۔ ۱ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۲۵۔ ۷ سدر لینڈ صفحہ ۷، کنیا بنام بدیا ۱ الہ آباد صفحہ ۵۴۹۔ عباسی بنام دنے ایضاً صفحہ ۵۹۸۔

اصلاً اس مسئلے پر قانون موضوعہ ہی میں سب کچھ پایا جاتا ہے[1]۔ نابالغوں کی جائداد کی حفاظت کے متعلق احکام دھرم شاستر کے لیے دیکھئے مقدمہ مندرجہ ذیل[2] جب کسی قانون کے تحت قانوناً تقرر ولی کی ضرورت ہو تو وہ شخص جو فی الواقعی ولی ہو۔ ان اختیارات سے زیادہ استعمال نہیں کر سکتا۔ جو اس کو اس قانون کے لحاظ سے جب کہ وہ بطور جائز مقرر کیا جاتا حاصل ہو سکتے تھے[3]۔

نابالغ کی حضانت کے لیے ولی کا حق۔

دفعہ ۲۱۲۔ نابالغ کو اپنے قبضے میں رکھنے کا حق ولی کو حاصل ہے۔ یہ حق ان وجوبات کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جو اس پر اس طفل کے متعلق عائد ہوتے ہیں[4]۔ وہ لہذا اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا خود نابالغ کی خواہش پر بھی ایسا نہیں ہو سکتا بجز اس کے کہ وجوہ معقول اور کافی ہوں۔ خصوصاً والدین کی صورت میں یہ ظاہر ہے کہ ان کے بچے کی

---

[1] قوانین کورٹ آف وارڈس بنگال ریگولیشن ۲۶ سنہ ۱۷۹۳ء۔ ۵۲ سنہ ۱۸۰۳ء۔ ۶ سنہ ۱۸۲۲ء مدراس ریگولیشن ۵ سنہ ۱۸۰۴ء قانون نشان ۴۰ سنہ ۱۸۵۸ء۔ بنگال ایکٹ نمبر ۴ سنہ ۱۸۷۰ء۔ قانون ازدواج و تعلیم نابالغان ۲۶ سنہ ۱۸۵۴ء۔ ۲۱ سنہ ۱۸۵۵ء نمبر ۱۴ سنہ ۱۸۵۸ء۔

[2] گنگا پرشاد ۳ کلکتہ صفحہ ۸۶۷ و نیز رام نبسی بنام سبھ کنواری ۷ سدرلینڈ صفحہ ۳۲۱-۳ و ائمن صفحہ ۲۱۹۔ رام چندر بنام برجوناتھ ۴ کلکتہ صفحہ ۹۲۹۔ ضابطے کے لیے دیکھئے قانون ۹ سنہ ۱۸۶۱ء گارڈین اور وارڈس ایکٹ ۱۳ سنہ ۱۸۷۴ء۔ نمبر ۸ سنہ ۱۸۹۰ء۔ ہائیکورٹس ایکٹ نے عالیہ عدالتوں کو یہ اختیارات دیے ہیں کہ نابالغوں کی ذات یا جائداد کے لیے اولیا مقرر کرے۔ ان اختیارات پر قانون نمبر ۸ سنہ ۱۸۹۰ء نے کسی طرح محدود نہیں کیا۔ مقدمہ جیرام لکشمن ۱۶ بمبئی صفحہ ۶۳۴۔

[3] عباسی بیگم بنام راجروپ کنور ۴ کلکتہ صفحہ ۳۳ ضابطۂ قانون کی سختی سے پابندی کی جانی چاہیے۔ حسبۂ کوئی نالش اس نابالغ کی ذات یا جائداد کی حفاظت کے لیے مفصل عدالت میں رجوع نہیں ہو سکتی ستی بنام رامندی پنڈ رام ۲۴ مدراس صفحہ ۶۴۷۔ شام لال بنام بندو ۲۶ الہ آباد صفحہ ۵۹۴۔ مسماۃ ہرسندری تیبا بائی بنام جیاد رگی تیبا بائی ۴ بنگال لارپورٹ ضمیمہ صفحہ ۳۶۔ پھر بھی دیکھئے بروکنزی بنام کاشی چندر سی ۸ کلکتہ صفحہ ۲۶۶ اور راجرت لال بنام چمن لال برجھوداس ۴ بمبئی ض ۶۰ جس میں اسکے برعکس رائے قائم کی گئی۔

[4] دیکھئے تجاویز جسٹس واگھن اور اسٹرلنگ بمقدمہ ہمپری بنام پالک سنہ ۱۹۰۱ء کنگس بنچ صفحہ ۳۸۵ صفحہ ہذا۔

ذات کی حفاظت ان کے لیے بہ نسبت کسی جائداد کی حفاظت کے زیادہ اہم ہے۔ لیکن یہ ولایت ایک مقدس امانت کی سی ہوتی ہے اور لہذا باپ اپنے بجائے کسی اور کو قایم نہیں کر سکتا۔ وہ اس میں شک نہیں بچوں کی حفاظت اور تعلیم دوسروں کے حوالے کر سکتا ہے لیکن جو اختیار وہ اس طرح عطا کرتا ہے قابل استرداد اختیار ہے۔ اور اگر اس کے بچوں کے مفاد کے لیے اس کی ضرورت لاحق ہو تو وہ (باوجود اس کے خلاف معاہدے کے) مکرر ان کی حفاظت کو اپنے ہاتھوں میں لے سکتا ہے[1]۔ البتہ اگر اس کی عطا کی ہوئی اجازت پر اس طرح عمل کیا گیا ہو جس سے مفاد نابالغ کے توقعات پیدا ہو گئے ہوں (جن میں مداخلت کرنا یا ان توقعات کو زائل کرنا نابالغ کے مفاد کے خلاف ہو) تو عدالت اس کے استرداد میں حائل ہو گی[2]۔

والدین کا تبدیل مذہب کرنا ہندوستانی عدالتوں میں اکثر ایسے مقدمات پیش ہوئے ہیں جن میں بوجوہات ذیل باپ کے اس حق کے متعلق کہ وہ اپنے بچے کو واپس لے نزاع پیدا ہوئی ہے۔ یہ کہ باپ نے مذہب بدل دیا ہے اور لہذا وہ آیندہ کے لیے اس بچے کی ولایت کے قابل نہیں ہے۔ یا یہ کہ بچے نے تبدیل مذہب کیا ہے اور اپنے باپ کے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتا۔ امر مقدم الذکر کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا گیا ہے کہ یہ واقعہ کہ باپ نے اپنا مذہب بدل دیا ہے بذات خود اس کو بچے کی حفاظت سے محروم کرنے کا باعث نہیں ہو سکتا (عام اس سے کہ عیسائی مذہب اختیار کر لیا ہو یا عیسائی مذہب سے دوسرے مذہب میں داخل ہو گیا ہو) بے شک اگر تبدیلی سے اس کے اخلاق میں خرابی پیدا ہو گئی ہو جس سے اس کا گھر اس کے بچے کی سکونت کے قابل نہ رہے[3]۔ یا اگر وہ اس بچے کا قبضہ واپس پانے کے لیے عدالت سے مدد طلب کرے جس کو اس نے تبدیل مذہب

ص ۲۸۷

---

[1] ملکہ بنام برنارڈو ۲۳ کوئنس بنچ ڈویژن صفحہ ۳۰۵ ہمپری (اوپر)۔
[2] جینٹ بنام نارائنا جلد ۱۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۱۴۔ ۳۸ مدراس صفحہ ۸۰۷۔ نیز دیکھئے پالرڈ بنام راؤز ۳۳ مدراس صفحہ ۸۸۔ سکھدیو بنام رام چندر ر ۱۹۲۴ء ۴۶ الہ آباد صفحہ ۷۰۶۔
[3] پری کے مقدمات ابتدائی صفحہ ۹۱ مقدمہ کراڈن بنام بینرجی۔

کے وقت بہ رضا و رغبت اپنے قرابتدار کو دے دیا تھا کہ اس کی پرورش ہندو مذہب کے مطابق کی جائے۔ تو صورت مختلف ہو گی۔ ایسی صورت میں عدالت غور کرے گی کہ آیا اس کی استدعا کو قبول کرنا نابالغ کے لیے مفید ہو گا[۱]۔ ماں کا تبدیلِ مذہب کرنا مختلف ہو گا۔ باپ کے مذہب سے اس مذہب کا تعین ہوتا ہے جس کا وہ خود۔ اس کا خاندان اور اس کی جائداد تابع ہے۔ "محض اسی صورت کے سبب معمولی حالات میں ہندوستانی طفل کے متعلق یہ قیاس قائم کیا جانا چاہیے کہ اس کا مذہب وہی ہے جو اس کے باپ کا۔ اور دیوانی و سماجی حیثیت بھی وہی۔ لہٰذا معمولاً اور ایسے حالات میں جب کہ کوئی اختیارات حاصل نہ ہوں نابالغ کے ولی کا یہ فرض ہے کہ وہ نابالغ کو اسی مذہب کی تعلیم دے۔" لہٰذا جب ماں کے تبدیل مذہب کا بہ ظن غالب یہ اثر ہونے والا ہو کہ وہ نابالغ کا مذہب اور قانونی حیثیت بدلنے کی کوشش کر رہی ہے تو عدالت اس کو ولی کی حیثیت سے جدا کر دے گی[۲]۔ اور خود نابالغ کی اس خواہش سے بھی کہ وہ بھی مثل اپنی ماں کے تبدیل مذہب کرے یہ ضروری نہیں کہ صورتِ حال بدل جائے۔ بجز اس کے کہ شاید نابالغ کی عمر کی زیادتی اور اس کے مذہبی عقائد کی پختگی کے سبب اس کو اپنی قدیم حالت پر واپس کرنے کی کوشش نامناسب یا ممکن ہو جائے[۳]۔ اس مسئلے کے متعلق کہ کس حد تک باپ کو اس کے تعین کا حق حاصل ہے کہ اس کے لڑکے کی پرورش کس مذہب پر ہو گی اکثر انگریزی مقدمات میں مباحث ہو چکے ہیں[۴]۔ یہ کہنا آسان نہیں کہ کس حد تک ان فیصلوں کا اطلاق

ص ۲۸۸

---

[۱]۔ مکندلال بنام نوبودیپ چندر ۲۵ کلکتہ صفحہ ۸۸۱۔ گارڈین اور وارڈس ایکٹ ۱۸۹۳ء کے احکام کے لحاظ سے ایسی نالش ممنوع نہیں ہے شریفہ بنام منیکھن ۲۵ بمبئی صفحہ ۵۷۶ شام لال بنام بندو ۲۶ الہ آباد صفحہ ۵۹۴۔

[۲]۔ عدالت اس کو ولایت پر بحال رکھے گی بشرطیکہ وہ اپنے وعدے سے اطمینان دلائے کہ بچے کے مذہب پر اثر نہیں ڈالے گی درجا پداکرما کر بنام مس ہیلین ۲۰ کلکتہ ویکلی نوٹس صفحہ ۶۰۸۔

[۳]۔ اسکر بنام اردے ۱۴ مور صفحہ ۲۰۹۔ ۱۰ بنگال لارپورٹ صفحہ ۱۲۵۔ ۱۷ اسدرلینڈ صفحہ ۷۷۔

[۴]۔ جیسا کہ کراڈن بنام برناڈور کوئنس بینچ ڈویژن صفحہ ۲۰۵ ہمپری بنام پالک ۲ کنگس بینچ صفحہ ۲۸۵۔

ہندوستان میں ہو سکے گا کیونکہ ہندوستان میں مذہب محض ایک امر اعتقادی نہیں ہے بلکہ مسائل ذات و حیثیت سے کلیتہً مخلوط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اصول نصفت کی پیروی کی جائے گی۔ یعنے یہ کہ اصل چیز غور کرنے کی یہ ہو گی کہ اس نابالغ کا مفاد کیا ہو گا اگرچہ خاص صورتوں میں اس کا اطلاق نہایت ہی دشوار ثابت ہو۔

باپ کا تبدیل مذہب

ف ۲۱۳۔ والدین کے عیسائی مذہب اختیار کرنے پر اکثر مرتبہ نابالغ نے بہ رضا و رغبت انھیں چھوڑ دیا ہے۔ مدراس اور کلکتے کی عدالتوں کا ایک وقت یہ طرز عمل تھا کہ وہ نابالغ کو اپنے صوابدید کے استعمال کی اجازت دیتے تھے بشرطیکہ ذاتی طور پر جانچنے کے بعد ان کو اطمینان ہوتا تھا کہ اول تو اس کی یہ خواہش ہے کہ والدین سے علیحدہ رہے اور ثانیاً یہ کہ وہ اس امر پر مناسب فیصلہ کرنے کے قابل ہے۔ بمبئی کی اعلیٰ عدالت نے پہلی مرتبہ اس کو خلاف قاعدہ قرار دیا۔ چنانچہ بارہ سال کے لڑکے کو باپ کے حوالے کیے جانے کی ہدایت کی گئی۔ اور اس کی عیسائی مذہب کی قابلیت اور معلومات کی جانچ کرنے سے انکار کیا گیا۔ اور اس کی اس خواہش کو جانچنے سے بھی انکار کیا گیا کہ وہ اپنے عیسائی معلمین کے ساتھ رہنا چاہتا ہے[1]۔ سر ارسکن پیری نے جسٹس ہیٹسن سے استصواب کیا تھا اور صاحب موصوف نے اس طریقے کو پسند فرمایا[2]۔ اعلیٰ عدالت مدراس میں بمقدمۂ گلور نارائن ساحی ۱۸۵۸ء میں اس فیصلے کا اتباع کیا گیا[3]۔ اور سر کرسٹافر رالنسن اور سر آدم بٹلسن نے حسب ذیل فیصلہ فرمایا۔ یہ کہ ایک چودہ سال کا ہندو طفل جو اسکاٹش مبلغین کے پاس چلا گیا تھا اپنے باپ کو واپس دیا جائے اگرچہ وہ عیسائی ہو گیا تھا اور حد درجہ اس کا متمنی تھا کہ اپنے جدید محافظین کے ساتھ رہے۔ اسی قسم کا فیصلہ ۱۸۶۳ء میں سر مارڈنٹ ولس نے کلکتے کی عدالت میں صادر فرمایا۔ ایک لڑکا

---

[1] ۔ ملکہ بنام منست بیری کے مقدمات ابتدائی صفحہ ۱۰۳۔

[2] ۔ ایضاً صفحہ ۱۰۹۔

[3] ۔ اس مقدمے کی اشاعت نہیں ہوئی ہے میں مبلغین کی جانب سے وکیل تھا۔ جان ڈی مین۔

جس کی عمر پندرہ سال اور دو ماہ کی تھی مبلغین کے ساتھ رہنے کے لیے خوشی سے چلا گیا تھا[۱]۔ عالیہ عدالت مدراس نے ان کل مقدمات کی جانچ کرکے ان کو بحال رکھا اور یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ قانون ۹ بابت ۱۸۷۵ء کے تحت والدین کے اختیارات محافظت کی مدت ۱۸ سال تک باقی رہتی ہے[۲]۔ اس موقع پر یہ بیان کیا جاسکتا ہے کہ تحت مجموعۂ تعزیرات ہند ولی جائز کی حفاظت سے کسی نابالغ لڑکے کو جو چودہ سال کا ہو یا کسی نابالغ لڑکی کو جو سولہ سال کی ہو پھسلا لے جانا ایک جرم ہے[۳]۔

حالیہ فیصلے

دفعہ ۲۱۳۔ انگریزی قواعد نصفت کی پیروی کرتے ہوئے عدالت ہائے ہندوستان نے جدید تر زمانے میں نابالغ بچوں پر والدین کے حقوق کو سختی سے نافذ کرنے سے انکار کیا ہے۔ مسٹر اسٹین نے حالیہ نظائر سے مستنبط کرکے انگریزی طرز عمل کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے[۴] "والدین یا اولیا کے قانونی حقوق حفاظت کو قابو میں رکھنے کے لیے نصفت میں ایک اختیار تمیزی حسب ذیل صورتوں میں استعمال کیا گیا ہے (الف) جب کہ ان حقوق کے من مانے استعمال سے طفل کی مسرت اور بہبودی میں قابل لحاظ مداخلت ہو۔ یا (ب) جب کہ اشخاص مذکورالصدر کی بد رویگی یا سکوت بالرضا سے یہ حقوق ساقط ہو گئے ہوں یا (ج) جب کہ باپ نے اپنے عمل سے ایسا ظاہر کیا ہو یا (د) جب کہ وہ ایسی حالت میں آگیا ہو کہ اس کے حقوق کو مسترد یا ان میں مداخلت کرنا نہ صرف بچوں کی محض بہتری

---

[۱] ہمناتھ بوس جلد ۱ ایئڈ صفحہ ۱۱۱۔

[۲] ریڈ بنام کرشنا ۹ مدراس صفحہ ۳۹۱ کوئی معاہدہ جس سے والد دوسرے کو اپنے بچے کی محافظت کا حق دے قابل پابندی نہیں ہے۔ اور اس بارے میں غیر صحیح النسب کی ماں کی وہی حالت و حیثیت ہوگی جو ایک صحیح النسب کے باپ کی ۱۸۹۱ء نظائر مرافعہ صفحہ ۳۸۸۔

[۳] مجموعۂ تعزیرات ہند دفعات ۳۶۱ و ۳۶۳۔ نابالغ کی خواہش یا رضامندی بالکل غیر اہم ہے اقتدار اعلیٰ بنام بھنگی ۲ سدرلینڈ نظائر فوجداری صفحہ ۵ اقتدار اعلیٰ بنام شوکو ۷ سدرلینڈ فوجداری صفحہ ۳۶۔

[۴] مسٹر اسٹین کی کتاب ڈکریاں باب ۲ صفحہ ۸۸۔ ملکہ بنام گاٹن پال ۱۸۹۳ء ۲ کوئنس بنچ صفحہ ۲۳۲ مقدمہ نیوٹن ۱۸۹۶ء جلد ۱ چانسری صفحہ ۷۰۔ مقدمہ اے او بی ۱۸۹۷ء جلد ۱ چانسری صفحہ ۷۸۶۔

کے لیے بلکہ چند خاص اہم واقعات کی وجہ سے ان بچوں کی حقیقی بہبودی کے لیے لازمی ہوں۔

پہلا مقدمہ بمبئی میں پیش ہوا۔ لڑکی پندرہ سال کی تھی۔ اور ہندو پیدائش کی۔ لیکن اس کی ماں نے آٹھ سال تک اسے ایک امریکن مشن میں چھوڑ دیا تھا۔ وہاں وہ عیسائی بن گئی اور بہ حیثیت معلمہ کے وہ اپنی روزی کما رہی تھی[1]۔

دوسرے مقدمے میں والدین نے جو چینی تھے کلکتہ چھوڑتے وقت اپنی نابالغ لڑکی کو ایک عیسائی چینی اور اس کی زوجہ کے حوالے کیا کہ وہ اسے تبنیت میں لے لیں اور اس کی پرورش عیسائی مذہب پر کریں۔ وہ ایک سال اور چھ ماہ کے بعد واپس ہوئے جب کہ لڑکی نو سال کی تھی اور اس کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا[2]۔

تیسرا مقدمہ بھی کلکتے کا تھا۔ ایک ہندو باپ نے عیسائی مذہب اختیار کرنے کے بعد اپنے لڑکے کو اس کے ہندو چچاؤں کے پاس چھوڑا کہ اس کی پرورش مثل ہندو کے کی جائے۔ جب باپ نے اس بچے کو واپس لینا چاہا وہ لڑکا بارہ یا تیرہ سال کا ہو چکا تھا۔ بظاہر گویا وہ ان چچاؤں کے پاس چار یا پانچ سال رہ چکا تھا[3]۔

علیٰ ہذا دوسرے ایک مقدمے میں ایک دس سالہ لڑکی اس کی ماں کی وفات سے پانچ سال تک مسلسل اپنے نانا کے ساتھ رہ چکی تھی۔ عالیہ عدالت الہ آباد نے اس کے باپ کو ولی بنانے سے انکار کیا۔ باپ نے دوسری عورت سے شادی کر لی تھی[4]۔

ان تمام مقدمات میں والدین نے اپنے حقوق کو خود کی مرضی سے چھوڑ دیا تھا۔ بچہ ایک مدت تک جدید گھر میں تھا جہاں اس نے نئے عادات اختیار کیے اور دنیاوی نقطۂ نظر سے بلاشک بچے کو اس کے باپ کو دے دینے سے نقصان ہوتا تھا۔ پہلے دو مقدمات میں یہ خیال کرنے کے لیے قوی وجوہ تھے کہ باپ کے عمل کے وجوہ تحریک

ص ۲۹۰

---

[1] ۔ مقدمۂ سیتری ۱۶ بمبئی صفحہ ۳۰۷۔
[2] ۔ مقدمۂ جوشی آسام ۲۳ کلکتہ صفحہ ۲۹۰۔
[3] ۔ مکند لال بنام نودب چند ر ۲۵ کلکتہ صفحہ ۸۸۱۔
[4] ۔ بندو بنام شامل ۲۹ الہ آباد صفحہ ۲۱۰ نیز دیکھئے البرشٹ بنام تبھی جنکامل ۲۲ مدراس لاجرنل صفحہ ۲۴۷۔

یہ تھے کہ اس کا فائدہ ہو۔ اور یہ کہ اس نے اپنے مفاد کے لیے اس طرح کیا تھا۔ ان تمام مقدمات میں ان کا (حقوق والدین کا) نفاذ اس لیے نہیں کرایا گیا کہ عدالت ان حالات میں اس کا لحاظ کرنے پر مجبور تھی کہ طفل کی بہترین بہبودی کیا ہے۔ بلیلی کے مقدمے میں جسٹس بیلی (Justice Bayley) نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ چودہ سال کا لڑکا اور پندرہ سال کی لڑکی کافی سن رسیدہ ہوتے ہیں اور لہٰذا وہ اپنی سکونت کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ ان مقدمات میں سے کسی میں بھی خیالاتِ ذیل کی تائید نہیں ہوتی۔ یہ کہ اس عمر سے کمسن طفل اپنی مرضی سے اس باپ کو چھوڑ سکتا ہے یا اس سے لیا جا سکتا ہے۔ جو اگرچہ مالی حیثیت سے بہت ہی نیچا ہو اپنے فرائض کو اس بچے کے متعلق نہایت ہی ایمانداری سے انجام دے رہا ہو۔ یا یہ کہ یہ واقعہ کہ اس نے (باپ) تبدیل مذہب کیا ہے یا یہ کہ طفل ایک نیا مذہب اختیار کرنا چاہتا ہے باپ کو ان حقوق سے محروم کرنے کے لئے کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔

میسور میں ان اشخاص کے مقدمات جو عیسائی ہو گئے تھے۔

۲۱۵ میسور میں بالکل اسی قسم کا مقدمہ پیش ہوا اور فیصلہ اس قابل ہے کہ اس کو ملحوظ رکھا جائے۔ اگرچہ اس کی پیروی برطانوی ہند میں نہیں ہو سکتی لیکن دیسی ریاستوں میں اس کا اثر ہو سکتا ہے۔ اس مقدمے کے واقعات بالکل صاف تھے۔ باپ نے اپنے چھوٹے بچوں کو واپس پانے کی نالش کی۔ ایک بچہ رضاعت میں تھا۔

۲۹۱

اور دوسرا بچہ جو لڑکی تھی دو سالہ تھی۔ ان کو ان کی ماں اپنے ساتھ لے کر چلی گئی تھی۔ ۲۲ نومبر کو اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور ۲۷ نومبر کو اس کی زوجہ اس کو چھوڑ کر مع بچوں کے چلی گئی۔ اس ادعا کی زوجہ نے تردید کی کہ وہ بھی عیسائی ہو گئی تھی اور بطور واقعہ اس کا انکار صحیح ثابت ہوا۔ رپورٹ سے فریقین کی سماجی حیثیت کا پتا نہیں چلتا۔ نہ اس کے متعلق کوئی علم ہوتا ہے کہ باپ کے پاس جب کہ وہ ہندو تھا کس قدر جائداد تھی۔ یا یہ کہ اس کو شراکت میں کوئی حق بھی تھا یا نہیں۔ میسور کے چیف کورٹ نے (رامچندر رایہ اور کرشنامرتی ارکان معمولی اور بھمبو چیٹی میر مجلس مختلف الرائے) یہ قرار دیا کہ باپ ان بچوں کو اپنے پاس رکھنے کا مجاز نہ تھا۔[1]

[1] دسپا بنام چیکما ۱۷ میسور صفحہ ۳۲۴۔

جن قانونی شرائط کے تحت مقدمے میں بحث کی گئی وہ حسب ذیل ہیں: —
یہ کہ قانون نمبر۲۱ ۱۸۵۶ء (آزادی مذہب) میسور میں نافذ نہیں ہے۔ یہ کہ قانون نشان نمبر۲۱ ۱۹۲۶ء کو اس طرح وسعت دی گئی تھی اور یہ کہ گورنمنٹ نے ایک مقدمے میں جب کہ ہندوؤں نے دیسی عیسائیوں کے کنویں سے پانی لینے کے حق کے متعلق نزاع کی تھی "اس اصول کی تصدیق فرمائی کہ محض تبدیل مذہب سے کوئی باشندہ اس کے ان دیوانی حقوق یا سماجی حیثیت سے محروم نہیں کیا جاتا جو اس کو تبدیل مذہب سے قبل حاصل تھے"۔ یہ فیصلہ ایک انتظامی کارروائی میں صادر کیا گیا تھا۔ دفعہ ۱۱ چیف کورٹ ریگولیشن نے ضابطے کے اس قاعدے کو جس کی عدالت پابند ہے حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے: — "جب کسی نالش یا کارروائی میں چیف کورٹ کے لیے یہ ضروری ہو کہ مسائل قائم مقامی۔ وراثت۔ یا شادی کا فیصلہ کرے یا کسی ایسے مسئلے کا جس کا تعلق فرقے یا مذہبی رواج یا ادارے سے ہو (الف) ہندو قانون۔ جب کہ فریقین ہندو ہوں یا
(ب) کوئی رواج اگر ایسا ہو۔ بشرطیکہ اس کی قوت مثل قانون کے ہو اور فریقین یا جائداد متعلقہ اس رواج کی تابع ہو۔ تو ہندو قانون یا رواج پر فیصلہ ہونا چاہیے (یعنے بالفاظ دیگر ہندو قانون یا کسی رواج پر فیصلہ مبنی کیا جانا چاہیے) بجز اس کے کہ اس قانون (دھرم شاستر) یا رواج میں مجلس وضع قوانین نے تبدیلی کردی ہو یا انھیں کسی قانون کے تحت منسوخ کردیا ہو۔ (ج) ان صورتوں میں جب کہ کوئی مختص قاعدہ موجود نہ ہو تو چیف کورٹ عدل و انصاف و نیک نیتی پر عمل کرے گی"۔
جسٹس کرشنا مرتی نے ہی اصل میں فیصلہ صادر فرمایا۔ انھوں نے اس کا اعتراف فرمایا کہ اس مقدمے کا فیصلہ اسی قاعدے سے ہونا چاہیے ان کے فیصلے کی بنائے تجویز (Ratio decidendi) ذیل کی عبارت میں پائی جاسکتی ہے: —
"دوسرے نظام ہائے قانون کے یہ قواعد کہ بچہ باپ کا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ اس کی پرورش و تعلیم باپ کے مذہب میں ہونی چاہیے۔ اس وقت متعلق نہ ہوسکیں گے جب کہ باپ نے کچھ ایسا کام کیا ہو جس کی وجہ سے وہ قانوناً کل موجودہ رشتوں سے

۲۹۲

علیحدہ ہو جاتا ہو۔" صفحہ ۲۴۳۔

"ہندو لڑکا دادا اور پردادا کے موروثی مراسم کے ادا کرنے کے لیے اسی قدر پابند ہے جس قدر خود اپنے باپ کے لیے۔ مسلمہ ہندو تصورات کے لحاظ سے منجملہ تین اسلاف کے (باپ۔ دادا۔ پردادا) جو ایک جماعت ہوتے ہیں باپ خود ان میں کا ایک ہے اور وہ تینوں کو پتر کے مذہب سے مساوی دلچسپی ہوتی ہے۔ ہم اب ہندو بچوں کے متعلق بحث کر رہے ہیں اور یہ قاعدہ کہ ان کا مذہب وہی ہونا چاہیے جو ان کے باپ کا تھا جب ان سے متعلق کیا جائے تو اس کو (قاعدے کو) وسیع مفہوم میں پڑھنا چاہیے۔ تاکہ ان تینوں کے اسلاف کا مذہب اس میں شامل ہو سکے۔ صرف باپ اپنے فعل تبدیل مذہب سے کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جو اس فائدے کے مغائر ہو جو اس کا بیٹا اپنے دادا اور پردادا کو پہنچا سکتا ہے۔" صفحہ ۲۴۶

"جو کچھ بھی ہم کریں ہمیں نہ چاہیے کہ ان کے لیے کھلی نقصانی حالت پیدا کریں۔ پدری مذہب کے قاعدے کی اس طرح تعبیر کی جانی چاہیے کہ اس سے وہ مذہب لیا جائے جو قبل تبدیلی اس کا تھا۔ یا اس سے اس نابالغ کے دادا یا پردادا کا مذہب لیا جانا چاہیے باپ کو حق حاصل ہے کہ بچے کو اپنی نگرانی میں رکھے لیکن اس حق سے نابالغ مجبور نہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے سماجی مذہبی اور دنیاوی معاملات میں ایثار کرے۔ اور کوئی باپ اپنے کسی فعل سے اس کا مجاز نہیں ہے کہ اس بچے کی حالت میں اس کی پیدائش کے بعد اس کے مفاد کے خلاف تغیر کرے۔" صفحہ ۲۴۸۔

قانون نشان نمبر ۲۱ بابت ۱۸۶۶ء کی دفعات ۲۷ و ۲۸ اور اس واقعے سے کہ ماں لازماً اپنے بچوں کی صحبت سے محروم ہو گی دوسرا استدلال اخذ کیا گیا تھا۔ یہ کہ ماں کا محروم کیا جانا سر جیمس ھیانن (بمقدمہ ڈالٹن بنام ڈالٹن لار پورٹ جلد ۴ پروبیٹ اینڈ ڈیورس ڈویژن صفحات ۸۸ و ۸۹) کے بیان کردہ اصولوں کے خلاف تھا۔ "درخواست گزار کے حقوق کے متعلق جس اصول سے عدالت کی رہنمائی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ فسخ ازدواج سے بے گناہ فریق کو بہت ہی کم (جہاں تک ممکن ہو سکے) نقصان پہنچنا چاہیے۔ اور جہاں تک کہ

عدالت ایسا کر سکتی ہو اس کو اسی حالت میں رکھنا چاہیے جس حالت میں وہ اس وقت تھی جب کہ ازدواج فسخ نہیں ہوا تھا۔ اس کا طریقہ یہ ہے (الف) کہ اس کو اتنی رقم دلائی جائے کہ اس کے اخراجات کے لیے کافی ہو۔ اور (ب) یہ حکم دے کر اور انتظام کر کے کہ وہ اپنے بچوں سے بے ضرورت محروم نہ ہو جائے۔" سر آر۔ جے فلیمور نے یہ خیال ظاہر فرمایا:" یہ کہ اس کو ملحوظ رکھنا عدالت کا فرض اولین ہے کہ بچوں کا فائدہ کیا ہے" نص ۳۴۹/۳۵۱۔

۲۹۲

مقدمے پر بحث

دفعہ ۲۱۶۔ اس پر شبہہ کیا جا سکتا ہے کہ آیا استدلال مذکور اطمینان بخش ہے۔ گو وہ ظاہر میں نہایت ہی صاف اور نہایت ذکاوت سے پیش کیا گیا ہو۔ یہ کھلی بات ہے کہ ہندو دھرم سے انحراف کرنے والا فوراً ہندو جماعت سے جدا ہو جاتا ہے اور اس کے وہ کل حقوق جو اسے دھرم شاستر کے تحت حاصل تھے زائل ہو جاتے ہیں۔ وہ نہ تو وراثت کی نالش کر سکتا ہے اور نہ تقسیم کی۔ اور اگر رکن خاندان مشترک کی حیثیت سے وہ جائداد پر قابض تھا تو یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے دیگر شرکا اس کو حق مشترک سے بیدخل کر سکیں جس کو (یعنے اس حق مشترک کو) دھرم شاستر اس کے بعد سے تسلیم نہیں کرتا۔ اگرچہ ارتداد سے ایک شخص ذات سے باہر ہو سکتا ہے لیکن اس سے وہ طریداً لقانون نہیں ہوتا۔ دھرم شاستر اس کے ساتھ بد تر سے بد تر برتاؤ کرنے کے بعد بھی وہ عدل و انصاف سے داد چاہ سکتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کوئی بھی اس کا گھر لوٹ سکتا ہے یا اس کو اس کی اراضی سے خارج کر سکتا ہے۔ غالباً اس کا بھی ادعا نہیں کیا جا سکتا کہ ہر شخص جو اس کے بچے سے بیرون در ملاقات کرے اس بچے کو اپنے قبضے میں لے سکتا ہے اور باوجود اس کی مخالفت کے اس پر قابض رہ سکتا ہے عدالت اپنے فیصلے کو صرف اعلیٰ سے اعلیٰ نظریۂ عدل پر مبنی کر سکتی ہے۔ اس سے کم درجے کا نظریہ ناقابل قبول ہے۔ پہلا نظریہ یہ ہے کہ باپ خود اپنے اسلاف کو ان مذہبی فوائد سے محروم کرے گا جو وہ من بعد خود اس کے بچوں سے بہ وجہ ادائے ہوم حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر وہ قانوناً انھیں خود اپنے خدمات سے محروم کر سکتا ہے تو یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ کیوں وہ انھیں کم درجے کے خدمات سے (جو اس کے بچے انعام دیں گے)

محروم نہیں کر سکتا لیکن کوئی عدالت نصفت (مثل ان عدالتوں کے جس سے فاضل جج نے دادخواہی کی ہے) ایک مسلمہ قانونی حق کو خفیف کرنے کا کبھی خیال بھی نہیں کرے گی۔ کیونکہ اس قانونی حق کے جائز استعمال سے ان اسلاف کی مسرت میں خلل پڑے گا جو دوسری دنیا میں منتقل ہو چکے تھے۔ یا جب وہ منتقل ہوں بچوں کے متعلق یہ قاعدہ کہ کوئی باپ اپنے کسی فعل سے اس کا مجاز نہیں ہے کہ بچے کی حالت میں اس کی پیدائش کے بعد اس کے مفاد کے خلاف تغیر کرے" نہایت ہی وسیع ہے۔ اس کو فوراً ان افعال تک محدود کرنا چاہیے جو خلاف قانون ہیں۔ یا مخرب اخلاق یا غیر عادلانہ قسم کے۔ فرض کیجیے کہ کوئی باپ ایسی جائداد سے دست بردار ہو جائے جس کے متعلق اس پر یہ انکشاف ہوتا ہے کہ اس کو قانونی حقیت حاصل نہیں ہے۔ یا معقول آمدنی کی خدمت سے جس میں مبلغ بننے کے خیال سے مستعفی ہو جائے تو کیا کوئی عدالت اس کے بچوں کو چھین دے گی؟ یہ کہنا کہ باپ کا حق حفاظت لڑکے کے لیے سماجی۔ مذہبی یا دنیاوی ایثار کا باعث نہ ہونا چاہیے کسی واقعے پر مبنی نہیں ہے۔ ان بچوں سے مذہبی ایثار کا ذکر کرنا جن میں کا سب سے بڑا تین سال سے زیادہ سن کا نہ ہو بے شک ایک مہمل سی بات ہے اب رہیں سماجی اور دنیاوی قربانیاں۔ شاید فاضل حاکم نے اس کو فراموش کر دیا کہ جس فعل کے سبب مدعی ہند و جماعت سے خارج ہوا اسی فعل نے اسے ایسی جماعت میں داخل کر دیا جہاں اس کو مستحسن اور قابل تعریف سمجھا گیا۔ تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ اس استدلال کو پیش کرتے وقت انھیں اس کا خیال بھی نہ آیا کہ خود میر مجلس (جو سماعت مقدمہ کے صدر نشین تھے) دیسی عیسائی تھے۔ اور ان کا تبدیل مذہب انھیں دیسی ریاست کے اعلیٰ ترین عہدے پر پہنچانے کا مانع نہ ہوا۔

۲۹۴

زوجہ کے حقوق کے متعلق جواب بالکل صاف اور ظاہر ہے۔ جس فیصلے کا اقتباس کیا گیا وہ اس زوجہ کے مقدمے سے متعلق تھا جو اپنے شوہر کے خلاف قانون اور مخرب افعال کے باعث اس سے قطع تعلق کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ اس کا اطلاق اس صورت میں نہیں ہو سکتا جب کہ زوجہ خود اپنے مفاد اور دلچسپی کے لیے شوہر کے اس طرز عمل کے لیے جسے خلاف قانون یا مخرب اخلاق تصور کرنے کی عدالت کو اجازت نہ ہو شوہر کو چھوڑ دیتی ہے۔ قانون نمبر ۲۱ سنہ ۱۸۶۶ء اس واقعے کو

تسلیم کرتا ہے کہ کوئی زوجہ جو اپنے شوہر کے اعتقادات میں شریک نہ ہو ذات باہر کیے جانے کے ان نتائج کو بھگتنے پر مجبور نہیں کی جاسکتی جو شوہر نے جان بوجھ کر اپنے لیے قبول کیے ہوں۔ قانون مذکور اس کے فائدے کے لیے وضع کیا گیا ہے لیکن اس میں کہیں بھی یہ چیز ظاہر نہیں ہوتی کہ اگر زوجہ اس امر کو اختیار کرے کہ شوہر اس کی صحبت سے محروم ہو جائے تو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس کو (شوہر) اس کے بچوں کی صحبت سے بھی محروم کردے۔

غیر صحیح النسب بچہ

ف ۲۱۷ غیر صحیح النسب بچے کی فطری ولی ماں ہوتی ہے۔ لیکن جب اس نے اجازت دے دی ہو کہ بچہ اس سے علیحدہ کر لیا جائے اور باپ اس کی پرورش کرے۔ یا وہ اشخاص اس کی پرورش کریں جنھیں باپ نے مامور کیا ہو۔ تو عدالت اس کی اجازت نہیں دے گی کہ ماں کے حقوق نافذ ہوں۔ بالخصوص اگر ان حقوق کے نفاذ سے بچے کو نقصان پہنچتا ہو۔ یعنی جب وہ اعلیٰ قسم کی زندگی اور تعلیم کے فوائد سے محروم ہوتا ہو[۱] خود اس کی مسلسل بداخلاقی کی حالت کافی وجہ ہوگی کہ اس بچے کو نہ دیا جائے جو اور طرح بہتر طریقے سے پرورش پا رہا ہو[۲]

۲۹۵

نتیجہ معاہدات

ف ۲۱۸۔ نابالغ کے معاہداتی افعال قانون معاہدہ نشان نمبر ۹ ۱۸۷۲ء کے احکام کے تابع ہیں۔ لیکن حال حال تک ہندوستانی عدالتوں نے اس قانون کی تعبیر اس طرح کی ہے کہ گویا اس قانون نے قانون غیر موضوعہ (انگلستان) کے نظریوں کو بدلا ہی نہیں۔ تاہم ۱۹۰۲ء میں اس مسئلے پر جوڈیشل کمیٹی نے بہ تفصیل بحث فرمائی۔ اور یہ قرار دیا گیا کہ اس قانون کی دفعات ۲۔ ۱۰ اور ۱۱ کے صحیح مفہوم میں نابالغ کا معاہدہ قطعاً کالعدم ہے نہ کہ صرف ممکن الانفساخ۔ اور یہ کہ

---

[۱]۔ فیصلہ یکطرفہ۔ امتیاز النساء بیگم جلد ۲ نوٹس آف کیسس صفحہ ۲۷۱۔ سرکار بنام ظہر۔ ابتدائی مقدمات پری صفحہ ۱۰۹۔ متی بھائی بنام کو تکاری فیصلہ جات مدراس ۱۸۶۲ء صفحہ ۵۴ اللال داس بنام نیکجو ۴ کلکتہ صفحہ ۳۷۴ کریادن پو کر بنام کایت بیرن ۱۹ مدراس صفحہ ۱۶۱ء۔

[۲]۔ دینگا بنام سوت رما ۱۲ مدراس صفحہ ۶۷۔

اگر اس کو اس کی حیثیت کے مطابق ضروریات فراہم ہی کیے گئے ہوں تو اس کی ذات کے خلاف کوئی چارۂ کار حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ دفعہ ۶۸ کے تحت اشیا فراہم کرنے والا اس نابالغ کی جائداد سے ادائی خرچ کا مستحق ہو[1]۔ باطل ہونے کے سبب نابالغ کا معاہدہ اس کے بالغ ہونے کے بعد منظور نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس سے کوئی فرق نہیں ہوتا کہ ابتدائی معاہدے پر جدید بدل کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جب معاہدے کا وہ جزو جو اس کے بالغ ہونے کے بعد منعقد ہوا ہو دوسرے کل سے علحدہ ہو سکتا ہو تو اس کو جزواً نافذ کرایا جا سکتا ہے۔

جائداد نابالغ کا منتظم یا نابالغ کا ولی اس کا مجاز نہیں ہے کہ نابالغ یا جائداد نابالغ کو خریدی جائداد غیر منقولہ کے معاہدے کا پابند کرے۔ اور چونکہ نابالغ اس معاہدے کا پابند نہیں ہے وہ معاہدہ باہمی نہیں ہے اور اس لیے خود نابالغ بھی اس معاہدے کی تعمیل مختص کا حکم حاصل نہیں کر سکتا[2]۔ برخلاف اس کے قانون میں اس کی ممانعت نہیں ہے کہ وہ کسی جائداد کا منتقل الیہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر دستاویز بیع نابالغ کے حق میں جاری کی گئی ہو اور بدل کا کوئی جزو اس سے تعمیل طلب نہ ہو تو وہ اس جائداد کے قبضے کے لیے نالش کر سکتا ہے[3]۔ مدراس کے ایک مقدمے میں[4] اس کے خلاف اظہار رائے کیا گیا ہے۔ لیکن من بعد اس رائے سے کلکتے میں اختلاف فرمایا گیا اور خود عالیہ عدالت مدراس کے اجلاس کامل نے اسے اب منسوخ فرما دیا ہے[5]۔ اس مقدمے

۲۹۶

[1]۔ موہری بی بی بنام دھرموداس ۳۰ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۱۴۔ ۳۰ کلکتہ صفحہ ۵۳۹ بالون سنگھ بنام آر۔ کلانسی ۴۲ الہ آباد صفحہ ۲۹۶ پی۔ سی۔ مایحتاج کے متعلق دیکھئے جگن رام بنام مہادیو ۳۶ کلکتہ صفحہ ۷۶۸، بمقدمۂ نند (ن) بنام اجودھیا ۲۳ الہ آباد صفحہ ۳۲۵ یہ قرار دیا گیا کہ بہن کی شادی کے معقول اخراجات کا بار خاندانی جائداد پر جو نابالغ بھائی کے قبضے میں ہو عائد ہو سکتا ہے۔

[2]۔ میر سرور خاں بنام فقیر الدین ۳۹ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۔ ۳۹ کلکتہ صفحہ ۲۳۲۔

[3]۔ الفت رائے بنام گوری شنکر ۳۳ الہ آباد صفحہ ۶۵۷ منی کنور بنام مدن گوپال ۳۸ الہ آباد صفحہ ۲۶ نارائن داس بنام مسماۃ دانیا ۴۸ الہ آباد ۵۹۳۔

[4]۔ نوا کوتی نارائن چیٹی ۳۳ مدراس صفحہ ۳۶۲۔

[5]۔ راگھو چاریر بنام سرینواس راگھو چاریر ۴۰ مدراس صفحہ ۳۰۸۔

میں عدالت نے مزید براں یہ قرار دیا ہے کہ وہ نابالغ جس نے کل زرِ دین ادا کیا ہو اس رہن کو نافذ کرا سکتا ہے اس کی وجہ یہ قرار دی گئی ہے کہ جب نابالغ کے ذمے کچھ کرنا باقی نہ ہو تو اس معاملے کو تعمیل شدہ انتقال حق سمجھا جا سکتا ہے۔ اور ایسے حق کو وہ قطع نظر معاہدے کے نافذ کرا سکتا ہے۔

دفعہ ۱۸۳ (قانون معاہدہ) کے تحت کوئی نابالغ کارندے کا تقرر نہیں کر سکتا لیکن جب ایک شخص کو قانون کارندۂ نابالغ ہونے کی اجازت عطا کرے تو ایسا کارندہ نابالغ کو اپنے افعال کا پابند کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ اس اجازت کو صرف انھیں اغراض کے لیے استعمال کرے جن کے لیے وہ عطا کی گئی تھی۔ لہٰذا جب نابالغ کا ولی ان اغراض کے لیے معاہدات منعقد کرے تو نابالغ پابند ہوگا۔ اگرچہ اس کا نام ظاہر نہیں کیا گیا تھا[51]۔ عالیہ عدالت مدراس کے ایک مقدمے میں یہ قرار دیا گیا کہ نابالغ معاہدۂ شاگردی (Appren- ticeship) کر سکتا ہے اور وہ اس کا پابند بھی ہو سکے گا بشرطیکہ وہ معاہدہ اس کے لیے مفید ہو۔ لیکن ایسے معاہدے کی تعمیل مختص اس کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ نہ تو اس کو دوسروں کی ملازمت میں داخل ہونے سے منع کیا جا سکتا ہے اور نہ دوسروں کو منع کیا جا سکتا ہے کہ اس کو اپنی ملازمت میں نہ رکھیں[52]۔

ولی کا اختیار نابالغ کو پابند کرنے کے لیے

جب نیک نیتی سے اور اس کے فائدے کے لیے ولی انتظام جائداد کے دوران میں کوئی کام کرے تو نابالغ ولی کے اس فعل کا بھی پابند ہوگا۔ اور بالخصوص جب کہ وہ فعل ایسا ہو کہ خود نابالغ اگر وہ پوری عمر کا ہوتا تو اپنے لیے خود وہ کام کرتا[53]۔ [ایک ہندو بیوہ نے ایک دستاویز تحریر کی

[51] - رمنال سنجی بنام دوی لال ۲۰ بمبئی صفحہ ۱۶ صفحہ ۰۷۔ مراری بنام تیا نا ایضاً صفحہ ۲۸۶ سندراجہ بنام سن ہو سامی ۲۱ مدراس صفحہ ۳۰۶ بھول ساہو بنام بیجناتھ ۳۵ کلکتہ صفحہ ۳۲۰ دراسامی ریڈی بنام تہسیلڈی ۳۱ مدراس صفحہ ۸۰۵۔

[52] - پالرڈ بنام راؤز ۳۳ مدراس صفحہ ۲۸۸۔

[53] - کامینتی بنام پیرد ۱ مدراس ۱۸۵۵ء صفحہ ۹۹۔ تماکل بنام سبل ۲ مدراس عالیہ عدالت صفحہ ۴۷۔ مانی شنکر بنام بائی موتی ۱۲ بمبئی صفحہ ۶۸۶۔ ناتھورام بنام سوماچھگن ۱۴ بمبئی صفحہ ۵۶۲۔ قمرالدین بنام شیخ بہادو ۱۱ سدر لینڈ

بقیہ حاشیہ صفحہ آیندہ

اور اپنے کو" الف نابالغ کی ماں" ظاہر کیا قرار دیا گیا کہ اس نے اس نابالغ کی ولیہ کی
حیثیت سے اسے جاری کیا تصور کیا جائے گا بجز اس کے شہادت اس کے خلاف ہو[۱] لیکن اس وقت
۲۹۷ نابالغ پابند نہ ہوگا جب کہ اس کا فعل نابالغ کے لیے مفید نہ ظاہر ہو[۲]۔ اور جو شخص ولی

حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ صفحہ ۴۳۱ مقبول بنام ہرمیتی سند۔۳ بنگال لا رپورٹ (نظائر مرافعہ) صفحہ ۵۴-۱۱ سدرلینڈ صفحہ ۲۹۶-گرد پرشاد بنام مدن صدر دیوانی ۱۸۵۶ء صفحہ ۹۰۸۔ سندر نارائن بنام بیندرام ۴ کلکتہ صفحہ ۷۶۔ روشن سنگھ بنام ہرکشن ۳ الہ آباد صفحہ ۵۳۵ شکرچند بنام دلیتی ۵ کلکتہ صفحہ ۳۶۳ نروانیا ۹ بمبئی صفحہ ۳۶۵ پٹہ دینے کے متعلق ولی کے اختیارات کے لیے دیکھئے نوکشن بنام کالی پرشاد صدر دیوانی ۱۸۵۹ء صفحہ ۶۰۷ گوپی ناتھ بنام رام جیون ایضاً صفحہ ۹۱۳ بی بی صولت النسا بنام روبت بیوی ایضاً صفحہ ۱۵۷۵۔ سبرامنی ایر بنام ارموگا چٹی ۲۶ مدراس صفحہ ۳۳۰۔ ان معاہدات کے لیے جن میں قانونی منظوری ضروری ہے دیکھئے دیبی دت بنام سبدرا ۴ کلکتہ صفحہ ۲۸۳۔ منجی رام بنام تاراسنگھ ۳ الہ آباد صفحہ ۸۵۲۔ درگا پرشاد بنام کیشو پرشاد ۹ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۷-۸ کلکتہ صفحہ ۶۵۶۔ رائے بالکرشنا بنام معصومہ بی بی ۹ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۸۲ ۵ الہ آباد صفحہ ۱۴۲۔ دنپت سنگھ بنام سپدرا ۸ کلکتہ صفحہ ۶۲۰۔ ہرندرا نارائن بنام مورن ۱۵ کلکتہ صفحہ ۴۰ بھیندرا نارائن بنام بیناچند ایضاً صفحہ ۶۲۷ گرراج بخش بنام قاضی حمید ۹ الہ آباد صفحہ ۳۴۰۔ بلا منظوری عدالت ولی کا نابالغ کی جائداد پر معاملت کرنے کے لیے قانون نمبر ۸ ۱۸۹۰ء دفعہ ۲۹ لالہ ہرو بنام لبرتھ ۲۵ کلکتہ صفحہ ۹۰۱۔ دتارام بنام گنگارام ۲۳ بمبئی صفحہ ۲۸۷ تیج پال بنام گنگا ۲۵ الہ آباد صفحہ ۵۹ غریب اللہ بنام خالق ۳۰ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۶۵-۲۵ الہ آباد صفحہ ۴۰۷۔ آبائی تجارتی کاروبار اور ولی کے اختیار کے لیے رام پرتاب بنام فولی بائی ۲۰ بمبئی صفحہ ۷۶۷ صفحہ ۷۷۷ رگھوناتھ جی بنام بمبئی بنک ۳۴ بمبئی صفحہ ۷۲ سنکھا کرشنا بنام برما بنک ۳۵ مدراس صفحہ ۶۹۲۔
[۱]۔ واٹسن بنام شام لال متر ۱۵ کلکتہ صفحہ ۸ مجنون کی کمیٹی کے اختیارات کے لیے دیکھئے مقدمات ابیلکھ بھاگوت بنام بھیکی متھو ۲۲ کلکتہ صفحہ ۸۶۴ ان پرنا بائی بنام درگپا ۲۰ بمبئی صفحہ ۱۵۰۔
[۲]۔ سمباسیون بنام کرسین مدراس ۱۸۵۰ء صفحہ ۲۵۲ نواب سید اشرف الدین بنام شام سندری صدر دیوانی ۱۸۵۳ء صفحہ ۵۳۱ نوکشن بنام کالی پرشاد ایضاً ۱۸۵۹ء صفحہ ۶۰۷۔ لالہ بنسی دھر بنام گنو ربندیسری ۱۰ مور صفحہ ۴۵۴ سنو بنام دھونڈو ۲۸ بمبئی صفحہ ۳۳۰ محمد بنام سخاوت ۲۳ الہ آباد صفحہ ۲۹۱۔ نالش تعمیل مختص منجانب نابالغ یا اس کے خلاف ان معاہدات کی بابت جو ولی نے منعقد کیے ہوں۔

کے ساتھ معاملہ کرے اس کو چاہئے کہ اس کے فعل کی صحت کے متعلق تحقیق کرے[۵۱]۔ اور جب وہ فعل ایسے کا ہو جو اس کا ولی نہیں ہے بلکہ جو منتظم جائداد ہے جسے خود اس جائداد میں حق حاصل ہے تب بھی وہ اسی طرح پابند ہوگا بشرطیکہ حالات کے لحاظ سے اس طریقے کو اختیار کرنا ضروری اور مناسب ہو[۵۲]

ولی مجاز ہے کہ ایسے قرضے ادا کرے جن پر میعاد عارض ہو چکی ہو

بمقدمہ چودھری چڑ سال بنام گورنمنٹ (۳ سدر لینڈ صفحہ ۵۷) یہ قرار دیا گیا کہ اگر فی الحقیقت واجب الادا دین ہو تو ولی ادا کر سکتا ہے اگرچہ کہ قانوناً میعاد عارض ہو چکی ہو۔ بیوہ اپنے شوہر کے قرضوں کو فرائض مذہبی کی بنا پر ادا کر سکتی ہے (ف ۶۳۴) مقدمات ذیل میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ معمولی منتظم ہندو خاندان اپنی اس حیثیت سے اور بلا خاص اجازت کے بذریعۂ اقبال ایسے قرضے کی تجدید نہیں کر سکتا ۲۹۸

حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ۔ فاطمہ بی بی بنام دب ناتھ شاہ ۲۰ کلکتہ صفحہ ۵۰۸۔ جگو لیکشوری بنام انند لال ۲۲ کلکتہ صفحہ ۵۴۵ کرشنا سامی بنام سندر پیا ۱۸ مدراس صفحہ ۴۱۵۔ سرور جان بنام فقیر الدین ۳۹ کلکتہ صفحہ ۲۳۲ پی سی۔

۵۱۔ ولیبائی بنام گوپی بائی ۲۶ بمبئی صفحہ ۴۳۳ مقدمۂ ذیل میں اس معاہدے کی تکمیل کے متعلق بحث تھی جو عدم قابلیت کے زمانے میں منعقد کیا گیا تھا لیکن جس کی تکمیل اس وقت ہوئی جب کہ یہ رکاوٹ دور ہو چکی تھی گریکس بنام اوتیادب ۱۶ امرافعہ جات ہند صفحہ ۲۲۔ ۱۷ کلکتہ صفحہ ۲۲۳ جب نابالغ بالغ ہونے کے بعد معاہدے کو مسترد کرنے کا مجاز ہو تو بالغ ہونے کی معقول مدت کے اندر استرداد ضروری ہے۔ کارٹر بنام سلٹر ۱۸۹۲ء ۲ چانسری صفحہ ۲۷۸ ۱۸۹۳ء نظائر مرافعہ صفحہ ۳۶۰ میں اس کو بحال رکھا گیا مقدمۂ جونس ۲۳ چانسری ڈویژن صفحہ ۱۶۱ منظوری بیکار ہوگی اگر جائداد اس کے پاس سے نکل گئی ہو۔ جو معاملے کو منظور کر سکتا ہے لالہ راوت صدر دیوانی ۱۸۵۸ء صفحہ ۳۱۲۔

۵۲۔ ہنومان پرشاد بنام مساۃ بالوسی ۶ مور صفحہ ۳۹۳ مہانند منڈل بنام نفور منڈل ۲۶ کلکتہ صفحہ ۸۲۰ بالاجی نارائن بنام نانا ۲۷ بمبئی صفحہ ۲۸۷ بسوا ناتھ پرشاد بنام جگدیپ نارائن ۴۰ کلکتہ صفحہ ۳۴۲ علیٰ ہذا جب کہ مشترک رکن مجنون تھا اور منتظم نے تحت قانون نمبر ۳۵ ۱۸۵۸ء صداقت نامہ حاصل نہیں کیا تھا جسے قرار دیا گیا کرتی چندر بنام بشیشور گسوامی ۲۵ کلکتہ صفحہ ۵۸۵۔ واقعی ولی کے افعال کے متعلق دیکھئے مجیدن بنام راؤ نارائن الہ آباد ۹ صفحہ ۲۴ تقسیم جائداد خاندان کے متعلق جب کہ ایک رکن نابالغ ہو بھگوتی الہ آباد ۲۵ صفحہ ۱۲۶

جس پہ یوں بھی تمادی عارض ہو چکی ہو[۱]۔ بہ دلائل قوی تر یہ ظاہر ہے کہ وہ ایسے قرضے کو ادا نہیں کر سکتا۔ اور وہ ولی جو محض ایک امین ہو بالکل ہی اس کام کو انجام نہیں دے سکتا۔ اسی مقدمے میں یہ بھی قرار دیا گیا کہ منتظم کو موجودہ قرضے کے اقبال کے لیے ایسا ہی اختیار حاصل ہے جیسا کہ قرضہ حاصل کرنے کے لیے۔ عدالت مدراس نے اس نظریے کو وسعت دے کر نابالغ کے ولی سے بھی متعلق کیا[۲]۔ لیکن عالیہ عدالت کلکتہ نے اس تجویز سے اس بنا پر اختلاف فرمایا کہ دفعہ ۱۹ قانون میعاد سماعت کے تحت نابالغ کا ولی اس کا کارندہ نہیں سمجھا جا سکتا[۳]۔ عالیہ عدالت بمبئی نے کچھ عرصے تک یہی رائے قائم کی۔ لیکن من بعد اجلاس کامل سے استصواب کرنے پر یہ قرار دیا کہ نابالغ کا ولی اگر اس کے مفاد کے لیے عمل پیرا ہو تو قانون مذکورہ کے مفہوم میں اس کا کارندہ سمجھا جائے گا[۴]۔ عالیہ عدالت الہ آباد کے اجلاس کامل نے بہ غلبۂ آرا یہی رائے قائم کی ہے[۵]۔

الف

دفعہ ۲۱۸۔ جب باپ یا کوئی اور شخص اپنے نابالغ لڑکے کا ولی دوران مقدمہ میں ہو تو وہ احکام ضابطۂ دیوانی کا پابند ہوگا کسی مصالحت یا معاہدے سے نابالغ کو ایسا شخص پابند نہیں کر سکتا۔ اگرچہ وہ خود فریق مقدمہ رہا ہو اور اس معاہدے کا انعقاد ایسی شرایط کے تحت کیا ہو جن کی وجہ سے وہ معاہدہ اس کے لیے واجب التعمیل ہوتا اگر وہ فریق مقدمہ نہ ہوا ہوتا[۶]۔

[حالیہ نظائر :۔ اگر منتظم ہندو خاندان نے نیک نیتی سے مصالحت کی ہو تو تمام شرکا بشمول کمسن شرکا اس مصالحت کے پابند ہوں گے[۷]۔ اگر خود باپ

از مترجم

---

[۱] چنیا بنام گرونا تھن ۵ مدراس اجلاس کامل صفحہ ۱۶۹۔ مہاسکر تاتیا، ۱۷ بمبئی صفحہ ۵۱۲۔

[۲] سبندھری بنام سری راملو ۳۲ مدراس صفحہ ۲۱۲ بمقدمہ رامنی ایر بنام ارد موگا چیٹی ۲۶ مدراس صفحہ ۳۳۰ اس کا اتباع کیا گیا۔

[۳] دھیلن بنام قادر بخش ۳۱ کلکتہ صفحہ ۲۹۲۔

[۴] رام نیگی بنام دودی لال ۲۰ بمبئی صفحہ ۶۱ صفحہ ۸۷۔ رانا پگودا بنام کیرو ۲۶ بمبئی صفحہ ۲۲۱۔

[۵] راجرن بنام گنگا پرشاد الہ آباد ۳۰ صفحہ ۲۲۴۔

[۶] گنیش راؤ بنام تلجارام راؤ ۴۰ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۳۲۔ ۳۶ مدراس صفحہ ۲۹۵۔

[۷] دوارکا داس بنام کرشن ۱۹۲۱ء لاہور صفحہ ۱۴۰ صفحہ ۲۳ تا صفحہ ۱۲۷۔ دنگل لعل بنام جے منگل ۱۹۲۶ء پٹنہ صفحہ ۱۸۰۔

ولی دوران مقدمہ ہو تو اس کے اختیارات احکام ضابطہ دیوانی آرڈر ۳۱ رول ۷ کے تابع ہوں گے اور وہ بلا اجازت عدالت مصالحت نہیں کر سکتا۔ عدالت ایسی مصالحت کو منسوخ کر سکتی ہے[۵]۔

نابالغ بالذات پابند نہیں کیا جا سکتا

ف ۲۱۹۔ ہر صورت میں ولی یا منتظم صرف اس جائداد کو معرض انتقال میں لا سکتا ہے جو اس کی امانت میں ہو محض شخصی معاہدے سے ولی یا منتظم نابالغ کو پابند نہیں کر سکتا۔ مثلاً جب کہ ایک ولی نے اس غرض سے کہ مواخذہ ادا ہو جائے جائداد کا ایک جزو بیع کر دیا۔ قرار دیا گیا کہ اس کا یہ عمل بالکل واجبی تھا۔ یہ جزو سرکاری لگان سے مبرا بیع کیا گیا اور اسی وجہ سے زیادہ قیمت وصول ہوئی۔ دستاویز انتقال میں یہ معاہدہ تھا کہ نابالغ اور اس کے ورثا مشتری کے اس نقصان کی تلافی کریں گے جو آیندہ لگان کے عائد کرنے سے اس کو ہو۔ اور یہ بھی طے پایا کہ اس نقصان کی رقم کا بار ایک تو غیر بیع شدہ حصۂ جائداد پر ہوگا اور دوسرے بالغ اور اس کے ورثا اپنی ذات سے اس رقم کو ادا کریں گے۔ نابالغی کی مدت ختم ہونے کے بعد گورنمنٹ نے اس پر لگان مقرر کیا اور مشتری نے اس معاہدے کی تعمیل کے لیے نالش کی۔ پریوی کونسل نے یہ قرار دیا کہ بعد بلوغ اس ذاتی معاہدے کی پابندی نابالغ پر عائد نہیں ہوتی۔ ایسا معاہدہ اختیارات ولی سے خارج ہے۔ انھوں نے خیال فرمایا کہ شاید اراضی پر اس معاہدے کی پابندی عاید ہو سکے کیونکہ معاہدے کا نتیجہ یہ تھا کہ اس اراضی کو بچا لیا جائے جو صورت دیگر میں بیع ہو جاتی ہو۔ اس امر کا تصفیہ کرنا غیر ضروری تھا کیونکہ خاص قانون کے تحت وہ زمین جملہ بار سے آزاد کر دی گئی تھی[۶]۔ علیٰ ہذا جب ولی یا قائم مقام قانونی منجانب نابالغ کاروبار کرتا ہو تو اس کاروبار کے قرض خواہان براہ راست نابالغ یا اس کی ذات کے خلاف کوئی چارۂ کار اختیار نہیں کر سکتے[۷] لیکن چونکہ جائز ذمہ داریوں کے نقصان کا معاوضہ ولی نابالغ اس کی اس جائداد سے پانے کا مستحق ہے جو شریک کاروبار تھی

۲۹۹

[۵] ۔ وینکٹ راؤ بنام تلجارام راؤ سنہ ۱۹۲۲ء ۴۹ مرافعہ جات ہند صفحہ ۹۱ یہ مقدمہ ۴۰ مرافعہ جات ہند کے سلسلے میں تھا۔
[۶] ۔ وگیلا راج سنجی بنام شیخ مصلح الدین ۱۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۸۹ ۱۱ بمبئی صفحہ ۵۵۱ رتن سنگجی ۲۰ بمبئی صفحہ ۷۹۔
[۷] ۔ کمھترا موہن بنام تلینکمار ۲۲ کلکتہ ویکلی نوٹس صفحہ ۸۸۴ بمقدمہ سنیاسی چرن منڈل ۴۲ کلکتہ صفحہ ۲۲۵ بھی دیکھیے۔

اس لیے قرضخواہ بھی براہ راست ایسی جائداد کے خلاف چارۂ کار اختیار کرنے کے مجاز ہیں۔
لہذا جب ولی ایسی جائداد سے اپنے نقصان کی تلافی نہ کرسکتا ہو مثلاً جب کہ اس کا عمل نامناسب
ہو تو قرضخواہوں کو بھی حق نہ ہوگا۔ ہندو قانون کو ملحوظ رکھ کر یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا گیا ہے
بلکہ انگریزی فیصلہ جات کے اصول انصاف وعدل و نیک نیتی پر مبنی ہے[1] مقدمۂ ذیل
کا فیصلہ بھی اسی اصول پر مبنی کیا گیا تھا۔ واقعات۔ اس نالش کی بنیاد پر ایک شخص
مسمی درگا پرشاد کا یہ معاہدہ تھا کہ وہ ایک شخص مسمی رامانج دیال فرزند گنگا سرن کو
پرورش کرے گا اور تعلیم و تربیت دے کر اس کو اپنا وارث بنائے گا اس معاہدے
سے قبل جس کا کہ ادعا کیا گیا درگا پرشاد نے رامانج دیال کو جو اس کی بہن کا لڑکا تھا اپنے
گھر میں رکھا تھا اور درگا پرشاد کو اس سے بہت محبت ہوگئی تھی۔ یہ معاہدہ اس غرض
سے کیا گیا تھا کہ گنگا سرن کو یہ ترغیب ہو کہ وہ اپنے لڑکے کو نہ لے جانے پائے اور اپنے
طریقے پر اس کو تعلیم نہ دے سکے۔ باپ رضامند ہوگیا۔ "میں نے بالآخر اس بچے کو چھوڑ دیا
اور یہ کہا کہ میں اس بچے کے جملہ حقوق سے دست بردار ہوتا ہوں اور اس کو لے جانے
کا خیال میرے دل میں باقی نہیں رہا"۔ درگا پرشاد نے نہ تو کوئی دستاویز تحریر کی اور
نہ کوئی وصیت نامہ۔ اور اس کی وفات پر اس کی بیوگان نے ورثا کی حیثیت سے
جائداد پر قبضہ کرلیا۔ جوڈیشل کمیٹی نے یہ قرار دیا کہ نہ تو کوئی معاہدہ ہوا اور نہ کوئی
اقرار۔ صرف توقعات ہی توقعات تھے۔ گنگا سرن رامانج کو صرف اس کے زمانہ نابالغی
میں پابند کرسکتا تھا۔ اور یہ کہ درگا کا رامانج کو اپنا وارث بنانے کے لیے قطعی اقرار
کرنا قرین قیاس نہیں ہے جب کہ رامانج بعد بلوغ اس کے ساتھ رہنے پر کسی طرح
مجبور نہیں تھا[2]۔ جب قابض جائداد کوئی کام کرے اور اس کا ادعا یہ نہ ہو کہ وہ
منجانب نابالغان ایسا کر رہا ہے بلکہ اس کا دعویٰ یہ ہو کہ وہ خود مالک جائداد
ہے۔ اور یہ کہ وہ خود اپنی جانب سے وہ کام کر رہا ہے تو اس کے اس
فعل کا وہ نابالغ پابند نہ ہوگا جو حقیقۃً اس جائداد کا

۳۰۰

لہ۔ سنکر کرشنا مرتی بنام برما بنک ۳۵ مدراس صفحہ ۶۹۲۔

لہ ۲۔ لالہ نرائن بنام رامانج ۲۵ مرافعہ جات ہند صفحہ ۴۶۔ ۲۰ الہ آباد صفحہ ۲۰۹۔

مستحق ہے[۱]۔ [ولی کا کوئی فعل نابالغ کو پابند نہیں کرسکتا بجز اس کے کہ وہ کام ولی نے بحیثیت ولی انجام دیا ہو۔ اگر بحیثیت ولی وہ کام انجام دیا گیا ہو تو نابالغ پابند ہوگا بشرطیکہ اور طرح بھی وہ کام اس کے اختیار کے دائرے میں تھا ہر صورت میں الفاظ دستاویز اور حالات پر غور کرنا ضروری ہے۔ نندن پرشاد بنام عبدالعزیز ۱۹۲۳ء الہ آباد جلد ۴۵ صفحہ ۴۹۷] نابالغ کا اعتراض خود نابالغ کرسکتا ہے۔ وہ جو اس سے معاملہ کریں ہمیشہ پابند ہیں اگرچیکہ وہ خود نہ ہو[۲]۔

تنسیخ کے وقت تعین حقوق نصفتی

جب نابالغ سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد بیع یا رہن کو منسوخ کرنے کی نالش کرے تو اس کا یہ فرض ہے کہ زرِ ثمن واپس کردے جبکہ اس کی جائداد اس زرِ ثمن سے مستفید ہوئی ہو۔ یا اس رقم قرضہ کے مواخذے کے ساتھ جائداد پر قابض رہ سکتا ہے جس قرضے کی ذمہ داری سے وہ جائداد بذریعۂ بیع مبرا ہوگئی ہو[۳]۔ لیکن جن اسناد کا حوالہ اس فقرے میں اور فقرۂ گذشتہ میں دیا گیا اب ان صورتوں تک محدود سمجھنا چاہیئے جب کہ معاہدہ کسی ایسے شخص نے کیا ہو جو نابالغ کو پابند کرنے کا بادی النظر میں مجاز ہو۔ جب وہ معاہدہ جس پر بھروسا کیا گیا ہو خود نابالغ کا منعقد کیا ہوا ہو تو وہ شروع سے کالعدم ہے (فقرہ ۲۱۸) اور لہذا وہ بدل نہیں ہوسکتا جس سے معاہدہ دوسرے فریق کے لیے واجب التعمیل ہو جائے۔ اور نہ اس سے کوئی حقوق (equites)

۳۰۱

[۱]۔ بہادر علی بنام سوکیا ۱۳ اسدرلینڈ صفحہ ۴۶۳ گدگیا بنام اپاجی ۱۲ بمبئی صفحہ ۲۳۰۔ اندرچندر سنگھ بنام رادھاکشور ۱۹ کلکتہ صفحہ ۷۰۵ بلونت سنگھ ۴۳ الہ آباد صفحہ ۲۹۶۔

[۲]۔ ہنمنت لکشمن بنام جے راؤ ۱۲ بمبئی صفحہ ۵۰۔ محمد عارف ۱۸ کلکتہ صفحہ ۲۵۹۔ کنا کا بنام کوٹیا فیصلجات مدراس ۱۸۵۵ء صفحہ ۱۸۴۔

[۳]۔ بخش بنام دولہن ۱۲ اسدرلینڈ صفحہ ۳۳۷۔ ۳ بنگال لارپورٹ (مرافعہ) صفحہ ۳۳۴ پرن چندرا بنام کرونامانی ۷ بنگال لارپورٹ صفحہ ۹۰۔ ۱۵ اسدرلینڈ صفحہ ۲۶۸ بائی کر بنام گنگا ۸ بمبئی عدالت عالیہ (مرافعہ) صفحہ ۸۱۔ مرزا پناہ بنام سید صادق ۷ شمالی مغربی صفحہ ۲۰۱۔ بنام موتی پریداس ۳ بمبئی صفحہ ۲۳۴ سیو یا پلے بنام نیساجی ۲۲ مدراس صفحہ ۲۸۹ جگرناتھ بنام للتا پرشاد ۱۳ الہ آباد صفحہ ۲۱۔

نابالغ کے خلاف پیدا ہو سکتے ہیں جیسا کہ جسٹس رومر (Romer) نے ایک مقدمے میں فرمایا جس کو دارالامرا نے بحال رکھا:۔ "مختصر جواب یہ ہے کہ عدالت نصفت کبھی بھی یہ نہیں کہہ سکتی کہ کس کو ان رقوم کے ادا کرنے کے لیے مجبور کرنا اصول نصفت کے لحاظ سے درست ہے جو اس شخص کے خلاف ایسے معاملے کی بابت ہو جسے مجلس وضع قوانین نے کالعدم قرار دیا ہو"[1]

نابالغ کا اپنی عمر کے متعلق جھوٹا بیان دینا

ف ۲۲۰۔ انگلستان اور ہندوستان دونوں عدالتوں کے ملاحظے میں ایک مسئلہ بار بار پیش ہوا اور اس پر کوئی صاف اور صریح عدالتی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب جب فیصلۂ عدالت مرافعہ اس کی یکسوئی ہو چکی ہے[2] وہ سوال یہ ہے کہ آیا وہ نابالغ جس نے فریب اور غلط بیانی سے دوسرے کو اس سے معاہدہ کرنے کی ترغیب دی ہو اس معاہدے کے متعلق نالش ہونے کی صورت میں نابالغی کا عذر کر سکتا ہے۔ یا بحیثیت مدعی کے اس کی کوشش کر سکتا ہے کہ وہ معاہدہ منسوخ ہو جائے؟۔ جب وہ جائداد (جو اس قسم کے بیان کی وجہ سے حاصل کی گئی تھی) نابالغ کے قبضے میں ہو تو عدالت نصفت مداخلت کر کے اس کو واپس کرائے گی جس طرح نصفت مداخلت کر کے شخص فریب خوردہ کو ان وجوبات سے آزاد کرتی ہے جو اس پر بوجہ فریب عائد ہوئے ہوں اسی طرح جائداد بھی واپس کرائی جاتی ہے۔ لیکن جب دادرسی کا اصلی مقصد یہ ہو کہ نابالغ کے معاہداتی وجوب کو نافذ کرایا جائے تو ایسی دادرسی کو اثر پذیر نہیں کیا جا سکتا۔ اس دادرسی کو کسی اور نام سے موسوم کرنے سے کوئی تغیر نہیں ہو سکتا۔ اس سے کوئی فرق نہیں ہوتا کہ بنائے دعویٰ یہ ہے کہ رقم حاصل کر کے واپس نہیں کی گئی۔ یا امر مانع تقریر مخالف پر دعوے کو مبنی کرنے کی کوشش کی گئی[3]۔ اگر یہ طریقہ محض اس لیے اختیار کیا گیا ہو کہ

۱۔ تھرسٹن بنام ناٹنگھم بلڈنگ سوسائٹی سنہ ۱۹۰۲ء جلد ۱ چانسری صفحہ ۱۳ سنہ ۱۹۰۳ء نظائر مرافعہ میں بحال رکھا گیا۔ اس کا اتباع موہری بی بی بنام دھرموداس گوش ۳۰ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۲۵ میں کیا گیا۔

۲۔ آر لزلی لمیٹیڈ بنام شیل سنہ ۱۹۱۴ء کنگس بنچ صفحہ ۶۰۷۔

۳۔ جیسا کہ ۲۰ کلکتہ ویکلی نوٹس صفحہ ۱۰۴۱ میں بمقدمہ ابدین بنام ہیم چندر۔

معاہدہ نافذ ہو سکے تو عدالت ظاہری شکل (یعنے شکل بنائے دعویٰ) کا لحاظ نہ کرے گی بلکہ نفس معاملہ پر غور کرے گی۔ اس فیصلے پر پریوی کونسل نے ایک حالیہ مقدمے میں[1] پسندیدگی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لہذا اب اس پر غور کرنا غیر ضروری ہے کہ کس حد تک ہندوستانی عدالتوں کے سابقہ فیصلے اس مضمون پر درست ہیں[2]۔

ڈگریاں

دفعہ ۲۲۱۔ اگر نابالغ کی نیابت صحیح طور پر کسی نالش میں کی گئی ہو تو وہ اس کے نتیجے کا پابند ہوگا عام ازیں کہ یہ نتیجہ ڈگری سے پیدا ہوا ہو۔ یا مصالحت سے یا دست برداری سے[3] لیکن عدالت صلحی ڈگری نہیں صادر کرے گی جب تک کہ اس کا تعین نہ ہو جائے کہ آیا اس سے نابالغ کو فائدہ ہوگا۔ عدالت کی توجہ براہ راست اس جانب مبذول کرانی چاہیئے کہ مصالحت میں نابالغ شریک تھا۔ اور کسی نہ کسی طریقے سے جو غیر مشتبہ ہو یہ ثابت کیا جانا چاہیئے کہ مصالحت کے لیے عدالت کی اجازت حاصل کی گئی تھی۔ ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ خود عدالت کا حکم پیش کر دیا جائے[4]۔

---

[1] محمد سعید العارفین بنام یوہ ردی گرک ۴۳ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۵۔

[2] مثلاً سریچند متر بنام موہن بی بی ۲۵ کلکتہ صفحہ ۳۷۱۔ وینکٹا پلے بنام انھی مولم چیٹرہ ۳ مدراس صفحہ ۱۰۷۔ گنیش لال بنام بابو ۲۱ بمبئی صفحہ ۱۹۸ اس آخری مقدمے کی پیروی داوا صاحب دسرتا راؤ بنام بائی بنائی ۴۱ بمبئی صفحہ ۴۰۸۔ لیکن جن مقدمات کا اوپر حاشیہ (۲) [محمد سعید العارفین اور اس سے قبل ۱۹۱۶ء کے کلکس بنچ کا مقدمہ] میں حوالہ دیا گیا ان کو نہیں دیکھا گیا اور عدالت میں ان کو پیش بھی نہیں کیا گیا۔

[3] کمارا جو بنام وزیر ہند ۱۱ مدراس صفحہ ۳۰۹۔ چنگل ریڈی بنام وینکٹ ریڈی ۱۲ مدراس صفحہ ۴۸۳۔ تارنی چرن بنام واٹس ۱۲ سدرلینڈ صفحہ ۴۱۴۔ ۳ بنگال لا رپورٹ (مرافعہ) صفحہ ۴۳۷۔ مدھوسودن بنام پربتی بلب ۱۶ سدرلینڈ صفحہ ۲۳۱۔ جنگی لال بنام شام لال ۲۰ سدرلینڈ صفحہ ۱۲۰۔ لکراج بنام مہتاب ۱۴ مور صفحہ ۳۹۳۔ ۱۰ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۳۵۔ ۷ سدرلینڈ صفحہ ۱۱۷۔ میرنا موتی بنام جگو دشوری ۵ کلکتہ صفحہ ۳۵۴۔ مصالحت جس امر کے متعلق ہوئی اس کو تازہ کرنے کے متعلق دیکھیے ورد چشپا بنام شدیا ۲۳ بمبئی صفحہ ۲۲۰۔ ولی قبل نالش بھی مصالحت کر سکتا ہے گوپی ناتھ بنام رام جیون صدر دیوانی ۱۸۵۹ء صفحہ ۱۲۱۳۔ یا وہ ایک ہی جزو کے لیے نالش کر کے بقیہ سے دست بردار ہو سکتا ہے۔ گوپال راؤ بنام نرسنگا ۲۲ مدراس صفحہ ۳۰۸۔ مقدمے کو ہٹا لینے کے اثر کے متعلق اپشچندر بنام نند موتی ۱۰ کلکتہ صفحہ ۳۵۷۔

[4] منوہر بنام جادو ناتھ ۲۸ الہ آباد صفحہ ۵۸۵۔

عدالت کی منظوری کے بغیر نابالغ اس مصالحت کا پابند نہ ہوگا اور جو ڈگری اس کی بنا پر صادر ہو نابالغ کی درخواست پر منسوخ کی جائے گی[۵۱] [البتہ جب کہ ڈگری قطعی ہوچکی تھی تو عدالت نے اس مقدمے کی سماعت سے انکار کیا جو نابالغ نے اس کی تنسیخ کے لیے بعد بلوغ دائر کیا تھا[۵۲]۔ مناسب طریقہ یہ ہے کہ ڈگری کی تنسیخ کے لیے نظرثانی کی درخواست کی جائے[۵۳]۔] جب کسی کو اپنے مقدمے کی تائید میں وہ ڈگری پیش کرنا مقصود ہو جو نابالغ کے خلاف بربنائے صلح صادر ہوئی تھی تو اس کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ صلح کے لیے ایسے شخص نے رضامندی دی تھی جو نابالغ کو پابند کرنے کا مجاز تھا۔ اور اس کے باوجود بھی رضامندی قابل پابندی نہ ہوگی اگر ایسے شخص کے جھوٹے بیان پر بھروسا کر کے دی گئی ہو جس کو نابالغ کے حق کے مغائر حق حاصل تھا[۵۴] بمقدمہ ہری بنام نارائن عالیہ عدالت بمبئی نے حسب ذیل تجویز فرمائی۔ یہ کہ جب واجب التعمیل ڈگری نابالغ کے خلاف حاصل کرلی جائے تو قرضخواہ اس ڈگری کے استفادے سے محض اس وجہ سے محروم نہیں ہوسکتا کہ اس نے غلطی سے تعمیلی کارروائی ولی کے خلاف عمل کیا جائے اس کے کہ نابالغ کے خلاف بہ نیابت ولی شروع کرتا[۵۵] اور محض یہ واقعہ کہ کارروائی میں جزءً عدالت کا ہاتھ تھا ۳۰۳ نابالغ کے خلاف اس کو زیادہ مصدق سمجھنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ البتہ اگر نابالغ اس کارروائی کا فریق ایسی نوبت پر بنایا گیا ہو کہ وہ اس کے متعلق سوال کرسکتا تھا تو

۵۱۔ رامچرن بنام منگل ۱۶ اسد رلینڈ صفحہ ۲۳۲۔ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء آرڈر ۳۲ قاعدہ ۷، راجگوپال بنام متوپلم ۳ مدراس صفحہ ۳۰۔ اکرم علی بنام رحیم بھائی ۱۳ بمبئی صفحہ ۱۳۷۔ کالا وتی بنام چیدی لال ۱۷ الہ آباد صفحہ ۵۳۱ رنگاراؤ بنام راجگوپال ۲۲ مدراس صفحہ ۳۷۸۔ ۲۶ بمبئی صفحہ ۱۰۹ مقدمۂ وبرو پکشیا بنام شیدپا۔

۵۲۔ امان سنگھ بنام نارائن سنگھ ۲۰ الہ آباد صفحہ ۹۸۔

۵۳۔ راکھل بنام ارو تیا ۲۳ کلکتہ صفحہ ۶۱۳ ثالثی فیصلے کے متعلق دیکھئے روشن کشن سیٹھ بنام ہردلال ۱۹ کلکتہ صفحہ ۳۴۳۔ [از مترجم]۔

۵۴۔ محمد ممتاز بنام شیورتنگیر ۲۳ مرافعہ جات ہند صفحہ ۵۔ ۲۳ کلکتہ صفحہ ۴۳۹ رام اوتر بنام راجہ محمد ممتاز ۴۲ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۰۷۔ ۲۴ کلکتہ صفحہ ۸۵۳۔

۵۵۔ ۱۲ بمبئی صفحہ ۴۲۷ مقدمۂ ہری بنام نارائن۔

اس کارروائی کی مزید تصدیق ہو سکے گی۔[1] اگر ڈگری فریب سے حاصل کی گئی ہو یا مصالحت میں فریب کیا گیا ہو تو بے شک وہ منسوخ کی جا سکتی ہے۔[2] ایسی صورت بھی پیدا ہو سکتی ہے کہ ولی محض اپنی بے احتیاطی سے (جو کسی فرض کی غفلت فاحش کی قسم کی ہو) لیکن بلا کسی فریب کے بطور مناسب نابالغ کے حق کی حفاظت کرنے میں قاصر رہا ہو اور اس بے احتیاطی کی وجہ سے ایسی نالش میں ناکام رہا ہو جس میں وہ کامیاب ہو سکتا تھا۔ اگر اس کی یہ غفلت واقعی بدعملی ہو تو ڈگری کی پابندی نابالغ پر واجب نہ ہوگی اور بذریعہ نالش ایسی ڈگری منسوخ ہو سکتی ہے۔[3]

متبنیٰ لڑکے کا حقیقی باپ اس کا ولی نہیں ہے بجز اس کے کہ بطور خاص اس کا تقرر ہو تاکہ وہ اپنے عمل کا نابالغ کی جانب سے پابند ہو سکے۔[4] اور اگرچہ منتظم خاندان مشترک بطور جائز نابالغ کی نیابت کر سکتا ہے لیکن محض یہ واقعہ کہ منتظم اس مقدمے کو چلا رہا ہے یا اس کی جواب دہی کر رہا ہے بذات خود یہ ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے کہ نابالغ کی نیابت اچھی طرح سے کی گئی۔[5] البتہ اگر عدالت نے فی الواقعی کسی کو اجازت دی ہو کہ وہ نابالغ کی نمایندگی کرے تو اس کے افعال اس وجہ سے ناجائز نہ ہوں گے کہ قانون نمبر ۴۰ ۱۸۵۸ء کے تحت سرٹیفکٹ حاصل نہیں کیا گیا۔ اس قسم کا صداقت نامہ معدوم ہونے سے اگرچہ یہ شہادت فراہم ہو سکتی ہو کہ ہرگز اجازت

۳۰۴

---

[1] ۔ بجرنگ بنام مساۃ ماتورا ۲۲ سدرلینڈ صفحہ ۱۱۹۔

[2] ۔ لیکراج بنام مہتاب ۱۴ مور صفحہ ۳۹۳ - ۱۰ بنگال لارپورٹ صفحہ ۳۵ - ۱۷ سدرلینڈ صفحہ ۱۱۷ پی پی سالومن بنام عبدالعزیز ۶ کلکتہ صفحہ ۶۸۷ ایشن چندر بنام نندمونی ۱۰ کلکتہ ۲۵۷ - رگھوبردیال بنام بھکیالال ۱۲ کلکتہ صفحہ ۶۹۔

[3] ۔ منگنی رام بنام مہنت گرسہائے ۱۶ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۹۵ کلکتہ صفحہ ۲۶۱ - لالہ شیو چرن بنام رومنا ندن ۲۲ کلکتہ صفحہ ۸ - کرشن داس بنام لدکا ۱۹۰۵ بمبئی صفحہ ۱۵۷ - گوپال راؤ بنام نارا سنگا ۲۲ مدراس صفحہ ۳۰۸ - تجویز لارڈ واٹسن بمقدمہ رام اوتر بنام راجہ محمد ممتاز ۲۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۰۷ صفحہ ۱۱۴ - ۲۴ کلکتہ صفحہ ۳۶۳ یادرنظر ثانی رام سرن لال بنام شاہ لطافت ۲۹ کلکتہ صفحہ ۷۳۵۔

[4] ۔ سری نارائن متر بنام سری کرشن ۱۱ بنگال لارپورٹ صفحہ ۱۷۱ پی سی۔

[5] ۔ پدماکرو نایک بنام مہادیو کرشنا ۱۰ بمبئی صفحہ ۲۱ گنساونت بنام نارائن دھونڈ ۷ بمبئی صفحہ ۴۶۷ پر شک ظاہر کیا گیا۔ وشنو کیشو بنام رامچندر ۱۱ بمبئی صفحہ ۱۳۰۔

حاصل نہیں کی گئی تھی[1] کسی ڈگری کے جواز پر اس بے ضابطگی سے کوئی اثر نہیں پڑیگا کہ نابالغان کی شناخت میں خامی رہ گئی - اگر ان کی نمایندگی اچھی طرح سے کی گئی ہو تو کافی ہے[2] مقدمہ چلانے کے لیے موزوں اور مناسب شخص کا تقرر کرنا عدالت کا فرض ہے - اور جب عدالت نے اپنے فعل سے ایک شخص کو بہ حیثیت ولی حاضر ہونے کی منظوری دی ہو تو باضابطہ حکم تقرر غیر ضروری ہے[3]

فریب یا دوسرے وجوہ سے ڈگری منسوخ ہوسکتی ہے اگرچہ نالش میں نابالغ کی نمایندگی اچھی طرح سے ہوئی ہو لیکن تنسیخ تک وہ پابند ہے - اور اس ڈگری سے برات حاصل کرنے کے لیے تاریخ انکشاف فریب یا نابالغی کی مدت کے ختم سے تین سال کے اندر کارروائی شروع کی جاسکتی ہے[4] اگر نابالغ کی نمایندگی اچھی طرح سے نہ ہوئی ہو تو ڈگری باطل ہے کسی فریب کا ثابت کیا جانا ضروری نہیں[5] یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس پر متوجہ ہو اور مدت معینۂ قانون کے اندر وہ کارروائی کرکے اپنے حقوق نافذ کراسکتا ہے - مدت معینہ سے مراد وہ مدت ہے جو ڈگری صادر نہ ہونے کی صورت میں متعلق ہوتی ہو[6]

[1] - جوگی سنگھ بنام بہاری سنگھ ۱۱ کلکتہ صفحہ ۵۰۹ علم بخش بنام جھالو بی بی ۱۲ ایضاً صفحہ ۴۸ درگو پرشاد بنام کیشو پرشاد ۸ ایضاً صفحہ ۶۵۶ - سربش چندر بنام جگت چندر ۲۴ ایضاً صفحہ ۲۰۴ پربشرداس بنام بیلا ۹ الہ آباد صفحہ ۵۲۸ - بی بی ولیبن بنام بنکے بہاری ۳۰ کلکتہ صفحہ ۱۰۲۱ ان مقدمات کے متعلق جو کورٹ آف وارڈس کی منظوری کے بغیر دائر ہوں دیکھیے دنیش چندر بنام غلام مصطفٰی ۱۶ کلکتہ صفحہ ۸۹ -

[2] - جوگی سنگھ بہاری سنگھ - بابا پرشاد بنام وزیر ہند ۱۴ کلکتہ صفحہ ۱۵۹ - صفحہ ۲۰۴ - سیٹو این بنام نرسما ایر ۱۳ مدراس صفحہ ۴۸۰ ہری سرن مترا ۱۶ کلکتہ صفحہ ۴۰ -

[3] - ولیبن بنام بنکے بہاری پرشاد سنگھ ۳۰ کلکتہ صفحہ ۱۰۲۱ - اگر بے ضابطگی سے نابالغ کی نمایندگی کما حقہ نہ ہوئی ہو تو کارروائی چل نہیں سکتی بھگوان دیال بنام پرم سکھ داس ۳۷ الہ آباد صفحہ ۱۷۹ -

[4] - ایکٹ ۹ سنہ ۱۹۰۸ء ضمیمہ اول ۹۵ منگنی رام مارواڑی بنام مہنت گرسہائے ۱۶ امرافعہ جات ہند صفحہ ۳۰۳ مقدمہ میر علی رحیم بھائی ۱۵ بمبئی صفحہ ۴۹۵ میں ایسی ڈگری کی تنسیخ کا طریقہ بتلایا گیا ہے -

[5] - شام لال بنام گھسیٹا ۲۳ الہ آباد صفحہ ۴۵۹ لیکن دیکھیے ۴۳ الہ آباد صفحہ ۳۲۱ -

[6] - راجی بہت بنام دھیراج ۱۳ بمبئی صفحہ ۱ نابالغ کے جارہ کار کے متعلق دیکھیے ۳۹ الہ آباد صفحہ ۸ -

ولی کے خلاف نالشات

ولی کے ناجائز یا فریبانہ افعال سے نابالغ کو نقصان ہوا ہو تو اس پر نالش ہو سکتی ہے[1] ان قرضوں کے لیے جن کا ادا کرنا نابالغ پر واجب ہو ولی صرف ان رقوم کی حد تک ذمہ دار ہے جو اس کو وصول ہوئی ہوں[2]۔

---
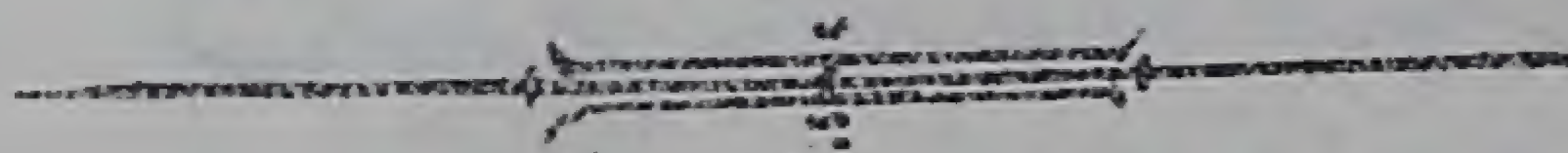
[1] ۔ ایشور چند بنام رگب صدر دیوانی ۱۸۶۲ء صفحہ اصفحہ ۳۴۹ ۔ بنگال ایکٹ ۱۸۹۵ء اسکٹ دفعہ ۳۲۔

[2] ۔ شیخ عظیم الدین بنام منشی اونرسم سد ریلیفنڈ صفحہ ۱۳۷۔

باب ہفتم

قدیم قانون جائداد

انگریزی تشبیہات کا اثر اور غلط فہمی

ف ۲۲۲ جو طالب علم ہندو نظام جائداد کو سمجھنا چاہتا ہو اس کو چاہیئے کہ ان جملہ تصورات سے اپنے ذہن کو آزاد کردے جو اس نے انگریزی قانون سے اخذ کیے ہوں۔ وہ (انگریزی تصورات جائداد) نہ صرف بے سود ہوں گے بلکہ غلط فہمی کا باعث۔ انگلستان میں بطور قاعدے کے ملکیت واحد۔ مختارانہ اور غیر محدود ہوتی ہے۔ وہ مشترک بھی ہو سکتی ہے لیکن قیاس اس کے خلاف ہوگا۔ اس پر قیود عاید ہو سکتے ہیں لیکن خاص صورتوں میں اور خاص احکام کے تحت برخلاف اس کے ہندوستان میں ملکیت مشترک قاعدہ ہے اور ہر صورت میں اس کے متعلق یہی قیاس قائم ہوگا جب تک کہ اس کے خلاف ثابت نہ ہو۔ اگر کوئی شخص فی الوقت علیحدہ طور پر قابض جائداد ہو تو وہ جائداد دوسری نسل میں مشترکہ حالت میں آجائے گی۔ قطعی اور غیر محدود ملکیت (یعنے ایسی ملکیت جس سے مالک اپنی جائداد کے ساتھ جو چاہے کر سکے) استثنائی کیفیت ہے۔ لڑکے اپنے باپ کو منع کر سکتے ہیں۔ بھائی اپنے بھائی کو اور ہونے والے ورثا عورت پر قیود عائد کر سکتے ہیں۔ اگر حاصل کرنے والے کے ہاتھوں میں جائداد جملہ قیود سے مبرا ہو تو اس کے ورثا کے قبضے میں

۲۰۵

آنے کے بعد وہ قیود عود کریں گے۔ مغرب میں انفرادی جائداد کا قاعدہ ہے اور مشرق میں جائداد متحدہ کا اور اگرچہ ان دونوں طریقوں کے اختلاف کو اب اس طرح ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ ان کے صریح اختلافات واضح ہو جائیں پھر بھی یہ یقینی ہے کہ ان دونوں کا ماخذ ایک ہی ہے۔ (دیکھئے مین صاحب کی ولیج کمیونیٹیس صفحہ ۸۲) لیکن ہندوستان میں ماضی اور حال دونوں کا ایک ہی سلسلہ ہے۔ انگلستان میں وہ بالکل علٰحدہ ہو گئے ہیں۔ جس پل کے ذریعے وہ زمانہ گذشتہ میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اب اس کے صرف چند تختے باقی رہ گئے ہیں جو صرف اس شخص کی آنکھوں کو دکھائی دیتے ہیں جو قدیم چیزوں میں تحقیق کرتا رہتا ہے۔

مشترکہ یا متحدہ جائداد کے مختلف اشکال

۲۲۳ ہندوستان میں جائداد کو اشتراک میں تین طرح سے رکھا جاتا ہے اور یہی تین طریقے رائج ہیں:۔ پدری خاندان۔ خاندان مشترک (Patriarchal Family-Joint family) اور دیہی جماعت (Village Cammunity) مقدم الذکر

306

دو ایک یا دوسری شکل میں کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے عرض و طول میں ہر جگہ رائج ہیں۔ موخر الذکر شمالی۔ مغربی حصۂ ہندوستان میں اب تک موجود ہے۔ جنوبی ہند میں بھی اس کے علامات پائی جاتی ہیں اگرچہ رفتہ رفتہ وہ مفقود ہو رہا ہے۔ بنگال اور جزیرہ نمائے ہندوستان کے بالائی حصے میں وہ بالکل غائب ہو گیا ہے اگرچہ زمانہ سابق میں اس کے رائج ہونے کے متعلق ہم یقین کر سکتے ہیں۔ چند حصوں میں معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ طریقہ کبھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا مثلاً مغربی ساحل کے نائروں اور پہاڑی قبائل میں۔ دو موخر الذکر اشکال میں (یعنے خاندان مشترک اور دیہی جماعت) مشابہت مکمل ہے۔ دیہی جماعت ایک ایسا متحدہ مجموعۂ اشخاص ہے جس کے ارکان خاندان ہیں۔ اور خاندان مشترک وہ جماعت متحدہ ہے جس کے ارکان افراد ہوتے ہیں۔ دیہی جماعتوں اور خاندانوں میں بتدریج تغیر ہوتا گیا ہے۔ لیکن یہ تغیر ایک ہی قسم کا ہے۔ اور تبدیلی کے اسباب بھی بالعموم ایک ہی قسم کے ہیں۔ بطور کلیے کے یہ کہنے کے لیے کافی ترغیب ہوتی ہے کہ ایک طریقہ دوسرے سے پیدا ہوا ہوگا۔ یہ کہ دیہی جماعت اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ خاندان مشترک کے دائرے کو وسیع کیا گیا۔ یا یہ کہ خاندان مشترک

اس لیے وجود میں آیا کہ بزرگ تر جماعت ختم ہو گئی اور صرف اس کے اجزا باقی رہ گئے۔ (کیونکہ کئی مشترک خاندانوں کی ایک جماعت دیہہ ہوتی ہے) لیکن اس قسم سے کوئی کلیہ قائم کرنا پر خطر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دیہی نظام اور نظام خاندان دونوں کے پیدا ہونے کے اسباب ایک ہی قسم کے ہیں لیکن اس کا یقین ہے کہ اکثر دیہات ایک ہی خاندان سے پیدا نہیں ہوئے اور متعدد ایسے مقامات بھی ہیں جہاں خاندان کے نظام کو دیہی نظام میں ترقی کرنے کی نہ کوئی خواہش ہے اور نہ رجحان ظاہر ہوتا ہے۔

پنجاب میں دیہی جماعتیں

دفعہ ۲۴۴ ہندوستان کے دیہی نظام کے متعلق بہترین معلومات پنجاب میں حاصل کی جاسکتی ہیں کیونکہ وہ طریقہ اس جگہ نہایت ہی مکمل شکل میں ہے۔ و نیز متبدل حالات میں[1] پنجاب میں دیہی جماعت کے تین نمایاں اشکال ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ اشکال تقریباً اسی قسم کے ہیں جو غیر منقسمہ خاندان کے تغیرات سے پیدا ہوئی تھیں۔ دیہی فرقہ واری زمینداری Cammunal Zemindari Village) یا وہ دیہہ جس میں زمینداری فرقہ واری ہو اشکال اتحاد میں سب سے زیادہ بہتر شکل ہے۔ اس نظام کے تحت" زمین اس طرح قبضے میں رکھی جاتی ہے کہ دیہہ کے جملہ حصہ داران مشترک کو اس میں مثل جائداد مشترکہ کے ایک مناسب حصے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ نہ تو قبضہ حاصل ہوتا ہے نہ اس میں کوئی معینت اور نہ مختص حصہ۔ اور اس کے حصے میں ہر مالک کے حق کی مقدار وہی ہوتی ہے جو رواجی قانون وراثت نے مقرر کی ہو۔ مالکان کی بابت کاشتکاروں کے ادا کی ہوئی رقوم مشترک سرمایہ میں شامل کر دی جاتی ہیں۔ اراضیات دیہہ کے دیگر منافع بھی علیٰ ہذا اسی میں داخل کیے جاتے ہیں۔ اور اخراجات کو منہا کرنے کے بعد بقیہ رقم مالکان کے مابین بلحاظ ان کے حصوں کے تقسیم کر دی جاتی ہے[2]"

۳۰۷

[1] اس مضمون پر دو کتابیں ایسی ہیں کہ ان سے جدید ترین معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مسٹر بی۔ ایچ بیڈن پاول کی کتاب ہندوستان کی دیہی جماعتوں پر ایک نہایت ضخیم اور بسیط کتاب ہے۔ یہ کتاب ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی تھی اور اس کا خلاصہ ۱۸۹۹ء میں کیا گیا۔ موخر الذکر کتاب ظاہر ہے کہ چھوٹی ہے۔

[2] رواجات پنجاب، صفحہ ۱۰۵ صفحہ ۱۶۱۔ سر ایچ۔ ایس۔ مین نے اپنی کتاب قدیم قانون کے صفحہ ۲۶۷ پر اسی قسم کے دیہہ کا سر دیا اور اطراف کے اضلاع میں موجود ہونا بیان کیا ہے۔ اسی زمانے میں ہندوستان میں بھی وہی طریقہ رائج تھا۔ دیکھئے الوان صاحب کی راجپوتانہ صفحہ ۴۴۔

پنجاب۔ یہ طریقہ بالکل اس کے مطابق ہے جو غیر منقسم خاندان کا اپنے اصلی حالات میں ہونا چاہیئے۔

دوسری منزل پٹہ داری دیہ کی ہے۔ اس میں جملہ مقبوضات اراضیات علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں اور ہر حصہ دار اپنے حصۂ زمین کا انتظام کرتا ہے لیکن یہ کہ حصہ کس قدر ہونا چاہیئے اس کا تعین موروثی حق کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اور اس میں وقتاً فوقتاً اسی اصول کے تحت تبدیلی ہونا ممکن ہے[1]۔ بنگال کے غیر منقسم خاندان کی بالکل یہی حالت ہے۔ مقبوضات مشترک میں تبدیلی ہو کر مقبوضات منفرد کس طرح وجود میں آئے اس کے معلوم کرنے کے لیئے نظام تقسیم مکرر کو دیکھنا ہوگا۔ یہ نظام تا حال پشاور کے پٹھان فرقوں میں رائج ہے۔ ابتداً اس نظام کے تحت اراضیات فرداً فرداً خاندانوں کو دی جاتی تھیں۔ اور مساوات کا برتاؤ ہوتا تھا۔ لیکن جب امتداد زمانہ نے ہر اراضی کے قابضوں میں اضافہ کیا اور مساوات غائب ہو گئی تو فصل بہ فصل انتقال اور مقبوضات کی تقسیم مکرر لاحق ہوئی[2]۔ فطری طور پر یہ عمل مفقود ہوتا جائے گا۔ جب انفرادی جائداو کے خیال کو تقویت ہوتی جائے گی۔ دنیز یہ طریقہ اس وقت بھی مفقود ہوگا جب کہ لوگوں کو اپنا حصہ رہن یا بیع کرنے کی عادت ہو جائے تب ہر خاندان کا حصہ خود اسی کا ہو جائے گا۔

تیسری اور آخری منزل کو دیہ بھائی چارے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے پٹہ داری اور اس میں اس حد تک اتفاق ہے کہ ہر ایک ہیں مالک اپنے حصے پر منفرداً قابض ہوتا ہے۔ لیکن پٹہ داری سے بھائی چارہ اس حد تک مختلف بھی ہے کہ مقبوضات کی وسعت کی صراحت اس مقدار سے کر دی جاتی ہے جو فی الواقعی قبضے میں ہوتی ہے۔ اس نوبت پر موروثی حق کا ذکر ہوتا ہی نہیں اور حصہ داروں کی تعداد میں کوئی تبدیلی ہونے سے کوئی رکن اس کا مجاز نہیں ہوتا کہ اپنے حصے کے اضافے کے لیے خواہش کرے۔ اس کے حقوق بجائے نسبتی ہونے کے قطعی ہو جاتے ہیں۔ اور ان حقوق کا اندازہ

---

[1] رواجات پنجاب صفحہ ۱۰۶ اصفحہ ۱۵۲۔

[2] صفحہ ۱۲۵ تا صفحہ ۱۲۷ رواجات پنجاب مین صاحب کا قدیم قانون صفحہ ۲۶۷ دیہی جماعتیں صفحہ ۱۰۔ لاولے باب ۲ دائیلہ رشیا ۱۸۹۵ء

کل گاؤں کی وسعت اور ان لوگوں کی تعداد کے لحاظ سے نہیں کیا جاتا جو اس پر قابض رہتے ہیں[1]۔ ارکان میں تقسیم ہونے کے بعد خاندان کی یہی حالت ہو جاتی ہے۔

۳۰

۲۲۵ جن اسباب سے بنگال کا خاندان مشترک ٹوٹ گیا وہی اسباب اس صوبے میں دیہی نظام کے مفقود ہونے کا بھی باعث ہوئے۔ مغربی اور وسطی ہند میں مسلمانوں۔ مرہٹوں اور پنڈاروں کی لڑائیاں اور غارت گری نے دیہی اداروں کو نیست و نابود کر دیا۔ ساتھ ساتھ قدیم حق ملکیت کا ہر طریقہ زائل ہو گیا[2]۔ لیکن جنوبی ہند کی تامل اقوام میں اسی قسم کی جماعتوں کا پتا ملتا ہے[3]۔

جنوبی ہند۔

گاؤں کے زمینداروں کی جماعت کو میراث دار کہا جاتا ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جن کے حقوق کی وسعت و نوعیت کا صاف طور سے تعین کرنا ایک دشوار امر ہے[4]۔ البتہ یہ یقینی ہے کہ بحیثیت اسامی قبول کیے جانے میں ان کو دوسرے باشندگان دیہ پر مرجح حق حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ایسا حق ہے کہ وہ اس سے محروم نہیں ہوتے اگرچہ ہر جدید بندوبست کے وقت انھوں نے اس حق سے استفادہ کرنے میں غفلت کی ہو[5]۔ اسامیان قابض سے وہ لوگ مشترکاً انعام و اکرام پانے کے مجاز ہیں اور اراضیات مشترک میں وہ حصہ بھی پا سکتے ہیں[6]۔ اس زمانے میں بھی چند دیہات ایسے ہیں

---

[1] روا جات پنجاب صفحہ ۱۰۶، صفحہ ۱۶۱۔

[2] سر لارنس کی تقریر جس کا ذکر رواجات پنجاب کے صفحہ ۱۳۸ پر کیا گیا ہے۔

[3] الفنسٹن صاحب کا ہندوستان صفحہ ۶۶ صفحہ ۲۴۹۔

[4] دیکھیے شیشا چیلا چٹی بنام چنا ساحی، ۴ مدراس صفحہ ۱۰۴۱ جس میں ان کے حقوق کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ کمار پاریڈی بنام مناد لا گونڈن ۱۸ مدراس صفحہ ۳۷۴۔

[5] رامانوج بنام پتیان فیصلہ جات مدراس ۱۸۵۸ء صفحہ ۱۲۱۔ الاگپا بنام راماسامی فیصلہ جات مدراس ۱۸۵۹ء صفحہ ۱۰۱۔ دارالعوام کی پانچویں رپورٹ جس کا ذکر متو پرمل بنام ٹنڈادن جلد ۱ نوٹس آف کیس صفحہ ۲۰۳ صفحہ ۲۷۵ میں کیا گیا ہے۔ دیکھیے فقیر محمد بنام ترولا چار یر ۱ مدراس صفحہ ۲۰۵۔

[6] متو پرمل بنام ٹنڈادن جلد ۱ نوٹس آف کیس صفحہ ۳۰۰ (۲۶۰) کمار سوامی بنام راگو فیصلہ جات مدراس بابت ۱۸۵۲ء صفحہ ۳۸۔ دسوانا دبنام موتو مڈلی ۱۸۵۴ء صفحہ ۱۸۱ یسونی ایا بنام کستوری مدراس بابت ۱۸۶۲ء صفحہ ۵۰۔ پنجاب میں یہ حق شریک حصہ دار کو حاصل ہوتا ہے اگرچہ دیہ میں اس کی کوئی زمین نہ ہو رواجات پنجاب ۱۰۸۔

جن پر چند مالک بطور حصہ داروں کے قابض ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اس کے مدعی ہوتے ہیں کہ وہ ابتدائی مالکوں کی نمایندگی کرتے ہیں۔ اور ان حصص کی مکرر تقسیم کا طریقہ بھی تاحال رائج ہے اگرچہ یہ طریقہ بہت تیزی سے مفقود ہو رہا ہے[1]۔ مدراس میں سرکاری مطالبہ ہر قابض پر فرداً فرداً ہوتا ہے نہ کہ کل گاؤں پر۔ پنجاب میں کل دیہ پر ہوتا ہے لیکن کسی زمانے میں اس کے برعکس رواج ہوگا۔ سر جی کیمبل (Sir. G. Campbell) ایک واقعے کا ذکر کرتے ہیں جس میں گورنمنٹ نے یہ قیاس کیا تھا کہ وہ اپنی مالگذاری حسب عادت ہر رعیت سے وصول کر رہی تھی لیکن بعد میں یہ معلوم ہوا کہ دیہ نے اس کام کو خود اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور پابندی سے حسب علدرآمد قدیم متعدد قابضوں پر مکرر تقسیم کر لیا گیا تھا[2]۔

۳۰۹

نسل مشترک کی روایت

ف ۲۲۶ ان دیہی جماعتوں کے اکثر شریک حصہ دار وہ اشخاص ہیں جو فی الواقعی ایک ہی مورث کے اخلاف ہوتے ہیں۔ متعدد دوسری صورتوں میں وہ اشتراک نسل کا ادعا تو کرتے ہیں لیکن یہ ادعا غالباً بے بنیاد ہوتا ہے[3]۔ چند صورتوں میں یہ بالکل یقینی ہے کہ اشتراک نسل ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ان کے فرقے (یعنے ذات) مختلف ہوتے ہیں۔ یا مذہبا بھی ان میں اختلاف ہوتا ہے[4]۔ لیکن اس سے ہر شخص واقف ہے کہ ہندوستان میں

---

[1] - مدور امیا اول حصہ ۵ صفحہ ۱۲۔ وینکٹا ساحی بنام سبا راؤ ۲ مدراس عالیہ عدالت صفحہ ۱ صفحہ ۵۔ اننداین بنام دیوار جائن ایضاً صفحہ ۱۷۔ ایسیمنا تھین ۴ مدراس عالیہ عدالت صفحہ ۵۹۔ استیار امیر بنام الاگری ۳ مدراس ریونیو رجسٹر صفحہ ۱۸۹۔

[2] - لیانڈ ٹینیور کا بڈن کلب صفحہ ۹۷۔

[3] - رواجات پنجاب صفحہ ۱۳۶۔ صفحہ ۱۴۴۔ مین صاحب دیہی جماعتیں صفحہ ۱۲۔ صفحہ ۱۷۵۔ قدیم ادارے صفحہ ۱ صفحہ ۴۔ لائیل کی ایشیاٹک اسٹڈیز باب ۷۔ ہنٹر کا اوڑیسہ باب ۲ صفحہ ۲۷۔ جیا لکین صفحہ ۲۱۴۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ دیہ کے حصہ داروں کی جماعت بہ نسبت دیگر باشندوں کے بہ لحاظ تعداد کم ہوتی ہے۔

[4] - مین دیہی جماعتیں صفحہ ۱۷۶۔ ا ینیا بنام کستوری ۱۸۶۲ء صفحہ ۵۰۔

محض میل جول کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ ان سب کی اصل ایک ہی ہے بجز اس کے کہ حالات ایسے ہوں کہ یہ طریقۂ شناخت صاف طور سے ناممکن ہو۔ میں نے گواہ کو اکثر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ فلاں شخص اس کا رشتہ دار ہے اور جب جرح کی گئی تو اس نے یہ وضاحت کی کہ وہ ہم ذات تھے۔ یہ دونوں چیزیں اس کو دو نہیں معلوم ہوتیں بلکہ ایک ہی۔ سر ایچ۔ ایس۔ مین نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جس میں کہ بعض مبلغین نے نئے عیسائیوں کو مختلف مقامات سے لاکر دیہات میں بسا دیا۔ انھوں نے بہت جلد عادات و زبان برادری اختیار کرلی۔ اور اس میں شک نہیں کہ بہت مدت گذرنے سے قبل انھوں نے شجرۂ نسب بھی مرتب کرلیا تاکہ اپنی قرابت کی وضاحت کرسکیں[1]۔ یہ ظاہر ہے کہ حقیقتہً نسل کا ایک ہی ہونا محض ایک اتفاق پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر کسی غیر آباد ضلع میں ایک خاندان بود و باش اختیار کرلے تو وہ پھیلتا جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ ایک جماعت ہو جائے یا اس سے متعدد وہی جماعتیں پیدا ہو جائیں اسی قسم کا نتیجہ اس وقت بھی پیدا ہو سکتا ہے جب کہ ایک خاندان ایسا طاقتور ہو جائے کہ اپنے ہمسایوں کو بھگا دے سکے یا انھیں اطاعت پر مجبور کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اگر کسی ملک میں آبادی کی کثرت ہو تو فطرۃً متعدد خاندان ابتدا سے متحد ہوں گے تاکہ ایک دوسرے کی حفاظت میں آسانی ہو۔ اور رفتہ رفتہ حسبِ عادت اس واقعے کی وضاحت کریں گے کہ ان کے اغراض میں اتحاد کیونکر پیدا ہوا۔ اکثر خاندان ایسے مقامات میں پیدا ہو جاتے تھے یا بس جاتے تھے جو پوری طرح آباد ہوتے تھے۔ اس قسم کے خاندان قبضۂ اراضی کی بنیاد پر اپنے کو جماعتوں کی شکل میں نہیں لاسکتے تھے۔

۳۱۰

مشترکہ خاندان ہمیشہ وسیع ہو کر وہی جماعتیں نہیں ہوتے۔

ف ۲۲ے یہ ضروری نہیں ہے کہ مشترکہ خاندان وسیع ہو کر وہی جماعتیں ہو گئی ہوں۔ جس طرح اس کا یقین ہے کہ ہر مرتبہ واحد خاندان مشترک سے وہی جماعتیں پیدا نہیں ہوئیں بالکل اسی قسم سے اس کا بھی یقین ہے کہ خاندان مشترک کا لازماً اور ضرورۃً یہ

لہ۔ مین صاحب قدیم ادارے صفحہ ۲۳۸۔

میلان نہیں ہوتا کہ وہی جماعت کی شکل میں آجائے۔ مثلاً نائروں نے کبھی وہی جماعتیں نہیں بنائیں اگرچہ ان کا گھریلو نظام موجودہ خاندان مشترک کی نہایت ہی مکمل شکل ہے۔ ہر تاردد (Tarwad) اپنے مکانوں میں جو درختہائے خرما کے بیچ میں ہوتے تھے رہتا تھا۔ اس کے اطراف چاول کے کھیت ہوتے تھے۔ لیکن یہ تمام چیزیں ان کے ہمسایوں سے بالکل جدا ہوتی تھیں۔ ان کے خاندان کا سلسلہ ہر پشت میں اناث سے ملتا ہے۔ یہ عورتیں اس موروثی مکان میں رہتی ہیں۔ مردوں سے ان کا سلسلہ نسب نہیں ملایا جاتا۔ مرد فطرۃً خاندان کے مرکز سے جدا ہو جاتے ہیں اور علٰحدگی اختیار کر لیتے ہیں گو وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہوتے ہیں۔ نائروں کے خاندان میں خاص ترکیب سے صورت مذکورالصدر پیدا ہوئی۔

کھانڈ:- کھانڈوں کے متعلق بھی یہی کہا جا سکتا ہے لیکن ایک گونہ کمی کے ساتھ ان کا یکجدی خاندان اپنی اصلی اور عمدہ حالت میں ہے۔ اگرچہ ان کے خاندان قبائل اور اقوام کی صورت میں رہتے ہیں۔ ایک ہی مورث سے سلسلہ بتلایا جاتا ہے اور ایک ہی کو سربراہ وہ تسلیم کرتے ہیں اور اگرچہ ان کے جھونپڑوں پر ہندو دیہہ کا دھوکا ہوتا ہے لیکن ان تمام چیزوں کے باوجود اتحاد کا اہم جزو معدوم ہوتا ہے۔ ان میں نہ اتحاد اختیار ہے اور نہ اشتراک حقوق۔ ہر خاندان اپنی جائداد پر علٰحدہ علٰحدہ قابض ہوتا ہے اور کبھی بھی اور طرح سے قابض نہیں ہوتے تھے۔ جس زمین پر اس کا قبضہ ہوتا ہے وہ اس کا قطعی مالک ہوتا ہے اور جس زمین کو وہ چھوڑ دے اس پر اس کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ سردار کا اثر تو ہوتا ہے لیکن اس کو کسی قسم کا اقتدار نہیں ہوتا۔ خاندان گو قریب رہتے ہیں لیکن ان میں میل جول نہیں ہوتا۔ وہ ایک ہی درخت کی شاخیں نہیں ہیں بلکہ مختلف ٹہنیوں کا مجموعہ[1]۔ یہ کیفیت بھی ان کے حالات کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہے۔ ان کے پاس زمین بکثرت ہوتی ہے اور ضروریات بہت ہی کم۔ ایسے کم کہ کبھی اس کی ضرورت ہوتی ہی نہیں کہ کسی فرد کو کل کے فائدے کے لیے مجبور کیا جائے۔

---

[1] - ہنٹر صاحب کا اڈیسہ باب ۲ صفحہ ۷۲ و صفحہ ۷۳۔

جب مشترک سرمایہ محدود ہو تو اس کے استفادے کے لیے قواعد بنانا ضروری ہے۔ لیکن جب سب کو جتنا وہ چاہتے ہیں مل سکتا ہو تو کوئی بھی قواعد بنانے کی زحمت گوارا نہیں کرے گا اور اگر بنائے بھی جائیں تو ان کو تسلیم بھی نہیں کرے گا۔

یکجدی خاندان کے پھیلاؤ کا سدباب

ف ۲۲۸ جن اسباب نے خاندان مشترک کو وہی جماعت ہونے سے روکا انھیں اسباب نے یکجدی خاندان کو مشترک خاندان ہونے نہ دیا۔ اگرچہ یکہ ایک منزل ایسی تھی کہ فطرۃً وہ وسیع ہو کر مشترک خاندان ہو سکتا تھا۔ مثلاً کھانڈوں میں باپ کے مرنے پر خاندانی اتحاد ختم ہوتا ہوا نظر آتا ہے جو اگرچہ یکہ قطعی ہوتا ہے۔ جائداد تقسیم کی جاتی ہے اور ہر لڑکا ایک خاندان کا جدید سربرآوردہ ہو جاتا ہے[1]۔

ف ۲۲۹ لہذا اگر سوسائٹی کی ابتدائی حالت کا پتا لگایا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ منجملہ دیگر قدیم ترین اتحاد کے ایک اتحاد یکجدی خاندان ہے۔ بقول سر ایچ۔ ایس۔ مین کے[2] "یہ ممکن ہے کہ انسانی انجمنوں کی کل شاخیں ان مشترک خاندانوں سے ترقی کی ہوں یا نہ کی ہوں جو ابتدائی یکجدی مکان سے پیدا ہوئی تھیں۔ لیکن آریا قوم کے مشترک خاندان[3] اسی مکان سے نکلے۔ اور جب وہ ختم ہوتا ہے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ بہت سے اسی قسم کے مکانوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

یکجدی خاندان کی ابتدا و نوعیت

ف ۲۳۰ اس خاندان کو یکجدی کہا جا سکتا ہے "جو چند حقیقی یا متبنیٰ اخلاف پر مشتمل ہو اور موجودہ بزرگ ترین مورث یعنے باپ۔ دادا، پردادا

---

[1] ۔ برایک صاحب کی "نیلگری کی قدیم اقوام" صفحہ ۹ صفحہ ۳۹ صفحہ ۴۲ صفحہ ۶۸۔

[2] ۔ قدیم ادارے صفحہ ۱۱۸۔ میں نے اس عبارت کو من وعن باقی رکھا ہے اگرچہ حال میں مسٹر میا لکین نے سر۔ ایچ۔ ایس۔ مین کے نظریوں پر حملہ کیا ہے (Patriarchal Theory 1885) اس کتاب کے جواب کے لیے جہاں تک کہ دھرم شاستر متعلق ہے موجودہ مصنف کا مقالہ دیکھا جائے۔ لا کوارٹرلی ریویو صفحہ ۴۸۵ سر ہنری مین کے عام جواب کے لیے دیکھئے لندن کوارٹرلی ریویو ۱۸۸۶ء۔

[3] ۔ وہ مشترک خاندان جس میں ایک عورت متعدد شوہر رکھ سکتی ہے اس سے مستثنیٰ ہے۔

کے زیر اطاعت ہو کر اُس جماعت کا منتظم عملاً ہمیشہ مختارانہ حیثیت رکھتا ہے جکم قانون چاہے کچھ ہو۔ اور اس کی عزت کی جاتی ہے گو ہمیشہ محبت نہ کی جاتی ہو۔ احترام کا خیال ان اشخاص کے دلوں میں کسی اور ثبت آئین سے زیادہ گہرا نقش کیے ہوئے ہے[1]۔ روما میں باپ کو اس کی اس حیثیت کی وجہ سے جو قطعی اختیار حاصل تھا اس سے ہر شخص واقف ہے۔ ہندو باپ کو بھی کسی زمانے میں اسی قسم کا اختیار حاصل تھا۔ منو کہتے ہیں "تین اشخاص یعنے زوجہ لڑکے اور غلام کے متعلق شاستر کا یہ حکم ہے کہ عموماً وہ ایسی دولت نہیں رکھ سکتے جو صرف ان کی ہی ہو۔ جو دولت وہ حاصل کرتے ہیں وہ باضابطہ طور پر ان کے لیے حاصل کی جاتی ہے جن کے وہ ہوتے ہیں[2]" اور اسی طرح نارد لڑکے کے متعلق کہتا ہے کہ "وہ اس وقت بالغ اور مختار سمجھا جاتا ہے جب کہ اس کے والدین نہ ہوں۔ ان کے حین حیات وہ غیر مختار ہوتا ہے اگرچہ وہ کافی بڑا ہو گیا ہو[3]"۔ لیکن یہ نظریہ صرف آریا اقوام ہی تک محدود نہ تھا کھانڈوں (Khands) میں یہ کہا گیا ہے کہ "ہر خاندان میں اقتدار گھر کے باپ کو حاصل ہوتا ہے"[4] لہذا باپ کے حین حیات لڑکوں کی کوئی جائداد نہیں ہوتی۔ اور کل مرد بچے مع ان کی زوجگان اور اخلاف کے باپ کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔ یہ غذا ماں کی تیار کی ہوئی ہوتی ہے[4]۔ اسی قسم کے رواج کی علامت جفنا کے تامل باشندوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ وہاں ان بیاہے لڑکوں کی حاصل کی ہوئی کل چیزیں (بجز ان تحائف کے جو ان کو دیے گئے ہوں) مشترک سرمایے میں داخل ہو جاتی ہیں[5]۔ عدالتہائے پانڈیچری کے امسلہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۷۸۴ء میں یہ قاعدہ وہاں مسلم تھا[6]۔ شادی ہونے کے بعد

۲۱۲

[1] ۔ قدیم آئین صفحہ ۱۱۶۔ قدیم قانون صفحہ ۱۳۴۔ ہندوؤں کے قانون وراثت کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ تیسری پشت پر پنڈدان ختم ہو جاتا ہے۔ دیکھئے فقرہ ۵۱۵۔

[2] ۔ منو باب ۸ فقرہ ۴۱۶۔ نارہ باب ۵ فقرہ ۳۹ جگنا تھ ڈائجسٹ جلد ۲ صفحہ ۵۲۶۔

[3] ۔ نارو باب ۳ فقرہ ۳۸۔ ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۵۳۳۔

[4] ۔ نہیڑ کا اوڑیسہ باب ۲ صفحہ ۷۲۔

[5] ۔ تھیسا ولم باب ۲۔

[6] سرگ دھرم شاستر صفحہ ۱۷۳۔

ہر شخص ایک نئے خاندان کا بڑا ہو جاتا ہے۔

خاندان مشترک کی ابتدا

۲۳ یکجدی خاندان اس وقت مشترک خاندان میں بدل جاتا ہے جب کہ مورث یا گھر کا بڑا فوت ہو جائے۔ اگر خاندان متحد رہنا چاہے تو فرزند اکبر فطرۃً سربرآوردہ خاندان ہو گا۔[1] لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس کی حیثیت متوفی پدر خاندان[2] (Patriarch) سے مختلف ہو گی۔ مقدم الذکر فطری اقتدار کی بنا پر سربرآوردہ خاندان ہوتا ہے اور موخر الذکر صرف اس وقت

یکجدی اور مشترک خاندان میں فرق

بزرگ خاندان ہو سکتا ہے جب کہ اقتدار اس کے تفویض کیا جائے۔ وہ بڑا تو ہوتا ہے مگر برابر والوں میں (Primus but inter pares) لہذا اولاً تو وہ پسند کیا جاتا ہے کہ سربرآوردہ خاندان ہو۔ اپنے حق کی بنا پر بزرگ خاندان نہیں ہوتا۔ فطرۃً اس میں شک نہیں کہ

یکجدی خاندان اور خاندان مشترک میں فرق

سب سے بڑا رکن بزرگ خاندان ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایسا ہو۔ اس کو الگ کر کے ایک ایسے کو منتخب کیا جا سکتا ہے جو اس کام کے لیے بہتر ہو۔ اسی لیے نارد کہتا ہے[2] "سب کی رضامندی سے بزرگ ترین بھائی دوسروں کی پرورش

۳۱۳ مثل باپ کے کرے گا۔ یا چھوٹے بھائی کو جو اس قابل ہو۔ ایسا کرنے دو۔ خاندان کی بہبودی قابلیت پر منحصر ہوتی ہے" اور علی ہذا جب بوڑھے توڈا سے پوچھا گیا کہ اس کا کونسا لڑکا اس کا قائم مقام ہو تو اس نے جواب دیا۔ سب سے زیادہ جو عقلمند ہو۔[3] ثانیاً وسعت اقتدار بھی بدل جاتا ہے اس کو مالک جائداد نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کا منتظم[4] اپنی زوجہ اور بچوں کی حد تک وہ مطلق العنان ہو سکتا ہے لیکن رشتہ داران طرفی کے لیے اس کی حیثیت جمہور کے صدر سے زیادہ کی نہیں ہوتی۔ یہ ظاہر ہے کہ

---

[1] - منو باب ۹ فقرہ ۱۰۵۔

[2] - نارد باب ۱۳ فقرہ ۵۔

[3] - برک کی قدیم اقوام صفحہ ۹۔

[4] - دیکھئے مین صاحب کے قدیم آئین صفحہ ۱۱۶۔

خود اس کے اخلاف کی حد تک بھی اس کا اقتدار رفتہ رفتہ کم ہوتا جائے گا جس جائداد کا وہ منتظم ہوتا ہے وہ ایسی ہوتی ہے کہ دوسرے ارکان خاندان کو وہی حق حاصل ہوتا ہے جو اسے۔ جب اس جائداد کے متعلق وہ معاملہ کرتا ہے تو طرفی رشتہ داروں کی حد تک اس پر چند قیود عائد ہیں۔ رفتہ رفتہ اسی قسم کی قیود خود اپنے بچوں کی حد تک بھی عائد ہو گئے وہ (بچے) بھی اس کو بہ حیثیت منتظم دیکھنا شروع کریں گے نہ کہ باپ کی حیثیت سے۔ ہندو حکماء کے احکام میں باپ کے اقتدار کے متعلق بہ ظاہر تضاد ہے۔ شائد اس تضاد کا ماخذ یہی ہو جو ابھی بیان کیا گیا۔ جن احکام میں باپ کو یکجدی خاندان کا سربرآوردہ بیان کیا گیا ہے وہ احکام گویا اس سے بہت زیادہ اقتدارات منسوب کرتے ہیں نسبت ان احکام کے جو اس کو خاندان مشترک کا سربرآوردہ بیان کرتے ہیں۔

یہ تسلسل لازمی نہ تھا۔

۴۳۲ ہم قبل از یں فقرہ ۴۰۴ میں یہ دیکھ چکے ہیں کہ چند خاص اقوام میں (مثلاً کنڈوں اور نیلگری کے پہاڑی قبائل میں) یکجدی خاندان نے خاندان مشترک کی شکل اختیار ہی نہیں کی۔ اور یہ کہ کسی طرح بھی خاندان مشترک بہ لحاظ وقت یکجدی کے بعد پیدا نہیں ہوا۔ مثلاً نائروں کے نظام میں نظریۂ یکجدی قطعاً داخل نہیں ہے۔ اس نظام میں لازماً رشتہ داری کا سلسلہ اناث سے قائم کیا جاتا ہے نہ کہ ذکور سے۔ مسٹر میا لکین یہ خیال کرتے ہیں کہ یکجدی رشتہ داری کے طریقے سے قبل نائر طریقہ ہی تھا۔ ان کے نظریے کے لحاظ سے چونکہ مابین مرد و عورت

خاندانی نظام کی بنیاد تعدد شوہران کا رواج۔

تعلق بہت ہی بے ربط تھا اس لیے تعدد شوہران کا طریقہ قائم ہوا۔ اس طریقے کی ابتدائی شکل یہ تھی کہ ایک عورت ایسے مردوں کے ساتھ آشنائی کرتی تھی جن کے مابین کسی قسم کی رشتہ داری نہیں ہوتی تھی۔ جہاں اس قسم کا طریقہ ہو صرف ایک ہی قسم کی خاندانی جماعت بن سکتی تھی یعنے ماں اور اس کے بچے اور ان بچوں میں جو اناث ہوتے تھے ان کے بچوں پر خاندان مشتمل ہوتا تھا۔ یہ نائر خاندان ہے۔ اور اس زمانے میں بھی کنارا اور ملیبار کے تارووڈوں میں موجود ہے۔ رشتہ داری صرف بذریعۂ اناث ممکن تھی۔ جب عورت اسی خاندان کے متعدد مردوں کے قبضے میں چلی جاتی تھی تو ممکنہ ابوّت کا دائرہ تنگ ہو جاتا تھا۔ زوجہ اپنے شوہر کے

۳۱۴

گھر میں رہتی تھی اور بچے خود اس کے اور شوہر کے گھر میں پیدا ہوتے تھے۔ ان بچوں کو کسی ایک شوہر کی اولاد سمجھا جاتا تھا اگرچہ اس کا یقین نہیں ہوتا تھا کہ کس خاص شخص کی اولاد ہیں۔ قرابت بذریعۂ ذکور کی یہی ابتدا تھی۔ تعدد شوہران کی یہ وہ قسم ہے جو تبنیت۔ لنکا۔ نیلگری کے پہاڑیوں کے ٹوڈوں میں اور دوسرے مقامات میں پائی جاتی ہے جب عورت متعدد بھائیوں کی زوجہ ہوتی تو سب سے بڑا (جس سے اس کی سب سے اول شادی ہوتی تھی) اس عورت کا خاص حقدار ہوتا تھا اور ان بچوں کا باپ سمجھا جاتا تھا جو سب سے پہلے پیدا ہوتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ خاص استحقاق بدل گیا اور ایک ہی کو حق حاصل ہو گیا۔ اس طرح بجدی یا آبائی خاندان کا وجود ممکن ہوا[1]۔ تقریباً اسی قسم کا نظریہ ڈاکٹر میر (Dr. Mayr.) بھی پیش کرتے ہیں اگرچہ غیر مکمل شکل میں[2] پس چونکہ جائداد ان اشخاص کے خاندانی رشتہ داروں کے تصرف و قبضے میں ہوتی ہے جو اس پر قابض تھے لہذا نتیجہ یہ ہوگا کہ اولاً وہ کل قبیلے کے قبضے میں رہے۔ اس کے بعد ان کے قبضے میں جو ایک ہی ماں کے ذریعے رشتہ دار ہونے کے مدعی ہوں اور تیسرا زینہ یہ ہوگا کہ خاندان کے قبضے میں رہے۔ یہ خاندان یا تو متعدد ذکور کی اولاد میں سے ہوگا یا ایک مرد کی اولاد میں سے۔ اس نظریے کے مطابق آبائی یا بجدی خاندان ہمیشہ وسیع تر خاندان مشترک سے پیدا ہوگا نہ کہ اس کے برعکس۔

---

[1] دیکھو اسٹڈیز ان اینشنٹ ہسٹری (Studies in Ancient History) مولفہ میالکین۔ پیارٹریارکل تھیوری (Patriarchal Theory) اسپنسر نے سوشیالوجی (Principles of sociology) میں اس مضمون پر بحث کی ہے۔ فارٹنائٹلی ریویو مئی اور جون ۱۸۷۷ء۔ مسٹر مارگن کی اینشنٹ سوسائٹی۔ حصہ ۳ مسٹر سی اسٹاینیل نڈویک کی ڈیویلپمنٹ آف میاریج اینڈ کنشپ The Development of Marriage & Kinship مسٹر ایڈورڈ ویسٹر مارک کی ہسٹری آف ہیومن میاریج (The History of Human Marriage باب ۴ و ۵

[2] (Indian Erbrecht) صفحات ۲ ۷ و ۷۶ معلوم یہ ہوتا ہے کہ مسٹر میالکین کی کتاب قدیم شادی سے وہ واقف نہ تھے۔ اور وہ اپنے نظریے کو سرلبک کے تصورات پر مبنی کرتے ہیں۔ دیکھئے لبک کی تمدن کا آغاز باب ۳۔

اس نظریے پر بحث

ف ۲۳۳ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیاسات مذکورالصدر (یعنے یکجدی خاندان اور خاندان مشترک کے بارے میں) یہ غلط استدلال کیا جا رہا ہے کہ اگر ایک علت ایک خاص نتیجہ پیدا کرنے کے لیے کافی ہو تو ہی خاص علت نے وہ نتیجہ ہمیشہ پیدا کیا ہے اس کا یقین ہے کہ ایسا نظام جائداد جس کی بنیاد طریقہ تعدد شوہران اور مجموعہ اناث (Syslemof female group) کا نظام ہو بدل جائے اور یک شوہری دستور (Marandry) اور انفرادی ملکیت جائداد کے تحت آ جائے ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ کندیان (Kandyan) سرداران لنکا میں یہ عمل ہو رہا ہے اور ٹوڈے بھی اسی طرف مائل معلوم ہوتے ہیں۔ بہتر قسم کی نائر عورتوں میں اب ایک ہی شوہر پر اکتفا کرنا عام ہوتا جا رہا ہے۔ اور اس کا یقین ہے کہ اگر ہماری عدالتیں انھیں ایسا کرنے دیتیں تو ملیبار کے تارو ڈ (Tarwads) بہت قبل ٹوٹ کر خاندانوں کی شکل اختیار کر لیتے اور ہر خاندان کا سردار ایک مرد ہوتا۔ بالکل اسی طرح اس کا بھی یقین ہے کہ یکجدی خاندان میں اس کی قابلیت بھی ہے اور میلان بھی کہ وسیع ہو کر خاندان مشترک ہو جائے کیونکہ ہم اس قسم کے واقعات آئے دن دیکھتے ہیں۔ ہر ہندو جو بغیر کسی چیز کے زندگی شروع کر کے خود کے کسب سے دولت حاصل کرے وہ بالکل ایک غیر ذمہ دار رئیس قبیلہ ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایک یا دو پشتوں میں اس کی اولاد کی شاخیں خاندان مشترک کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ مثل بڑ کے درخت کے جو ایک ہی پودے سے شروع ہوتا ہے مسٹر میالکین نے یہ تشبیہ استعمال کی ہے[1] یہ ممکن ہے کہ جنوبی ہند کے غیر منقسم خاندان اور دیہی جماعتیں ان قبائل سے شروع ہوئی ہوں جن میں ایک عورت متعدد شوہروں سے تعلق رکھتی تھی کیونکہ ہمارے پاس اس کی شہادت موجود ہے کہ ڈراویڈی اور دوسری ابتدائی اقوام میں تعدد شوہران کا رواج تھا۔ (ف ۶۲) شمالی ہند کی آریا اقوام میں بھی گو اسی قسم کی جماعتیں موجود ہیں وہی علت اس سے منسوب کرنا ایک دشوار امر ہے جو تاریخ ہمیں

[1] مسٹر میالکین صفحہ ۱۹۵۔ بریک صاحب کی قبائل ابتدائی صفحہ ۹۔ مسٹر ویل۔ ایچ مارگن۔ اسی قسم کی تبدیلی کے متعدد واقعات امریکہ کے ہندوستانی قبائل کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

معلوم ہے کہ ان اقوام کا دیہی اور خاندانی نظام نہایت ہی قدیم ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ان رشتہ دار اقوام میں جو قبل آغاز تاریخ انھیں سے پھوٹ کر پھیل چلے تھے اسی قسم کا نظام پایا جاتا ہے۔ یہ کہنا ناممکن ہے کہ ایک ہی قوم کے اسلاف میں تعدد شوہران کا رواج نہ تھا۔ لیکن اس کا یقین ہے کہ ان کے اخلاف نہ تو ایسے ہیں اور نہ کسی زمانۂ تاریخ میں ایسے تھے (۶۳)۔ لہذا یہ خیال کرنا دشوار ہے کہ رسم تعدد شوہران ایسے نظام جائداد سے قبل کی چیز ہے جو (نظام جائداد) بالکل برعکس حالات میں دنیا کے ہر حصے میں پھیلنے کی قابلیت رکھتا ہو۔

۳۱۶

ف ۲۳۴ یہ ممکن ہے کہ بیانات ذیل سے ان جملہ امور کی تفہیم ہو سکے جن کے ہم واقف ہیں اور ان کا اطلاق ہر قسم کے خاندانوں پر ہو سکتا ہے عام ازیں کہ وہ کسی طرح پیدا ہوئے ہوں۔ میری رائے میں یہ مسلم ہے کہ ایک ابتدائی قبیلہ کسی حصۂ ملک میں بس جانے کے بعد یہ خیال کرتا ہوگا کہ وہ حصۂ ملک اس قبیلے کی جائداد ہے۔ بہ الفاظ دیگر وہ یہ سمجھتے ہوں گے

قبائلی حقوق

کہ وہ قبیلہ بحیثیت ایک جماعت کے اس کل حصۂ ملک سے استفادہ کرنے کا مستحق ہے دوسری مماثل جماعت کو اس قسم کے استفادے سے خارج رکھنے کیلئے اپنے کو مجاز سمجھتے تھے[ل]۔ ان کے ذہن و خیال میں کبھی یہ بات آہی نہیں سکتی تھی کہ قبیلے کا ایک فرد دوسرے رکن کو اس اراضی کے کسی حصے سے دواماً خارج کر سکتا ہے۔ وہ اس اراضی پر مشترکاً شکار بھی کھیلتے تھے اور اپنے مویشی کو چرایا بھی کرتے تھے۔ جب انھوں نے کاشتکاری شروع کی تو ان میں کا ہر ایک اس حصۂ اراضی میں کاشت کر سکتا تھا جس پر وہ کاشت کرنا چاہتا تھا۔ جو کچھ اس کاشت سے حاصل ہوتا اس سے اس کی اور اس کے بیوی بچوں کی پرورش ہوتی تھی لیکن زمین کل قبیلے کی ہوتی تھی۔ ہر شخص جس قدر چاہے زمین پر قبضہ کرنے کا مجاز تھا۔ قبیلہ اس کے اس فعل میں حائل نہیں ہوتا تھا بشرطیکہ زمین اور لوگوں کی تعداد میں تناسب باقی رہتا۔ اور جب زمین ناقابل کاشت ہو جاتی تو اس کو چھوڑ کر دوسری زمین پر کاشت کی جاتی تھی۔

ل۔ ریڈ انڈین ہمیشہ سے امریکہ کے باشندوں کے مقابلے میں اسی قسم کے حق کے مدعی ہیں۔

ہر شخص کے حقوق ظاہر ہے کہ غیر محدود ہوتے تھے کیونکہ کسی کو ان حقوق پر قیود عائد کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ اسی سبب سے خاندان ٹوٹ بھی جاتے تھے۔ ایک دوسرے کی حفاظت کے لیے وہ ملے جلے رہتے تھے لیکن جونہی ہر جزو اپنی حفاظت کرنے کے قابل ہو جاتا تو وہ اپنے مویشی کے لیے دانہ چارہ حاصل کرنے کے لیے دوسری جانب چلا جاتا تھا[۱]۔ ہندوستان کے پہاڑی قبائل کی اس وقت یہی حالت ہے۔

قیود میں ترقی:- لیکن جب ابتدائی قبیلے کی تعداد میں زیادتی ہونے سے یا ہمسایہ میں دوسرے قبائل بسنے کی وجہ سے خور و نوش کے ذرایع تنگ ہو جاتے تو وہ بات دوسری ہوتی۔ تب دوسرے شخص کے استعمال اراضی سے قیود عائد ہوں گے اور کوئی شخص اراضی کو غیر معین طریقے سے استعمال نہ کر سکے گا۔ یہ ممکن ہے کہ ایک شخص یا ایک خاندان اتنا قوی ہو کہ دوسرے کو اپنے قبضے میں مداخلت نہ کرنے دے۔ لیکن ہر شخص دوسرے کے مقبوضات میں دخیل نہیں ہو سکتا تھا۔ قبیلہ اپنے حق کو پیش کر کے ہر رکن کو اس کا گذارہ دلاتا تھا۔ یہ گذارہ مساوات کے اصول پر مقرر کیا جاتا تھا اور ہر خاندان کو اس کی ضروریات کے مطابق دیا جاتا تھا۔ تقسیم کے دو طریقے تھے۔ ایک تو یہ کہ کل برآمد کو مشترک سرمایے میں شریک کر کے اس کی مکرر تقسیم کی جاتی تھی۔ جس طرح کہ فرقہ واری زمینداری دیہ میں ہوتا تھا۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ ہر خاندان کو زمین کے مختلف حصے دیے جاتے تھے۔ زمین دیتے وقت اس خاندان کے ارکان کی تعداد کو ملحوظ رکھا جاتا تھا جیسا کہ پٹہ داری دیہہ میں۔ صورت موخر الذکر میں غالباً وقتاً فوقتاً تبادلۂ حصص و تقسیم مکرر سے مساوات قایم ہوتی تھی جیسا کہ روسی میرا اور پٹھان فرقوں میں ہوتا ہے۔ تبدیلی کا یہ طریقہ رفتہ رفتہ ختم ہوتا گیا۔ اور جب ارکان نے اپنے حصص کو ترقی دینی شروع کی تو یہ طریقہ بالکل مفقود ہو گیا۔ پنجاب کی وہ جماعتیں جن کی زراعت کلیتاً کنوؤں پر منحصر ہوتی مفقود ہو گئی ہیں۔ بتدریج حصص خانگی جائداد سمجھے جانے لگے۔

۳۱۷

خاص یا خانگی جائداد

[۱]۔ دیکھو قصۂ علاحدگی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ (Genesis xiii)

صرف وہ اشخاص جماعت سمجھے جانے لگے جنھیں گاؤں کی بنجر زمین میں مشترکہ حق حاصل ہوتا تھا اور جو سرکاری مطالبات کے مشترکاً ذمہ دار ہوتے تھے۔ بھائی چارۂ دیہ یہی ہے۔ اگر گاؤں سے مطالبہ کرنے کے بجائے ہر شخص سے دھارا وصول کیا جائے تو ارکان کی حیثیت وہی ہوگی جو جنوبی ہند کے میراث داروں کی ہوتی ہے۔

خاندان اور اس کی ترقی ۳۵ اس کل زمانے میں مسلسل طور پر اور ایک ہی قسم کی تبدیلیاں خاندانی نظام میں ہوتی رہی ہوں گی۔ جن اسباب سے قبائل میں پھوٹ ہوئی وہی چیزیں خاندان کی پھوٹ کا بھی باعث ہوں گی جس طرح ملکیت مشترک کے احساس سے قبیلے نے کل ضلع کو اپنی مشترکہ جائداد تصور کیا تھا اسی طرح خاندان نے یہ محسوس کیا کہ جو کچھ اس سے منسوب کر دیا گیا ہے وہ اسی کا ہے۔ انفرادی جائداد کے خیالات کو فروغ ہونے سے گاؤں ٹوٹتے گئے اور اس کے حصے ہوتے گئے۔ مماثل قسم کے خیالات نے خاندان کو بذریعۂ تقسیم توڑ دیا۔ مگر چونکہ اتحاد خاندان کے وجوہ بہ نسبت اتحاد دیہ کے قوی تر ہوتے ہیں اس لیے اتحاد خاندان مضبوط تر اور دیرپا ہوگا۔ اور واقعہ بھی یہی ہے۔

قدیم ہندو مصنفین ۳۶ قانون جائداد کی ابتدائی منازل کے متعلق قدیم ہندو مصنفین سے ہمیں بہت کم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جس حد تک کہ جائداد میں صرف اراضی شامل تھی انھوں نے ایک ایسے نظام کو نافذ پایا جو غالباً ان کے اجداد کے ملک میں داخل ہونے سے بہت قبل موجود تھا۔ اور اس کا بہت ہی کم ذکر کرتے ہیں۔ البتہ وہ صرف ان امور کا ذکر کرتے ہیں جن کے متعلق انھوں نے بدعتوں کا مشاہدہ کیا۔ یا یہ دیکھا کہ اختراع کی کوشش کی جا رہی تھی۔ جو عبارتیں میری نظر سے گذری ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی دیہی شراکت کی جانب اشارہ نہیں کیا گیا ہے۔ منو اس میں شک نہیں کہ مشترکہ چراگاہوں کا ذکر کرتا ہے اور یہ بتلاتا ہے کہ گاؤں میں سرحدی نزاعات کا کس طرح تصفیہ کیا جانا چاہیے۔ لیکن بادی النظر میں وہ اس زمانے کا ذکر معلوم ہوتا ہے جب کہ جائداد پر انفرادی تصرف شروع ہو چکا تھا[1]۔

۳۱۸

---

[1] منو باب نقرہ ۲۳۷ و ۲۶۵ جالی صاحب۔ لکچر صفحہ ۸۸۔

خاندانی حقوق کے حدود

لیکن اتنا ضرور ہے کہ ہمیں چند چیدہ چیدہ ایسے احکام دکھائی دیتے ہیں جن سے دیہی نظام کے سلسلے کا وجود ظاہر ہوتا ہے۔ ان احکام میں چنانچہ یہ بتلایا گیا ہے کہ خاندان کو اپنی جائداد میں غیر محدود حقوق حاصل نہیں ہوتے بلکہ ان لوگوں کے حقوق کی وجہ سے جو خاندان میں شامل نہیں ہیں۔ وہ محدود ہیں مثلاً جب وہ جائداد جو خاندان کے قبضے میں ہو خود قبیلے کے استعمال کے لیے تقسیم کرلی جائے تو یہ ظاہر ہے کہ ایسی جائداد کل جماعت کے مشورے کے بغیر کسی غیر کو نہیں دی جاسکتی۔ مٹاکشرا میں ذیل کے دو احکام کا ذکر کیا گیا ہے۔ غالباً ان کا صحیح مفہوم وہی ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ "چھ اقسام سے جائداد منتقل ہوتی ہے۔ اہل قریہ رشتہ داروں ہمسایوں اور ورثا کی رضامندی سے اور زر و سیم دینے سے۔"

"جائداد غیر منقولہ کے متعلق بیع کی اجازت نہیں ہے۔ ان اشخاص کی رضامندی سے جو اس میں حق رکھتے ہوں اسے رہن کیا جاسکتا ہے"۔[1] مٹاکشرا باب فصل ا ۳ میں ورہسپتی کے ایک حکم کا ذکر کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے۔ "علیحدہ شدہ رشتہ داراں مثل ان کے جو علیحدہ نہ ہوئے ہوں۔ غیر منقولہ جائداد میں بالکل ساوی ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی اس کا نہ تو ہبہ کرسکتا ہے نہ بیع نہ رہن۔" یہ ظاہر ہے کہ تقسیم سے خاندان میں کوئی حقوق باقی نہیں رہتے۔ لیکن ان حقوق پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جو منقسم ارکان کو وارثان عودی کی حیثیت سے حاصل ہو۔ حق عود میں وہ (تقسیم شدہ ارکان) دیگر حصہ داران وغیرہ کے شریک ہوتے ہیں۔ بنا برآں ان کو افعال میں رکاوٹیں پیدا کرنے کا حق حاصل رہے گا۔ جن سے حق عود متاثر ہوتا ہو۔ چنانچہ پنجاب میں اب بھی قانون ہے۔[2] یوشنس (Ucanas) یہ کہتا ہے کہ "زمین رشتہ داروں میں

[1] - مٹاکشرا باب فصل ا فقرہ - ۳۱ و ۳۲ - و نیز دیکھئے ویوادچنتامنی صفحہ ۳۰۹ - وجینشورا نے ان احکام کی وضاحت کی ہے جس کی وجہ سے ان کی مطابقت اس قانون سے ہوتی ہے جس سے وہ واقف تھا لیکن ظن غالب یہ ہے کہ کسی زمانے میں وہ اس قانون کے بالکل مطابق تھے جو اس کے زمانے میں باقی نہ تھا۔ دیکھئے میئر (Mayr) صفحہ ۴۲ صفحہ ۳۰ -

[2] - رواجات پنجاب صفحہ ۷۳ -

اگرچہ وہ ہزاروں درجے کے ہوں" ناقابل تقسیم ہے[۵]۔ شائد اس حکم کی بھی وہی وجہ ہو جو اوپر بیان کی گئی ہے۔

حق شفعہ

ف ۲۳۷ ذیلی حصہ اراضی قابل بیع تو قرار دیے گئے لیکن ارکان جماعت کو حق شفعہ بھی دیا گیا تاکہ زمین اسی جماعت میں رہے۔ اس حق نے شریک حصہ داران کے حقوق میں مزید اضافہ کیا۔ یہ حق اب بھی پنجاب میں باقی ہے اور قانون نے بھی تسلیم کیا ہے[۲]۔ بالکل اسی قسم کے ایک حق کے متعلق تھیسا ولم میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شمالی لنکا کے تامل باشندوں میں بھی رائج ہے[۳]۔

ف ۲۳۸ مذکور الصدر پیچیدہ اور مشتبہ اشاروں کو چھوڑ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سنسکرت مصنفین خاندان کی تاریخ اس وقت سے لیتے ہیں جب کہ وہ ایسے ابکائی ہو چکا تھا جو بالکل مختارانہ حیثیت میں آ چکا تھا اور خارجی حقوق کی پابندیوں سے اسے آزادی حاصل ہو چکی تھی۔ خود ارکان کے باہمی حقوق کے متعلق ان کے بیانات بہت ہی کم زور ہیں۔ غیر منقسم خاندان کی حیثیت سے بظاہر ہر شخص خوب واقف تھا اس لیے اس پر بحث کرنا غیر ضروری تھا۔ انھوں نے صرف ان نئے حالات پر غور کیا ہے۔ اور ان کا ذکر بھی کیا جن کی وجہ سے خود خاندان میں پھوٹ ہونا لازم تھی۔ یعنے اکتساب ذاتی تقسیم اور انتقال۔

جائداد مکسوبہ کی ابتدا۔

ف ۲۳۹ ہندوستان میں ابتداً جائداد مکسوبہ کوئی چیز نہ تھی[۴]۔ چنانچہ جب خاندان خالصاً آبائی قسم کا تھا تو کل جائداد باپ کی ملک ہوتی تھی۔ اور اگر ارکان خاندان کوئی چیز حاصل بھی کرتے تھے تو وہ باپ ہی کے لیے ہوتی تھی اور مشترکہ سرمایے میں شامل ہو جاتی تھی[۵]۔ جب خاندان مشترک پیدا ہوا تو

---

[۱] ۔ متاکشرا باب ۱ فصل ۴ فقرہ ۲۶ دیکھئے مئیر صفحہ ۳۱۔

[۲] ۔ رواجات پنجاب صفحہ ۱۸۶ قانون نمبر ۱۲ ۱۸۷۸ء دفعہ ۲۔

[۳] ۔ تھیسا ولم باب ۲ فقرہ ۱ و ۲ یہ کہا گیا ہے کہ وہاں حق شفعہ بائع کے "ورثا یا شرکا اور ایسے ہمسایہ جن کی اراضی اس کی زمین سے ملحق ہو اور جو رہن کی صورت میں وہی ہوں گے" حاصل ہوتا ہے۔

[۴] ۔ مئیر صفحہ ۲۸۔

[۵] ۔ منو باب ۸ فقرہ ۴۱۶ (فقرہ ۲۳۰)۔

۳۲۰

ذاتی طور پر کسی چیز کا حاصل کرنا بھی ممکن ہوتا گیا لیکن یہ چیز بتدریج پیدا ہوئی۔ جب کل خاندان ایک ہی گھر میں رہتا تھا اور ان سب کی پرورش مشترک زمین سے ہوتی تھی تو منفرداً کسی چیز کے حاصل کرنے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ سب کی محنت کا ثمرہ مشترک سرمایے میں داخل ہوتا تھا۔ اور اگر کسی کو بطور خاص کپڑے بنانے یا زراعت کے آلات بنانے کا شغف ہوتا تھا تو وہ اپنی صنعت و ہنر کو سب کے فائدے کے لیے کام میں لاتا تھا۔ اس کام کے لیے اسے اور طرح سے خوش کیا جاتا تھا۔ اس کے بال بچوں کے لیے بہتر سامان مہیا کیا جاتا تھا کہ ان کو زیادہ آرام حاصل ہو لیکن تمدن و تجارت کی ترقی کے ساتھ صنعت و حرفت کے نئے طریقے معلوم کیے گئے اور یہ طریقے مشترکہ جائداد کے لیے نامناسب تھے۔ چونکہ زمین کی کاشت اور معمولی امور خانہ داری میں خاندان صرف اپنے ارکان سے مدد لے سکتا تھا اس لیے کسی خاص صنعت میں کوشش کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا بجز اس کے کہ خاص معاوضہ نہ دیا جائے۔ افراد خاندان کے اس حق کو تسلیم کیا گیا کہ اگر وہ چاہیں تو خاندانی جائداد کے حقوق سے دست بردار ہو کر خود اپنے مفاد کے لیے کوئی خاص پیشہ اختیار کر سکتے ہیں۔[ل] لیکن اس خاص ہنرمند رکن کو خاندان میں رکھنے سے سب کو فائدہ بھی ہو سکتا تھا بشرطیکہ اس کو اجازت دی جاتی کہ اپنی خاص محنت کی کمائی سے وہ خود ہی مستفید ہو۔ برخلاف اس کے اگر وہ باوجود خاندان کے پیسے سے پرورش پانے کے اپنی محنت سے خاندان کو کسی قسم سے مستفید نہ کرے۔ یا اگر وہ خاندان کی جائداد کا ایک معتدبہ حصہ ایسی چیز کے پیدا کرنے کے لیے استعمال کرے جس کے متعلق اس کا یہ ادعا ہو کہ وہ بلا شمول غیرے اسکی ہے تو خاندان کو لازماً نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔ جائداد مکسوبۂ ذاتی کا نظریہ اسی خواہش کی بنا پر پیدا ہوا کہ ان دونوں متضاد حقوق میں تطابق ہو جائے۔

اس کی ابتدائی انتقال

ف[۲۳۱] ابتداءً صرف اس جائداد کو مکسوبۂ ذاتی سمجھا جاتا تھا۔ جو علم کے ذریعے یا بہادری کے ذریعے حاصل کی جاتی تھی۔ جائداد کے دو اقسام برہمن اور چھتری سے منسوب تھے۔ زوجہ کے ساتھ آئی ہوئی دولت۔ قرابت داروں یا دوستوں کے عطیے۔ اور وہ موروثی جائداد جو خاندان سے نکل چکی ہو

ل۔ منو باب ۹ فقرہ ۲۰۶۔ یاگنو لکیا باب ۲ فقرہ ۱۱۶۔ مئیر (Mayr) صفحہ ۲۹ صفحہ ۴۳۔

اور جسے واحد رکن نے اپنی محنت سے واپس حاصل کیا ہو اسی فہرست میں شامل ہو گئی تھی۔ اور منو نے یہ عام قاعدہ بنا دیا کہ "جب ایک بھائی نے موروثی جائداد کی مدد کے بغیر اپنی محنت اور ہنر سے کوئی چیز حاصل کی ہو تو وہ اس چیز سے بغیر اس کی رضامندی کے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس نے خود اپنی محنت سے حاصل کی تھی" لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اول اول مکسوبات ذاتی اچھی نظر سے نہیں دیکھے گئے۔ اور یہ کہ منو کا قاعدہ زیادہ تر حاصل کنندہ کے خلاف استعمال کیا گیا نہ کہ اس کے لیے۔ ۳۲۱

مکسوبۂ ذاتی کی مخالفت

کتیاین اور برہسپتی ان علمی منافعوں کو مکسوبہ جائداد تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں جو خاندان کے صرفے سے تعلیم دینے کی وجہ سے حاصل کیے گئے ہوں[۱]۔ علیٰ ہذا ویاس (Vyas) بھی ان منافعوں کے متعلق جو بہادری اور شجاعت سے حاصل کیے گئے ہوں۔ ایک قید عائد کرتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ اگر سواری ہتیار وغیرہ مشترکہ جائداد سے دلائے گئے ہوں اور کوئی شخص ان سے مسلح ہو کر لڑے اور کوئی چیز حاصل کرے تو حاصل کرنے والا صرف دوہرے حصے کا مستحق ہوگا[۲]۔ یہ امر بھی مشتبہ معلوم ہوتا ہے کہ آیا حاصل کنندۂ جائداد ابتداءً ان کل چیزوں پر صرف خود ہی قابض رہنے کا مجاز تھا۔ وشست کہتا ہے:- "اگر کسی ایک بھائی نے خود اپنی کوشش سے کوئی چیز حاصل کی ہو تو اس کو دو حصے پانے کا حق ہے۔" ڈاکٹر میئر کے خیال کے مطابق اس قول سے اس زمانے کا پتا چلتا ہے جب کہ حاصل کنندہ کو تقسیم کے وقت صرف یہ حق حاصل رہتا تھا کہ اپنی خاص صنعت و محنت کے ثمرے سے ایک زائد حصہ پائے[۳]۔ اگر یہی توضیح صحیح ہو تو ویاس کے اس حکم سے جس کا اقتباس

---

[۱] منو باب ۹ فقرہ ۲۰۶ و ۲۰۹۔ گوتم باب ۲۸ فقرہ ۳۷۔ ۳۸ نارد باب ۱۳ فقرہ ۶۔ فقرہ ۱۰۰ ویاس ۳ ڈائجسٹ صفحہ ۳۳۳۔

[۲] ۳ ڈائجسٹ صفحہ ۳۳۳ صفحہ ۳۴۰۔

[۳] ۳ ڈائجسٹ صفحہ ۱۷ میوکھ باب ۴ فقرہ ۱۲۔

[۴] وشست باب ۱۷ فقرہ ۵۱ میئر صفحہ ۲۹ صفحہ ۳۰۔ در رواج کے ترجمے میں ڈاکٹر برنل نے یوں ترجمہ کیا ہے۔ "اگر ان میں کسی نے اپنی محنت سے کوئی جائداد حاصل کی ہو تو وہ دو حصے لے سکتا ہے" جمتیو دھان نے بھی دیا بھاگ میں اس کی یہی تعبیر کی ہے۔ باب ۲ فقرہ ۱۔ (فقرہ ۲۸۹) آگے۔

اوپر کیا گیا ترقی کی مزید منزل ثابت ہوتی ہے۔ حاصل کنندہ کے حقوق کو وہ صرف ان صورتوں تک محدود کرتا ہے جب کہ خاندان کے سرمایے سے امداد حاصل کی گئی ہو اگرچہ وہ مدد نام کی ہو۔ مثلاً جب کہ ایک سپاہی نے خاندانی تلوار یا سواری استعمال کر کے جنگ کی ہو اور غنیمت حاصل کرے۔

زمانۂ مابعد میں اس قسم کے کل قیود غائب ہو چکے تھے۔ وشست کے حکم کا اصلی اور ابتدائی مفہوم باقی نہیں رہا۔ اور اس کی یہ تاویل کی گئی ہے کہ اس سے منو کے بیان کردہ قاعدے کی مزید وضاحت ہوتی ہے نہ کہ اس کو اور بھی محدود کیا گیا ہے۔ اور اس سے یہ قیاس قائم ہوتا ہے کہ وہ رکن خاندان جس نے موروثی جائداد استعمال کر کے خاص منافع حاصل کیے ہوں بطور انعام دہرا حصہ پانے کا مجاز ہے[1] ظاہر ہے کہ یہ چیز قدیم قانون کے اصلی مفہوم اور الفاظ دونوں کے خلاف ہے۔ تاہم بنگال میں موجودہ قاعدہ یہی ہے جیسا کہ ہم فقرۂ ۲۸۰ میں آیندہ دیکھیں گے۔

خود کی حاصل کی ہوئی جائداد پر حقوق

۳۲۲

ف ۲۴۱ یہ چیز کہیں بھی ظاہر نہیں ہوتی کہ شروع سے حاصل کنندۂ جائداد کو اپنی حاصل کردہ اشیا میں قطعی حق ملکیت حاصل تھا۔ یعنے یہ کہ وہ اپنے حسبِ نشا ان اشیا کو منتقل کر سکتا تھا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ابتداءً خاص طور پر حاصل کی ہوئی اشیا اس کو تقسیم کے وقت خاص حصے کی شکل میں دی جاتی تھیں[2] خاندان کی تقسیم نہ ہونے تک حاصل کنندہ اس کا مجاز ہوتا تھا کہ ان چیزوں سے دوسروں کو مستفید نہ ہونے دے۔ اگر وہ قبل تقسیم مرجاتا تو غالباً وہ چیزیں مشترکہ سرمایے میں داخل ہو جاتی تھیں[3] غالباً اس کو صرف اس کے منتقل کرنے کی اجازت تھی۔ لیکن وہ بھی اس وقت جب کہ اس کا حق استعمال انتقال کا مقتضی ہو۔ اس حق سے اس امتیاز کی توضیح ہوتی ہے جو منقولہ اور غیر منقولہ مکسوبات ذاتی میں پیدا کیا گیا ہے کل شارحین نے

---

[1] مثاکشرا باب ا فصل ۴ فقرہ ۔ ۲۹ ۔ دایا بھاگ باب ۶ فصل ا فقرہ ۔ ۲۴ و ۲۹ ۔

[2] دشنو باب ۱۸ فقرہ ۔ ا یا گنولکیا باب ۲ فقرہ ۔ ۱۱۸ و ۱۲۰ و نیز وہ احکام جن کا حوالہ اوپر دیا گیا۔

[3] مغربی ساحل کے نبدری برہمنوں میں اس وقت بھی ایسا ہی ہوتا ہے (فقرۂ ۔ ۴۴ ۔ ۱۱ مدراس صفحہ ۱۶۲)۔

اس کو تسلیم کیا ہے کہ خود کے حاصل کی ہوئی منقولہ اشیاء منتقل کی جا سکتی ہیں لیکن متاکشرا میں ایک قول کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ "اگرچہ ایک شخص نے غیر منقولہ یا دوپائے خود حاصل کیے ہوں لیکن ان کا ہبہ یا بیع تمام لڑکوں کو جمع کرنے کے بغیر نہیں ہو سکتا"[1] موجودہ ملیبار قانون کے لحاظ سے تارود کا رکن علٰحدہ طور پر جائداد حاصل کر سکتا ہے اور اپنی زندگی میں ان چیزوں کو اپنی مرضی کے موافق منتقل بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اس کی وفات کے وقت جو چیزیں رہ جائیں اور منتقل نہ ہوئی ہوں وہ خاندان کی جائداد ہو جاتی ہیں[2]۔ تھیساولم کی رو سے خاندان غیر منقسم کا رکن اپنے مکسوبہ چیزوں کو بہ نسبت موروثی جائداد کے زیادہ آزادی سے منتقل کر سکتا ہے اختیارات وسیع تو ہیں لیکن قطعی نہیں۔ (تھیساولم باب ۲ فقرہ ۱)

۳۲۳

[1] متاکشرا باب ۱ فصل ۱ فقرہ ۲۷۔ مسٹر کولبروک نے اس قول کو ویاس سے منسوب کیا ہے۔ دیوا چنتامنی صفحہ ۳۰۹ پر اس کو پرکاش سے منسوب کیا گیا ہے۔ اور جگناتھ نے جلد ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۱۱۰ اس کو یاگنولکیا کا اقتباس کہا ہے۔ اغراض شہادت کے لیے مکسوبہ اور غیر منقولہ جائداد کے منتقل کرتے وقت لڑکوں کی رضامندی حسب رائے درمترودیا ضروری ہے۔ جیسا کہ منقسمہ جائداد کے انتقال میں منقسم ارکان کی رضامندی لی جاتی ہے۔ یہ رضامندی قانوناً ضروری نہیں ہے عدالتوں کے فیصلوں کا بھی یہی رجحان معلوم ہوتا ہے۔ (دیکھئے درمترودیا صفحہ ۸۷ فقرہ ۲۲۔ فقرہ ۴۴۳)۔

[2] کلاتی بنام پلت ۲ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۱۶۲ ویراراگھن بنام ولیارانی ۳ مدراس صفحہ ۱۴۱ رسی رپن نمبسیار بنام کلوکرپ ۴ مدراس صفحہ ۱۵۰۔ کنچا بنام کتی ممی ۱۶ مدراس صفحہ ۲۰۱۔ گوئندن نائر بنام سنکرن نائر ۳۲ مدراس صفحہ ۳۵۱۔ عورت کی مکسوبہ جائداد اس کے قائم مقاموں پر منتقل ہوتی ہے جیسا کہ الیاسنتان قانون میں۔ کرشنن نائر بنام دامودرن نائر ۱۳ مدراس لا ٹائمز صفحہ ۱۶۶ موپلا خاندانوں میں بھی اسی قاعدے کا اطلاق ہوتا ہے۔ الیکا پکرامر بنام کتی کنہدی ۱ مدراس صفحہ ۶۹ جنوبی کنارا کے الیاسنتان قانون کے لحاظ سے ایسی چیزیں حاصل کرنے والے کے ذاتی قائم مقاموں پر منتقل ہوتی ہیں انتا بنام کاویری ۷ مدراس صفحہ ۵۷۵ نمبدریوں کے متعلق وہی قاعدہ ہے وشنو بنام اکما ۴ ۳ مدراس صفحہ ۴۹۶۔

ابتدائے تقسیم کا طریقہ رائج نہ تھا

ف ۲۴۲ خاندانی جائداد کی تقسیم کا طریقہ (جہاں تک کہ وہ جائداد اراضی پر مشتمل ہوتی تھی) اس وقت تک رائج نہیں ہو سکتا تھا جب تک ہر خاندان کی مقبوضہ جائداد اس خاندان کی قطعی جائداد نہ سمجھی گئی ہو یعنی جب اس کو کل جماعت کے ہر قسم کے ادعا سے مبرا نہ سمجھا گیا جائداد کی تقسیم ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ جائداد کا معتد بہ حصہ صرف اراضی پر مشتمل رہنے تک تقسیم کے لیے کوئی قوی سبب ہونا بھی بعید از قیاس ہے اس کے ایک جا رہنے سے ارکان خاندان کے اسباب خورد و نوش زیادہ بہتر طریقے سے فراہم ہو سکتے تھے بہ نسبت اس وقت کے جب کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاتے۔ دیہی اتحاد کے معدوم ہونے کے بعد بھی خاندانی شراکت باقی رہے گی کیونکہ بزرگ خاندان کا اثر ہی ایسا تھا و نیز مشرقی اقوام فطرۃً بہت زیادہ مائل رہتی ہیں۔ اس زمانے میں بھی چنانچہ ملیبار اور کنارا میں تقسیم کا حق موجود نہیں ہے۔ چند صورتوں میں جب کہ خاندان بہت وسیع ہو گیا ہو اور اس کی جائدادیں مختلف اضلاع میں پھیل گئی ہوں مختلف شاخیں پھوٹ کر علحدہ علحدہ تارود بن گئے ہیں اور دوامان کی جائدادیں علحدہ ہو گئی ہیں۔ لیکن یہ صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ سب راضی ہو گئے ہوں۔ نہ تو ایک رکن اور نہ کل ارکان الا ایک کے کسی ایسے کو تقسیم پر مجبور کر سکتے ہیں جو تقسیم نہ چاہتا ہو[۱]۔ قبل ازیں فقرہ ۲۳۶ میں یوسنس (Ucanas) کے اس شلوک کا ذکر کیا جا چکا ہے جس میں ممانعت کی گئی ہے کہ رشتہ داروں میں زمین کی تقسیم نہ ہو۔ اس شلوک سے اس زمانے کی شہادت ملتی ہے جب کہ ہندو خاندان مشترک اسی طرح تقسیم کے قابل تھا جس طرح کہ ملیبار کا تارود[۲]۔

---

[۱] ۵۔ منداچی بنام تماجو ۱ مدراس عالیہ عدالت صفحہ ۳۰۰۔ تمپا بنام مہالنگا جلد ۴ ایضاً صفحہ ۲۸۰۔ نمبدری برہمنوں پر بھی اسی قاعدے کا اطلاق ہوتا ہے اگرچہ وہ نہایت ہی قدیم ہندو قانون کے تابع ہیں ۱۱ مدراس صفحہ ۱۶۲ اور ملیبار کے تیانوں پر بھی جو مکا تیم قانون کے پیرو ہیں رامن مینن بنام چھٹونی ۱۷ مدراس صفحہ ۱۸۴۔ پالگھٹ کے الوداونوں میں تقسیم رائج ہے۔ یہ لوگ ابتدائے تیان تھے لیکن بعد میں اس جماعت سے علحدہ ہو گئے دلو بنام چھامو ۲۲ مدراس صفحہ ۲۹۷۔

[۲] ۵۔ مئیر صفحہ ۱۳۱ صفحہ ۳۴۔

تقسیم کا آغاز

ف ۲۴۳ مکسوبات ذاتی کا رواج عام ہوتے ہی و نیز ان کے محفوظ ہوتے ہی تقسیم کی خواہش لازماً شروع ہو جائے گی۔ وہ شخص جو یہ محسوس کرے کہ بہ نسبت دوسرے ارکان خاندان کے وہ زیادہ تعجیل سے دولت حاصل کر رہا ہے فطرۃً اس کا متمنی ہو گا کہ اس کی محنت پر دوسروں کے دعاوی باقی نہ رہیں و نیز یہ بھی چاہے گا کہ اس کی کل دولت اسی کے اخلاف پر منتقل ہو جائے۔ اس زمانے میں بھی منجملہ دیگر وجوہ کے یہ بھی ایک وجہ ہے جو تقسیم کا باعث ہوتی ہے لیکن خاندانی احساس تقسیم کے خلاف اس قدر قوی ہے[۱] کہ اس رواج کو اپنی بقا کے لیے سخت زحمت گوارا کرنی پڑتی اگر اس کی تائید قوی ترین بیرونی اثرات سے نہ ہوئی ہوتی یعنے اگر برہمنوں کا اثر کام نہ کیا ہوتا۔ اس کو اس سے ضرور تائید ہوئی۔ خاندان کے مشترک رہنے تک اس کے کل مذہبی رسوم بزرگ خاندان انجام دیا کرتا تھا۔ لیکن اس کے پھوٹتے ہی رسوم میں بھی ازدیاد ہوا۔ یعنے جتنے حصوں میں خاندان منقسم ہوا اتنے ہی رسوم لازمی ہو گئے۔ اور اسی سبب سے برہمنوں کے وظائف اور خدمات میں بھی اسی تناسب سے اضافہ ہوتا گیا۔ سنسکرت مصنفین بالکل راست بازی سے تقسیم کا مشورہ دیتے ہیں چنانچہ منو کہتا ہے[۲] "وہ انھیں یا تو ملکر رہنے دو۔ یا اگر وہ رسوم مذہبی کے خواہشمند ہوں تو انھیں علحدہ رہنے دو۔ چونکہ مختلف گھروں میں مذہبی رسوم میں اضافہ ہو جاتا ہے اس لیے ان کی علحدگی جائز ہے"۔ اس پر کلوک یہ اضافہ کرتے ہیں کہ "اور وہ مستحسن بھی ہے"۔ اور علیٰ ہذا گوتم کہتا ہے[۳] "اگر تقسیم ہو تو روحانی فوائد میں اضافہ ہوتا ہے"۔

حاشیہ: مذہبی عقائد سے اس کی تقویت ہوئی۔

اس کی ترقی

ف ۲۴۴ حق تقسیم نے موجودہ شکل میں آنے کے لیے نہایت ہی آہستہ آہستہ

---

[۱] ۔ مجھے اس کا یقین دلایا گیا ہے کہ بنگال میں بھی کوئی تقسیم نہیں کرا سکتا بجز اس کے کہ محبت سے سب راضی ہوں اگر چہ وہاں خاندانی اتحاد بہت ہی کم زور ہے۔ مدراس میں میں نے ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ خاندانی جھگڑا نالش تقسیم کا یا تو علت ہوتا ہے یا معلول۔

[۲] ۔ باب ۹ فقرہ ۱۱۱۔

[۳] ۔ باب ۲۸ فقرہ ۴۔

قدم بڑھائے۔ یہ ممکن ہے کہ شروع میں جو رکن خود اپنی اغراض کے لیے خاندان سے علیحدہ ہونا چاہتا ہوگا صرف ایک برائے نام حصہ لے کر چلا جاتا ہوگا یا اس کو ایسی رقم دی جاتی ہوگی جو دوسرے ارکان دینا چاہتے ہوں گے[۵۱] یہی بات زیادہ اغلب ہے کیونکہ خاندان یکجدی رہنے تک لڑکا اپنے باپ کو اس پر مجبور نہیں کرسکتا تھا کہ اس کو حصہ دیا جائے۔ یا یہ کہ اس حصے سے زیادہ دیا جائے جو وہ دینا چاہتا تھا۔ یہ نظریہ کہ جائداد پیدائش سے حاصل ہوتی ہے (اس معنی میں کہ ہر لڑکا باپ کا برابری کا حصہ دار ہوتا ہے) اس وقت رائج نہ تھا۔ لڑکا محض بطور ضمیمے کے اپنے باپ سے ملحق ہوتا تھا اور اس کو اپنے باپ کے مقابلے میں جائداد کے حقوق حاصل نہیں ہوتے تھے[۵۲]

اس زمانے میں گویا خاندان کی وہی حالت تھی جو اب ملیبار تاروڈ کی ہے۔ ملیبار میں جائداد بزرگ خاندان کی ہوتی ہے۔ محض کارندے یا اصلی شریک کی حیثیت سے نہیں بلکہ تقریباً قطعی حاکم کی حیثیت سے۔ دوسرے ارکان کا صرف یہ حق ہوتا تھا کہ خاندانی گھر میں وہ پرورش پائیں اور یہ بھی اس وقت تک جب تک کہ خاندان ان کو رکھنے کے قابل ہو۔ اخراجات کے موازنے کا تعین اور مختلف ارکان میں اس کی تقسیم کلیتہً کارناون (Karnaven) کے صوابدید پر منحصر ہے۔ کوئی رکن حساب و کتاب کا دعویٰ نہیں کرسکتا اور نہ اپنے لیے کسی خاص حصۂ آمدنی کا ادعا کرسکتا ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں تقسیم کا مطالبہ کبھی بھی نہیں کیا جاسکتا ہے[۵۳]

ملیبار تاروڈ [illegible]

باپ کی رضامندی و مرضی کا تابع تھا

۳۲۵

۵۱ - فقرہ - ۲۳۹ پدیا ۱۱ مدراس صفحہ ۴۰۶ -

۵۲ - منو باب ۸ فقرہ - ۴۱۶ (فقرہ - ۲۳۰) -

۵۳ - کنی کاراتو بنام ارنگادین ۲ مدراس عالیہ عدالت صفحہ ۱۲ - سوبیکادی بنام شنگو ۴ ایضاً ۱۹۶ فقرہ - ۲۴۲ نوٹ ([illegible]) درناکوٹ ۳ مدراس صفحہ ۲۲۸ علیحدہ طور پر نفقہ پانے کے متعلق دیکھیے پیرو نائر بنام ایاپن ایضاً صفحہ ۲۰۲ - نرائنی بنام گوندا ۷ مدراس صفحہ ۳۵۲ - مرادیوی بنام پیسیکا ۳۲ مدراس صفحہ ۲۰۳ - منتھو بنام گوپالن ۲۳ مدراس لاجرنل صفحہ ۴۹۶ - بدانتظامی کے سبب کارناون کو ہٹانے کے متعلق دیکھیے پونم بلاتھ کنامور بنام پونم بلاتھ کشتیا ۳ مدراس صفحہ ۱۶۹ ان)

اس کا یقین ہے کہ دھرم شاستر کے ابتدائی زمانے میں لڑکا اپنے باپ کو تقسیم پر مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ منو صرف یہ کہتا ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد تقسیم ہو سکتی ہے اور یہ کہتا ہے کہ بھائیوں کو والدین کے حین حیات جائداد پر کسی قسم کے اختیارات نہیں ہوتے۔ کلوک بھٹ یہ اضافہ کرتا ہے کہ "بجز اس کے کہ باپ تقسیم کرنا چاہے"[۱]۔ اس میں شک نہیں کہ یہ اضافہ اس لیے کیا گیا تھا کہ خود منو (حقیقی یا اساطیری) نے اپنی جائداد لڑکوں میں تقسیم کی تھی۔ وید نے بھی منو کے اس فعل کا ادعا کیا ہے۔ اور اس واقعے کو ہندو حکمانے ایسی تقسیم کے لیے بطور سند پیش کیا ہے[۲]۔ بودھاین گوتم اور دیولا نے موروثی جائداد کی تقسیم کے لئے باپ کی رضامندی کو لازمی بتلایا ہے[۳]۔ شنکھ (Sancha) ولکھت (Lichita) نے باپ کی رضامندی کو اس وقت بھی ضروری قرار دیا ہے جب کہ لڑکے خود اپنی کمائی ہوئی جائداد کی تقسیم کی متمنی ہوں۔ اٹھارھویں صدی کے تامل لوگوں کا یہ رواج کہ باپ کے حین حیات اس کی رضامندی کے بغیر تقسیم نہیں ہو سکتی تھی بالکل صاف طور پر ثابت ہے۔

۳۲۶

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ صورتوں کے متعلق جب کہ تارو ڈ کے متعدد توازی (Tavazhis) یعنی ذیلی تقسیم ہو گئی ہو۔ دیکھئے چل لائل کنڈ و تھا بنام چیٹو ۴ مدراس صفحہ ۱۶۹ اممال بنام پچھی ۷ مدراس صفحہ ۲۰۴۔ دیکھئے تھایا بنام شنگنی ۵ مدراس صفحہ ۱۷۱۔ اگر ایک رکن کی علحدہ جائداد ہو تو اس سے حق نفقہ پر اثر پڑتا ہے۔

[۱] - منو باب ۹ فقرہ ۱۰۴ - و نیز دیکھئے وشست باب ۱۷ فقرہ ۲۳ تا ۲۹۔ مٹاکشرا میں (باب ۱ فصل ۲ فقرہ ۱۱) منو کا ایک شلوک (باب ۹ فقرہ ۲۰۹) بیان کیا گیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لڑکے اس موروثی جائداد کی تقسیم کا مطالبہ کر سکتے ہیں جس پر باپ قابض ہو۔ سر ولیم جونس کا ترجمہ غلط ہے دیکھو جلد ۲ و لیٹ اور بھلر باب ۲۴ طبع اول خود شلوک مکسوبات ذاتی سے متعلق ہے نہ کہ تقسیم سے۔ شراکت کے جاری رہنے کے متعلق ہے نہ کہ اس کے ختم کر دیے جانے کے لیے اور اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کونسی جائداد مشترکہ سرمائے میں شامل ہوتی ہے اور کونسی نہیں ہوتی۔

[۲] - ایستمبا باب ۲ فقرہ ۱۱۔ بودھاین باب ۲ فقرہ ۱۔

[۳] - بودھاین باب ۲ فصل ۲ فقرہ ۴۔ گوتم باب ۲۸ صفحہ ۲ دیولا ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۵۲۲۔

[۴] - ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۵۲۲ صفحہ ۵۳۳۔

[۵] - سورگ ہندو لا صفحہ ۱۷۳، بوچے کا اقتباس میانول مدراس اڈمنسٹریشن جلد ۱ صفحہ ۷ میں کیا گیا ہے۔

اس کے بعد باپ کی رضامندی کے بغیر بھی تقسیم کی اجازت دی جانی شروع ہوئی۔ جب کہ وہ ضعیف ہو گیا ہوتا۔ یا مسلوب الحواس مریض ہو یہ الفاظ دیگر اگر وہ پدری اختیارات کے استعمال کرنے کے قابل نہ رہتا تھا تو اس کی مرضی کے بغیر بھی تقسیم ہو سکتی تھی[1]۔ آخری زینہ وہ تھا جب کہ یہ مان لیا گیا کہ باپ اور بیٹا دونوں موروثی جائداد کے برابر کے مالک ہیں۔ یعنے جب یکجدی خاندان نے خاندان مشترک کی شکل اختیار کر لی[2] اس کے بعد یہ قاعدہ رائج ہوا کہ لڑکے موروثی جائداد کی تقسیم کا مطالبہ کر سکتے ہیں لیکن بکسویہ کا نہیں کر سکتے[3] اس وقت سے خاندان مشترک ایسی جماعت متحدہ نہ رہا جس میں دوامًا قائم مقامی چل سکتی تھی بلکہ محض شراکت ہو گیا۔ جو اپنی مرضی سے ختم کی جا سکتی تھی۔

بیٹے کے حق کی ترقی

۲۴۵ ۔ مذکورہ بالا ترتیب حقوق نہایت اچھی طرح سمجھ میں آتی ہے۔ ماں کی حد تک جو حدود وہ ابتداءً تقسیم پر عائد تھے ان کی وضاحت نہایت دشوار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتداءً بھائیوں کا حق تقسیم جائداد نہ صرف باپ کے مرنے کے بعد تک التوا میں رہتا تھا بلکہ ماں کی وفات تک بھی[4]۔ گوتم نارد اور برسپتی حین حیات تقسیم کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن اس کو لازم قرار دیتے ہیں کہ ماں کو مزید اولاد پیدا ہونے کی امید باقی نہ رہے۔ یا یہ کہ باپ نے مجامعت چھوڑ دی ہو[5] یہ آخری قید (جو بہ لحاظ وقت بعد کی ہے) کا مقصد یہ تھا کہ بعد کے پیدا شدہ بچوں کے حقوق کی حفاظت کی جائے[6]۔ اس قاعدے کا

ماں کی وجہ تقسیم کا ...

۱۔ سنکھ یا ہر تھا جس کا ذکر مٹاکشرا باب فصل ۲ فقرہ ۷ میں کیا گیا ہے۔
۲۔ دیکھئے فقرہ ۲۳۱ و فقرہ ۲۵۳۔
۳۔ ویاس ۳ ڈائجسٹ صفحہ ۳۵ دشنو باب فقرہ ۱ فقرہ ۲۔
۴۔ منو باب ۹ فقرہ ۱۰۴ اشنکھ لکھت ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۵۴۳ یا گنولکیا باب ۲ فقرہ ۱۱۷۔ مٹاکشرا باب ۱ فصل ۳ فقرہ ۲۱۱۔ دیا بھاگ باب ۳ فقرہ ۱۔
۵۔ گوتم باب ۲۸ فقرہ ۲۔ نارد باب ۱۳ فقرہ ۳۔ ۳ ڈائجسٹ صفحہ ۸۴۔
۶۔ دیا بھاگ باب ۱ فقرہ ۴۸ سرسوتی ولاس (صفحہ ۱۲ صفحہ ۶۱) میں اس کو باپ کے مفید تصور کیا گیا ہے تاکہ وہ جبریہ تقسیم سے بچا رہے جب تک کہ وہ دوبارہ شادی کا خیال ترک نہ کر دے۔

عملی نتیجہ یہ ہوگا کہ آیندہ اولاد کے ہونے کا امکان معدوم ہونے تک تقسیم نہ ہو سکے لیکن جب باپ مرچکا ہو تو اس امتناع کو وسعت دے کر ماں کے مرنے تک تقسیم کو ملتوی رکھنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ امتناع اس وقت ضروری تھا جب کہ بیوہ کسی قرابت دار سے بچہ پیدا کرانے کی مجاز تھی۔ لیکن مجھ کو اس سے اس زمانے کی شہادت ملتی ہے جب کہ بیوہ کو حین حیاتی حق جائداد حاصل ہوتا تھا۔ اگرچہ شوہر کی اولاد نرینہ ہوتی تھی یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ چونکہ بیوہ کا حق وراثت اس پر مبنی ہوتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی باقی ماندہ نصف ہوتی ہے اس لیے وہ ان کے بعد وارث ہونے کے عوض ان سے پہلے وارث ہوتی ہے[1]۔ تھیسا ولم کے خیال کے مطابق اب فی الحقیقت یہی قاعدہ ہے۔ جب باپ بچے چھوڑ کر فوت ہو تو ماں کل جائداد پاتی ہے اور اپنی لڑکیوں کو جہیز دیتی ہے لیکن لڑکے اس کے زندہ رہنے تک کسی چیز کا مطالبہ نہیں کر سکتے[2]۔ غالباً کسی زمانے میں حالات ایسے ہی تھے۔ چنانچہ اس کے متعلق شنکھ اور لکھت میں اشارۃً یہ چیز ظاہر ہوتی ہے[3]۔ وہ اولاً یہ کہتے ہیں کہ باپ کی رضامندی کے بغیر تقسیم نہ کی جائے اس کے بعد کہتے ہیں:۔ "جن لڑکوں کے والدین زندہ ہوں وہ مختار نہیں ہیں۔ باپ کے مرنے کے بعد بھی مختار نہیں ہوتے جب تک کہ ان کی ماں زندہ ہے"۔ اور علی ہذا نارد بھی لڑکوں کو باوجود کبر سنی کے انھیں دونوں والدین کی زندگی میں غیر مختار قرار دیتا ہے۔ اور باپ نہ ہونے کی صورت میں ماں کو مقتدر قرار دیتا ہے نہ کہ اس کی اولاد اکبر کو[4]۔

قیود متروک ہوگئے　۲۴۶ جب ہم ان شارحین کی طرف آتے ہیں جنھوں نے اس وقت لکھنا شروع کیا جب کہ یہ تمام قیود ختم ہو چکے تھے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ

---

[1] دیکھیے جلد ۳ ڈائجسٹ صفحہ ۷۹۔

[2] تھیسا ولم باب ۱ فقرہ ۹۔

[3] ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۵۳۳۔

[4] نارد باب ۲ فقرہ ۳۸ فقرہ ۴۰ "وہ بالغ اور مختار اس وقت ہوگا جب کہ اس کے والدین فوت ہوگئے ہوں۔ ان کے حین حیات وہ غیر مختار ہوگا اگرچہ وہ بڑا ہوگیا ہو۔ دونوں والدین میں باپ زیادہ مقتدر ہے کیونکہ زمین سے زیادہ تخم قیمتی ہے۔ باپ نہ ہو تو ماں۔ ماں نہ ہو تو بڑا لڑکا۔ یہ لوگ ان کے تابع نہیں ہیں جو ان کے زیر حکومت ہوں۔ وہ قطعاً احکام دینے کے مجاز ہیں اور ہبہ یا بیع کر سکتے ہیں"۔

مذکورالصدر عبارتیں بے معنیٰ ہو گئی تھیں لیکن کوئی ہندو مقنن اس کا قائل نہیں ہے کہ کسی مقدس شلوک اور قانون موجودہ میں نزاع ہو سکتی ہے۔ حسبِ عادت وہ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ ان چیزوں کو ایک دوسرے کے مطابق کریں جو فی الحقیقت تطابق کے قابل نہیں۔ اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے وہ یا تو خواہ مخواہ کی توضیحات کرتے ہیں۔ یا متضاد عبارتوں کو ان کا ایک دوسرے سے تعلق ظاہر کرنے کے بغیر ایک جا ترتیب دیتے ہیں۔

متاکشرا

اس پر بحث کرتے ہوئے کہ تقسیم کب کی جا سکتی ہے۔ متاکشرا میں اکثر شلوکوں کا اقتباس کیا گیا ہے اور ان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ باپ کے حین حیات تقسیم صرف تین صورتوں میں جو حسبِ ذیل ہیں ہو سکتی ہے۔ اول جب کہ وہ خود اس کا متمنی ہو۔ دوسرے جب کہ ماں اور باپ دونوں اولاد پیدا کرانے کے ناقابل ہو گئے ہوں تو اس کی مرضی کے خلاف بھی تقسیم کرائی جا سکتی ہے۔ تیسرے جب کہ باپ برائیوں کا عادی ہو گیا ہو یا ذہنی یا جسمانی امراض میں مبتلا ہو[1] علیٰ ہذا اس عبارت کا اقتباس بھی کیا گیا ہے جس میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ دونوں والدین کے مرنے کے بعد تقسیم کرائی جا سکتی ہے۔ نہ تو اس عبارت کی کوئی توضیح کی گئی ہے اور نہ اعتراض کیا گیا ہے[2] موروثی جائداد کے متعلق باپ اور بیٹے کے حقوق کی نوعیت کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں ان شلوکوں کے متعلق یہ توضیح کی گئی ہے کہ ان کا تعلق باپ کی مکسوبہ جائداد سے ہے اس کے بعد حسبِ ذیل نتیجہ اخذ کیا گیا ہے:- جب ماں مزید لڑکے پیدا کرنے کے قابل ہو اور باپ ہنوز دنیاوی امور میں منہمک ہو اور تقسیم نہ چاہتا ہو تو لڑکے کی مرضی سے دادا کی جائداد تقسیم کی جا سکتی ہے[3]

سمرتی چندریکا

منو باب ۹ فقرہ ۱۰۴۔ اس تقسیم کو والدین کی وفات تک ملتوی رکھا گیا ہے۔ سمرتی چندریکا اس عبارت کی توضیح کرتے ہوئے اس کا یہ مطلب بیان کرتا ہے کہ والدین میں سے ہر ایک کی جائداد

---

[1] متاکشرا باب ۱ فصل ۲ فقرہ ۷۔ ور متر ودیا صرف صورتہائے اول و سوم کو تسلیم کرتا ہے (فقرہ ۹ و فقرہ ۱۰)

[2] متاکشرا باب ۱ فصل ۳ فقرہ ۱-۲۔

[3] متاکشرا باب ۱ فصل ۶ فقرات ۵ و ۷، ۸ و ۱۰ میو کہ باب ۴ ف ۱۳ کا بھی یہی مضمون ہے۔

ان میں سے ہر ایک کی وفات کے بعد تقسیم کرلی جاسکتی ہے[۵] لیکن لڑکوں کے اس حق کے متعلق کہ آیا وہ باپ کے حین حیات تقسیم کرا سکتے ہیں ان پیچیدہ اور طول وطویل مباحث سے یہ نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک باپ اس قابل ہے کہ بچے جنا سکے اور خاندانی امور کے انتظامات کرسکے تو لڑکوں کو ایسا اختیار حاصل نہیں ہوتا کہ انھیں اس کو تقسیم پر مجبور کرنے کا مجاز کرے[۲]۔
جیسا کہ آگے فقرۂ ۔ ۱۷۸ میں دیکھا جائے گا جنوبی ہند میں یہ مسئلہ حال حال تک ہنوز معرض بحث میں تھا۔

مصنفین بنگال

ف ۲۴۹ مصنفین مسلک بنگال کو ان احکام کی تاویل میں بڑی چالاکی سے کام لینا پڑا اور جو تاویل انھوں نے کی وہ اس سے بالکل مختلف ہے ۔ جو مسالک بنارس کے لوگوں کی تھی۔ مسالک بنارس کے مصنفین کو ان احکام کی توضیح کرنی پڑی جن سے حق تقسیم میں تاخیر ہوتی ہے یا جو قیود عائد کرتے ہیں کیونکہ لڑکوں کو وہ ملکیت میں باپ کا شریک سمجھتے ہیں ۔ برخلاف اس کے چونکہ بنگال والوں نے باپ کو قطعی مالک قرار دیا ہے اس لیے انھیں ان احکام کی وضاحت کی ضرورت ہوئی جو تقسیم کا مجاز کرتے ہیں جس طریقے سے انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا اس کا ذکر دیا بھاگ کے باب اول میں موجود ہے ۔ جمیتوو ھان ان تمام احکام کو جو اس کے مدعی ہیں کہ باپ کے حین حیات لڑکے تقسیم پر اصرار نہیں کرسکتے اپنے اس خیال کا مؤید سمجھتا ہے کہ لڑکوں کو پیدائش سے جائداد حاصل نہیں ہوتی بلکہ باپ کی وفات کے بعد۔ لہٰذا موروثی جائداد کی بھی باپ کے حین حیات اس کی رضامندی کے بغیر تقسیم نہیں ہوسکتی ۔ اس کے مرنے سے (فی الواقعی یا قانوناً) لڑکوں کو پہلی مرتبہ حق ملکیت پیدا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو حق تقسیم بھی حاصل ہوتا ہے[۳]۔

ص ۳۲۹

لہ ۔ سمرتی چندریکا باب فقرہ ۔ ۱۲ و ۱۷ ادسوا روپ نے دفعہ ۸ میں اس رائے کو تسلیم کیا ہے۔

۲ ۔ سمرتی چندریکا باب فقرہ ۔ ۱۹ تا ۲۳ ، ۲۸ و ۳۸ ۔

۳ ۔ دیا بھاگ باب ۱ فقرہ ۱۱ و ۱۳ فقرہ ۔ ۳۰ و ۴۲ و ۴۴ ۔ فقرہ ۔ ۵۰ باب ۲ فقرہ ۔ ۸ ۔ رگھو نندن باب ۱ فقرہ ۔ ۵ و ۸ ۱ باب ۲ فقرہ ۔ ۲۶ فقرہ ۔ ۳۴ و ۳۵ پنجاب میں بھی یہی قاعدہ رائج معلوم ہوتا ہے ۔ پنجاب کسٹمری لا جلد ۲ صفحہ ۱۶۸ جلد ۳ صفحہ ۱۲۲ ۔

ماں کے حقوق

ف ۲۴۹ اس شرط کے متعلق کہ بر وقت تقسیم ماں میں بچہ جننے کی قابلیت باقی نہ رہنی چاہیئے اس مسلک کے مصنفین نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس کا تعلق باپ کے اختیارات تقسیم سے ہے۔ یہ کہ باپ جائداد موروثاً کی تقسیم نہیں کر سکتا جب کہ ماں ہنوز اس قابل ہو کہ بچے جن سکے۔ کیونکہ بعد کے پیدا شدہ بچے ذریعۂ معاش سے محروم ہو جائیں گے[1] وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ماں ہنوز زندہ ہو تو باپ کے مرنے کے بعد بھی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ بہ الفاظ دیگر وہ اس ممانعت کی لفظی تعبیر کرتے ہیں۔ اور۔ اسی وجہ سے وہ اس ممانعت کی اس توضیح کو مسترد کرتے ہیں کہ اس امتناع کا تعلق ماں کی ذاتی جائداد سے ہے[2] بعد کے شارحین اس قاعدے کو ہنوز نافذ سمجھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اور نہ وہ بنگال کے اس مقولے کے ذریعے کہ وہ اخلاقاً غلط ہے مگر قانوناً جائز اس ممانعت سے اپنے کو دور رکھتے ہیں۔ عملاً اب تقسیم کے لیے نہ تو ماں کی وفات ہی ضروری ہے اور نہ اس کی رضامندی[3]

نتائج

ف ۲۵۰ اس طویل تاریخ کا نتیجہ یہ ہے کہ اب شریک حصہ داروں کے مابین کسی وقت بھی تقسیم کرانے کا حق حاصل ہے۔ اس حق کو ہر جگہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن مسلک بنگال کے مصنفین اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ لڑکے اپنے باپ کے شریک ہوتے ہیں۔ دوسرے مقامات میں خاندان مشترک کے کل ارکان شرکاء سمجھے جاتے ہیں۔ عام ازیں کہ وہ یکجدی ہوں یا رشتہ داران طرفی۔

۳۳۰

حق انتقال کی ترقی

ف ۲۵۱ اس میں شک نہیں کہ حق انتقال جائداد اور جائداد کی ترقی دونوں ایک ساتھ شروع ہوتے ہیں جیسے جیسے جائداد فرقہ داری حالت سے انفرادی شکل میں ترقی کرتی ہے ویسے ویسے انتقال کا حق بھی بڑھتا جاتا ہے۔ جائداد کی ان قیود سے جن کی پابندی اس پر صحیح معنی میں باقی نہیں رہی تھی قطعی آزادی سے پہلے ایک عہد تغیر (Transitional period) بھی تھا یعنی وہ زمانہ جب کہ

---

[1] ۔ دیا بھاگ باب ۱ فقرہ ۵۰-۴۔

[2] ۔ دیا بھاگ باب ۲ فقرہ۔ اور ادیکھو یف۔ ایم سفحہ ۷، ۳ صفحہ ۷، ۵۔

[3] ۔ ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۸، جلد اڈبلیو میا کناٹن صفحہ ۷، ۵۔

جائداد کے متعلق نئے پہلو پیدا ہو رہے تھے۔ قبل ازیں ہم نے یہ باور کرنے کی وجہ دیکھی ہے کہ ایک وہ وقت بھی تھا جب کہ علیحدہ شدہ رشتہ داروں کے حصص متعلق بہ اراضی بالکلیہ اور قطعی طور پر ان کے اختیار تصرف میں نہ تھے لیکن نارد کے زمانے سے قبل اس قسم کے کل قیود غائب ہو چکے تھے[1]۔ لہذا یہ کھلی بات ہے کہ ابتداءً لڑکے خود کی حاصل کی ہوئی جائداد کو بھی منتقل نہیں کر سکتے تھے اور حال تک اس مسئلے کی یکسوئی نہیں ہوئی تھی کہ آیا متاکشرا قانون کے لحاظ سے باپ کو خود کے حاصل کی ہوئی اراضی پر قطعی اختیار حاصل ہے[2]۔ ازمنۂ سابقہ میں باپ کو بہ حیثیت بزرگ خاندان کے ارفع و اعلےٰ اختیارات حاصل تھے۔ ان اختیارات کی ایک یادگار اب بھی دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ اب بھی باپ اس کا مدعی ہے کہ موروثی منقولہ کو وہ اپنے حسب منشا منتقل کر سکتا ہے[3]۔ لڑکوں پر اپنے باپ کے قرضے ادا کرنے کی قطعی ذمہ داری ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا ماخذ وہی ہو جو اوپر بیان کیا گیا[4]۔

جائداد مشترکہ

دفعہ ۲۵۴۔ جائداد مشترکہ کے متعلق لازماً یہ استنباط کرنا پڑا (خود اس کے تصور سے ظاہر ہے) کہ کوئی ایک مالک اس چیز کو منتقل نہیں کر سکتا جس کی ملکیت میں دوسرے بھی خود اس کے ساتھ شریک ہوں۔ ہاں البتہ ان کی رضامندی سے ایسا کیا جا سکتا ہے۔ یا ان حالات میں جب کہ ضرورت اس پر مجبور کرے۔ ایسی صورت میں ان کی رضامندی مستنبط کی جا سکتی ہے[5]۔ لیکن ایک نہایت ہی اہم اختلاف آرا یہ پیدا ہوا کہ جائداد کے مالکان مشترک کون ہوتے ہیں۔ اور ہر مشترک مالک کو اپنا حصہ منتقل کرنے کا کس حد تک اختیار ہے۔

باپ کا اختیار

مسئلۂ مقدم الذکر (یعنے کون شرکاء سمجھے جائیں گے) اس لیے پیدا ہوا کہ باپ کی حیثیت کا اپنے لڑکوں کے مقابلے میں تعین کیا جائے۔ اگر

---

[1] ۔ فقرہ۔۲۳۶۔ نارد باب ۱۳ فقرہ۔۴۳۔
[2] ۔ فقرہ۔۲۳۰ فقرہ۔۲۵۳ فقرہ۔۲۵۷ فقرہ ۲۶۳۔
[3] ۔ فقرہ۔۲۵۵۔
[4] ۔ فقرہ۔۳۰۲۔
[5] ۔ ڈیاس جلد ا ڈائجسٹ صفحہ ۵۵۴۔

۲۳۱

خاندان مشترک یجدی خاندان سے ترقی کرے تو بزرگ کے اختیارات کا تعین کرنے کے لیے یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا اس کو جوں کا باپ سمجھا جاتا تھا یا شراکت کا محض ایک منظم[1] وہ احکام جن کی بنیاد خاندان کی حالت سابقہ تھی وہی احکام لازماً اس پر مائل ہوں گے کہ ان اختیارات سے وسیع تر اختیارات باپ سے منسوب کیے جائیں جن کا آغاز خاندان کی حالت مابعد میں ہوا تھا۔ مثلاً جب نارد کہتا ہے کہ "عورتیں۔ لڑکے غلام اور خدمت گاراں ہمیشہ زیر نگرانی ہوتے ہیں۔ لیکن بزرگ خاندان اپنی موروثی جائداد کے منتقل کرنے میں کسی کا تابع نہیں ہے[2]" نارد کا یہ اقتباس ظاہر ہے کہ اس زمانے کے متعلق صادق آتا ہے جب کہ باپ گھریلو معاملات میں مطلق العنان سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ایک عرصے سے اس پر بہ حیثیت بزرگ خاندان صادق نہیں آرہا تھا۔ تغیر و تبدل کی ہر منزل پر اصلی اور ابتدائی مصنفین صاف صاف اور بلا کم و کاست جو کچھ کہنا ہو کہہ جاتے تھے کیونکہ وہ محض ان واقعات کا ذکر کیا کرتے تھے جو براہ راست ان کے مشاہدے میں آیا کرتے تھے۔ جب شارحین کا دور شروع ہوا تو قیل و قال کا شروع ہونا فطری تھا کیونکہ ان کے لیے یہ ضروری تھا کہ ان متضاد احکام سے جنھیں وہ مقدس اور سچے سمجھنے پر مجبور تھے ایک ایسا نظریہ قائم کریں کہ موزوں اور مناسب ہو۔ وہ جو باپ کے اقتدار کو گھٹانا چاہتے تھے ان کے لیے یہ ضروری تھا کہ بعد کے احکام کا اقتباس کریں اور جو اس کے اقتدار کو زیادہ کرنے کے متمنی ہوتے تھے قدیم احکام کا اقتباس کریں۔ فی الواقعی جو کچھ ہوا وہی تھا۔

متاکشرا ۲۵۳ جائداد مصنف متاکشرا اس پر ایک طول و طویل بحث کرتا ہے کہ آیا بیٹے کو پہلی مرتبہ تقسیم کے سبب حاصل ہوتی ہے یا مالک سابق کی وفات کے باعث یا پیدائش سے اس کو جائداد میں پہلے سے حق پیدا ہوتا ہے[3]۔ وہ احکام کا اقتباس تو کرتا ہے لیکن صاحب احکام کے نام نہیں دیتا۔ "کل جواہرات۔ موتی اور مرجان و نیز دیگر (منقولہ جائداد کا) کا باپ مالک ہوتا ہے۔ لیکن نہ تو باپ اور نہ دادا کل غیر منقولہ جائداد کا مالک

---

[1] فقرہ۔ ۲۳۱۔

[2] نارد باب ۳ فقرہ ۳۶۔

[3] متاکشرا باب ۱ فصل ۱ فقرہ ۲۷۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باب ۱۔

ہوتا ہے" اور دوسری عبارت یہ ہے۔ "باپ کی عنایت سے کپڑے اور زیورات استعمال کیے جاتے ہیں لیکن غیر منقولہ جائداد باپ کی رعایت سے بھی اصراف میں نہیں آسکتی"[۱] وہ اپنے خیالات کا فقرہ ۲۷ و فقرہ ۲۸ میں اس طرح خلاصہ کرتا ہے :۔ لہذا یہ امر طے شدہ ہے کہ آبائی یا موروثی جائداد میں ملکیت پیدائشی ہوتی ہے۔ اگرچیکہ باپ غیر منقولہ کے سوا دوسری اشیاء کو ایسے فرائض کی انجام وہی کے لیے جو ناگزیر ہوں اور قانونی مقاصد کے لیے مثلاً عطیے بہ وجہ محبت و الفت۔ خاندان کی پرورش اور اس کو تباہی وغیرہ سے بچانے کے لیے منتقل کرنے کا بذات خود مجاز ہے لیکن جائداد غیر منقولہ کی بابت وہ اپنے لڑکوں اور دوسروں کا تابع ہے۔ عام اس سے کہ اسے خود نے حاصل کیا ہو یا باپ یا دیگر اسلاف سے وراثتہً حاصل کیا ہو۔ کیونکہ یہ حکم قطعی ہے کہ اگرچہ ایک شخص نے خود غیر منقولہ اور دوپائے حاصل کیے ہوں مگر ان کی بیع یا ان کا ہبہ تمام لڑکوں کو جمع کرنے کے بغیر نہ کیا جانا چاہیئے وہ جو پیدا ہو چکے ہوں اور وہ جن کا نطفہ ہنوز قرار نہ پایا ہو اور وہ جو ابھی رحم مادر میں ہوں ان سب کے لیے پرورش کا ذریعہ منردری ہے۔ ہبہ یا بیع لہذا نہ کی جانی چاہیئے" اس کے بعد استثنائی صورت بیان کی گئی ہے :۔ "خاندان کو تباہی سے بچانے کے لیے اور خصوصاً نیک اغراض کے لیے شخص واحد بھی غیر منقولہ جائداد کو دے سکتا ہے۔ یا رہن یا بیع کر سکتا ہے"

جائداد پیدائش سے حاصل ہوتی ہے

۲۵۴ ۔ وجنا نیشورا کی اس رائے کو کہ موروثی غیر منقولہ جائداد میں لڑکوں کو پیدائش سے باپ کے ساتھ برابری کی ملکیت حاصل ہوتی ہے تمام مصنفین نے پسند کر کے اس کا اتباع کیا ہے۔ مسلک بنگال کے مصنفین اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اب اس کے متعلق کوئی نزاع باقی نہیں ہے[۲]۔ لیکن دوسرے امور کی بابت

۳۳۲

---

[۱] متاکشرا باب ۱ فصل ۱ فقرہ ۲۱ ان میں کے پہلے شلوک کا جمتو وھان نے بھی اقتباس کیا ہے باب ۲ فقرہ ۲۳ لیکن موجودہ متن میں نہیں ہے۔ یہ یاگنولکیا کے بھی خلاف ہے باب ۲ فقرہ ۱۲۱ جس کا اقتباس آگے فقرہ ۲۹۶ میں کیا گیا ہے۔

[۲] سمرتی چندریکا باب ۸ فقرہ ۱۷ و ۲۷۔ مادھویا فقرہ ۱۵ و ۱۹۔ ورواج صفحہ ۲۱۴ میوکھ باب ۱

اس قسم کی یکسانیت نہیں ہے مثلاً موروثی منقولہ پر باپ کے اختیار کی وسعت کے متعلق اور مکسوبہ اراضی پر اس کا اختیار اور اس کے حدود۔ اور اس مضمون پر خود اس کے خیالات متزلزل معلوم ہوتے ہیں۔

منقولہ پر باپ کا اختیار

ف ۲۵۵۔ منقولہ کے متعلق یہ ظاہر ہے کہ بزرگ خاندان کو لازماً وسیع تر اختیار ہونا چاہیے عام ازیں کہ وہ باپ کی حیثیت سے خاندان کا سربرآوردہ ہو یا منتظم کی حیثیت سے۔ روزمرہ کے انتظام جائداد میں اس کو ان چیزوں کے منتقل کرنے کا اختیار حاصل ہونا چاہیے۔ جو بیع یا تبادلے کے لیے پیش ہوں۔ کپڑے اور زیورات وغیرہ مختلف ارکان میں تقسیم کرتا ہے اور اس کو ان کے واپس لینے کا بھی صوابدید حاصل ہے۔ گھر کے لیے برتن وغیرہ اور زراعت اور تجارت کے لیے آلات خرید سکتا ہے۔ اور حسب موقع ان کو بدل اور منتقل کر سکتا ہے۔ ابتدائی زمانے میں جائداد منقولہ صرف ان اشیا تک محدود ہوتی تھی۔ اس زمانے میں بھی ہزار میں ایک ہندو خاندان کے قبضے میں کسی اور قسم کی جائداد منقولہ نہیں ہوتی۔ جواہرات۔ موتی اور مرجان بطور تمثیل شلوک مذکور الصدر میں بیان کیے گئے ہیں خود اس تمثیل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہی وہ چیزیں ہیں جن پر باپ کو لازماً خاص قابو واختیار حاصل ہوگا۔ چنانچہ میو کھ اسی شلوک کے متعلق کہتا ہے کہ "اس کے معنے یہ ہیں کہ باپ صرف پہننے کی چیزیں۔ بالیوں اور انگوٹھیوں کے متعلق مختار و مجاز ہے لیکن اس حد تک نہیں کہ ان چیزوں کو دے سکے یا منتقل کر سکے۔ اور نہ اس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ چونکہ لڑکا پیدا ہوا ہے اس لیے اس کی ملکیت منقطع ہو جائے۔ یہ مفہوم خود اس شلوک سے بھی ظاہر ہے جس میں صرف جواہرات اور ایسی چیزوں کا ذکر ہے جو استعمال سے خراب نہیں ہوتیں[۱]

۲۲۳ھ

ف ۲۵۶۔ متاکشرا کے دوسرے جز میں[۲] اس نے یاگنولکیا کے ایک شلوک کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ فصل ا فقرہ ۳ فقرہ ۴ دیوا دپتنامنی صفحہ ۳۰۹۔ فقرہ ۲۷۵ دیکھیے جہاں ایسی جائداد کی خصوصیت کے متعلق بحث کی گئی جو موروثی جائداد کے منافع سے خریدی گئی ہو۔

[۱] ۔ میو کھ باب ۴ فصل ا فقرہ ۵۔

[۲] ۔ متاکشرا باب ۱ فصل ۵ فقرہ ۳۔ یاگنولکیا باب ۲ فقرہ ۱۲۱۔

اقتباس تو کیا ہے لیکن بلا کسی قسم کی تنقید کے۔ "دادا کی حاصل کی ہوئی زمین میں باپ اور بیٹے کی ملکیت مساوی درجے کی ہے۔ یا اس مقررہ محاصل یا اشیاء میں جو اس کے تھے" اس سے ظاہر ہے کہ اس رائے کی تردید ہوتی ہے کہ باپ کو موروثی منقولہ پر قطعی اختیار انتقال حاصل تھا۔ اگرچیکہ آگے چل کر (باب ۱ فصل ۱ فقرہ ۲۸) انھوں نے یہ عام اصول بیان کیا ہے کہ "تحت احکام مذکورہ باپ ان چیزوں کو بھی دیدینے کا مجاز ہے اگرچیکہ اس کے باپ نے حاصل کی تھیں" فقرہ ۲۷ (جس کا اقتباس قبل ازیں کیا جاچکا ہے) میں ان سے اس اختیار کو محدود کر دیا ہے۔ چنانچہ ایسے ضروریات یا ایسے موزوں اور مناسب مقاصد کے لیے حق انتقال دیا گیا ہے جو معمولاً بزرگ خاندان کے تحت آتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ کسی فقیر کو ایک روپیہ دینا ایک چیز ہے اور بنک میں جو رقم ہے اس کو دیدینا شے دیگر۔ سب سے آخر میں یہ کہہ دینا نہایت ضروری ہے کہ جنوبی ہند کے متاخرین میں سے کسی نے بھی اس قسم کا امتیاز پیدا نہیں کیا ہے اگرچہ وہ مٹاکشرا کے تابع ہیں ان لوگوں نے یاگنولکیا کے ایک شلوک اور وریہسپتی کے بھی ایک شلوک کا اختیار کیا ہے جس میں موروثی منقولہ اور غیر منقولہ میں لڑکے کی حد تک کوئی امتیاز نہیں ہے یعنی موروثی منقولہ اور غیر منقولہ میں بیٹے کو پیدائش سے حق حاصل ہوتا ہے[۱]۔

خود کی حاصل کی ہوئی زمین پر اختیار

۲۵۵۔ مسئلہ دیگر کے متعلق (یعنے خود کی حاصل کی ہوئی زمین پر باپ کے حق انتقال پر قیود کا عائد ہونا) وجنانیشورا خود بھی مختلف الرائے ہے۔ وہ اس عبارت میں جس کا اقتباس اوپر کیا گیا نہایت ہی غیر محدود الفاظ میں باپ پر ایسی زمین کے منتقل کرنے کے متعلق قید عائد کرتا ہے اور اس کے بعد کی عبارت میں اسی زور کے ساتھ انکار بھی کرتا ہے[۲]۔

مٹاکشرہ:۔ "اگر وہ باپ جو علٰحدہ نہ ہوا ہو ان چیزوں کا ہبہ کر رہا ہو یا ان کو

۳۳۴

[۱]۔ سمرتی چندریکا باب ۸ فقرہ ۱۷ و ۲۰ مادھویہ فقرہ ۱۵ فقرہ ۱۶۔ وردراج فقرہ ۴ و ۶ اسی قسم کا اختلاف آرا ورمترودیا صفحہ ۹ فقرہ ۹ صفحہ ۴۷ فقرہ ۱۱۷ اور صفحہ ۱۶ فقرہ ۳۰ میں بھی پایا جاتا ہے حالیہ فیصلے اس مسئلے کے متعلق فقرہ ۳۲۵ میں دیے ہوئے ہیں۔

[۲]۔ مٹاکشرا باب ۱ فصل ۵ فقرہ ۹ فقرہ ۱۰ فقرہ ۱۱۔

بیع کر رہا ہو جو اس نے اپنے باپ سے وراثتہً حاصل کی تھیں۔ تو پوتا منع کرنے کا مجاز ہے لیکن اگر وہ اشیاء خود باپ کی حاصل کردہ تھیں تو اس کو مداخلت کا حق نہیں ہے۔ اس کو بلکہ سکوت اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ وہ تابع فرمان ہے۔ لہذا فرق یہ ہے۔ اگرچہ اس کو اپنے باپ اور دادا کی جائداد میں پیدائش سے حق ہوتا ہے پھر بھی چونکہ آبائی جائداد کے متعلق وہ اپنے باپ کا فرماں بردار ہوتا ہے اور چونکہ باپ کو اصلی اور اعلیٰ حق حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ خود اس کی کمائی ہوئی ہے اس لیے بیٹے کو چاہیئے کہ سکوت اختیار کرے جب کہ باپ اپنی حاصل کی ہوئی جائداد کو منتقل کر رہا ہو۔ لیکن چونکہ دادا کی جائداد میں دونوں کو برابری کا حق حاصل ہے اس لیے بیٹا مداخلت کرنے کا مجاز ہے۔" اور دوسرے فقرے میں منو باب ۹ فقرہ ۲۰۹ کا اقتباس اس کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے کہ خود کی حاصل کی ہوئی دولت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ باپ اپنے لڑکوں کو حصہ دے۔

سمرتی چندریکا سمرتی چندریکا اسی مسئلے کے متعلق بالکل واضح ہے۔ یہ کہ مکسوبہ جائداد کی حد تک باپ بلا کسی استقصا کے مختار و مجاز ہے وہ اپنی مرضی سے ایسی جائداد کو دیدے سکتا ہے یا خود من مانے استفادہ کر سکتا ہے اس کی تائید میں کتیاین اور روسپتی کے ان شلوکوں کا ذکر کرتا ہے جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایسا قاعدہ ہے کہ اس سے زیادہ صاف اور واضح ہو ہی نہیں سکتا[۱]

وواد چنتامنی برخلاف اس کے وواد چنتامنی جو خاندان کے حقوق کو سختی کے ساتھ باقی رکھتا ہے۔ متاکشرا کے اس حکم کا پسندیدگی سے اقتباس کرتا ہے جس پر متاکشرا نے یہ بھروسا کیا ہے کہ اس سے باپ کے ان معاملات پر قیود عائد ہوتے ہیں جو وہ مکسوبہ ذاتی زمین کے متعلق کرے[۲] لیکن اس سے پہلے کے باب میں

---

[۱]۔ سمرتی چندریکا باب ۸ فقرہ ۲۲ و ۲۸۔ مسٹر کولبروک ان دونوں یعنے سمرتی چندریکا اور مادھویا کا حوالہ تو دیتے ہیں لیکن یہ کہتے ہیں کہ ان سے بالکل برعکس نظریہ قائم ہوتا ہے۔ (۲ اسٹرینج ہندو لا صفحہ ۴۳۹ صفحہ ۴۴۱)۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ عبارتیں جن کا وہ حوالہ دیتے ہیں چیدہ چیدہ حالت میں ہیں اور ان کا ترجمہ تا حال نہیں ہوا ہے۔ میں ان کو دیکھ نہ سکا۔

[۲]۔ وواد چنتامنی صفحہ ۳۰۹۔

مصنف مذکور یہ عام قاعدہ بیان کرتا ہے کہ "مالک اپنی مرضی کے موافق مکسوبہ جائداد دیدے سکتا ہے" (صفحہ ۲۷) اور صفحہ ۲۲۹ پر وہ اس قاعدے کا اعادہ باپ کے متعلق کرتا ہے۔

توضیح حکم مذکور

ف ۲۵۸ جس شلوک پر متاکشرا اور دوادچنتامنی دونوں نے اعتماد کیا ہے وہ غالباً ان شلوکوں میں کی ایک ہے جو اس کی مانع ہوتی ہیں کہ کوئی شخص اپنی کل جائداد اس طرح منتقل نہ کر سکے کہ اس کا خاندان مفلوک الحال ہو جائے[1]۔ ہماری رائے میں اس قسم کی ممانعت غیر ضروری معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ ہندوستان میں یہ امور سختی کے ساتھ ذہن نشین کرائے جا چکے ہیں کہ برہمنوں کے ساتھ سخاوت کرنا بہترین کار ثواب ہے اور یہ کہ فقیرانہ اور سنیاسی پن کی زندگی ہی آتمک انتی (Virtuous Career) کا بہترین اختتام ہے[2] اس لیے اس ہدایت کو کہ سخی ہونے سے قبل ہر شخص کو عادل ہونا چاہیئے ناموزوں اور غیر موجہ نہیں سمجھا گیا ہوگا۔ یہ سوال کہ مکسوبہ اراضی کی حد تک آیا یہ ہدایت اخلاقی حکم سے زیادہ وقعت رکھتی ہے ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے متعلق پریوی کونسل نے اپنے ۱۸۹۵ء[3] کے فیصلے سے تختم کر دیا ہے۔

دیا بھاگ

ف ۲۵۹ جب ہم جمتو وہاں پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں یہ دکھائی دیتا ہے کہ تھوڑی سی تیزی اور چالاکی سے وہ متاکشرا کے بالکل برعکس نتیجے پر پہنچتا ہے اگرچہ اس کے صغرا و کبریٰ تقریباً وہی ہوتے ہیں جو متاکشرا کے۔ وجنانیشورا کی طرح یہ مصنف بھی اس باریک بینی کے ساتھ بیٹے کے حق کی ابتدا کے متعلق بحث کرتا ہے اور اس شلوک کا نتیجہ الفاظ ذیل میں ظاہر کرتا ہے" یہ کہ زندہ والدین کی دولت میں بیٹوں کو حق ملکیت حاصل نہیں ہوتا بلکہ ان دونوں کی جائدادوں میں جب کہ وہ فوت ہو چکے ہوں[4]"۔ اس نے ذیل کے طریقے سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ وہ منو اور دیولا کے ان شلوکوں سے استدلال کرتا ہے جو باپ کے حین حیات اس کی رضامندی کے بغیر تقسیم کو منع کرتے ہیں۔ ان سے وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ باپ ہر صورت میں

۳۳۵

ا۔ دیکھئے نارد باب فقرہ ۴۔ فقرہ ۵۔ درجیتی جلد ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۹۸۔ دکھش ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۱۱۰۔ ورمت صفحہ ۸۹۔

۲۔ منو باب ۶

۳۔ دیکھئے جدید فیصلہ مذکورہ فقرہ ۴۴۳۔

۴۔ دیا بھاگ باب ۱ فقرہ ۳۰۔ رگھونندن باب ۱ فقرہ ۵ و ۴ باب ۱ فقرہ ۲۶۔

جائداد کا قطعی مالک ہے[۱] اس کے بعد وہ خود اس شلوک سے جو حسب ذیل ہے دو بہ دو ہوتا ہے "جواہرات، موتی اور مرجان اور دوسری (اشیائے منقولہ) کا باپ مالک ہے لیکن نہ تو باپ اور نہ دادا کل غیر منقولہ جائداد کا اس طرح مالک ہے" اس سے وہ یہ استدلال کرتا ہے کہ چونکہ دادا کا ذکر کیا گیا ہے اس لیے اس شلوک کا تعلق اس کے اسباب یعنے موروثی جائداد سے ہونا چاہئے یہ کہ ایسی جائداد کے متعلق "باپ ان کو بطور عطیہ دینے کا مجاز ہے۔ یا وہ کل اسباب کا سوائے اراضی وغیرہ کے اسی طرح انتقال کر سکتا ہے لیکن غیر منقولہ جائداد۔ معینہ آمدنی اور دوسری اشیاء (مثلاً غلاموں) کے منتقل کرنے کا مجاز نہیں ہے"۔ یہ کہ زمین کے متعلق بھی "یہ امتناع اس وقت متعلق نہ ہوگا جب کہ اس کا چھوٹا سا حصہ عطا کر دیا جائے یا کسی اور قسم سے منتقل کیا جائے بشرطیکہ اس سے خاندان کی پرورش پر برا اثر نہ پڑتا ہو۔ کیونکہ لفظ "کل" کا اندراج (اگر چھوٹے سے جزو کا انتقال بھی ممنوع سمجھا جائے) بے معنیٰ ہوگا۔ چند شلوک شرک مالکان میں سے ایک کو جائداد کے منتقل کرنے سے منع کرتے ہیں اور دیگر چند احکام کے لحاظ سے باپ بھی اپنی مکسوبہ جائداد اپنے لڑکوں کی رضامندی کے بغیر بیع نہیں کر سکتا۔ ان کل شلوکوں کو مصنف مذکور اس رائے کے ساتھ خارج کر دیتا ہے کہ ان سے صرف اخلاقی خلاف ورزی ظاہر ہوتی ہے" لہذا چونکہ اس سے انکار کیا گیا ہے کہ بیع یا ہبہ کی جانی چاہئے اس لیے ایسا کرنے سے حکم کی خلاف ورزی ہوگی۔ لیکن ہبہ یا انتقال باطل نہیں ہوگا کیونکہ سو شلوکوں سے واقعہ بدلا نہیں جا سکتا ہے[۲]

صـ ۳۳۶

رواج اور شلوکوں کے تطابق کی کوشش

ف ۲۶۳۔ یہ استدلال بے شک دلائل قانونی و تاریخی کے ابتدائی اصولوں کے بالکل مغائر ہے منو اور دیولا لڑکوں کی مرضی پر جبریہ تقسیم کو منع کرتے ہیں تاکہ خاندانی اتحاد ٹوٹنے نہ پائے اگر باپ کو اپنی مرضی پر خاندان کی جائداد کو جزاً یا کلاً منتقل کرنے کی آزادی حاصل ہوتی تو جملہ اغراض امتناع فوت ہو جاتے۔ خود جمتو وہاں سے قبل کے کسی مصنف

---

۱ ۔ دیا بھاگ باب ۱ فقرہ ۔ ۱۲ و ۲۳

۲ ۔ دیا بھاگ باب ۲ فقرہ ۔ ۲۲ فقرہ نمبر ۲۳ ڈی کے بیس فقرہ ۱۸ و ۲۰۔

نے یہ اشارہ بھی نہیں کیا ہے کہ اس کو (یعنے باپ کو) ایسا یا اس کے قریب قریب کوئی حق حاصل ہے[۱]۔ ہر وہ سند جس میں انتقال کا ذکر ہے براہ راست اس قسم کے حق کے وجود کی نفی کرتی ہے۔ مماثل منطق سے یہ استدلال بھی کیا جا سکتا ہے کہ فی زمانہ ملیبار تاروڈ کا کرناون (Karnaven) بھی اس کی جائداد کا قطعی مالک ہے کیونکہ ماتحت ارکان میں سے کوئی بھی حصہ طلب نہیں کر سکتا۔ مقدم الذکر اور موخر الذکر دونوں دعاوی کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ جائداد اپنی ماہیت کے لحاظ سے ناقابل قطع و برید ہے اور یہی جواب نہایت مکمل ہے۔ اس اظہار رائے کے متعلق کہ ممنوع بات بھی جائز ہو سکتی ہے۔ مسٹر ڈبلیو میاکناٹن کا اظہار ذیل اہم ہے۔ یہ کہ دو قسم کے معاملات ذیل ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں (الف) ایک شخص کا اپنے حاصل کی ہوئی چیزوں پر جو کلیتہً خود اس کی ہیں نامناسب مگر قانوناً جائز طریقے سے معاملہ کرنا۔ اور (ب) موروثی اراضی پر نامناسب اور خلاف قانون طریقے سے معاملہ کرنا باوجود اس کے کہ وہ اس اراضی کا بشمول اپنے لڑکوں کے محض ایک حصہ دار ہو۔ ان کی (مسٹر ڈبلیو۔ میاکناٹن) یہ رائے تھی کہ مقدم الذکر قسم کی جائداد کو باپ اپنے حسب منشا منتقل کر سکتا تھا۔ اور موخر الذکر کے متعلق اس کو صرف خود کا حصہ منتقل کرنے کا حق حاصل ہے[۲]۔ لیکن استدلال مذکور میں جو سقم ہے اس کے پیدا ہونے کا باعث واقعۂ ذیل ہے۔ یہ کہ جمتوواہان نے یہ ضروری سمجھا کہ رواج اور شلوکوں دونوں میں تطابق پیدا کرے اگرچہ رواج بہ لحاظ وقت بنگال میں من بعد پیدا ہوا تھا اور شلوکوں کا اطلاق جن حالات پر ہو سکتا تھا وہ حالات مفقود ہو چکے تھے۔ وہ ایک

ص ۳۲

۱۔ قبل ازیں فقرہ ۲۵۲ میں جس شلوک کا اقتباس نارد سے کیا گیا ہے وہ ایک استثنا ہے اور بس۔ اگر اس شلوک کو بہ جنسہ قبول بھی کر لیا جائے تو اس سے ایک ایسے زمانے کا پتا چلتا ہے جو خاندان مشترک سے قبل کا تھا۔

۲۔ جلد ا ڈبلیو میاکناٹن دیباچہ باب ۲ فقرہ ۲ و ۱۵ دیکھئے تجویز میر مجلس ایسٹ جلد ۲ مورؤ ڈائجسٹ صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۴ میر مجلس پیکاک مقدمۂ سنکالا بنام دینا ناتھ جلد ۴ بنگال لار پورٹ (مقدمات ابتدائی) صفحہ ۸۷۔ صدر عدالت ۲ اسد رپورٹ صفحہ ۳ حالیہ فیصلوں کے متعلق دیکھئے کتاب ہذا فقرہ ۲۷۱۔

ایسے انقلاب کے متعلق عذرات پیش کرتا ہے جو اس کی تالیف سے قبل مکمل ہو چکا ہوگا۔ لیکن اس کی کتابوں سے اس انقلاب کو تقویت حاصل ہوئی کیونکہ یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ وہ انقلاب روایات کے مطابق ہے۔ اگر زمانہ متاکشرا کے بعد کی کتابیں اس وقت موجود نہ ہوتیں جب کہ ہماری عدالتیں (یعنے برطانوی ہند کی عدالتیں) قائم کی گئیں تو اس میں بہت کم شبہے کی گنجائش ہو سکتی تھی کہ انگریزی حکام کی عقلمندانہ منطق اس انقلاب کے واقع ہونے کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی۔

نظریۂ بنگال کے متعلق ممکنہ توضیح

ف ۲۶۱ متاکشرا اور ویابھاگ کے اختلافات سے ظاہر ہے کہ عوام الناس کے جذبات اور خاندانی قانون میں تغیر ہوا۔ اس تبدیلی کے اصلی اسباب کا پتا چلانے کے لیے غالباً کوئی مواد موجود نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سوسائٹی (سماج) کی فطری پیش قدمی نے اس تبدیلی میں بہت زیادہ حصہ لیا۔ ہندوؤں کی سی ہوشیار تجارت پیشہ قوم نے جو دریائے گنگا کے نشیبی حصے میں متمکن ہو چکی تھی یہ دیکھا ہوگا کہ قدیم روایات اس کی ترقی کے مانع ہو رہی ہیں۔ جب اراضی قابل رہن اور بیع متصور ہونے لگی تو قدیم قانون کے عائد کیے ہوئے قیود کا باقی رہنا دشوار ہو گیا ہوگا۔ لیکن میں یہ خیال کرتا ہوں کہ برہمنی اثرات نے اس جانب بہت مدد دی ہوگی۔ سرایچ۔ یس۔ مین سلٹک قانون (Celtic Law) کی تبدیلی پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں :- "جب یہ مولف اس کی تصدیق کرتا ہے کہ خاص حالات کے تحت ہر فرد قبیلہ اراضی قبیلہ عطا کر سکتا ہے یا اس کے متعلق معاہدہ کر سکتا ہے تو اس کے مذہبی میلان ہمیشہ اس کے قانونی نظریے پر شک ظاہر کرتے ہیں۔ کیا اس کا مفہوم یہ کہنے سے یہ ہے کہ زمین عام طور پر الگ کر دی جا سکتی ہے۔ یا صرف یہ کہ کلیسا کے حق میں اس کو منتقل کیا جا سکتا ہے؟ اس کی تاویل میں دشواری ہے اور اس دشواری میں ایک غرض مضمر ہے۔ میں خود یہ خیال کرنے پر راغب ہو رہا ہوں کہ عام طور پر عیسائی کلیسا کا قانون پر گیا اثر ہوا اس کے معلوم کرنے کے لیے غلط مقام پر اس کی تلاش کی گئی ہے اور یہ کہ مورخین قانون نے عیسائی کلیسا کے اثرات کو بہت زیادہ نظر انداز کیا ہے۔ کلیسا نے آزادی سے معاہدہ کرنے کے تصورات کو و نیز انفرادی جائداد اور وصیتی جانشینی کے

ص ۳۳۸

نظریوں کو ان مقامات میں پھیلایا جو سلطنت روما سے باہر تھے۔ یہ وہ مقامات تھے جن میں ایسی جماعتیں بستی تھیں جو زمانۂ قدیم کے رشتۂ یگانگت کے باعث اجتماعی حالت میں تھیں۔ عام طور پر علماء اور اساتذہ اس پر متفق ہیں کہ پادریوں نے ان اقوام کو وصیتوں اور عطیوں کے طریقوں سے واقف کرایا۔ بریہن[1] کے رسالوں سے کم از کم مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عطیوں کو مقدس بتلاتے ہوئے پادریوں نے معاہدات کے قابل احترام ہونے پر بھی اصرار کیا۔ اور ہر شخص کو اس کا علم ہے کہ ممالک جرمنی میں مذہبی انجمنیں عوام کی اراضی کی قدیم ترین معطی لہم تھیں ان انجمنوں سے زیادہ کسی اور کو زمین عطا نہیں کی جاتی تھی۔ وصیت معاہدہ۔ اور ملکیت منفرد۔ کلیسا کے لیے فی الواقعی ناگزیر تھی کیونکہ مقدس عطیوں کا وہ معطی ہوتا تھا"[2]

برہمنوں کا اثر

۲۶۲ ۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عبارت مذکور الصدر کے ہر لفظ کا اس نتیجے پر اطلاق ہو سکتا ہے جو برہمنی عقائد کے اثر نے ہندو قانون میں پیدا کیا منو نے جس اخلاقی قانون کو پھیلایا اسے بہ الفاظ دیگر قانون ہبہ بحق برہمنان کہا جا سکتا ہے، انسانی زندگی کے ہر قدم پر۔ یعنی اس کی پیدائش سے لے کر وفات تک اس کی ضرورت تھی کہ برہمنوں کو تحفے اور عطیے دیے جائیں۔ ہر گناہ جو اس نے کیا ہو اس کا کفارہ بس یہ تھا کہ برہمن کو کچھ نہ کچھ دیا جائے۔ ہندوستان کے ہر حصے میں مذہبی اغراض کے لیے بڑے بڑے اوقاف ہیں اس کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ یہ خود اس کا ثبوت ہے کہ احکام مذکور تقویم پارینہ نہ تھے۔ موجودہ ہندوستانی زندگی کے ہر روزہ کا تجربہ یہ بتلاتا ہے کہ عملاً کس طرح ان عطیوں کے موزوں اور مناسب ہونے کے متعلق لوگوں کو اعتقاد ہے فطرۃً ہر قاعدہ قانون دور سے دور پھینک دیا جائے گا جو ان کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرے اور جب ہم اس سے واقف ہیں کہ شاہی کابینہ میں برہمن اس کا وزیر تھا۔

---

[1] ۔ (Brehen) آئرستانی مجموعۂ قانون جو اب منسوخ ہے۔

[2] ۔ مین قدیم ادارے صفحہ ۱۰۴۔

اور شاہی عدالت کا حاکم تو پھر ظاہر ہو جاتا ہے کہ مقصد کے حاصل کرنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جاتی ہوں گی۔ محض ذرائع کی بحث تھی جو منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے اختیار کیے جاتے تھے۔ قدیم مصنفین و مولفین نے بھی رہنمائی کی۔ مقدس عطیوں کو ضروری مقاصد کی فہرست میں داخل کیا اور ضروری مقاصد کے لیے خاندانی جائداد کا انتقال حق بجانب سمجھا جاتا ہے[1]۔ مزید براں قابض جائداد کو ہر قسم کی نگرانی سے آزاد کر دیا گیا۔ بنگال میں نظریۂ ذیل سے یہ بات پیدا کی گئی۔ یہ کہ باپ جائداد کا قطعی مالک ہے۔ نیز اس میں ایک اور وسعت پیدا کی گئی۔ یہ کہ ہر ذیلی رکن اپنے حصے پر بہ حیثیت اسامی مشترک (Tenant-in-Common) رہتا ہے نہ کہ بحیثیت قابض مشترک (Joint-Tenant) ایک اور قدم اسی جانب اس وقت اٹھتا ہوا مجھے نظر آتا ہے جب کہ عورتوں کو اجازت دیگئی کہ وہ وارث ہو سکتی ہیں اور غیر منقسمہ خاندان میں تقسیم نافذ کرا سکتی ہیں۔ یہ رعایت جو اناث کے حق میں برتی گئی فطری تھی کیونکہ عورتیں ہمیشہ سے مذہبی پیشواؤں کو مرغوب رہتی ہیں۔ اغراض مذہبی کے لیے مرض الموت کے ہبہ و دیگر عطیے جائز قرار دیے گئے۔ اس کے سبب رفتہ رفتہ ہبہ یا وصیت کا مکمل نظام پختہ ہو گیا[2]۔ اور اسی کے باعث ہندوستان کے غیر موضوعہ قانون جائداد کا تنزل مکمل ہو گیا۔

ف ۲۶۲ ۔ بنگال میں بہت زیادہ قوی ۔ اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ بنگال کے مصنفین و مولفین قانون پر برہمنی عقائد بہت حاوی اور چھائے ہوئے تھے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اس صوبے میں یہی اثر تھا جس کی وجہ سے قانون وراثت میں از سرتا پا تغیر ہوا۔ انھوں نے نظریۂ روحانی اور مذہبی فوائد کا اطلاق کر کے ایسا کیا۔ یہ آزمائشیں ظاہر ہے کہ بالکلیہ زمانۂ جدید سے متعلق ہیں[3]۔ ہم بہ آسانی یہ دیکھ سکتے ہیں کہ بنگال میں برہمنی عقائد کا

[1] ۔ کتیاین جلد ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۹۔ متاکشرا باب ا فصل ا فقرہ ۲۸۔ دیابھاگ باب اا فصل ا فقرہ ۵-۶۳۔
[2] ۔ دیکھو آگے فقرہ ۵۰۵-۴۰۸۔
[3] ۔ دیکھو آگے صفحہ ۵۰۹۔

صد ۳۲۹

اثر کس لیے قوی تر تھا جنوبی ہند اور مغربی ہند میں ایسا قوی نہ تھا کیونکہ وہاں برہمن کبھی بھی اتنی تعداد میں نہ تھے۔ نیز پنجاب کے بہ نسبت بھی قوی تر تھا کیونکہ وہاں شروع سے معلوم ہوتا ہے کہ برہمنی عقائد کو ناکامیابی ہوئی[1] لیکن یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ بنارس میں جو کہ برہمنی عقائد کا متعصب ترین مرکز ہے کس لیے مماثل قسم کے نظام نے کبھی بھی ترقی نہیں کی۔ شائد اس کے ایک معتد بہ حصے کا سبب جمتو دھان کی ذاتی خصوصیت اور اثر ہو۔ یہ فرض کیا جاتا ہے کہ بنگال کے ایک رئیس کے اثر کے

جمتو دھان کی شخصیت کا اثر

تحت دیا بھاگ لکھی گئی تھی۔ نیز شائد مصنف نے اس بادشاہ کا نام بھی اختیار کرلیا۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ ٹریبونین (Tribonian) کی شہرہ آفاق تصنیف پر جسٹینین (Justinian) کا نام ہے۔[2] یہ فرض کرنا غیر فلسفیانہ ہوگا کہ ان تبدیلیوں کا آغاز اسی نے کیا جس کا ہم نے حوالہ دیا ہے۔ لیکن اگر یہ دیکھنے کی اس میں ذکاوت اور ذہانت ہوتی کہ وہ تبدیلیاں فی الواقعی وقوع میں آچکی تھیں۔ اور ان کو اختیار کر لینے کی عقل اور سمجھ ہوتی۔ اور اس کا اعتراف کرنے کی ہمت ہوتی کہ اس نے ان تبدیلیوں کو اختیار کرلیا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ تالیف جو ایسے القاء اور وجدان کے تحت مکمل کی گئی ہو بالکل اسی طرح دیا بھاگ کی شکل اختیار کرلیتی۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ جدید نظام پر منتج کی گئی گو استدلال یہ بتلانے کی رہنمائی کرتا ہے کہ جدید نظام نظام قدیم تھا۔ لازماً اس کی سند کل سلطنت میں قطعی طور پر قبول کی جائے گی۔ اور بعد کے ان کل مقالوں کے لیے جو قانون پر ہوں وہ ایک ایسی جدید چیز ہوگی جس سے کہ وہ کام شروع کیا جاتا۔ برخلاف اس کے مقننین بنارس اپنے قدیم قانون کو بلاکم وکاست اور غلامانہ ذہنیت سے دہراتے گئے کیونکہ ان کے برہمنی عقائد کی قوت ہی ایسی تھی۔ انھوں نے یہ معلوم

---

[1] دیکھو جلد ۲ میور صفحہ ۴۸۲ قبل ازیں فقرہ ۸۔

[2] دیکھو دیا بھاگ پر کولبروک کا دیباچہ، تاہم ڈاکٹر جالی اپنے ٹاگور درس میں کہتے ہیں کہ فرضی بادشاہ کی افسانوی حیثیت اب تسلیم کرلی گئی ہے وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دیا بھاگ اور متاکشرا کے نظریوں کے اختلاف کا سبب یہ واقعہ ہو سکتا ہے کہ جمتو دھان نے جیسا کہ متاکشرا سے پہلے کے شارحین کی آراء کا اتباع کیا ایضاً صفحہ ۲ کسی ایسے مفروضے سے اس کے نظریوں کی ترقی میں جو تسلسل دکھائی دیتا ہے اس کی تفہیم کرنا مجھے بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔

کرنے کی نہ تو پروا کی اور نہ جرات تھی کہ کس حد تک ان قوانین اور واقعات میں تطابق باقی نہیں رہا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ ہم جدید تصانیف میں بارہ قسم کے لڑکوں پر طول وطویل مباحث پاتے ہیں۔ اگرچہ ایک مدت گذر گئی کہ سوائے دو کے بقیہ کو تسلیم کرنا موقوف ہو گیا ہے۔ اس کے برعکس بے شک خود مفالوں نے رسوم مروجہ کو بنگال اور بنارس دونوں میں بدل دیا۔ یہ اس طرح کہ جب پنڈتوں اور حکام عدالت کے ملاحظے میں کوئی مقدمہ ان کے فیصلے کے لیے پیش ہوتا اور وہ اس پر اپنی رائے دیتے تو اس رائے کو استعمال کر کے ایسا کیا گیا۔ اگر جنوبی ہند میں جمتو وھان کا سا کوئی لکھنے والا کھڑا ہوتا۔ اور واضح طور سے ایسے رواجات کو پیش کرتا جو اس نے رائج دیکھے ہوں۔ نیز تصویر پر ایسا رنگ چڑھاتا کہ اس میں احکام قدیم کا رنگ نظر آسکتا تو غالباً ہم یہ دیکھتے ہوتے کہ مدراس میں بھی مثل بنگال کے متاکشرا متروک ہو گئی ہے۔

۲۶۴ ۔جب جمتو وھان نے خود اپنے اطمینان کی حد تک یہ قایم کر دیا کہ باپ جائداد کا قطعی مالک ہے۔ اور یہ کہ باپ کے مرنے تک لڑکوں کو اس میں کوئی حق نہیں ہے تو اس سے بظاہر مثل علت ومعلول کے اصول ذیل نتیجۃً پیدا ہوگا۔ یہ کہ اگر باپ تقسیم کرنا پسند کرے تو اسے اختیار ہے کہ وہ اپنے حسب منشا اپنی جائداد کو اپنے لڑکوں میں جس طرح چاہے تقسیم کر دے۔ مگر جمتو وھان نے یہ نتیجہ اخذ کرنے سے انکار کیا۔ اس کی منطق نہایت ہی مصنوعی قسم کی ہے۔ اس کے دلائل کے تصنع کو کوئی چیز اس وضاحت اور قوت سے ظاہر نہیں کر سکتی جیسا کہ اس کا ثبوت اس واقعے سے ملتا ہے۔ اسی باب میں جس میں وہ یہ قاعدہ بیان کرتا ہے کہ باپ کی قطعی ملکیت اس کو مجاز اور اس قابل بناتی ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق موروثی جائداد پر معاملات وغیرہ کرے وہ قاعدۂ ذیل بھی اسی جگہ بیان کرتا ہے۔ یہ کہ اگر باپ تقسیم کر دینا چاہے تو عام اصول نصفت کے تحت ایسا کرنا چاہیئے۔ اور خود اپنے لیے بھی وہ نصف سے زیادہ حصہ نہیں رکھ سکتا۔ حق ملکیت از پیدایش کی تصدیق ایک غرض کے لیے کرتا ہے اور اسی حق سے وہ دوسرے مقصد کے لیے

تقسیم جا[ئداد] متعلق با[پ]

۳۴۱

لہ۔ دیا بھاگ باب ۲ فقرات ۱۵ و ۲۰ - ۴۷ و ۵۶ - ۸۲ ۔اس کتاب کے فقرات آیندہ ۴۹۰ و ۴۹۲ میں اس کل مضمون پر مکمل بحث ہے۔

انکار کرتا ہے۔ غالباً وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی شخص کے حین حیات اس کی جائداد کی غیر مساوی تقسیم کا طریقہ عام طور پر رائج نہیں ہوا تھا۔ اور یہ کہ اس قسم کی تقسیم پر جرات دلانے کے لیے کوئی خاص وجہ نہ تھی۔ تاہم اکثر صورتوں میں امکانی نتیجہ یہ تھا کہ خاندانی اتحاد کو محفوظ رکھا جائے۔ گو یہ صورتیں ایسی تھیں کہ خاندان کا ٹوٹ جانا زیادہ ممکن تھا۔

ف ۲۶۵ ۔ دوسرا مسئلہ جس کے بارے میں جمتو دھان نے قدیم مصنفین سے اختلاف کیا وہ مسئلۂ ذیل تھا۔ ہر اس شخص کے حق کی نوعیت جو بہ حیثیت شریک داخل کر لیا گیا تھا یہ کہ ایسے شخص کو جائداد میں کس نوع کا مرافق حاصل ہے۔ اس مسئلے پر تفصیلی بحث فقرہ ۲۷۳ میں کرنی ہوگی۔ یہاں صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ متاکشرا اور ان کا جو اس کی سند کا اتباع کرتے ہیں اصول حسب ذیل ہے۔ یہ کہ قبل تقسیم کسی شریک کا حصہ اس طرح مشخص نہیں رہتا کہ وہ خود اس کے متعلق قطع نظر اس کے ہمعصر شرکا کے معاملہ کر سکے[1]۔ وہ (یعنے متاکشرا اور اس کے پیرو) ہر شریک حصہ دار کو کل جائداد شراکتی میں مالکانہ حقیت کا حاصل سمجھتے ہیں۔ مگر اس کے تابع کہ کل دیگر شرکار کو بھی مماثل قسم کا حق حاصل ہے۔ برخلاف اس کے جمتو دہان اس قسم کے عام حق سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ مالک جائداد تو ہوتے ہیں مگر کل کے غیر معین حصوں[2] کے۔ اسی وجہ سے وہ یہ استدلال پیش کرتا ہے کہ دیاس کے حکم ذیل کا یہ مفہوم نہیں لیا جا سکتا۔ یہ کہ متعدد شرکا میں کا ایک نہ تو بیع کر سکتا ہے۔ نہ ہبہ اور نہ رہن۔ اس اقتناع کو لفظ بہ لفظ صحیح نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ ہر ایک[3] ملکیت میں یہ اختیار داخل ہے کہ وہ اپنے حسب منشا اسے دیدے سکتا ہے[3]۔

ف ۲۶۶ :۔ قانون بنگال کی دوسری خصوصیت وہ رعایت تھی جو قانون مذکور نے حقوق اناث کے بارے میں ظاہر کی۔ خاندانی اتحاد کے توڑنے میں اس کے سبب مدد پہنچی ہوگی۔ مسلک بنارس میں بیوہ وارث نہیں ہو سکتی تھی بجز اس کے کہ اس کا شوہر مالک واحد تھا یا علیحدہ ہو چکا تھا[4]۔ جائداد میں اس کے حق کی نوعیت ہی ایسی تھی۔

---

[1] ۔ دیاس جلد اڈائجسٹ صفحہ ۴۵۵۔
[2] ۔ دیا بھاگ باب ۱۱ فصل ۱ فقرہ ۲۶۔
[3] ۔ دیا بھاگ باب ۲ فقرہ ۲۷ جلد ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۹۹ صفحہ ۱۰۵ و ۱۰۹۔
[4] ۔ متاکشرا باب ۲ فصل ۱ فقرہ ۳۰۔

اسی وجہ سے یہ نتیجہ ظاہر ہوا۔ جب تک کہ وہ غیر منقسم رہتا تھا اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا بلکہ تقسیم کرا کے حصہ پانے کا محق۔ اگر وہ اس حق کو استعمال کرنے کے بغیر مر جائے تو اس کی حقیت ختم ہو جاتی ہے اور پسماندگان کے ممکنہ حصص میں اس سے اضافہ ہو جاتا لیکن دیا بھاگ کے مطابق بیوہ لاولد شوہر کی وارث ہوتی ہے عام ازیں کہ وہ تقسیم کے بعد مر گیا ہو۔ یا حالت اشتراک میں۔ اس قاعدے کے قرار دینے سے کہ اپنی زندگی میں ہر شریک خاندان معین حصے کا قابض ہوتا ہے گو وہ حصہ غیر مشخصہ ہو نتیجہ منطقی وہی پیدا ہوگا جو اوپر بیان کیا گیا۔ اس نے خود اس حق کو قدیم رشیوں کے احکام پر مبنی کیا ہے گو جمتو وہان اس پر اپنے مخالفین کے جواب میں بھروسا کرتا ہے۔ ظن غالب یہ ہے کہ اس خصوص میں وہ حقیقۃً قدیم قانون کی تجدید کر رہا تھا[1]۔ اس نے ماں کو حصہ لینے کی اجازت دی ہے۔ یقیناً یہاں اس نے ایسا ہی کیا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جائداد بنگال میں اکثر و بیشتر بہ نسبت ہندوستان کے دوسرے مقامات کے زیادہ تر عورتوں کے ہاتھوں میں آجاتی ہے۔ ہم اس کا یقین کر سکتے ہیں کہ برہمنوں کو بھی اسی تناسب سے فائدہ ہوتا ہے۔

۲۶۷ ۔ قانون جائداد میں جو تغیرات ہندوستان میں ہوئے ہیں نے ان تبدیلیوں کا سلسلہ اس وقت تک قائم کر دیا ہے جب کہ ہندوستان کا نظم و نسق انگریزوں کے ہاتھوں میں آگیا۔ میں نے مضمون وصیت کو بالکل نہیں چھیڑا۔ عطیے کے نظام کا وہ تخم جو بار آور ہو سکتا ہے۔ قدیم مصنفین میں دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کی ترقی کی کل شہادت برطانوی عدالتوں کی امسلہ میں پائی جا سکتی ہے۔

اس کے بعد کے آنے والے ابواب اس قانون کی مکمل جانچ کے لیے مخصوص ہوں گے اور یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی ترقی کیونکر ہوئی اور ہماری عدالتوں نے اس کا اطلاق کس طرح کیا۔

۳۴۲

وصیتیں

[1] دیا بھاگ۔ باب ۱۱ فصل ۱ فقرہ ۱ فقرہ ۶۰۔ دیکھو قبل ازیں فقرہ ۲۴۵۔

باب ہشتم

خاندان مشترک

تقسیم مضمون ۲۴۴

ف ۲۶۰۔ خاندان مشترک یا شراکت خاندان باب ہذا کا مضمون ہے۔ اس پر بحث کرنے میں ہمیں غور کرنا ہوگا کہ اولاً اس کے ارکان کون ہوتے ہیں۔ ثانیاً کونسی جائداد شراکتی ہے۔ ثالثاً مکسوبات ذاتی اور جب اس کا ادعا ہو تو بار ثبوت کیا ہوگا۔ رابعاً جائداد مشترکہ سے استفادہ کس طرح کیا جاتا ہے۔ اس کے قبل کے باب کی تاریخی بحث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ابتداءً ہر ہندو خاندان اور اس کی کل جائداد نہ صرف مشترکہ تھی بلکہ ناقابل تقسیم بھی۔ لیکن جب تقسیم کے سبب خاندان کا اتحاد ٹوٹ گیا اور جب منفرداً جائداد پر قبضہ رکھنا شروع ہوا تو یہ کیفیت باقی نہیں رہی عام ازیں کہ انفرادی قبضے کا سبب رکن کی علحدگی تھی یا یہ کہ وہ جائداد ایک ایسے رکن کی تھی جس نے باوجود حالت اتحاد میں رہنے کے اس جائداد کو ذاتی محنت سے حاصل کیا تھا۔ لیکن پھر بھی یہ قیاس باقی ہے کہ ہندو خاندان کے ارکان حالت اتحاد میں رہتے ہیں بجز اس کے کہ اس کے خلاف ثابت ہو۔" اس قیاس کی اہمیت و قوت ہر صورت میں ضرورۃً بدلتی رہتی ہے۔

اتحاد کا قیاس

بھائیوں کی صورت میں اتحاد کا قیاس قوی تر ہوتا ہے بہ نسبت چچازاد بھائی وغیرہ کی صورت کے' اور بانی خاندان سے آپ جس قدر دور ہوتے جائیں گے یہ قیاس کمزور

ہو تا جائے گا[۱]۔ افتراق ثابت ہو بھی جائے تو وہ عارضی سے زیادہ نہیں ہو سکتا عام ازیں کہ ان افراد میں افتراق ہوا ہو یا جائداد علیحدہ کر دی گئی ہو۔ جس شخص نے اپنے بھائیوں سے رشتہ اتحاد کو توڑ دیا ہو اگر اس کے بچے ہوں تو وہ نئے خاندان مشترک کا بڑا ہو جاتا ہے جو خاندان خود اور بچے اور ان بچوں کے بچوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس طرح جو جائداد کہ ابتداءً اس کے مالک کی مکسوبہ ہو اس کے ورثا پر منتقل ہوتے ہی ان ورثا کی مشترکہ جائداد ہو جاتی ہے اور اسی جائداد پر وہ تمام قیود عائد ہو جاتے ہیں جو ایسی جائداد پر ہونا چاہئے[۲]۔

ارکان خاندان **ف ۲۶۹** یہ ظاہر ہے کہ ان اشخاص کی تعداد غیر محدود ہو سکتی ہے جس پر ہندو خاندان مشترک مشتمل ہو سکتا ہے۔ یا مورث اعلیٰ سے بُعد کے متعلق بھی کوئی حد بندی نہیں ہو سکتی اور اسی وجہ سے ان کی آپس میں قرابتداری کے بُعد کے متعلق بھی کوئی حد قائم نہیں کی جا سکتی۔ لیکن جس شراکت کو صحیح طور پر ہندو شراکت کہا جاتا ہے وہ ایک نہایت ہی محدود جماعت ہوتی ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں ہندو خاندان مشترک ایک شراکت ہے تو ہمارا روئے سخن ان کل اشخاص سے نہیں ہوتا جو اپنا سلسلۂ نسب ایک ہی مورث اعلیٰ سے ملا سکتے ہوں اور جن کے مابین کبھی بھی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ بلکہ اس میں ہم صرف ان لوگوں کو شامل کرتے ہیں جو قرابت کے سبب اس جائداد سے استفادہ اور اس پر مشترکاً قابض رہنے کے محق ہوتے ہیں۔ اور وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کے افعال میں اولاً تو موانعات پیدا کر سکتے ہیں اور ثانیاً اس جائداد پر اپنے قرضوں کا بار عائد کر سکتے ہیں اور ثالثاً اپنے حسب منشا اس کی تقسیم کو نافذ کرا سکتے ہیں۔ اس جماعت سے باور اکچھ ایسے لوگوں کا حاشیہ بھی ہوتا ہے جنھیں کم درجے کے حقوق حاصل ہوتے ہیں مثلاً حق نفقہ۔ یا وہ لوگ جو خاص شرائط کے پورے ہونے پر اس کے متوقع ہوتے ہیں کہ شراکت میں داخل ہو جائیں گے۔ لہٰذا شراکت کی صحیح تعریف کرنے کے لیے ایک حد تک اس کی ضرورت لاحق ہو گی کہ قبل از قبل

---

[۱]۔ مورو وشنو ننتھ بنام گنیش جلد ۲ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۴۴۴ صفحہ ۶۸ ۴ جلد ۳ اسٹرینج ہندو لا صفحہ ۴۰۳۔ پرت کنور بنام مہادیو پرشاد ۲۱ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۳۴۔ ۲۲ کلکتہ صفحہ ۸۵۔

[۲]۔ رام نارائن سنگھ بنام پرتم سنگھ ۱۱ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۳۹۷۔ ۲۰ سدر لینڈ صفحہ ۱۸۹۔

ان چند امور پر غور کر لیا جائے جن پر من بعد تفصیل سے بحث کرنی ہوگی۔

ف ۲۷ ہندو مقننین ہمیشہ تقسیم اور وراثت کو ایک ہی مضمون کا جزو تصور کر کے بحث کرتے ہیں[۱]۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس جائداد کے متعلق انھیں بحث کرنی ہوتی ہے اس کی ابتدائی حالت جائداد مشترکہ کی ہوتی ہے اور یہ کہ ہر رکن کی حقیت کی مقدار کو وہ صرف یہ بتلا کر واضح کر سکتے ہیں کہ تقسیم کی صورت میں ہر رکن کس قدر حصے کا مجاز ہوگا۔

ارکان خاندان ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ غیر منقسمہ ہندو خاندان میں صحیح مفہوم میں جانشینی کی سی کوئی چیز نہیں ہے[۲]۔ ایسے خاندان کی کل جماعت جس میں ذکور و اناث دونوں شامل ہوتے ہیں ایک قسم کی کارپوریشن ہوتی ہے۔ ان میں کے چند ارکان شرکار ہوتے ہیں یعنے وہ اشخاص جو تقسیم پر اپنا حصہ طلب کرنے کے مجاز ہوتے ہیں۔ اور دوسرے ارکان صرف نفقہ پا سکتے ہیں۔ ملیبار اور کنارا میں تقسیم کی اجازت نہیں ہے اسی سبب سے وراثت کا خیال کسی رکن کے ذہن تک میں سما نہیں سکتا۔ ہر شخص خاندانی مکان میں رہنے کا مجاز ہوتا ہے

حقوق پیدائش سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کا محق ہوتا ہے کہ اس کی پرورش ہو۔ اور دولت و معاوضے کی اس مقدار سے استفادہ کر سکتا ہے جو خاندان کے قبضے میں کم و بیش ہو۔ اس کو یہ حق خاندان سے متعلق ہونے کے سبب پیدا ہوتا ہے (۳۴۴)۔

۳۴۵

---

[۱] جمتو وہان اور مادھوریا کی تصانیف دیا بھاگ اور دوائے دی بھاگ کے نام سے مشہور ہیں جس کے معنے محض تقسیم ترکہ کے ہیں۔ دیکھئے مقدمہ بھیمل داس بنام چنی لال ۲ کلکتہ صفحہ ۳۷۹۔ اس مقدمے میں برادرزادے کے اس حق پر کہ وہ اپنے چچاؤں کے ساتھ حصہ پائے اس طرح بحث ہوئی گویا وہ چچاؤں سے قبل وارث ہونے کا دعویدار تھا۔

[۲] شراکت اور پسماندگی دھرم شاستر کے وہ ملحقات ہیں جنھیں قانون جانشینی نے منسوخ کر دیا ہے بجز ان حقوق کی حد تک جو سابق میں حاصل ہو چکے ہوں۔ مثلاً دیسی عیسائیوں کی صورت میں ٹلس بنام سلڈھانا ۱۰ مدراس صفحہ ۶۹۔

اس کے مرنے پر اس کا حق ختم ہو جاتا ہے اور چونکہ دوسرے لوگ پیدا ہوتے ہیں ان کے حقوق شروع ہوتے ہیں۔ لیکن ہر شخص کے حقوق محض اس واقعے سے پیدا ہوتے ہیں کہ وہ خاندان میں داخل ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ کسی خاص فرد کے جانشین ہوتے ہیں۔ اموات سے ان کی تعداد میں کمی ہو جاتی ہے جنھیں مشترک سرمایے پر حق حاصل ہوتا ہے اور یہ واقعہ پسماندگان کے حقوق میں ازدیاد کا باعث ہوتا ہے۔ علی ہذا نئے اشخاص کے وجود میں آنے سے ان کے حقوق میں کمی واقع ہوتی ہے کیونکہ دعویداروں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اگرچہ یہ واقعہ کہ الف پسر ب ہے اس کو خاندان میں داخل کرنے کے لیے کافی ہے لیکن اس واقعے سے اس کو جائداد میں کسی خاص حصے کا حق نہیں ہوتا کیونکہ خود ب کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ نہ ب کے مرنے پر وہ کسی چیز کا وارث ہوتا ہے کیونکہ ب نے کچھ چھوڑا ہی نہیں ہے جس کا کوئی وارث ہو۔ ہندوستان کے ہر حصے میں جہاں متاکشرا رائج ہے غیر منقسمہ خاندان کی بالکل یہی حالت ہے۔ البتہ چند خاص حدود کے اندر ہر مرد رکن اگر چاہے تو تقسیم کا ادعا کر سکتا ہے۔ لیکن جب تک کہ وہ ایسا کرنا پسند نہ کریں جائداد ارکان خاندان پر فی الوقت پسماندگی سے منتقل ہوتی رہتی ہے نہ کہ جانشینی کے قاعدے سے۔ جب تقسیم کا وقت آ پہنچے تو ہر خاص شخص کی حیثیت (یعنے یہ کہ وہ بیٹا ہے۔ یا پوتا۔ یا کوئی اور۔ یا منجملہ کئی لڑکوں کے ایک لڑکا ہے یا منجملہ کئی پوتوں کے ایک ہے) بہت اہم ہوگی کیونکہ اس سے اس کے اس حصے کا تعین ہوگا جس کا وہ مجاز ہے۔ لیکن جب تک کہ وہ وقت نہ آئے وہ ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس خاص حصۂ جائداد کا محق ہوں۔ کیونکہ سال بہ سال اس کو تقسیم کرانے کا حق حاصل ہے اور ممکن ہے کہ پیدائش اور اموات کی وجہ سے ایک سال حصے کا تناسب کم ہو اور دوسرے سال زیادہ۔ مثلاً فرض کیجیے کہ ایک خاندان میں الف اور اس کے دو لڑکے ب اور ج ہوں۔ تقسیم پر ہر ایک کو ایک ثلث ملے گا۔

حقوق تقسیم

۳۴۶

الف
ب — ج — د
ی — و — ل
ز
ح — ط
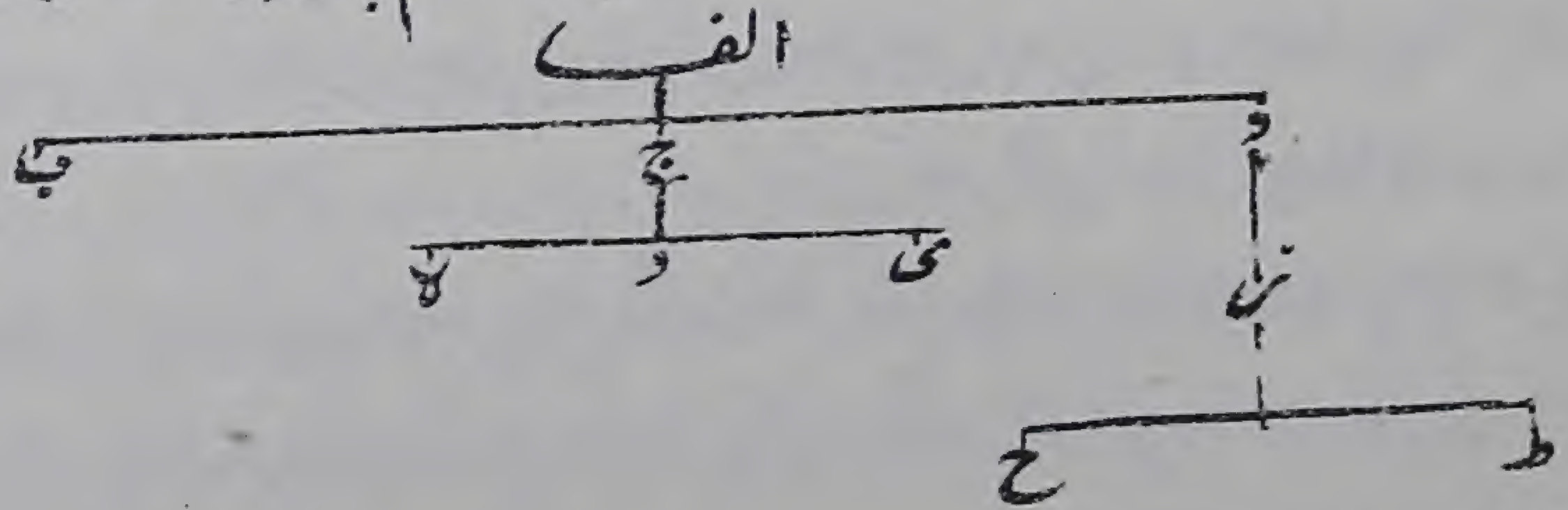
لیکن اگر خاندان کے اشتراک کے زمانے میں دؔ پیدا ہو تو ہر ایک کو ایک ربع ملے گا۔

لیکن فرض کیجئے کہ خاندان مشترک رہے اور الفؔ مرجائے تو تینوں لڑکوں کے ممکنہ حصص بڑھ کر ہر ایک کو ایک ثلث ملے گا۔ اور اگر اس کے بعد بؔ لاولد فوت ہو جائے تو حصص میں اضافہ ہو کر ہر ایک کو نصف نصف حاصل ہو گا۔ چونکہ جؔ اور دؔ نے شادی کرلی ہے اس لیے ان کے لڑکے ہؔ۔ وؔ اور زؔ خاندان میں داخل ہوں گے اور جائداد میں انھیں حق حاصل ہو گا۔ لیکن وہ حق بھی بدلتا ہوا حق ہو گا اور اس کا انحصار خاندان کی حالت پر موقوف ہو گا۔ اگر جؔ صرف دو لڑکے ہؔ اور وؔ چھوڑ کر فوت ہو اور وہ تقسیم کا ادعا کریں تو ان میں کا ہر ایک نصف کا نصف پائے گا' لیکن اگر یؔ پہلے سے پیدا ہو چکا تھا تو ہر ایک نصف کا ثلث پائے گا۔ اگر دہ تقسیم کے حق کو دؔ۔ زؔ۔ حؔ اور طؔ کل کے مرنے تک نافذ نہ کریں تو وہ کل جائداد کا ایک ثلث پائیں گے۔ خاندان غیر منقسمہ میں عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ہر رکن اپنا حصۂ جائداد مشترکہ اپنے لڑکوں پر منتقل کرتا ہے اور یہ کہ ایسی اولاد میں اپنے مابین بالراس حصہ پاتی ہے لیکن دوسرے ارکان کے مقابلے میں بالنسب۔ لیکن ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا کہنے سے صرف یہ بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ تقسیم پر ان کے حقوق کیا ہوں گے۔ تقسیم تک ان کے صرف یہ حقوق ہوتے ہیں کہ جائداد مشترکہ کا بالاشتراک استفادہ کریں۔ ان حقوق میں علاوہ ازیں یہ حق اضافہ کیا گیا ہے کہ ہر اولاد ذکور ان انتقالات کو منع کرنے کا حق رکھتی ہے جو ان کے اسلاف نافذ کرنا چاہیں یا کریں[1]۔ بنگال کی حد تک اس کی ترمیم ضروری ہے۔ وہاں[2] اس کو مانتے ہوئے کہ خاندان مشترک تھا اور لڑکے جائداد پر بالاشتراک متصرف تھے کسی ایک حصہ دار کا حصہ اس کے مرنے پر دوسرے شرکا پر

۴۷۳

[1] اس مضمون پر مقدمۂ اپودیہ بنام رام سیبن جلد ۱۱ مور کے مرافعہ جات ہند صفحہ ۷۵ میں بحث کی گئی ہے سدا برت پرشاد بنام پھولباش کنور ۳ بنگال لا رپورٹ اجلاس کامل صفحہ ۳۱ صدر عدالت ۱۴ سدر لینڈ صفحہ ۴۰۔ ۳۴۔ رام نرائن بنام پرتم سنگھ ۲۰ سدر لینڈ صفحہ ۱۸۹۔ ۱۱ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۳۹۷۔ راج نرائن بنام ہیرالال ۵ کلکتہ صفحہ ۱۴۲۔ بھیل داس بنام چنی لال ۲ کلکتہ صفحہ ۳۹۷۔ دیبی پرشاد بنام ٹھاکر دیال جلد ۱ الہ آباد صفحہ ۱۰۵۔ ۱۔ راؤ گوبند بنام تیز اگور ۱۴ بنگال لا رپورٹ ضمیمہ ۹ سدر سنم بنام نرسلو ۲۵ مدراس صفحہ ۱۴۹۔

منتقل نہ ہوگا۔ متوفی شریک کی جائداد کا مشترک حصہ بھی ایک جزو ہوگا اور اس کی وفات پر وہ اس کے فطری ورثا پر منتقل ہوگا۔[1] جو بھائی حالت اشتراک میں لاولد فوت ہو اس کا حصہ اس کی بیوہ۔ لڑکی اور نواسے پر منتقل ہوگا۔ اور اس طرح وہ ایک ایسے خاندان کو حاصل ہوگا جو خود اس کے خاندان سے بالکل مختلف ہو۔ (صہ ۲۷ق) ۔

ہندو شراکت ان تک محدود ہوتی ہے جو پنڈدان میں حصہ لیتے ہیں

ف ۲۷۱ ۔ ہندو شراکت اور عام جماعت خاندان غیر منقسمہ میں منجملہ اور امتیازات کے ایک اہم ترین فرق اسی امر میں دیکھتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ جائداد ایک ہی مورث سے جو ہنوز بقید حیات ہوتی ہو اور پانچ نسل کے اخلاف موجود ہوں۔ اس سے لازماً یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تقسیم پر ان پانچوں نسلوں میں کا ہر شخص حصہ پانے کا مجاز ہوگا۔ اور اگر مورث عام فوت ہو جائے (یعنے جائداد ایک نسل کی حد تک منتقل ہو) تو اس سے بھی کسی طرح یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جائداد ان تمام نسلوں کو پسماندگی کی وجہ سے مل جائے گی۔ وہ ایک یا ایک سے زیادہ شاخوں کے قائم مقاموں کو مل سکتی ہے۔ یا متعدد شاخوں کے پسماندہ کی بیوہ کو بھی اگرچہ دوسری شاخوں کے قائم مقام کلیۃً محروم ہوتے ہوں۔ ہر صورت میں سوال یہ ہوگا کہ وہ کون لوگ ہیں جنھیں پیدائش سے اس جائداد میں حق پیدا ہوا ہے۔[2] اس کا جواب یہ ہے ان اشخاص کو پیدائش سے حق حاصل ہوتا ہے جو مالک جائداد کی پنڈدان کرتے ہیں۔ یعنے مالک جائداد سے عین تین پشتوں کے بعد کے لوگ بہ سلسلہ ذکور۔[3] لہذا اگر کسی شخص کو لڑکے۔ پوتے اور

---

[1] ۔ سورج مونی داسی بنام دینو بندو ۶ مور مرافعہ جات ہند صفحہ ۵۵۳۔ ۴ سدر لینڈ (پی۔ سی) صفحہ ۱۴ سبرامنا پانڈیا سوبرنیا ۱۷ مدراس صفحہ ۳۲۰۔ اپررک کی بھی یہی رائے معلوم ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تقسیم سے جدید حق پیدا نہیں ہوتا اس سے سابق مشترک مالکان میں سے ہر ایک کا حصہ ظاہر ہوتا ہے۔ جاجی لکچر صفحہ ۸۷ صفحہ ۱۱۴۔

[2] ۔ دیکھئے فقرہ ۲۵۹۔ اس اصول کا اطلاق بنگال میں نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہاں لڑکوں کو باپ کی جائداد میں پیدائش سے حق نہیں ہوتا۔

[3] ۔ منو باب ۹ فقرہ ۱۰۶۔ اور دت صفحہ ۲۔ فقرہ ۱۶۔ جس کا ذکر آگے فقرہ ۵۰۱ میں کیا گیا ہے۔ میں ہمیشہ کے لیے یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ لفظ اولاد اس کتاب میں ہر جگہ لڑکے پوتے اور پر پوتے پر حاوی رہے گا۔

پر وتے ہوں تو یہ کل کے کل بشمول خود اس کے ایک شراکت قائم کرتے ہیں۔ ان اخلاف میں کا ہر شخص اس کا پنڈ دان کرنے کا مجاز ہے اور اسی وجہ سے لہذا ان میں کا ہر ایک اس کی جائداد میں پیدائش سے حق حاصل کرتا ہے۔ لیکن پر وتوں میں سے کسی کا لڑکا اس کا پنڈ دان نہیں کر سکتا اور لہذا جب تک کہ مورث عام زندہ ہے وہ شراکت سے خارج ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اخلاف کی زنجیر میں پیدائش کی وجہ سے مسلسل طور پر نئی کڑیاں لگتی رہتی ہیں اس لیے زنجیر کے اوپر کے حصے سے قدیم کڑیاں اموات کے سبب علیحدہ ہوتی رہتی ہیں۔ جب تک کہ اصول پسماندگی کا نفاذ جاری رہے گا جائداد کے حاصل کرنے کا حق سلسلے کے اوپر کے لوگوں سے نیچے کے لوگوں پر منتقل ہوتا رہے گا۔ چونکہ ہر جدید رکن کو حصہ ملتا ہے اس لیے اس کی تین پشت کے اخلاف کو اس حصے میں پیدائش سے حق حاصل ہو گا۔ اس طرح شراکت وسیع ہو کر پھیلتی جائے گی یہاں تک کہ اس کے ارکان میں ایسے اشخاص شامل ہو جائیں گے جو عام مورث سے غیر معین طور پر دور ہوں لیکن یہ چیز ہمیشہ اس شرط کے تابع ہے کہ کوئی شخص جو حصے کا ادعا کرے براہ راست اس مورث سے جس نے حصہ پایا ہو تین درجوں سے زیادہ ہٹا ہوا نہ ہونا چاہئے۔ جب کبھی کسی قابض جائداد اور اس شخص میں جو اس قابض کے بعد حصہ پانے کا مدعی ہو تین درجوں سے زیادہ کا وقفہ پڑ جائے تو اس رخ میں سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور پسماندگی ان رشتہ داران طرفی اور اخلاف تک محدود رہتی ہے جو تین درجوں کے حدود میں ہوں۔ بمبئی اور مدراس کے دو مقدموں میں یہ قاعدہ قرار دیا گیا تھا۔

مورث اعلیٰ سے تین درجوں تک شراکت محدود نہیں ہے

۲۷۲۔ پہلے مقدمے میں حق تقسیم کی اس بنا پر مخالفت کی گئی تھی کہ مدعی جائداد مابہ النزاع کے حاصل کرنے والے سے چار درجے اس طرف تھا اور یہ کہ مدعی علیہ اس درجے کے اندر تھا۔ یہ استدلال کیا گیا کہ قانون وراثت سے اگر تشبیہ لی جائے تو یقیناً ایسا خلف جو پروتے سے بھی دور ہو ان اشخاص کے مقابلے میں جو بہ حیثیت اخلاف کے خاندانی جائداد یا اس کے جزو پر اس جائداد کے مالک واحد کے ذریعے سے قابض ہوں تقسیم کا ادعا

نہیں کر سکتا۔[۱] جسٹس ویسٹ نے فرمایا کہ "دھرم شاستر نے مورث کے بعد سے کسی نوبت اخلاف پر تقسیم کو قطعی طور پر ضروری قرار نہیں دیا ہے۔ تاہم جس تعبیر پر ہمیں مجبور کیا جا رہا ہے اس کا ضروری نتیجہ یہ ہوگا کہ پر دتا ہر صورت میں مجبوراً اپنے دیگر شرکاء سے تقسیم کرائے بجز اس کے کہ وہ خود اپنی اولاد کو حالت افلاس میں چھوڑنا پسند کرے۔ جب دو پڑپوتے خاندان متحد کے طور پر رہتے ہوں تو متاکشرا قانون کے مطابق ان میں سے ہر ایک کے لڑکے کو موروثی جائداد میں پیدائش کے وقت سے اس کے باپ کے ساتھ ملکیت مشترکہ حاصل ہوگی۔ لیکن (اگر یہ بحث درست ہو) یہ ملکیت مشترکہ الف یا جیم کے لڑکے سے کلیتہً نکل جائے گی۔ کیونکہ دونوں بھی دوسرے سے قبل مر گئے تھے۔ اگر کوئی شریک ہندو خاندان فوت ہو جائے اور اس کے اخلاف میں سے صرف پوتے کا بیٹا ہو اور کوئی قریب تر خلف نہ ہو تب اس میں شک نہیں کہ پروتے کا بیٹا فی الفور وراثت اور تقسیم سے متوفی کے نزدیک تر وارث کے سبب محروم ہو جائے گا مثلاً بھائیوں یا ان کی اولاد کے سبب۔ لیکن جب ایسا وقفہ نہ ہوا ہو جس سے راست ورثا کے سلسلے میں خلا ہو گیا ہو تو تقسیم کرانے کا حق بھی اس جائداد میں مفقود نہیں ہوتا جس میں متوفی مشترک مالک تھا اور جس پر فی الواقعی قابض رہ کر استفادہ کرتا تھا۔[۲] ہر خلف سلسلہ وار باپ کے حصے میں اس کے ساتھ مشترک مالک بن جاتا ہے۔ اور اس سلسلے میں کبھی بھی ایسا عدم تسلسل نہیں ہوتا جس سے دوسرا آنے والا اپنے ماقبل کی قائم مقامی میں پوری طرح نیابت نہ کر سکے" مسٹر جسٹس نانا بھائی ہریداس نے ان ہی اصولوں کو بہ تفصیل تمثیلات سے ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ انھوں نے فرمایا[۳] کہ "مثال کے طور پر مقدمۂ ذیل کو لیجئے مابہ النزاع جائداد کا مالک اول ایک لڑکا ب اور ایک پوتا ج چھوڑ کر فوت ہوتا ہے۔

۴۴۹

---

[۱] ۔ موروو شوناتھ بنام گنیش جلد ۱۰ بمبئی عالیہ عدالت صفحہ ۴۴۴ و ۴۴۹۔

[۲] ۔ دیکھئے جگناتھ کے الفاظ جلد ۲ ڈائجسٹ کے صفحات ۴۴۶ - ۴۵۰ پر۔

[۳] ۔ جلد ۱۰ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۴۶۳۔

بؔ اور جؔ دونوں غیر منقسمہ خاندان کے ارکان ہیں۔ بؔ کے انتقال پر جؔ اور دؔ اس کا بیٹا اور پوتا علی الترتیب اس کے پسماندگان ہیں۔ اور جؔ کے انتقال پر اس کا ایک لڑکا دؔ اور دو پوتے ہؔ اور وؔ فرزندان دؔ ہیں۔

الف
|
ب
|
ج
|
د
|
ہ — و

جائداد خاندان کی تقسیم نہیں ہوئی اور دؔ ہؔ اور وؔ حالت اتحاد میں بسر کر رہے ہیں کیا ہؔ اور وؔ دؔ کو مجبور کر سکتے ہیں کہ انھیں موروثی جائداد میں سے حصہ دے دیا جائے اس قانون کے مطابق جو ہندوستان کے اس حصے میں رائج ہے وہ ضرور ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ

۳۵۰ موروثی جائداد میں لڑکوں کو باپ کے ساتھ برابری کی حقیت حاصل رہتی ہے[1]

اسی طرح سے فرض کیجیے کہ بؔ اور جؔ مرجائیں اور الفؔ اور دؔ خاندان غیر منقسمہ کے ارکان ہوں اور اس کے بعد الفؔ مرجائے جس کی وجہ سے یہ کل جائداد دؔ پر منتقل ہو جس کے دو لڑکے ہؔ اور وؔ ہیں۔ وہ دونوں یا ان میں کا کوئی ایک ان کے باپ دؔ اسی جائداد کی تقسیم کے لیے نالش کر سکتے ہیں کیونکہ وہ موروثی ہے۔

الف
|
ب
|
ج
|
د — د
|
ہ — و
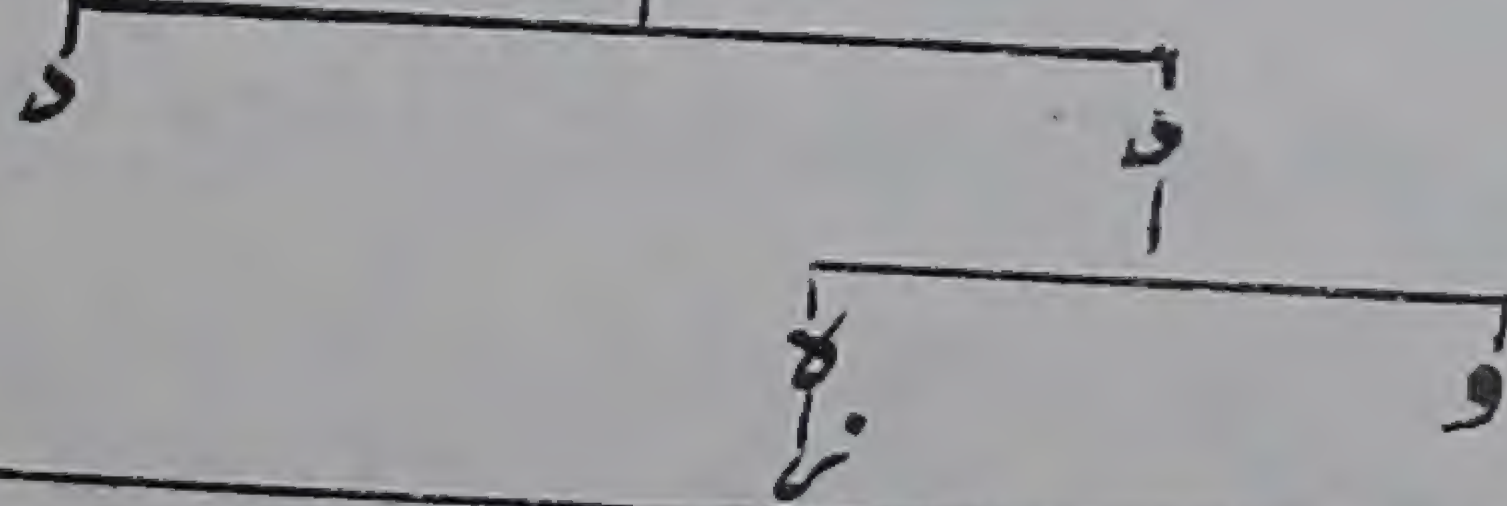
[1] جلد ۱ اسٹرینج ہندو لا صفحہ ۱۷۷۔ جلد ۲ ایضاً صفحہ ۳۱۶ متاکشرا باب ۱ فصل ۱ فقرہ ۲۷۔ باب ۱ فصل ۵ فقرہ ۳ و فقرہ ۵۔ فقرہ ۸۔ فقرہ ۱۱۔ میوکھ باب ۱۲ فصل ۶ فقرہ ۱۳۔

اب فرض کیجئے کہ بؔ اور جؔ الفؔ دؔ اور دؔ ارکان خاندان غیر منقسمہ کو چھوڑ کر فوت ہوں۔ اور اس کے بعد الفؔ فوت ہو جس کی وجہ سے کل جائداد دؔ اور دؔ پر مشترکاً منتقل ہو۔ اور دؔ کو اس کے بعد دو لڑکے ہؔ اور وؔ ہوں۔ اور دؔ انھیں چھوڑ کر فوت ہو۔ ہؔ اور وؔ بطور جائز دؔ کے خلاف مشترکہ موروثی جائداد کی تقسیم کے لیے نالش کر سکتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ نمؔ اور وؔ بھی نالش کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہؔ قبل نالش فوت ہو چکا ہو دؔ کے خلاف گویا متوفی بھائی کے بیٹے۔ یا بیٹا اور پوتا نالش کریں گے۔[۱] لیکن ہؔ اور وؔ جائداد کے مالک اول سے پانچویں پشت میں ہیں اور نمؔ چھٹی میں۔ برخلاف اس کے دؔ اور دؔ صرف چوتھی پشت میں۔ تاہم فرض کیجئے کہ الفؔ دؔ کے بعد فوت ہو اور اس کے پسماندگان میں ایک پروتا دؔ ہو اور دؔ کے دو لڑکے ہؔ اور وؔ۔ اس صورت میں ہؔ اور وؔ دؔ پر اس جائداد کی تقسیم کے لیے نالش نہیں کر سکتے جو الف سے منتقل ہوتے آئی ہو۔ کیونکہ صرف دؔ اس جائداد کا وارث ہوا ہے۔ چونکہ ہؔ اور وؔ پر پوتے کے بیٹوں کو دؔ پسماندہ پروتا محروم کرتا ہے اس لیے حق نیابت اس سے آگے نہیں جاتا۔[۲] لہذا جس قاعدے کو میں نے اس مضمون کے اسناد سے اخذ کیا وہ یہ نہیں ہے کہ تقسیم کا مطالبہ کوئی ایسا شخص نہیں کر سکتا جو حاصل کنندہ یا ابتدائی مالک جائداد سے چار پشت کے بعد کا ہو بلکہ اس کا مطالبہ ایسا شخص نہیں کر سکتا جو آخری مالک سے چار پشت سے بھی زیادہ دور ہو۔ اگرچہ وہ اصلی یا ابتدائی مالک سے کتنا ہی دور ہو۔ ۳۵۱

ناقابل تقسیم زمینداری پر بھی اس اصول کا اطلاق ہوتا ہے

۲۷۳ الف۔ عالیہ عدالت مدراس نے اس اصول کی تصدیق فرمائی اور اس کے اطلاق کو سخت ترمعیار سے جانچا گیا۔ ناقابل تقسیم زمینداری کے حق وراثت کا سوال پیش تھا

الف

ج	ب
ط	ج
ی	د
ک	ہ
ل	و
م (مدعی علیہا بیوہ)	نما (مدعی)

[۱] میوکھ باب ۴ فصل ۴ فقرہ ۲۱۔
[۲] دیکھئے جگناتھ جلد ۳ ڈائجسٹ صفحہ ۳۰۸ جلد ۱۱ کورٹ فارٹن صفحہ ۲۹۲۔ اسٹرینج میانول فقرہ ۳۲۳۔ ۲ اسٹرینج ہندو لا صفحہ ۳۲۷۔

دعویدار کا مورث اور ابتدائی مالک جائداد الف تھا۔ یہ زمینداری نسلاً بعد نسلٍ ح کے سلسلے میں چلی آرہی تھی اور اس کا آخری قابض م تھا۔ م لاولد ایک بیوہ چھوڑ کر فوت ہوا۔ یہ بیوہ مدعی علیہا تھی۔ آ مدعی تھا جو اس میں شک نہیں کہ م کا قریب ترین رشتہ دار ذکور میں سے تھا۔ خاندان غیر منقسمہ تھا۔ یہ امر مسلمہ تھا کہ متاکشرا قانون کے مطابق غیر منقسم شریک خاندان کو بیوہ سے قبل جائداد ملتی ہے۔ لیکن بیوہ کی جانب سے یہ حجت پیش کی گئی کہ "غیر منقسمہ قرابتداروں میں سے صرف وہی شریک ورثا ہوتے ہیں جنھیں پیدائش سے جائداد میں مالکانہ حقیت متوفی کے ساتھ ساتھ حاصل ہوئی ہو۔ اس کے وہ شرکا جو اس کے حین حیات تقسیم ہونے پر جائداد کے حصہ دار ہوتے۔ اور یہ کہ ایسی شراکت صرف ان رشتہ داروں کے مابین ہو سکتی ہے جو اس کے نزدیک کے سپند ہوں (یعنے جو چوتھی پشت سے زیادہ بعید نہ ہوں) لہذا مرافع علیہ (مدعی) متوفی کا شریک وارث نہ تھا۔" اس استدلال کے حصۂ اول سے عدالت نے اتفاق کیا لیکن جزو ثانی نامنظور کیا گیا۔ عدالت نے یہ قرار دیا کہ زمینداری گو ناقابل تقسیم تھی لیکن پھر بھی شراکتی جائداد تھی اور یہ کہ غیر منقسمہ خاندان کے ارکان کو پیدائش سے اسی قسم کا حق حاصل ہوتا ہے جو (۳۵۲) انھیں کسی اور جائداد میں حق حاصل ہوتا۔ فرق یہ ہے کہ صرف ایک شخص اس سے متمتع ہوتا ہے اس کے بعد اس مسئلے کے متعلق کہ شرکا کون ہیں انھوں نے فرمایا۔ "ہمیں یہ چیز مساوی طور پر یقینی معلوم ہوتی ہے کہ شریک ورثا کی فہرست میں وہ غیر منقسمہ رشتہ داران طرفی بھی شامل ہونے چاہییں جو بہ سلسلۂ

شرکا کی تعریف

ذکور ایسے کے اخلاف ہوں جو قابض آخر کے مورث کا شریک تھا۔ کیونکہ اس غیر منقسمہ حقیت میں جو ایسے شریک کو حاصل ہو چکا ہو اس کے نزدیک ترسپند شریک ورثا ہوتے ہیں۔ اور جب اس کی وفات پر وہ حقیت اس کے لڑکوں کو حاصل ہو چکی ہو (یا لڑکے یا دوسرے نزدیک ترسپند کو بہ سلسلۂ ذکور) تو ایسے اخلاف یا خلف کے بعید قریب اسی طرح ان کے یا اس کے ساتھ شریک ورثا ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح مشترک وراثت نئے سپندوں کو آخری خلف تک حاصل ہوئی۔ لہذا یہ ظاہر ہے کہ جب تک کہ غیر منقسمہ حیثیت جاری رہے وہ ارکان خاندان جو اس طرح شراکتی حقیت کو حاصل کرتے رہے ہوں اپنے ان رشتہ داروں کے شریک ورثا ہوں گے جنھیں

کل جائداد کی دوسری حقیت غیر منقسمہ حاصل ہو۔ اور ایسے رشتہ دار ہیں کا ایک اور اس کے قریب ترسپند بہ سلسلۂ ذکور ہی صرف شریک ورثا نہیں ہو سکتے بجز اس کے کہ دوسرے کل تین پشت کے اخلاف ذکور چھوڑنے کے بغیر فوت ہو گئے ہوں اور اس کو (یا اس کو بشمول دوسروں کے) کل حق ترکہ پسماندگی کے قاعدے سے حاصل ہو گیا ہو۔ اور یہ حق اس کو ایسے ہی موثر طریقے سے حاصل ہوا ہو گویا کہ شریک ورثا میں تقسیم ہونے سے جائداد منتقل ہوئی"۔ لہذا عدالت نے یہ قرار دیا کہ بہ حیثیت غیر منقسم شریک کے مدعی بیوہ سے قبل وارث ہوگا[1]۔ اس پر غور کیا گیا ہوگا کہ اس مقدمے میں مدعی مورث اعلیٰ سے چھیٹی پشت پر تھا۔ مدعی علیہا کا شوہر بھی مساوی طور پر بعید تھا۔

اپرتی بندھ اور سپرتی بندھ جائداد

دفعہ ۲۷۴۔ اسی اصول سے (یعنے یہ کہ چند قرابتداروں کو پیدائش سے جائداد حاصل ہوتی ہے اور دوسروں کو نہیں ہوتی) جائداد کی تقسیم دو اقسام میں کی جاتی ہے۔ ہندو متقنین انھیں اپرتی بندھ اور سپرتی بندھ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ان اصطلاحات کا ترجمہ تو کیا گیا ہے لیکن بہت زیادہ اچھی طرح نہیں۔ چنانچہ اپرتی بندھ کو بلا روک اور سپرتی بندھ کو رکی ہوئی کہا جاتا ہے۔ رکی ہوئی یعنے اس کے حاصل ہونے میں رکاوٹیں ہوتی ہیں۔ ان اصطلاحات کی توضیح متاکشرا میں کی گئی ہے[2]۔ "باپ یا دادا کی دولت ان کے لڑکوں یا اس کے پوتوں کی جائداد اس حق کی بناء پر ہوتی ہے کہ وہ اس کے لڑکے یا پوتے ہوتے ہیں۔ اور اس کے یہ معنی ہیں کہ اس میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ لیکن والدین یا چچاؤں

۳۵۳

[1] ایوَل بنام رامن دورا ۶ مدراس عالیہ عدالت صفحہ ۹۸ صفحہ ۱۰۲۔ نیز دیکھئے بنگال کا مقدمہ گرودھاری بنام کلاہل ۴ صدر دیوانی صفحہ ۹ صفحہ ۱۲۔ اس مقدمے میں جائداد کی تقسیم ایسے اشخاص کے مابین ہوئی تھی جو مورث اعلیٰ سے چار۔ پانچ اور چھ درجے دور تھے۔

[2] متاکشرا باب ۱ فصل ۱ فقرہ ۳۔ درمت صفحہ ۳۔ میوکھ باب ۴ فصل ۲ فقرہ ۲۔ دیکھئے نندکمار لال بنام رضی الدین ۱۰ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۸۳ صدر کورٹ ۱ سدرلینڈ صفحہ ۷۷۔ ۴ دیبی پرشاد بنام ٹھاکر دیال ۱ الہ آباد صفحہ ۱۰۵ صفحہ ۱۱۲۔ بنگال یا میتھلا کے مولفین نے ان اصطلاحات کو استعمال نہیں کیا ہے۔ وی۔ ین منڈلک صفحہ ۳۵۹۔ جاگی لکچر صفحہ ۱۷۶۔

بھائیوں وغیرہ پر وہ مالک کی وفات پر منتقل ہوتی ہے وہ بھی اگر کوئی اولاد ذکور نہ ہو تو
اور اس لحاظ سے لڑکے کی فی الواقعی موجودگی اور مالک کا حین حیات ہونا وراثت کے
مانع ہوتے ہیں۔ اور ان کے باقی نہ رہنے پر جانشین پر جائداد اس حق کی وجہ سے منتقل ہوتی
ہے کہ وہ چچا یا بھائی ہوتا ہے۔ یہ وراثت ہے جو رکاوٹ کے تابع ہوتی ہے" ۵۔ انگریز مقنن
کے ذہن میں اسی قسم کا امتیاز اس وقت رہتا ہے جب کہ وہ یہ کہتا ہے کہ فلاں جائداد مسلسلہ
ہے یا فلاں مشروط۔ یا جب وہ کسی وارث کے متعلق یہ کہتا ہے کہ فلاں وارث قانونی
ہے یا فلاں وارث ممکنہ۔ اپرتی بندھ (یا وہ جس میں رکاوٹ ہو ہی نہیں سکتی) وہ جائداد
ہے جس میں آیندہ ہونے والے وارث کو محض اس کے وجود میں آنے کی وجہ سے حقیت
حاصل شدہ ہوتی ہے۔ اگر وہ کافی طویل مدت تک زندہ رہے تو اس کا اس ترکے کو
پانا لازم ہے بجز اس کے کہ اس کے حقوق انتقال یا عطیے کے سبب تلف ہو گئے ہوں۔
اور اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کے حقوق خود اس کے لڑکے پر منتقل ہوں گے بجز اس کے
کہ وہ خود سپنڈوں کے آخری سلسلے میں ہو۔ ایسی صورت میں اس کا لڑکا اپرتی بندھ ورثا
کے سلسلے سے خارج رہتا ہے۔ برخلاف اس کے وہ شخص جو سلسلۂ ظاہری کے لحاظ سے
سپرتی بندھ والے (یا بہ الفاظ دیگر وہ جائداد جس میں رکاوٹ ممکن ہے) کا جانشین ہونے والا
ہو کسی وقت بھی مرجح وارث کے سبب خود کو خارج پا سکتا ہے مثلاً لڑکے یا بیوہ وغیرہ
کے سبب۔ اس کے حقوق پہلی مرتبہ واقعی قابض کی وفات پر پیدا ہوں گے اور
اس وقت خاندان کی جو کچھ حالت ہوگی اس کے لحاظ سے اس کے حقوق جانچے جائیں گے۔
نزدیک تر وارث جو اس وقت موجود ہو کلیتہً اس کو خارج کر دے گا۔ اور اگر وراثت
کے آغاز سے قبل وہ مر جائے تو خود اس کے ورثا بالکل کچھ نہیں پائیں گے (اگرچہ وہ
خود زندہ رہنے کی صورت میں وارث ہوتا تھا) بجز اس کے کہ وہ خود متوفی کے ورثا
ہوں۔ بہ الفاظ دیگر وہ ایسے حقوق دوسروں پر منتقل نہیں کر سکتا جو خود اس کے لیے پیدا
نہیں ہوئے تھے ۶۔ اور نہ وہ کسی معاہدے سے ان اشخاص کے حقوق میں رکاوٹ

۳۵۴

۵۔ ان اصطلاحات کی بمقدمۂ بائی پارسن بنام بائی سوملی ۳۶ بمبئی صفحہ ۴۴۴ وضاحت کی گئی ہے۔
۶۔ باپو اناجی بنام رتناجی ۲۱ بمبئی صفحہ ۳۱۹۔

پیدا کر سکتا ہے جو اس کی وفات کے بعد جب کہ وراثت شروع ہو فی الواقعی ورثائے عودی ہوں[1] علی ہذا وہ حقوق جو ایسے وارث کو ایک مرتبہ حاصل ہو چکے ہوں اس شخص کی من بعد پیدائش کی وجہ سے متاثر نہ ہوں گے جو آغاز وراثت پر موجود ہونے کی صورت میں اس کے ساتھ ساتھ یا اس کے قبل وارث ہوا ہوتا[2]

موروثی جائداد

۲۷۵۔ دوسرا مسئلہ شراکتی جائداد کے متعلق ہے۔ شراکتی جائداد کی پہلی قسم وہ ہے جسے موروثی جائداد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اس اصطلاح کے یہ معنے لیے جا سکتے ہیں کہ اس سے مراد وہ جائداد ہے جو دوسرے پر مورث سے منتقل ہوتی ہے اگرچیکہ وہ مورث کتنا ہی بعید ہو یا کسی صنف کا ہو۔ جب متعدد اشخاص پر ایک ہی وقت میں اور مساوی حقوق قبضے اور استفادے کے ساتھ ایسی جائداد منتقل ہوئی ہو مثلاً متعدد بھائیوں۔ بیٹوں۔ پوتوں بھتیجوں وغیرہ پر تو خود مفروضے کے لحاظ سے وہ جائداد عام طور پر مشترکہ ہوگی لیکن اس غرض کے لیے جیسا کہ سمجھا گیا ہے یہ جائداد موروثی نہیں ہے[3]

اس اصطلاح کا اس کے اصلی مفہوم میں اس جائداد پر اطلاق ہوتا ہے جو کسی ایک پر اس طرح منتقل ہوتی ہے کہ اس کی اولاد کو اس جائداد میں خود اس کے خلاف چند حقوق حاصل ہوتے ہیں[4] مثلاً اگر متاکشرا قانون کے تحت باپ جائداد منتقل کرنے کی کوشش کر رہا ہو تو

---

[1] - بہادر سنگھ بنام موہر سنگھ ۲۹ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۔ ۲۴ الہ آباد صفحہ ۹۴۔

[2] - نرسما بنام ویرابدرا ۱۷ مدراس صفحہ ۲۸۷۔

[3] - جائداد مشترکہ۔ جائداد خاندان مشترکہ اور موروثی جائداد میں کیا فرق ہے اس کے لئے دیکھئے کرسنداس بنام گنگابائی ۳۲ بمبئی صفحہ ۴۷۹۔

[4] - اگر کسی نے اپنی بیوہ اور لڑکے کو وصیت سے جائداد دی ہو تو وہ جائداد مشترکہ نہیں ہوتی اور نہ اس میں عود کرنے کے خصوصیات ہوتے ہیں۔ نہ وہ ایک دوسرے کو انتقال سے منع کر سکتے ہیں۔ جگیشور نارائن بنام رامچند دت ۲۳ مرافعہ جات ہند صفحہ ۳۷۔ ۲۳ کلکتہ صفحہ ۶۷۰ فیصلہ دیدیتا دبنام ناگاٹل ۱۱ مدراس صفحہ ۲۵۸ مذکور الصدر فیصلے سے منسوخ کیا گیا۔ اور نہ وہ جائداد جو دو لڑکیوں کو وصیت سے دیگئی ہو گوپی بنام مساۃ جالدھر ۳۳ الہ آباد صفحہ ۴۱۔ اور نہ وہ جائداد جو الیاسنتان قانون کے تحت

ہم یہ استفسار کرتے ہیں کہ آیا وہ جائداد موروثی ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ مثل اپرتی بندہ کے وراثتہً حاصل کی گئی ہو تو موروثی ہے۔ اور اگر مثل سپرتی بندہ کے وراثت میں آئی ہو تو موروثی نہیں ہے[5] اس امتیاز کا سبب یہ ہے کہ صورت

موروثی جائداد اپرتی بندہ ہے ۳۵۵

مقدم الذکر میں وارث کو جائداد میں واقعی طور پر حق حاصل ہو چکا تھا اور اس کے بعد وراثت شروع ہوئی لہذا خود اس کی اولاد کو اس حقیقت میں پیدائش سے حق حاصل ہو چکا تھا۔ بنا براں جب کہ جائداد فی الوقعی اس پر منتقل ہوتی تو اس نے اس جائداد کو اس شرط کے تابع حاصل کیا جو انھیں قبل ازیں حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن موخرالذکر صورت میں اس کو جائداد کے وراثتہً منتقل ہونے سے قبل کسی قسم کا حق حاصل نہیں ہوا تھا۔ لہذا جب وہ واقعہ وقوع میں آیا تو اس نے اس جائداد کو اپنی اولاد کے جملہ دعاوی سے مبرا حاصل کیا اور بہ دلائل قوی تو کسی دوسرے شخص کے دعاوی سے بھی۔ اسی وجہ سے وہ کل جائداد جو کوئی شخص اپنے سے قبل کے تین اسلاف سے (تین درجے سے زیادہ کے اسلاف سے نہیں) پائے وہ موروثی جائداد ہے اور حاصل ہوتے ہی وہ اس پر بشمول اپنی اولاد کے قابض ہوتا ہے۔ لیکن جب اس نے طرفی رشتہ دار سے مثلاً بھائی بھتیجے یا چچا یا چچا زاد سے وراثت میں پائی ہو تو وہ موروثی نہیں ہے[6] لہذا ایسی جائداد میں خود اس کے خلاف اس کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔ نہ تو وہ اس جائداد پر معاملت کرنے سے منع کر سکتے ہیں اور نہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ شوہر اور زوجہ کو دی جائے اس شرط کے ساتھ کہ اس جائداد کا منافع بالاشتراک دونوں کو دیا جائے کنتھو بنام وشماہ ۲ مدراس صفحہ ۳۰۵۔

[5] - دیکھئے فقرہ ۲۷۸ - مقدمہ ونکایا بنام وینکٹ رامنایا (۲۹ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۵۶ - ۲۵ مدراس صفحہ ۶۷۸) سے مقابلہ کیجئے۔ جہاں نانا سے وراثت میں پائی ہوئی جائداد اگرچہ سپرتی بندہ ہوتی ہے موروثی قرار دی گئی۔ اس مسئلے کے اختلافات پر دیکھئے آگے فٹ نوٹ (۱۲)۔

[6] - یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ میں وراثت کا نہ کہ پسماندگی کا ذکر کر رہا ہوں۔ غیر منقسم بھائی کی وفات پر جو اضافہ شدہ حصہ بقیہ بھائیوں کو حاصل ہوتا ہے وہ موروثی ہوتا ہے اور وہ تمام خصوصیات کا تابع ہوتا ہے گنگو مل بنام بنسی دھر جلد ا شمالی مغربی ممالک صفحہ ۱۷۰۔

حصہ دینے پر مجبور کر سکتے ہیں[51]۔ اسی اصول پر جائداد جو ایک مرد عورت سے وراثۃً پائے یا عورت کے توسط سے (مثلاً لڑکی کا لڑکا) یا جو اس نے تین درجے سے بعید کے مورث سے حاصل کی ہو یا جو اس نے گروکے وارث کی حیثیت سے یا ہم مکتب کے وارث کی حیثیت سے پائی ہو موروثی جائداد نہ ہو گی[52] اور وہ جائداد جو موروثی ہو (اور لہذا اس شخص کی اولاد کی حد تک شراکتی جائداد ہو) اس کے رشتہ داران طرفی کے لیے شراکتی جائداد نہیں ہے کیونکہ انھیں اس میں پیدائش سے حق نہیں ہوتا[53] برخلاف

---

[51] ربادر نلتمبی بنام مکند ۳ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۱۵۵۔ نند کمار لال بنام رضی الدین ۱۰ بنگال لاء رپورٹ صفحہ ۱۸۳۔ ۱۸ سدر لینڈ صفحہ ۷۷۔ جواہر بنام گیان ۳ آگرہ ہائیکورٹ صفحہ ۷۸۔ لچھمن بنام نمدھری ۲۰ سدر لینڈ صفحہ ۱۷۔ اپتم بنام اجسگر الہ آباد جلد ۱ صفحہ ۶۵۲۔ جالی لکچر صفحہ ۱۲۱۔

[52] ۳ ڈائجسٹ صفحہ ۶۱۔ ویسٹ اور بہلر صفحہ ۱۰۷ (اشاعت چہارم صفحہ ۶۵۵ تا صفحہ ۶۵۶)۔ ۱ بنگال لاء رپورٹ صفحہ ۱۹۲ میں اس کی تصدیق کی گئی۔ جمنا پرشاد بنام رام پرتاب ۲۹ الہ آباد صفحہ ۶۶۷ جس میں وتھینا تھ بنام یگیا ۲۷ مدراس صفحہ ۳۸۲ سے اختلاف کیا گیا۔ عالیہ عدالت الہ آباد نے یہ ظاہر فرمایا کہ کولبروک نے متاکشرا کے باب ۱ دفعہ اجمن ۲۷ کا یہ ترجمہ کہ "آبائی یا موروثی جائداد میں ملکیت پیدائش سے ہے" غلط کیا ہے اور صحیح ترجمہ یہ ہونا چاہئے کہ "آبائی یا یجدی جائداد میں" نیز دیکھئے اتر سنگھ بنام ٹھاکر سنگھ ۳۵ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۰۶ صفحہ ۲۱۱ مدر کورٹ ۳۵ کلکتہ صفحہ ۱۰۲۹۔ جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ موروثی جائداد کسے کہتے ہیں۔ دیکھئے متاکشرا باب ۱ فصل ۱ فقرہ ۳۰، ۵، ۲۱ ۲۴، ۲۷، ۳۳۔ باب ۱ فصل ۵ فقرہ ۲، ۳، ۵، ۹ تا ۱۱ گنگا پرشاد بنام اجودھیا پرشاد ۸ کلکتہ صفحہ ۱۳۱ صفحہ ۱۳۴ جسودا کنور بنام شیو پرشاد ۱۷ کلکتہ صفحہ ۳۸۔ نانا بھائی بنام جرت بائی ۱۲ بمبئی صفحہ ۱۳۳۔ کرو پائے بنام سنکرنارائن ۲۷ مدراس صفحہ ۳۱۰ دیکھئے آگے فقرہ ۲۷۶۔ گرو مرتی بنام گرول ۳۲ مدراس صفحہ ۸۸۔

[53] اجودھیا بنام کاشی گیر جلد ۴ شمالی مغربی ممالک صفحہ ۳۱۔ گوپال سنگھ بنام بھیکن لال صدر دیوانی ۱۸۵۸ء صفحہ ۲۹۴۔ گوپال دت بنام گوپال لال ایضاً صفحہ ۱۴۳۱۔

اس کے کسی جائداد کے غیر موروثی ہونے کی یہ وجہ نہیں ہو سکتی کہ وہ اس مورث کی مکسوبہ تھی جس سے وہ جائداد منتقل ہوتی رہی[1]۔ جب وہ ایک مرتبہ وراثت میں آچکی تو ان لوگوں کی حد تک جن پر وہ منتقل ہوئی اس کی اصلیت غیر اہم ہے۔ البتہ ان کے لیے جن پر ہنوز وہ جائداد ورانتہً منتقل نہیں ہوئی ہے اس کی ابتدائی تاریخ اہمیت رکھتی ہے ایک باپ کے دو لڑکے الف اور ب تھے اور اس کے پاس مکسوبہ جائداد تھی۔ الف اپنے باپ کے حین حیات فوت ہوا اور اس کی ایک بیوہ تھی۔ اور باپ کے مرنے پر ب نے جائداد پائی۔ الف کی بیوہ نے اس جائداد سے نفقہ پانے کا دعویٰ کیا۔ یہ کہ وہ جائداد موروثی تھی عدالت نے اس کا اعتراف فرمایا کہ ب اور اس کے لڑکوں کے مابین ہر نزاع کے لیے وہ جائداد موروثی ہو گی۔ لیکن الف کے لیے وہ موروثی نہ تھی۔ باپ کی حین حیات وہ جائداد قطعی طور پر اس کے تصرف میں تھی۔ الف کے لیے نہ تو وہ جائداد موروثی تھی اور نہ شراکتی اور اس کی وفات پر اس کی بیوہ کو خود اس کے شوہر کے حقوق سے زیادہ حقوق حاصل نہیں ہیں۔ اس کے حقوق میں اس وجہ سے اضافہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اب ب کے قبضے میں آچکی تھی[2]۔ موروثی جائداد سے پس انداز کی ہوئی چیزیں۔ یا موروثی جائداد کی بیع سے حاصل کی ہوئی جائداد کی نوعیت وہی ہو گی جو اس سرمایے کی تھی جس سے وہ جائدادیں حاصل ہوئیں[3]۔ علیٰ ہذا اسی اصول سے اگر دریا کے کنارے کے گاؤں میں کچھ اضافہ ہو

---

[1] - رام نارائن بنام پریم سنگھ ۲۰ سدر لینڈ صفحہ ۱۸۹۔ صدر کورٹ ۱۱ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۳۹۷۔ ۹ بمبئی صفحہ ۴۵۰۔

[2] - جانکی بنام نند رام ۱۱ الہ آباد (اجلاس کامل) صفحہ ۱۹۴ صفحہ ۱۹۸۔

[3] - شد انند بنام بونو مالی ویکلی رپورٹر جلد ۶ صفحہ ۲۵۶ تصفیہ تجویز ثانی سدانند بنام سرجو مونی ۸ سدر لینڈ صفحہ ۴۵۵ صدر کورٹ ۱۱ سدر لینڈ صفحہ ۴۳۶ اس فیصلے کو پریوی کونسل نے بمقدمہ سرجو مونی بنام سدانند ۱۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۳۰۴ منسوخ تو کیا لیکن وجہ کچھ اور رکھی صدر کورٹ ۲۰ سدر لینڈ صفحہ ۲۷۰۔ گھنشام بنام گوئندہ ۵ صدر دیوانی صفحہ ۲۰۲ صفحہ ۲۴۰۔ امرت ناتھ صدر کورٹ ۸ مدراس جرنل صفحہ ۴۶۶۔ بنام گوری ناتھ ۱۳ مورمرافعہ جات ہند صفحہ ۵۴۳۔ صدر کورٹ ۵ سدر لینڈ (پی۔ سی) صفحہ ۱۰۔ کرسٹنیا

(یعنے دریا برآورد سے) تو ایسا اضافہ موروثی جائداد ہوگا اگر خود یہ موروثی تھی[1] جو جائداد کسی بیوہ کو نفقے کے لیے دی گئی ہو اس کے مرنے پر خاندان میں واپس آنے کے بعد بھی موروثی ہی رہے گی[2] علی ہذا جب مشترک خاندان کے کسی رکن نے اپنا غیر منقسم حق قرض خواہ پر قرضے کی بے باقی میں منتقل کردیا ہو اور اس بے باقی میں وہ حق کلیتہً ختم نہ ہوتا ہو تو باقی ماندہ جو کچھ بھی ہو موروثی جائداد ہی رہے گا[3]

تقسیم شدہ جائداد

ف ۲۷۶ ۔ جب متعدد مالکان مشترک کے مابین موروثی جائداد کی تقسیم ہو چکی ہو تو اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ اگر ان میں سے کسی کو تقسیم کے وقت اولاد موجود ہو تو جو حصہ اس کو ملے اس کے بچوں کی حد تک موروثی ہی رہے گا۔ کیونکہ اس حصے پر ان بچوں کے حقوق ملحق ہو چکے تھے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بنام راما سوامی ۸ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۲۵۔ جگموہن داس بنام منگلداس ۱۰ ابمبئی صفحہ ۵۲۹۔ بمقدمۂ گنگا پرشاد بنام اجودھیا پرشاد عالیہ عدالت بنگال نے اس امر کو ہنوز معرض بحث ہی میں تصور فرمایا کہ آیا لڑکے کی پیدائش سے قبل موروثی جائداد کے حاصل سے خریدی ہوئی جائداد موروثی جائداد تھی بہ ایں معنے کہ اس میں بعد کے پیدا شدہ بچے کو حق حاصل ہو گیا تھا مسٹر جسٹس مترکی نہایت پرزور رائے یہ تھی کہ ایسی جائداد موروثی نہیں ہے۔ اس کو تسلیم کیا گیا کہ جو جائداد اس طرح بعد پیدائش خریدی گئی ہو اس کی صورت دوسری ہوگی جلد ۸ کلکتہ صفحہ ۱۳۱۔ صدر کورٹ جلد ۹ کلکتہ لا رپورٹ صفحہ ۱۷۔ مدراس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ موروثی جائداد کی آمدنی سے خریدی ہوئی جائداد موروثی ہے جو کسی غیر شخص کو ایسے لڑکے کے حق کے منافی نہیں دی جاسکتی جو بروقت عطیہ رحم مادر میں تھا جسٹس مترکی تجویز بالا کے اتباع سے عدالت نے انکار کیا۔ راما بنام وینکٹ ۱۱ مدراس صفحہ ۲۴۶۔ ناقابل تقسیم زمینداری کی آمدنی سے جو کچھ کہ پس انداز کیا گیا ہو یا ایسی پس انداز رقم سے جو کچھ خریدا گیا ہو اس کے متعلق دیکھئے فقرہ ۲۸۶ معلوم یہ ہوتا ہے کہ جب منقولہ جائداد معرض انتقال میں آجائے اور وہ اراضی میں تبدیل ہو جائے تو ایسی منقولہ موروثی غیر منقولہ ہو جائے گی شام نارائن بنام رگھوبیر ۳ کلکتہ صفحہ ۵۰۸۔

[1] رام پرشاد بنام رادھا پرشاد ۷ الہ آباد صفحہ ۴۰۲۔

[2] ۔ بینی پرشاد بنام پورم چند ۲۳ کلکتہ صفحہ ۲۶۲۔

[3] ۔ کرشنا سامی بنام راجہ گوپال ۱۸ مدراس صفحہ ۳۴۷ صفحہ ۳۴۸۔

تقسیم سے ان ارکان کے صرف حقوق منقطع ہو جاتے ہیں جنھوں نے تقسیم کر لی ہو۔ باپ اور اس کے بچے حالت اشتراک ہی میں بسر کرتے ہیں ۔جب تقسیم اولاد کی پیدائش سے قبل ہوئی ہو تب بھی اسی قاعدے کا اطلاق ہو گا۔ کلکتے کے ایک مقدمے میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ جب باپ نے متعدد دستاویزات عطا سے اپنی جائداد خود کے لڑکوں کے مابین تقسیم کر دی تھی تو وہ حصہ جو ہر ایک نے پایا ہو اس کی اولاد کی حد تک موروثی جائداد تھا۔ یہ ظاہر نہیں ہے کہ آیا بر وقت عطا اولاد موجود تھی۔ لیکن لڑکے نے یہ حجت کی کہ

جائداد جو مورث سے بذریعہ ہبہ حاصل کی گئی ہو۔

عطا کے سبب وہ اس کی مکسوبہ جائداد تھی ۔ عدالت نے اس کو قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ ہندو اسناد کی کامل چھان بین کے بعد انھوں نے فرمایا۔ "ہمارا یہ خیال ہے کہ حسب احکام متاکشرا اگر دادا نے اپنی حاصل کی ہوئی جائداد اپنے لڑکوں کے مابین تقسیم کر دی ہو تو ایسی جائداد اس عطیے کے سبب اس کے لڑکوں کی ایسی مکسوبہ جائداد نہیں ہو جاتی کہ وہ اسے پوتوں کی رضامندی کے بغیر اور ان کے حقوق سے مغائر بذریعۂ ہبہ یا بیع منتقل کر سکے ۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ جائداد باپ (یعنے مورث) کی جائداد کو نقصان پہنچانے کے بغیر حاصل کی گئی ہے کیونکہ وہ نہ صرف اس جائداد میں سے دیگئی ہے بلکہ اسں جائداد کے غیر منقسمہ حصے کے عوض جس کے پانے کا بہ ظاہر باپ مجاز تھا لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ باپ نے محض اپنی عنایت سے دی تھی بلکہ دادا کی جائداد میں اپنے حق سے دست بردار ہونے کے عوض۔ چنانچہ وہ اس علیحدہ حصۂ اراضی کو قبول کر کے دست بردار بھی ہوا تھا۔ ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ باپ نے اس ٹکڑے کو ان قیود کے تابع حاصل کیا جن کا وہ غیر منقسمہ حصہ تابع ہوتا جس کے

۳۵

۵۔ لال بہادر بنام کنہیالال ۴ ہ ۳ مرافعہ جات ہند صفحہ ۶۵ - صدر کورٹ ۱۲۹ الہ آباد صفحہ ۴۴ ۳ - لکشمی بائی بنام گنپت مورابو ۵ بمبئی عالیہ عدالت (ابتدائی نظائر) صفحہ ۱۲۹ ؛ چتر بھوج بنام دھرمسی ۹ بمبئی صفحہ ۴۳۸ ۔ کلکتہ میں بھی یہی تصفیہ ہوا تھا۔ رپورٹ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آیا لڑکا تقسیم سے پہلے پیدا ہوا تھا یا بعد۔ لیکن میرے خیال میں بعد میں پیدا ہوا تھا اور موتی بنام چودھری ۲ کلکتہ صفحہ ۱۔

عوض وہ ٹکڑا دیا گیا تھا[ل] بظاہر یہ استدلال ایسی اولاد سے بھی متعلق ہوگا جو ہبہ کے وقت پیدا نہ ہوئی ہو۔ علی ہذا مدراس میں یہ قرار دیا گیا کہ خود کے باپ کی وصیت کے تحت حاصل کرنے کے سبب وہ حصہ جو باپ نے اس جائداد سے حاصل کیا ہو اس کا مکسوبہ نہیں ہوتا۔ عدالت نے فرمایا :- "اس بحث میں کہ چونکہ باپ نے بظاہر اپنے باپ کی وصیت کے تحت اسے قبول کیا اس لیے اس جائداد کی خصوصیت میں تبدیلی واقع ہوگئی ہمیں کوئی معقولیت معلوم نہیں ہوتی۔ اور استدلال ذیل کی معقولیت تو اور بھی کم معلوم ہوتی ہے کہ اس طریقے سے حاصل کرنے میں اس کی خاموشی کے سبب اس کو وسیع تر حق حاصل ہوتا ہے بہ نسبت اس حق کے جو اس کو وراثتًہ حاصل ہوتا[ع]" اسی اصول کا اتباع ایک ایسے مقدمے میں کیا گیا جس کا تعلق متاکشرا قانون سے تھا۔ باپ نے اپنی مکسوبہ جائداد خود کی بیوہ اور تین لڑکوں کے حق میں مشترکا ہبہ بالوصیت کی۔ دو لڑکے علٰحدہ ہوگئے۔ تیسرے نے اپنی ماں کے ساتھ رہنا ترک نہیں کیا۔ اور ماں کے مرنے پر اس کا حصہ قاعدۂ پسماندگی سے حاصل کیا۔ عدالت نے مذکورالصدر فیصلوں کی نظرثانی کرنے کے بعد یہ قرار دیا کہ بیوہ کا وہ حصہ جو بیٹے کو ملا اس کے ہاتھوں میں موروثی جائداد

ل۔ مدن گوپال بنام رام بخش ۶ سدرلینڈ صفحہ ۷۱، صفحہ ۷۳۔ اس کا اتباع نانوجی بابو اسن بنام مدن موہن ۱۳ مرافعہ جات ہند صفحہ ۵۱ میں کیا گیا۔ بمقدمۂ جابیر کنور بنام جو بھا ۱۶ سدرلینڈ صفحہ ۲۲۱ صدر عدالت ۸ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۲۰ معلوم یہ ہوتا ہے کہ جسٹس جیاکسن نے برعکس رائے ظاہر فرمائی لیکن اس مقدمے میں معلوم یہ ہوتا ہے کہ جائداد قطعاً موروثی نہیں تھی "علیہ بہ وجہ محبت" کے متعلق دیکھیے لکشمن بنام راجچندر ۱ بمبئی صفحہ ۵۶۱۔

ع۔ تاراچند بنام ویب رام ۳ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۵۰ صفحہ ۵۵ پرشوتم بنام جانکی ۲۹ الہ آباد صفحہ ۳۵۴ ناگالنگم بنام راجچندر تیوار ۲۴ مدراس صفحہ ۴۲۹ اس مقدمے میں اس انتقال جائداد کو بمقابلہ اس لڑکے کے جو بعد میں پیدا ہوا تھا ناقابل نفاذ قرار دیا گیا جو نوبھی عمل میں لایا تھا۔ جب کہ ولدالحرام لڑکے کو اس کی پرورش کے لیے کوئی جائداد ہبہ کی گئی ہو تو ایسی جائداد موروثی نہیں ہے کرشنا سوامی نائیڈو بنام سیتھا لکشمن امل ۱۸ مدراس لا جرنل صفحہ ۳۴۵۔

سمجھا جانا چاہیے کیونکہ ابتداءً وہ اس کی باپ کی جائداد کا جزو تھا[1]۔ ہبہ کی حقیقت کی نوعیت چاہیے جو کچھ بھی رہی ہو اس کا انتقال اس ذریعے کا تابع ہونا چاہئے جس سے کہ وہ حقیقت پیدا ہوئی تھی۔ جب باپ اپنی مکسوبہ جائداد اپنے بیٹے کے حق میں ہبہ کرے تو بجز اس کے کہ الفاظ وصیت سے کوئی چیز اس کے خلاف ظاہر ہو قیاس یہ ہوگا کہ بیٹا اس عطیے کو مثل موروثی جائداد کے پائے گا۔ ایک شخص نے خاندانی جائداد کا ایک حصہ تقسیم پر حاصل کیا۔ یہ حصہ جائداد پوری قیمت پر رہن تھا۔ من بعد اس نے اپنے کمائے ہوئے پیسے سے فک رہن کرایا۔ قرار دیا گیا کہ یہ جائداد جو مواخذے سے پاک ہو گئی تھی اس کے ہاتھوں میں موروثی تھی[2]۔ ۳۵

تمام مقدمات کی دیکھ بھال کرنے کے بعد بمبئی میں یہ فیصلہ فرمایا گیا کہ اگر دادا نے اپنی مکسوبہ جائداد بذریعۂ وصیت لڑکے کے حق میں ہبہ کی ہو اور الفاظ وصیت سے اس نے اپنا یہ منشا ظاہر کیا ہو کہ موہوب لہٗ کی وہ جائداد قطعی ہو تو اگرچہ وصیت کے وقت موہوب لہٗ کے لڑکے موجود رہے ہوں وہ جائداد ایسے لڑکے کو مثل موروثی کے حاصل نہیں ہوتی یعنے وہ اپنے باپ پر اس جائداد کی تقسیم کے لیے نالش نہیں کر سکتے[3]۔

[بمقدمۂ مسماۃ برج کنور بنام رائے بہادر پنڈت سنکتا پرشاد ۹۳۰ء ہ لکھنؤ صفحہ ۴۰۰ یہ قرار دیا گیا کہ اگر وصیت کرنے والے کا صاف طور سے یہ منشا ظاہر نہ ہوا ہو کہ ایسی جائداد قاعدۂ پسماندگی کے تابع رہے گی تو یہ قیاس قائم ہونا چاہئے کہ ایسی جائداد مکسوبہ ہے۔ جوڈیشل کمیٹی نے مقدمۂ لال رام سنگھ بنام ڈپٹی کمشنر آف پرتاب گڑھ میں

---

[1] ۔ نانا بھائی بنام اچرا بائی ۱۲ بمبئی صفحہ ۱۲۲ صفحہ ۱۳۳ - بینی پرشاد بنام پرن چند ۲۳ کلکتہ ۲۶۲

[2] ۔ وسالچی بنام اناساحی ۵ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۱۵۰ - کرشناسامی بنام راجہ گوپال ۱۸ مدراس صفحہ ۷۳ صفحہ ۸۳ - اس صورت کے لیے جب کہ رہن کا بیعنامہ ہو گیا ہو اور شریک خاندان اس کو اپنے پیسے سے خرید لے دیکھیے بلونت سنگھ بنام رانی کشور ۲۵ مرافعہ جات ہند صفحہ ۵۴ - ۲۰ الہ آباد صفحہ ۲۶۷ -

[3] ۔ جگموہن داس بنام منگلداس ۱۰ بمبئی صفحہ ۵۲۸ - پرشوتم راؤ بنام جانکی بائی ۲۹ الہ آباد صفحہ ۳۵۴ اس کے متعلق جسٹس ہیمن کی رائے دیکھی جائے۔ مقدمۂ احمد بھائی بنام سر ڈنشا پیٹٹ ۱۱ بمبئی لا رپورٹ صفحہ ۵۴۵ صفحہ ۵۹۴ صفحہ ۵۹۹ -

اس مسئلے کو کھلا چھوڑ دیا۔ ۱۹۲۳ء ۵۰ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۶۵]۔

مشترکاً حاصل کی ہوئی جائداد

ف ۲۷۷۔ ثانیاً یہ ہوسکتا ہے کہ جائداد مشترکہ ہو اگرچہ موروثی نہ رہی ہو۔ جب خاندان مشترکہ کے ارکان مشترکہ سرمایے کی مدد سے یا خود ان کے مشترکہ عمل سے جائداد حاصل کریں تو ایسی جائداد ان اشخاص کی مشترکہ ہوگی جنھوں نے اس کے حاصل کرنے میں کوشش کی ہو عام ازیں کہ وہ موروثی جائداد کا اضافہ ہو یا قطع نظر اس کے کہ وراثتہً حاصل کی ہوئی جائداد کے سرمایے کے بغیر پیدا ہوئی ہو[۱] اور اس سے کوئی فرق نہ ہوگا کہ طریقہ ونکل انتقال سے وہ اسامیاں مشترک ہوتی ہیں نہ کہ قابض مشترک[۲]۔ اس مسئلے کے متعلق کہ آیا اس طور پر مشترکاً جائداد حاصل کرنے والوں کی اولاد کو ایسی جائداد میں محض پیدائش کی وجہ سے حق حاصل ہوگا بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ اگر شخص واحد نے خود کی محنت سے دولت حاصل کی ہو اور کسی قسم کی مدد موروثی جائداد سے حاصل کرنے کے بعد تو اس کی اولاد کو یقیناً اس طرح حاصل کی ہوئی جائداد میں کوئی حق نہ ہوگا۔ اگر متعدد بھائیوں نے اسی طرح کیا ہو تو جائداد کے وہ سب مالک ہوں گے اور اس جائداد کو خاندان مشترکہ کی جائداد سمجھا جائے گا بشرطیکہ اس کے خلاف منشا ظاہر نہ ہوا ہو۔ اور ایسی صورت میں ان کی اولاد ذکور کو لازماً اس جائداد میں پیدائش سے حق حاصل ہوگا کیونکہ متاکشرا نظام جائداد میں کوئی ایسی جائداد خاندان مشترکہ کی نہیں ہوسکتی جس میں مالکان مشترک کی

۳۶۰

[۱]۔ منو باب ۹ فقرہ ۲۱۵ یاگنولکیا باب ۲ صفحہ ۱۲۰ متاکشرا باب ۱ فصل ۴ فقرہ ۵۔ ۱۵۔ جلد ۳ ڈائجسٹ صفحہ ۳۸۶ یفد ۔ میاکناٹن صفحہ ۳۵۱ صفحہ ۳۶۲ رام سیشیا بنام بھاگوت ۴ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۵ رام پرشاد بنام شیو چرن ۱۰ مور مرافعہ جات ہند صفحہ ۴۹۰۔ رادھا بائی بنام نانا راؤ ۳ بمبئی صفحہ ۱۵۱۔ بنگال میں اس قسم کا کوئی قیاس پیدا نہ ہوگا سراد بنام مہانند ۳۱ کلکتہ صفحہ ۴۴۸ دفعہ ۴۵ قانون انتقال جائداد (ایکٹ ۴ بابت ۱۸۸۲ء) کے تحت اشخاص جنھوں نے جائداد غیر منقولہ مشترکہ سرمایے سے خریدی ہو تو بجز اس کے کہ معاہدہ اس کے خلاف ہو جائداد مذکور میں ان کا حصہ اسی مناسبت سے ہوگا جس مناسبت سے کہ ان کا حصہ اس سرمایے میں ہے اور علیٰ ہذا جب متعدد لوگوں نے اپنے علحدہ سرمایے سے مشترکاً جائداد خریدی ہو۔

[۲]۔ پدکرلی ۲۲ کلکتہ صفحہ ۹۸۰۔

اولاد کو پیدائش سے حصہ نہ ملتا ہو۔ اگر اس منشا کی شہادت اطمینان بخش فراہم ہو سکے کہ وہ اس جائداد کو خاندان مشترکہ کی جائداد نہیں سمجھنا چاہتے تھے بلکہ صرف جائداد مشترکہ تصور کرنا چاہتے تھے (یعنے حاصل کنندوں کی خود کی حاصل کردہ مشترکہ جائداد) تو اس منشا کو نافذ کیا جائے گا۔ لیکن ہمیشہ قیاس یہ ہوگا کہ وہ جائداد خاندان مشترکہ کی ہے[1]۔

یا جو مشترکہ سرمایہ میں ملادی گئی ہو

دفعہ ۲۷۸ ثالثاً جو جائداد ابتداءً مکسوبہ ہو مشترکہ جائداد ہو سکتی ہے اگر اسے مالک نے اپنی رضا و رغبت سے مشترکہ سرمایے میں ملا دیا ہو اور اس ارادے سے کہ اس پر اسے منفرداً کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ اس نظریے کو پریوی کونسل نے بار بار تسلیم کیا ہے۔ غالباً ذیل کا مقدمہ قوی ترین تھا۔ اس مقدمے میں صورت حال یہ تھی کہ مالک کو قانون تعلقداران اودھ بابت سنہ ۱۸۶۹ء کے تحت قانوناً حقیت حاصل ہو چکی تھی۔ قرار دیا گیا کہ اس نے عملاً اس جائداد کو موروثی جائداد کر دیا[2]۔ یہ سوال کہ آیا اس نے ایسا کیا ہے یا نہیں کلیتہً واقعے کا

---

[1] سند رضم میستری بنام نرسلو میستری ۲۵ مدراس صفحہ ۱۴۹ اگوپال سامی چیٹی بنام ارلنو چلم چیٹی ۲۷ مدراس صفحہ ۳۲ (صفحہ ۳۵) کرد بے ناشیر بنام شنکر نارائن چیٹی ۲۷ مدراس صفحہ ۳۰۰ ابلاس کامل۔ منوسامی چیٹی بنام مرو تھل ۳۴ مدراس صفحہ ۲۱۱۔ کرسنداس دھرمسی بنام گنگا بائی ۳۲ بمبئی صفحہ ۴۷۹۔ مقدمہ چتر بھوج بنام دھرمسی ۹ بمبئی صفحہ ۴۳۸ صفحہ ۴۴۵ کا ذکر اس کتاب کی سابقہ اشاعت میں کیا گیا ہے مقدمات مذکورالصدر کے مد نظر اس رائے کو جو چتر بھوج میں ظاہر کی گئی ہے اب صحیح تصور نہیں کیا جا سکتا۔

[2] ہر پرشاد بنام شیو دیال ۳ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۵۹-۲۶ سدرلینڈ صفحہ ۵۵۔ شنکر بخش بنام ہردیو بخش ۱۶ مرافعہ جات ہند صفحہ ۷۱-۱۶ کلکتہ صفحہ ۳۹۷ (دیکھئے مسماۃ ٹھکرین سکراج بنام گورنمنٹ ۱۴ مور مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۱۲ اس مقدمے میں یہ قرار دیا گیا کہ تعلقدار نے دوسرے ارکان خاندان کے لیے امانتہً جائداد پائی ہوئی تھا کہ ہردیو بخش بنام جواہر سنگھ ۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۷۸-۶ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۲۱۔ ٹھاکور رام لا لانند بنام رگھوناتھ کنور ۹ مرافعہ جات ہند ۴۱۔ ۸ کلکتہ صفحہ ۷۶۹ حسین جعفر بنام محمد عسکری ۲۶ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۲۹۔ لال بہادر بنام کنیا لال ۳۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۶۵-۲۹ الہ آباد صفحہ ۲۴۴۔ رام پرشاد بنام شیو چرن ۱۰ مور صفحہ ۵۰۶ شلیا مل بنام متیا مل ۶ مدراس جرنل پی۔ سی صفحہ ۱۰۸ اشام نرائن بنام کورٹ آف وارڈس ۲۰ سدرلینڈ صفحہ ۱۹

سوال ہے۔ ایسے سوال کا تصفیہ مقدمے کے کل حالات کے مدنظر کیا جانا چاہئے[لہ] لیکن انفرادی حقوق سے دست بردار ہونے کا صاف اور صریح منشا ثابت کیا جانا چاہئے۔ اس کا استنباط ان افعال سے نہیں کیا جاسکتا جو محض محبت اور عنایت کی وجہ سے ظاہر ہوئے ہوں[سلہ]

ناقابل تقسیم جائداد مشترکہ ہوسکتی ہے

ف ۲۷۹۔ اس میں شک نہیں کہ مشترکہ جائداد کی ایک عام خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تقسیم ہوسکتی ہے لیکن یہ فرض نہ کرلینا چاہئے کہ مشترکہ جائداد اور قابل تقسیم جائداد دو ایسی اصطلاحات ہیں جو ایک دوسری کے لیے استعمال کی جاسکتی ہیں۔ اگر ایسا ہو تو ناقابل تقسیم زمینداری کبھی بھی مشترکہ جائداد نہیں ہوسکتی۔ پھر بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ صورت حال برعکس ہے (یعنے ناقابل تقسیم زمینداری لازماً مشترکہ ہوتی ہے) اس سے متمتع ہونے کا طریقہ کچھ ایسا ہے کہ اس کے متعلق دوسرے ارکان خاندان کے حقوق کم ہوتے ہوتے بہت ہی خفیف رہ جاتے ہیں۔ لیکن دو امور ہیں اس کی مشترکہ نوعیت اہم ہوجاتی ہے۔ اولاً سلسلۂ وراثت کے معاملے میں اور ثانیاً ہر قابض کے اختیارات انتقال کے متعلق۔ پہلے معاملے کے متعلق پریوی کونسل نے بارہا یہ قرار دیا ہے کہ زمینداری کا سلسلۂ وراثت اس پر منحصر ہوتا ہے کہ آیا "باوجود ناقابل تقسیم ہونے کے وہ زمینداری عام خاندانی جائداد کا جزو تھی" یا یہ کہ قابض جائداد کی علیحدہ یا مکسوبہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ۵ امبئی صفحہ ۳۰۶۔ ۱۰ کلکتہ صفحہ ۲۹۲ صفحہ ۳۰۹ صفحہ ۱۰۱۴۔ مادھو راؤ منوہر بنام آتما رام ۱۵ امبئی صفحہ ۵۱۹۔ مقدمۂ تریبھونداس بنام بارک اسمتھ۔ ۲۱ بمبئی صفحہ ۹۴۲ اسی قاعدے کا اطلاق اس جائداد پر کیا گیا جو اگرچہ مکسوبہ نہ تھی بلکہ نواسے پر مادری مورث سے وراثۃً منتقل ہوئی تھی۔ وہ شرکا نہیں ہوں گے بلکہ انھوں نے خود اسے مثل مشترکہ جائداد کے تصور کیا گوپال سامی بنام چنا سامی ۷ مدراس صفحہ ۴۵۸۔

لہ۔ لال بہادر بنام کنیا لال ۳۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۶۵۔ ۲۹ الہ آباد صفحہ ۲۴۴ سورج نارائن بنام رتن لال ۴۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۰۱۔ ۴۰ الہ آباد صفحہ ۱۵۹۔

سلہ۔ لالہ مدن گوپال بنام کھکھند ا کنور ۱۸ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۰۔ ۱۸ کلکتہ صفحہ ۳۴۱۔

۳۶۲ تھی۔[۱] دوسرے مسئلے کے متعلق حال حال تک مدراس، کلکتہ اور الہ آباد کی عدالتوں نے یہ قاعدہ قرار دیا کہ بالعموم قانون کے تحت ناقابل تقسیم زمینداری کے قابض پر اس کے انتقال کی حد تک وہی قیود عائد ہوں گے جو کسی دوسری موروثی جائداد کے متعلق عائد ہوتے ہیں۔ تاہم فیصلوں کے اس تسلسل میں پریوی کونسل کی ایک حالیہ تجویز کی وجہ سے مداخلت ہوئی ہے۔ اس مضمون پر من بعد اچھی طرح بحث کی جائے گی۔[۲]

شرکائے خاندان علیحدہ طور پر جائداد پر قابض رہ سکتے ہیں۔

ف ۲۸۰۔ جائداد خاندان مشترکہ کی چھان بین نامکمل ہوگی اگر یہ بتلایا جائے کہ کس قسم کی غیر مشترکہ جائداد پر ارکان انفرادی حیثیت سے قابض رہ سکتے ہیں۔ غیر مشترکہ جائداد یا تو خود کی مکسوبہ ہو سکتی ہے یا ایسی ہو سکتی ہے جو علیحدہ ہو۔ یا وہ ایسی جائداد ہو سکتی ہے جو دوسرے پر اس طرح منتقل ہوئی ہو کہ وہ اس پر آزادانہ طور پر قابض رہ سکتا ہے اور ایسی غیر منقسمہ خاندان کے دوسرے ارکان کو اس میں کسی قسم کا حق حاصل نہ ہو۔ قبل ازیں فقرات ۲۷۵ و ۲۷۶ میں ان تین صورتوں میں کی آخری صورت پر بحث کی جا چکی ہے۔ علیحدہ جائداد میں بہ لحاظ

---

[۱] کتما ناشیر بنام راجہ شیوگنگا ۹ مور مرافعہ جات ہند صفحہ ۵۳۹ صفحہ ۵۸۹ صفحہ ۶۱۰۔ ۲ سدرلینڈ پی سی صفحہ ۳۱۔ بنو مالا بنام پچا ۱۳ مور مرافعہ جات ہند صفحہ ۳۳۳ صفحہ ۳۳۶۔ ۱۳ سدرلینڈ پی سی صفحہ ۲۱۔ چودھری چنتامن بنام نولکھو ۲ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۶۳۔ ۲۴ سدرلینڈ صفحہ ۲۵۵۔ بنو مالا بنام رامندرا ۶ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۹۳ صفحہ ۱۰۳۔ پیریا سامی بنام پیریا سامی ۵ مرافعہ جات ہند صفحہ ۶۱۔ ۱ مدراس صفحہ ۳۱۲۔ رنگیا کما بنام بولی رامیا ۵ کلکتہ لا رپورٹ صفحہ ۳۹۴ پی۔ سی جگندر بھوپتی بنام نتیانند ۱۷ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۲۸۔ ۱۸ کلکتہ صفحہ ۱۵۱۔ تارا کماری بنام چتر بھنگ نارائن سنگھ ۱۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۹۲۔ ۲۴ کلکتہ صفحہ ۱۱۷۹۔ کالی کرشنا بنام رگھوناتھ ۳۱ کلکتہ صفحہ ۲۲۴۔ بیجناتھ پرشاد سنگھ بنام تیج بہادر سنگھ ۴۳ الہ آباد صفحہ ۲۲۸ عالیہ عدالت کلکتہ نے یہ اظہار کیا ہے کہ قانون نشان ۲۹ بابت ۱۸۱۴ء کے پیدا کی ہوئی گھاٹ والی زمینداریاں اگرچہ موروثی ہوتی ہیں لیکن ہر مالک کی جائداد بلا شمول احدے ہوتی ہے چترادھری سنگھ بنام کنجی بہاری ۴۲ کلکتہ صفحہ ۱۵۶۔

[۲] دیکھئے فقرہ ۔ ۳۳۸۔

معنے یہ چیز مضمر ہے کہ اس کا قابض ان اشخاص سے علحدہ ہو چکا ہے جن کے مقابلے میں وہ جائداد علحدہ ہے۔ لیکن عموماً ایک شخص ایک خاص قسم کے لوگوں سے علحدہ ہوتا ہے مثلاً خود اس کے بھائیوں سے اگرچہ دوسروں کے ساتھ اشتراک باقی رہتا ہے مثلاً خود کی اولاد کے ساتھ۔ مقدم الذکر صورت میں اس کی جائداد علحدہ ہوتی ہے۔ اور موخر الذکر صورت میں وہ مشترکہ رہتی ہے (فقرہ ۲۷۶) برخلاف اس کے ایک شخص حالت اشتراک میں رہ کر ہی خود کی محنت سے جائداد حاصل کر سکتا ہے اور جب وہ ایسا کرے تو تمام عالم کے مقابلے میں اس کا وہ فعل اثر پذیر ہوگا۔ میں نے قبل ازیں (فقرہ ۲۳۹ تا فقرہ ۲۴۱) اس شعبۂ قانون کی ابتدائی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے۔ ذیل کے فقرات سے یہ واضح ہو جائے گا کہ حالیہ فیصلوں نے اس پر کیا اثر ڈالا ہے۔

خود کی مکسوبہ

ف ۲۸۱۔ مکسوبہ جائداد کے کل نظریے کو مختصراً یاگنولکیا نے حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:۔ "جو کچھ خود شریک خاندان نے باپ کی جائداد کو نقصان پہنچانے کے بغیر حاصل کیا ہو۔ یا دوست سے تحفۃً پایا ہو۔ یا بیاہ کے وقت اس کو دیا گیا ہو اس کو ورثائے مشترک سے کوئی تعلق نہیں ہوتا[1] اور اگر کسی نے قابل توریث جائداد غاصب سے واپس لے لی ہو۔ یا اپنے علم و ہنر سے حاصل کی ہو تو اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ایسی جائداد شرکا کو دے[2]" اس تحریر کے متعلق سمرتی چندریکا یہ کہتا ہے کہ باپ کی جائداد سے مراد ہر غیر منقسمہ شریک کی جائداد ہے[3] اور متاکشرا نے یہ اضافہ کیا ہے کہ الفاظ "باپ کی جائداد کو نقصان پہنچانے کے بغیر" کو اس جملے کے ہر رکن سے متعلق کرنا چاہیے۔

۳۶۳

---

[1] قرابتداروں اور دوستوں سے حاصل کیے ہوئے تحائف کے متعلق دیکھئے منو باب ۹ فقرہ ۲۰۶ نارد باب ۱۳ فقرہ ۶ فقرہ ۷۔ مدن گوپال بنام رام بخش ۶ سدرلینڈ ۷۱۔ و نیز کتاب ہذا فقرہ ۲۷۶ متاکشرا باب ۱ فصل ۵ فقرہ ۹۔

[2] یاگنولکیا باب ۲ فقرہ ۱۱۸ فقرہ ۱۱۹۔ متاکشرا باب ۱ فصل ۴ فقرہ ۱۔ دیکھئے دیا بھاگ باب ۶ و ہو ہار میوکھ باب ۴ فصل ۷ فقرہ ۱ و ۱۴۔ رگھونندن باب ۶ فقرہ ۱ و ۱۲۔

[3] سمرتی چندریکا باب ۸ فقرہ ۲۸۔

بنا بریں جو کچھ دوست سے اس احسان کے عوض حاصل کیا گیا ہو جو احسان اس نے آبائی جائداد پہ بار عائد کر کے کیا تھا جو کچھ کہ ایسی شادی کے وقت حاصل کیا گیا ہو جو اسور یا مماثل قسم میں مکمل ہوئی ہو[1] یا باپ کی اشیاء کو صرف کر کے قابل توریث جائداد کو واپس حاصل کی ہوئی چیز یا موروثی دولت کی مدد سے علم حاصل کر کے جو کچھ حاصل کیا گیا ہو۔ یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جن میں بھائیوں اور باپ کو حصہ پانا چاہیے تھا مصنف متاکشرا نے یاگنولکیا کے الفاظ کو وسیع کر دیا ہے۔ چنانچہ مکسوبۂ ذاتی کی مصنف مذکور نے یوں تعریف کی ہے "وہ جو کچھ کہ خود شریک نے اپنے باپ یا ماں کی چیزوں کو نقصان پہنچانے کے بغیر حاصل کیا ہو" مکسوبۂ ذاتی ہے۔ اس لحاظ سے اگر کسی نے نانا سے وراثتہً[2] کوئی جائداد حاصل کی ہو تو وہ اس کی مکسوبۂ ذاتی نہ ہو گی[3] ہر صورت میں یہ ثابت کرنا ہو گا کہ "جائداد کو نقصان پہنچانے کے بغیر" منفعت حاصل کی گئی۔ ازمنۂ سابق میں مشترکہ ورثا کی خفیف سی خفیف مدد اور کسی قسم کی مشترکہ جائداد پر قابض رہنا ایسا نقصان سمجھا جاتا تھا کہ اسکے دکا وجود بلا چون وچرا تسلیم کر لیا جاتا تھا۔ عالیہ عدالت مدراس نے مکسوبۂ ذاتی کے خلاف ہمیشہ رجحان ظاہر کیا ہے۔ لیکن عالیہ نظائر کا یہ میلان ظاہر ہوتا ہے کہ اس قانون کے متعلق زیادہ سمجھ سے کام لینا چاہیے یعنے قانون کے اصلی مفہوم کی پیروی کرنا چاہیے نہ کہ الفاظ قانون کی۔

علم و حکمت سے حاصل کی ہوئی چیزیں

۲۸۴ ۔ مثلاً علم اور بہادری یا سپاہگری سے حاصل کی ہوئی چیزیں مشترکہ جائداد قرار دی گئی ہیں بشرطیکہ خاندان مشترکہ کے صرفے سے علم حاصل کرایا گیا ہو۔ یا اگر سپاہی نے اپنے باپ کی تلوار استعمال کی ہو (فقرہ ۔ ۲۴۰)۔ ازمنۂ

۳۶۴

---

[1] ۔ شیو گوبند بنام منگل نرائن ۷ صوبہ شمال مغربی صفحہ ۷۵

[2] ۔ متاکشرا باب ۱ فصل ۴ فقرہ ۶۔

[3] ۔ متاکشرا باب ۱ فصل ۴ فقرہ ۲۔ متاین چیٹی بنام سانگیلی ۹ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۲۷۔ ۳ مدراس صفحہ ۳۰۷۔ عالیہ عدالت مدراس نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس طرح وراثتہً حاصل کی ہوئی جائداد باپ اور اس کے لڑکے کی مشترکہ ہوتی ہے پریوی کونسل نے اس نتیجہ سے اتفاق کرنے میں انکار کیا ہے دیکھئے صفحہ ۲۷۵۔

سابق میں بھی دو مکسوبات ذاتی سمجھے جاتے تھے۔ ایک مقدمے میں قانون کے اس مسئلے کی مکمل جانچ کی گئی۔ ایک رقاصہ لڑکی کی متبنٰے گیرندہ ماں نے اس لڑکی کی جائداد کا اس بیان کے ساتھ ادعا کیا کہ گو لڑکی نے وہ جائداد حاصل کی تھی لیکن اس کو وہ ہنر ماں کے صرفے سے سکھلایا گیا تھا۔ عالیہ عدالت مدراس نے سول جج کے ایک بسیط فیصلے کو منسوخ فرما کر یہ فیصلہ کیا کہ اگر ان منفعتوں کو علم و ہنر کی منفعتیں سمجھا جائے تو وہ حاصل کرنے والی اور اس کی ماں کی مشترکہ جائداد ہو گی[1] اگرچہ جائداد کہ اس نے حاصل کی تھی وہ محض فحش کاری کا نتیجہ تھی تو یقیناً صورت حال دگرگوں ہوتی[2] بعد کے ایک مقدمے میں ایک وکیل کی آمدنی قابل تقسیم قرار دی گئی۔ وجہ یہ بیان کی گئی کہ اس کو خاندان کے صرفے سے تعلیم دی گئی تھی اور یہ کہ اس نے اس تعلیم کی وجہ سے منفعت حاصل کی۔ اگرچہ یہ ثابت ہوا کہ اس نے اپنے باپ سے عام تعلیم سے زیادہ حاصل نہیں کیا۔ جسٹس ہالووے نے رقاصہ کے مقدمے کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا۔ "میں کلیتہً عالیہ عدالت کے فیصلے کی پیروی کرتا ہوں جس کے لیے میں خود ذمہ دار ہوں۔ اور بالخصوص اس بیان سے متفق ہوں کہ ایسے شخص کی معمولی علم و حکمت کی منفعتیں جس کی پرورش خاندان کے پیسے سے ہوئی ہو یقیناً قابل تقسیم ہیں[3]" ایک وکیل کے دوسرے مقدمے میں بمبئی کے چیف جسٹس نے مقدمات مذکورۂ ما بعد کے فیصلوں کو عام الفاظ میں اختیار فرمایا۔ تاہم وہاں یہ مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوا کیونکہ یہ ثابت ہوا کہ اس نے لین دین کے کاروبار اور پیشۂ وکالت کو ملا دیا تھا اور یہ کہ خاندان مشترکہ کی جائداد تھی جس سے اس نے استفادہ کیا[4]

---

[1] - جھالاکنڈا بنام رتنا چلم ۲ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۵۶ دیکھو جلد ہٰذا ٹلیو بیا کنائن صفحہ ۱۶۷۔

[2] - بولاکم بنام سورنم ۲ مدراس صفحہ ۳۳۰۔

[3] - گنگا دھر داد و بنام نرسما ۷ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۴۷۰۔

[4] - بائی منجا بنام نروتم داس ۶ بمبئی ہائیکورٹ (نظائر مرافعہ) صفحہ اصفحہ ۲۔

خاندان میں تعلیم پانے کا نتیجہ

دفعہ ۲۸۳۔ تاہم یہ سمجھنا دشوار ہے کہ کیوں اس شخص کی حالت اور حیثیت بدتر ہونی چاہیے جس نے خاندان کے صرفے سے پرورش اور تعلیم پانے کے بعد اپنے علم و ہنر سے کچھ حاصل کیا ہو بہ نسبت اس کے جس نے اس طرح تعلیم و پرورش پاکر سن بعد اپنی ذات سے کچھ حاصل کیا ہو۔ جمہود ہان یہ قاعدہ قرار دیتے ہیں کہ جب اس بنا پر ذاتی مکسوبات کو مشترکہ جائداد میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے کہ وہ مشترکہ جائداد کی مدد سے حاصل کی گئی تھی یہ ثابت کیا جانا چاہیے کہ مشترکہ سرمایہ منفعت حاصل کرنے کی غرض سے صراحتہً استعمال کیا گیا تھا۔" محض اس وجہ سے کہ جائداد خورد و نوش یا دوسری ضروریات کے لیے استعمال کی گئی ہوگی وہ مشترکہ نہیں ہوتی کیونکہ خورد و نوش یا دوسری ضروریات کے لیے استعمال کرنا ایسا ہے جیسا کہ ماں کا دودھ پینا[1] "یہ بہت ہی سمجھ کی بات معلوم ہوتی ہے۔ اگر ہندو خاندان کا رکن مشترکہ صرفے سے انگلستان بار یا سیول سرویس کی تعلیم پانے کے لیے بھیجا جائے تو یہ بات نہایت ہی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اس کی المضاعف منفعتیں مشترکہ سرمایے میں شامل ہو جائیں تاکہ غیر معمولی اصراف کا معاوضہ ہو سکے۔ غیر معمولی صرف کرتے وقت اس کی پابجائی ممکن ہے کہ ملحوظ خاطر رہی ہو اور ایسا فرض کرنا بعید از قیاس نہیں ہے لیکن جب کل کے کل ایک ہی طرح زندگی شروع کریں اور اس میں سوائے معمولی پرورش اور تعلیم و تربیت کے جو اس قسم کی زندگی کے اشخاص کے لیے عام ہو کچھ اور نہ ہو تو صورت دوسری ہوگی۔ اسی وجہ سے مدراس کے ایک مقدمے میں جب کہ ایک ہندو نے تجارت سے ایک بڑی دولت حاصل کی تھی اور اس کا یہ ادعا تھا کہ یہ دولت خود اس کی ہے تو اس کا ادعا تسلیم کیا گیا اگرچہ ابتدائی عمر میں اس کی پرورش تعلیم اور شادی موروثی ذرائع سے ہوئی تھی[2] علی ہذا بنگال کے مقدمے

۳۶۵

[1] دیا بھاگ باب ۲ فصل ۱ فقرہ ۴۴ و ۵۰۔ جلد ۱ اسٹرینج ہندو لا صفحہ ۲۱۴۔ جلد ۲ صفحہ ۳۴۷۔

[2] جلا بارودل بنام ویرا بارودل ۴ مدراس جرنل صفحہ ۵۴۔ بصیغۂ مرافعہ اس فیصلے کو بحال رکھا گیا ایضاً ۲۴۰۔

میں بھی جب کہ مکسوبۂ ذاتی کا ادعا کیا گیا اور مدعی علیہ کی پرورش خاندان کے صرفے سے ہوئی تھی۔ لیکن یہ ثابت کیا گیا تھا کہ جائداد کے حاصل کرنے میں اس نے خاندان مشترکہ کے سرمایے کو مطلقاً استعمال نہیں کیا۔ بہ ظاہر اس نے وہ منفعت ایسے کام سے حاصل کی تھی جو بہت ہی نفع آور تھا بنا برآں یہ قرار دیا گیا کہ اس کا ادعا بالکل ثابت ہے۔ جسٹس سٹر نے فرمایا: ”عدالت تحت میں مدعی کا یہ دعویٰ تھا کہ مدعی علیہ کو مشترکہ جائداد سے تعلیم دی گئی اور اسی وجہ سے مدعی ہر اس جائداد میں حصہ پانے کا مستحق ہے جو مدعی علیہ نے اس تعلیم کی مدد سے حاصل کی ہو۔ لیکن اس قسم کے استدلال کی ہندو قانون میں کہیں بھی اجازت نہیں ہے اور بہ نظر انصاف میں اس کی سفارش کرنے کی کوئی وجہ نہیں پاتا“[ل] اس دعوے کو بصیغۂ مرافعہ پریوی کونسل نے پسند فرمایا۔ مرافعے میں یہ بحث کی گئی کہ وہ جائداد جو ایک کامیاب تاجر نے حاصل کی ہو مشترکہ جائداد ہے کیونکہ اس کی تعلیم و تربیت مشترکہ سرمایے سے ہوئی تھی۔ اس واقعے سے انکار ہونے پر کمیٹی نے یہ تجویز فرمائی کہ ”چونکہ حکام عالیمقام کا یہ نظریہ ہے لہذا اس پر غور کرنا ضروری نہیں ہے کہ آیا مرافعے کا پیش کردہ عجیب و غریب مسئلۂ قانون جس کا صاف الفاظ میں یہ مطلب ہے۔ کہ اگر خاندان مشترکہ کے کسی رکن نے خفیف سی خفیف بھی تعلیم مشترکہ سرمایے سے حاصل کی ہو تو وہ ہمیشہ کے لیے اپنے ہنر اور اپنی محنت سے ذاتی جائداد علیحدہ طور پر حاصل نہیں کر سکتا۔ قابل سماعت ہے یا نہیں۔ ایسے مسئلے کی تائید کے لیے نہایت قوی اور صاف سند کی ضرورت ہے۔ حکام ممدوح نے اپنے فیصلے کے جو وجوہ دیے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کتابوں اور اسناد کی نظر ثانی ضروری نہیں سمجھتے جو اس مضمون کی تائید میں پیش کی گئی تھیں۔ یہ کہنا کافی ہے کہ حکام عالیمقام کی رائے کے مطابق جو احکام اس مسئلے کی تائید میں پیش کیے گئے ہیں ان میں کا کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس سے مسئلۂ زیر بحث کی پوری پوری تائید ہوتی ہو“ اس کے بعد انھوں نے بنگال کے مقدمے کا حوالہ تائیداً دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ

ل۔ دھنکدری بنام گنپت ۱۱ بنگال لارپورٹ صفحہ ۲۰۱ نوٹ۔ صدر کورٹ ۱۰ سدرلینڈ صفحہ ۱۲۲۔

اس مقدمے میں بہ نسبت مدراس اور بمبئی کے مقدمے کے وسیع طریقے سے قانون بیان نہیں کیا گیا۔ فیصلے کا اختتام حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا۔ "ممکن ہے کہ اس کے بعد سے اس بورڈ (Board) کو اس کی ضرورت لاحق ہو کہ وہ سوال ذیل پر غور کرے۔ کیا عدالتہائے بنگال کے اس مضمون پر محدود تر اور محفوظ تر اظہار قانون زیادہ صحیح ہے یا نہیں۔ زیادہ صحیح بہ نسبت اس کے جو عدالتہائے مدراس کا نظریہ معلوم ہوتا ہے"[۵۱]

یہ ضروری ہے کہ علم وحکمت بطور خاص خاندان کے صرفے سے سکھائی گئی ہو

ف ۲۸۴۔ اس کے قبل کے فقرے میں جسٹس مٹر کی جس عدالتی رائے کا اقتباس کیا گیا اس کے متعلق بمبئی ہائیکورٹ نے بعد کے ایک مقدمے میں یہ قرار دیا کہ وہ فی الحقیقت جیسی صحیح ہونا چاہئے نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود فاضل ججوں نے یہ قرار دیا کہ جب کبھی ہندو کتابیں "علم وحکمت کے ذریعے حاصل کی ہوئی جائداد جو خاندان کے صرفے سے سکھایا گیا ہو" کا ذکر کرتے ہیں تو ان کا منشا "اس خاص شعبۂ علم کا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ دولت حاصل کی گئی ہو۔ نہ کہ وہ ابتدائی تعلیم وتربیت جو کل علوم کی تحصیل کا ضروری زینہ ہوتا ہے"۔ اسی باعث حکام مذکور الصدر نے یہ قرار دیا کہ سب جج نے جو جائداد حاصل کی ہے وہ اس کی مکسوبہ ذاتی ہے اور ناقابل تقسیم۔ اس سب جج کی ابتدائی تعلیم خاندان کے صرفے سے ہوئی تھی لیکن ایک وکیل کے دفتر اور صدر عدالت میں قانون کا وہ علم اسے حاصل ہوا تھا جس کے باعث وہ جج کی خدمت کا اہل ہو سکا[۵۲]۔ بمقدمہ ییتھارام رام راکھی بنام ریوچند رام راکھی[۵۳] پریوی کونسل نے حال میں اس مضمون پر نظر ثانی فرمائی۔ اس مقدمے کے واقعات حسب ذیل تھے۔ ایک شخص مسمی شیورام کو خاندان مشترکہ کے صرفے سے تعلیم دی گئی۔ یہ شخص اس خاندان کا

۳۶۷

[۵۱]۔ پالیم دالو بنام پالیم سوریا ۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۹۰۔ ۱ مدراس صفحہ ۲۵۲۔

[۵۲]۔ لکشمن بنام جمنو بائی ۶ بمبئی صفحہ ۲ صفحہ ۵ صفحہ ۲۲۴ بمقدمہ کشنا جی مہادیو بنام مورو مہادیو ۱۵ بمبئی صفحہ ۳۲ اس کی پیروی کی گئی۔ لکشمن کنور بنام دیبی پرشاد ۲۰ الہ آباد صفحہ ۴۳۵۔

[۵۳]۔ ۵۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۴۔

رکن تھا اور کراچی کے سرکاری مدرسۂ فوقانیہ میں اس کی تعلیم شروع ہوئی۔ اس مدرسے میں اس نے اتنی تعلیم پائی کہ انگریزی میں بات چیت کرنے کے قابل ہوا اور انگریزی لکھنا بھی اس کو آگیا۔ ۱۸۶۹ء میں جب کہ اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی وہ ایک وکیل کا محرر بن گیا۔ اور ۱۸۷۸ء سے ۱۸۹۹ء تک جب کہ وہ فوت ہوا اس سے یورپین تجارتی کوٹھیوں نے بہ حیثیت دلال کے کام لیا۔ وہ خانگی طور پر قرض کے لین دین کا کاروبار بھی کیا کرتا تھا۔ کہا یہ گیا کہ اس نے اس کام کا آغاز اس سرمایے سے کیا جو اس نے وکیل کے محرر کی حیثیت سے کما کر بچا رکھا تھا۔ اس نے ڈھائی لاکھ کی دولت چھوڑی۔ ادعا یہ کیا گیا کہ چونکہ اس کی تعلیم خاندان مشترکہ کے سرمایے سے ہوئی تھی اس لیے رقم مذکور الصدر خاندان مشترکہ کی جائداد ہے۔ حکام عالی مقام نے یہ قرار دیا کہ اس دولت کو اس تعلیم کا نتیجہ نہ سمجھنا چاہیے جو اس کو خاندان کے صرفے سے دی گئی تھی بلکہ وہ اس کے خاص ہنر اور ذہنی قابلیت کا نتیجہ تھی اور یہ کہ خود شیو رام نے اپنی انفرادی کوشش سے اس ابتدائی تعلیم و تربیت کو ترقی دی۔ انھوں نے یہ قرار دیا کہ متاکشرا میں جو لفظ ہے اس کا ترجمہ کولبروک نے سائنس کیا ہے فی الحقیقت اس کا صحیح ترجمہ "علم" ہے۔ اور یہ کہ اس کا صحیح مفہوم اور معنے خاص قسم کی تعلیم و تربیت ہے نہ کہ وہ لفظ اس ابتدائی عام تعلیم پر حاوی ہے جو تعلیم پانے والے کی حیثیت کے لیے موزوں اور مناسب ہو۔ اس قسم کی تعلیم خاندان مشترکہ کے صرفے سے پانے کا وہ ہر وقت مستحق و مجاز ہے۔ لیکن اور بھی بعد کے اعلان میں پریوی کونسل نے حسبِ ذیل قاعدۂ قدیم کو مجبوراً مکرر بیان فرمایا کہ خاندان مشترکہ کے ارکان کے جملہ مکسوبات بادی النظر میں قابل تقسیم ہیں اور یہ کہ بار ثبوت ان پر ہوگا جو اس کے خلاف ادعا کریں۔ "سائنس کی منفعتیں" اس قاعدے سے مستثنےٰ ہیں لیکن صرف اس وقت جب کہ ثبت طور پر یہ بتلایا جائے کہ وہ تعلیم جو ان منفعتوں کا باعث ہوئی تھی خاندانی جائداد کو نقصان پہنچانے کے بغیر حاصل کی گئی تھی۔ اسی وجہ سے جب کہ ایک غیر منقسمہ خاندان کا رکن انگلستان کو مشترکہ سرمایے سے تعلیم پانے کے لیے روانہ کیا گیا تھا اور وہ اس طرح تعلیم پانے کے بعد سِول سروس میں داخل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ اس کی تنخواہ مشترکہ خاندان

کی جائداد تھی[1] [ہندو گینس آف لرنگ ایکٹ ۱۹۳۰ء سے قبل دو قاعدے مسلمہ تھے (الف) خاندان مشترکہ کے رکن کی کسی پیشے سے جس کے لیے خاص قسم کی تربیت ضروری ہو کمائی ہوئی آمدنی خاندان مشترکہ کی جائداد ہو گی اگر یہ تعلیم و تربیت جائداد خاندان مشترکہ کے صرفے سے دی گئی ہو۔ اور (ب) یہ کہ ذاتی محنت اور مشترکہ سرمایے کی مدد کے بغیر حاصل کی ہوئی جائداد ایسے رکن کی مکسوبہ ذاتی ہو گی اگرچہ اس کی پرورش خاندان کے پیسے سے ہوئی ہو اور عام ابتدائی تعلیم سے زیادہ خاندان کے صرفے سے اس نے حاصل نہ کیا ہو۔ قانون مذکور الصدر نے اب یہ قاعدہ بنایا ہے کہ باوجود کسی رواج یا ہندو قانون کے کسی اور قاعدے کے علم سے حاصل کی ہوئی چیزیں اس رکن کی جائداد ہو گی۔ اگرچہ اس کی تعلیم جزءً یا کلاً خاندان کے صرفے سے ہوئی ہو اور باوجود اس کے کہ وہ یا اس کی آل اولاد کی پرورش تعلیم کے زمانے میں مشترکہ سرمایے سے ہوئی ہو۔ علم کی تعریف قانون مذکور میں کی گئی ہے۔ اور علم کی منفعت کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ قانون ۲۵ جولائی ۱۹۳۰ء کو نافذ ہوا۔ تمام منفعتیں جو علم سے حاصل ہوں اس قانون کے لحاظ سے حاصل کنندہ کی مکسوبہ ذاتی ہیں]۔

(The brackeled partion is Translators)

مشترکہ رقوم پر قبضہ قطعی نہیں ہے

۲۸۵ مشترکہ سرمایئے کا وجود مسلمہ ہونے سے بطور خود جائداد کے حاصل کرنے والے پر اس کے ثابت کرنے کا بار عائد ہوتا ہے کہ مشترکہ سرمایے سے اس کی دولت کو کوئی سروکار نہیں رہا[2] لیکن یہ واقعہ کہ مشترکہ سرمایہ تھا بذات خود قطعی نہیں ہے۔ بنگال کے سپریم کورٹ میں ایک مقدمہ پیش تھا جس میں جسٹس گرانٹ

---

[1] امرناتھ اور بوبل چند بنام حکم چند ناتھو کی کوٹھی ۴۰ مدراس لا جرنل صفحہ ۳۲۷۔

[2] شیو پرشاد بنام گنگا موتی ۲ صدر لینڈ صفحہ ۲۹۱ پران کرسٹو بنام بھگوتی ۲ صدر لینڈ صفحہ ۱۵۸۔ جیا بنام تمریا ۱۰ مدراس صفحہ ۲۵۱۔

نے فرمایا:- "جب وراثتہً منتقل شدہ جائداد بعد کی حاصل شدہ جائداد کی بنیاد نہ سمجھی جا سکتی ہو تو بعد کی دولت ظاہر ہے کہ مکسوبہ سمجھی جانی چاہیئے۔ مثلاً ایک آبائی جھونپڑی جو رقم کی صورت میں نہ بدلی گئی ہو اور نہ بدلی جا سکتی ہو اور جس میں دولت کا حاصل کنندہ مثل دیگر ارکان کے رہ کر نہایت ہی خفیف طریقے سے مستفید ہوا ہو جب کہ وہ اپنی محنت سے روپیہ پیدا کر رہا تھا۔ علیٰ ہذا دوسری چیزیں بھی جو اسی قسم کی ہوں اور ناقابل لحاظ بھی"[1] اس میں شک نہیں کہ تجویز اس کے برعکس ہو گی اگر یہ معلوم ہو کہ جائداد مشترکہ کی آمدنی معتد بہ تھی اور اس کا امکان تھا کہ خاندان کے ضروری اخراجات کی تکمیل کے بعد بھی روپیہ پس انداز ہو سکتا تھا اور یہ کہ جدید جائدادیں اسی سے حاصل کی گئی ہوں گی۔[2] اور مشترکہ جائداد کی کفالت پر روپیہ حاصل کر کے اگر کوئی چیز خریدی گئی ہو تو وہ چیزیں خاندان مشترکہ کی ہوں گی جس کے ارکان اس قرضے کے مشترکہ ذمہ دار ہوں گے[3] لیکن اگر کلیتہً قرض لینے والے کی ساکھ پر قرضہ لیا گیا ہو یا اگر قرضہ مشترکہ سرمایہ کے بھروسے پر ایک خاص معاہدے کے تحت کہ لینے والا ہی اس کا کلیتہً ذمہ دار ہو گا (اور صرف اس کے فائدے کے لیے) تو صورت حال دوسری ہو گی۔[4]

سرکاری عطیے ۲۸۶ ف وہ جائدادیں جو گورنمنٹ نے بہ حیثیت اقتدار اعلیٰ عطا کی ہوں معطیٰ لہ کی مکسوبہ ذاتی جائدادیں ہو جاتی ہیں۔ عام ازیں کہ یہ عطیے بطور جدید عطا کیے گئے ہوں۔ یا خاندان کے کسی ایک رکن کو صرف

---

[1] - گوردچرن بنام گونگ منی۔ فلٹن صفحہ ۱۶۵ صفحہ ۱۰۸ اسیناچی بنام چتمبر فیصلہ جات مدراس ۱۸۵۳ء صفحہ ۲۶۳ جادو مونی بنام گنگا دھر جلد ۱ بولنا ئے صفحہ ۶۰۰۔ احمد بھائی بنام قاسم بھائی ۱۳ بمبئی صفحہ ۵۴۳۔ جلد ۱ امور مرافعہ جات ہند صفحہ ۵۰۵۔

[2] - سدانند بنام سرجو مونی ۱۱ سدر لینڈ صفحہ ۴۳۶۔ توتمپدی وینکٹ رتنم بنام شیشما ۲۷ مدراس صفحہ ۲۲۴۔

[3] - شیو پرشاد بنام کلندر جلد ۱ صدر دیوانی صفحہ ۶۷ صفحہ ۱۰۱۔

[4] - رائے نرسنگھ بنام رائے نارائن ۳ بن۔ ڈبلیو۔ پی صفحہ ۲۱۸۔

وہ جائداد واپس کی گئی ہو جس پر سابق میں کوئی دوسرا قابض تھا اور وہ جائداد ضبطی میں آئی تھی[۱] اگر الفاظ عطا سے اس کے خلاف منشا ظاہر ہوتا ہو[۲] یا اگر معطی لہ اور دوسرے ارکان خاندان کے عمل سے یہ ظاہر ہو کہ وہ اسے خاندان مشترکہ کی جائداد تصور کر رہے تھے تو صورت دوسری ہو گی[۳] لیکن اگر ایک رکن خاندان نے دوسرے کو جو موروثی زمینداری پر قابض ہو بجبر بے دخل کر دیا ہو (اور ضبطی قانونی نہ ہو اور نہ شخص مقتدر نے جو قانونی حقیت عطا کرنے کا مجاز ہو جدید عطا کا عمل کیا ہو) تو قابض جدید کا قبضہ حقیت سابق کا سلسلہ سمجھا جائے گا نہ کہ مکسوبہ ذاتی[۴] اور مقدمہ ذیل میں جب کہ گورنمنٹ نے سابقہ ضبطی کو من بعد منسوخ فرمایا تھا اور کسی شخص ثالث کے حق میں جدید عطا کا عمل نہیں کیا گیا تھا تو قرار دیا گیا کہ سابقہ حقیت خود بخود واپس ہو گئی اور اس سے وہ کل اشخاص مستفید ہو سکتے ہیں جو اس عطا کے

---

[۱] - کتانا چیر بنام راجہ شیو گنگا ۹ مور صفحہ ۶۰۲ - صدر کورٹ ۲ سدر لینڈ (پی - سی) صفحہ ۳۱ - بیر پرتاب بنام مہاراجہ راجندر ۱۲ مور صفحہ ۱ (مقدمہ ہنسا پور) ۲ سدر لینڈ صفحہ ۳۱ - وینکٹ راما یادو بنام وینکٹ رامیا ۱۵ مدراس صفحہ ۲۸۴ (فقرہ ۴۸۵ کتاب ہذا) ۱۸۵۷ء کی ضبطی اور قانون نشان نمبر ۱ بابت ۱۸۶۹ء (اودھ اسٹیٹ ایکٹ) کے تحت جو جاگیریں اودھ میں دی گئی ہیں ان کے متعلق دیکھئے ٹھاکورین سکراج بنام سرکار ۴ امور صفحہ ۱۱۲ - ہر پرشاد بنام شیو دیال ۳ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۵۹ - ۲۶ سدر لینڈ صفحہ ۵۵ - ہر دیو بخش بنام جواہر ۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۷۸ - ۶ ایضاً صفحہ ۱۶۱ ہیر چندر بنام جانکی کنور ۵ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱ - ٹھاکر شیری بنام ٹھاکورین ۳ کلکتہ صفحہ ۶۴۵ - گوری شنکر بنام مہاراجہ بلرام پور ۶ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱ ۴ کلکتہ صفحہ ۸۳۹ - ملکہ جہاں بنام ڈپٹی کمشنر لکھنؤ ایضاً صفحہ ۶۳ - مرزا جہاں بنام نواب افسر بہو ایضاً صفحہ ۶۷ - ۴ کلکتہ صفحہ ۲۷ - سیٹھ جے دیال بنام سیٹھ سیتارام ۸ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۱۵ - راما نند بنام رگھوناتھ ۹ ایضاً صفحہ ۴۱ - ۸ کلکتہ صفحہ ۷۶۹ - پرتی پال بنام جواہر سنگھ ۱۴ ایضاً صفحہ ۲۰ - جاگیر کی عطا کے متعلق قیاس یہ ہے کہ وہ صرف حین حیاتی ہوتی ہے گلاب داس بنام کلکٹر سورت ۶ مرافعہ جات ہند صفحہ ۵۴ بمبئی ۱۸۷۹ء

[۲] - مہنت گوبند راؤ بنام سیتارام ۲۵ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۹۵ - ۲۱ الہ آباد صفحہ ۵۳ -

[۳] - کدر ناتی بنام رتن سنگھ ۳۲ الہ آباد صفحہ ۴۱۵ بنجیناتھ پرین سنگھ بنام تیج پال سنگھ ۳۰ الہ آباد صفحہ ۵۹ -

[۴] - یاتو سولا بنام بچیا ۱۳ مور صفحہ ۳۳۳ - ۱۳ سدر لینڈ صفحہ ۲۱ -

تحت دعویدار ہوں[1] علیٰ ہذا وہ عطیہ جو گورنمنٹ نے قابض جائداد کے حق میں کیا ہو مگر جس کا اثر صرف یہ ہو کہ اسٹیٹ کے مطالبۂ مالگذاری کا تعین ہو جائے نیز جس کا یہ عمل ہو کہ تاج کا حق عود ختم ہو جائے قدیم جائداد کا محض تسلسل سمجھا جائے گا[2]

ناقابل تقسیم جائداد سے پس انداز کی ہوئی جائداد

یہ امر معرض بحث میں تھا کہ آیا قانون متاکشرا کے تحت ناقابل تقسیم جائداد کے قابض کی پس انداز کی ہوئی چیزیں اس کی مکسوبۂ ذاتی ہیں یا نہیں۔ اب اس مسئلے کا قطعی طور پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس وقت بھی جب کہ یہ خیال رائج تھا کہ ناقابل تقسیم زمینداری اس معنے میں مشترکہ جائداد ہو سکتی ہے کہ کل خاندان کو عود میں مشترکہ اور محصلہ حق حاصل ہوتا ہے (فقرہ-۲۷۹) اس کی سالانہ آمدنی اور اس آمدنی سے پس انداز کی ہوئی چیزیں اس وقت کے زمیندار کی قطعی جائداد ہیں۔ ان میں کوئی شامل نہیں ہو سکتا۔ رشتہ داروں میں سے کوئی بھی حساب فہمی کا ادعا کر سکتا ہے کہ بتلایا جائے کہ کس طریقے سے آمدنی خرچ کی گئی۔ نہ یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ سالانہ کس قدر منافع ہوتا ہے۔ وہ آمدنی سے جس قدر رکم چاہے خرچ کر سکتا ہے۔ اگر وہ کل آمدنی صرف کر دے تو وہ اتلاف نہ ہوگا اور جو کچھ وہ جمع رکھے اس کے حین حیات اس پر پورے تصرفات حاصل ہوتے ہیں[3] ایسے جمع شدہ چیزوں میں لہذا نہ تو شراکت ہو سکتی ہے اور نہ حق عود[4] بے شک زمیندار کو اختیار ہے کہ اپنی حاصل کردہ چیزوں کو زمین میں شامل کر دے۔ ایسی صورت میں اس جائداد کی وراثت زمینداری کی تابع ہوگی ورنہ معمولی ہندو قانون وراثت

---

[1] ۔ مرزا جہاں بنام بادشو بھاؤ ۱۲ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۲۴ - ۱۲ کلکتہ صفحہ ۱۔

[2] ۔ نارائنا بنام چنگالما ۱۰ مدراس صفحہ ۱ اگنایپن بنام کملشی آیر ۲۶ مدراس صفحہ ۳۳۹۔

[3] ۔ مہاراجہ لنگرو بنام راجہ راؤ پنتلو ۵ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۳۱ صفحہ ۴۱ لچھمن راؤ بنام ترل راؤ ۴ مدراس جرنل صفحہ ۴۱۲۔

[4] ۔ دیکھئے نیلکسٹو دپ بنام بیر چندر ۱۲ مور صفحہ ۵۴۰ - ۳ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۳ ۱۲ سدر لینڈ صفحہ ۲۱ مقدمۂ تیرا۔

کے قواعد کے تابع منتقل ہو گی[1] لہذا اگر مدراس کے کسی زمیندار نے اولاد نہ چھوڑی ہو تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کی پس انداز چیزوں کی بھائیوں یا ان کی اولاد سے پہلے بیوہ مستحق ہو گی۔ اور اس نے اولاد چھوڑی ہو تو صرف وہی اس جائداد کو پائے گی۔ جن دو مقدمات کا اقتباس اوپر کیا گیا ہے ان میں سے ایک مقدمے میں عالیہ عدالت مدراس نے یہی نظریہ قائم کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں " ایسی موروثی جائداد سے جس کا وہ تنہا مالک تھا حاصل کی ہوئی چیزیں بقطع نظر اس کے کہ انھیں ایسا سرمایہ تصور کیا جائے جسے زمیندار نے علحدہ طور پر حاصل کیا تھا یا جیسا کہ وہ حقیقت میں ایسا ہی ہے وہ اس کے لڑکوں کے مابین مثل خاندانی جائداد کے قابل تقسیم ہے"[2] بنا برآں مقدمۂ ذیل میں حسبۂ تجویز کی گئی۔ ایک پولیگر ایسے قرضے چھوڑ کر فوت ہوا جن کا بار خاندان پر عائد نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اس نے ایسی جائداد بھی چھوڑی جو اس نے آمدنی سے جمع کی ہوئی رقم سے خریدی تھی۔ قرار دیا گیا کہ نئی جائدادیں خود اس کی تھیں جن پر اس کے قرضخواہ اپنے قرضے کی ادائی کے لیے بار عائد کرنے کے مجاز تھے[3] اس میں شک نہیں کہ ان پس انداز چیزوں کا قاعدہ مختلف ہو گا جو سابقہ زمینداروں سے نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی آئی ہوں ایسی صورت میں وہ چیزیں اس کے اخلاف یعنے خود وہ زمیندار جو جانشین ہوا ہو۔ اس کے بھائی اور ان کی اولاد کی مشترکہ جائداد ہو گی۔

۳۷۱

۲۸۷ جائداد موروثی کو واپس حاصل کرنا ذاتی مکسوبہ کا دوسرا طریقہ جس کا فی زمانہ پیدا ہونا ایک طرح سے ممکن نہیں یہ ہے کہ ایک شریک خاندان ایسی موروثی جائداد کو واپس حاصل کرلے جس پر دوسرے

---

[1] مرتضیٰ حسین خاں بنام محمد لیین علی خاں ۳ الہ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۶۹ - ۱۳۸ الہ آباد صفحہ ۲۵۲ - گروسامی پنڈیان بنام پنڈیا چینا تمبر ۵ مدراس صفحہ ۱ -

[2] ۵ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۴۱ -

[3] کوٹہ رام سامی بنام بنگیری ۳ مدراس صفحہ ۱۴۵ - دونوں ججوں نے اتفاق کیا کہ قانونی پولیگر کی یہی صورت ہو گی لیکن انھوں نے اس میں اختلاف کیا کہ جب فی الواقعی پولیگر ہو تو قانون کیا ہو گا۔ دیکھو صفحات ۱۵۶ اور ۱۶۵ پارتھی کنماری بنام جگدیشی چندر ۲۹ مرافعہ جات ہند صفحہ ۸۲ - ۲۹ کلکتہ صفحہ ۴۳۳ جانکی پرشاد سنگھ بنام دوارکا پرشاد سنگھ ۳۵ الہ آباد صفحہ ۳۹۱ -

قابض ہو گئے تھے اور جس کو اس کا خاندان واپس نہیں لے سکتا تھا۔ شرط یہ ہے کہ دوسروں سے یا خاندانی سرمایے سے اسے کسی قسم کی مدد نہ ملی ہو اور اس کے شرکار ساکت رہے ہوں[1] اس قاعدے کے تحت ایسے مقدمے کو کامیاب بنانے کے لیے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ غیر لوگ اس جائداد پر قبضہ پا چکے تھے اور خاندان کے مقابلے میں ان کا قبضہ مخالفانہ تھا۔ یہ بات کافی نہ ہوگی کہ اس پر ایسا شخص قابض تھا جو بہ حیثیت رکن خاندان کے اس کا دعویدار تھا۔ یا اس پر شخص غیر تحت حقوق خاندان قابض تھا مثلاً بذریعۂ رہن۔ علےٰ ہذا ایک شریک وارث کو خود اس کے فائدے کے لیے جائداد واپس لینے کی اجازت صرف اس وقت دی جاسکتی ہے جب کہ "دیگر شرکاء نے اپنے حق کے استقرار میں ایسی غفلت کی ہو کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وہ اس جائداد کو واپس پانے کے لیے کوشش کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے تھے۔ یا یہ کہ وہ اس کی واپسی کے متعلق لاپروائی ظاہر کر رہے تھے۔ اور اس طرح گویا انھوں نے اپنی خاموشی سے رضامندی دی تھی کہ وہ یعنے جائداد کا واپس لینے والا اپنے ذرائع اور محنت اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے استعمال کرے۔ یا یہ کہ صراحتہً شرکاء سے اس کے متعلق سمجھوتہ نہ ہوا تھا" اگر جائداد کی واپسی شریک ورثا کے ایما سے نہ عمل میں آئی ہو تو کم از کم اس کو واپس لینے کا عمل نیک نیتی پر مبنی ہونا چاہئے نہ کہ دوسرے شرکار کی حقیت کو دھوکے میں رکھ کر یا ان کے اس ارادے سے واقف ہونے کے بعد کہ وہ اس کے واپس لینے کی کوشش کرنے والے ہیں ان سے پیش پیش رہنے کے لیئے آخر میں یہ کہنا ضروری ہے کہ فی الواقعی قبضہ واپس لیا جانا چاہیئے۔ محض قبضے کی ڈگری حاصل کرنا کافی نہیں[2]

---

[1] منو باب ۹ فقرہ ۲۰۹۔ متاکشرا باب ۱ فصل ۴ فقرہ ۲۔ فقرہ ۶۔ ویا بھاگ باب ۶ فقرہ ۲۱ و ۴۷۔ ڈی۔ کے۔ بیس باب ۴ فصل ۲ فقرہ ۶ و ۹۔ رگھو نندن باب ۳ فقرہ ۲۹ و ۳۱۔

[2] ملاچی بنام اناسامی ۵ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۱۵۰۔ بجابا بنام ترمبک رسوا ناتھ ۱۰ بمبئی صفحہ ۱۰۲ ایشیشور بنام شتلی ۸ سدر لینڈ صفحہ ۱۳ صدر کورٹ نے نظر ثانی میں اس کو بحال رکھا۔

واپس لینے والے کا نتیجہ

مثاکشرا میں ایسی واپسی جائداد کے نتیجے کے متعلق اختلاف معلوم ہوتا ہے باب فصل ۵ فقرہ ۱۱ پر مصنف بحوالہ منو باب ۹ فقرہ ۲۰۹ یہ کہتا ہے کہ اس طرح واپس حاصل کی ہوئی جائداد بلا مداخلت احدے واپس حاصل کرنے والے کی ہوتی ہے۔ باب ا فصل ۴ فقرہ ۱۱ میں وہ سانکھا کے ایک شلوک کا اقتباس اس کے اثبات میں کرتا ہے کہ "اگر وہ زمین ہو تو اس کو چوتھا حصہ ملتا ہے اور بقیہ میں کل برادری کے لوگ مساوی حصہ پاتے ہیں" ڈاکٹر مٹر اس اختلاف عبارت کی یکسوئی کرنے میں یہ فرض کرتے ہیں کہ مقدم الذکر حکم کا تعلق اس واپسی جائداد سے ہے جو باپ کے فعل کا نتیجہ ہو اور یہ کہ موخر الذکر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کہ متعدد بھائیوں یا دیگر شرکائے خاندان نے جائداد واپس لی ہو۔ یعنے وہ تمام اشخاص جن کی حیثیت یکساں ہو[1] لیکن بنگال کے اسناد قاعدۂ موخر الذکر کا اطلاق بلا استثنا ہر ایک پر کرتے ہیں لیکن صرف جب کہ زمین واپس لی گئی ہو[2] یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جائداد کو واپس لینے والا اولاً ربع لیتا ہے اور من بعد بقیہ میں دوسروں کا مساوی طور پر شریک ہوتا ہے[3] [خلاصۂ کلام ۔ اگر باپ نے قبضۂ مخالفانہ کو پاک کیا ہو تو وہ کل جائداد اس کی مکسوبہ متصور ہوگی لیکن اگر کسی اور رکن نے جائداد واپس لی ہو اور وہ منقولہ ہو تو وہ اس کی مکسوبہ ہوگی اور اگر وہ غیر منقولہ ہو تو حق السعی ربع دیا جائے گا اور بقیہ کل میں تقسیم ہوگی۔ دیکھئے بجایا بنام ترمبک ۱۴ ۳ بمبئی صفحہ ۱۰۶]۔

۳۷۲

(از مترجم)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ ۹ سدرلینڈ صفحہ ۶۹۔ یلاقی بنام کورٹ آف وارڈس ۱۴ اسدرلینڈ صفحہ ۳۴۔ جگموہن داس بنام منگلداس ۱۰ ابمبئی صفحہ ۵۲۸ متو و دھوگناد بنام دورا سنگا ۸ مرافعہ جات ہند صفحہ ۹۹۔ ۳ مدراس صفحہ ۳۰۰۔ نراگنتی بنام وینکٹ چلاپٹی ۴ مدراس صفحہ ۲۵۹۔

[1] ۔ سٹر صفحہ ۲۵ ۔ ورسیتی جلد ۳ ڈائجسٹ صفحہ ۲۳۰۔

[2] ۔ دیابھاگ باب ۳ فصل ۲ فقرہ ۳۶۔ ۳۷ و ۳۹ ۔ ڈی۔ کے۔ یس باب ۴ فصل ۲ فقرہ ۷ ۔ فقرہ ۸ جلد ۱ ڈبلیو۔ میاکناٹن صفحہ ۵۲ جلد ۲ صفحہ ۱۵۷۔

[3] ۔ ڈی ۔ کے ۔ یس باب ۴ فصل ۲ فقرہ ۹ ۔ ۳ ڈائجسٹ صفحہ ۳۶۵۔

وہ چیزیں جو مشترکہ سرمایے کی مدد سے حاصل کی گئی ہوں

ف ۲۸۸۔ مکسوبۂ ذاتی اور مشترکہ جائداد کی درمیانی صورت حسب ذیل ہے۔ اس درمیانی صورت کی بنیاد وشنٹ کا ایک شلوک ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اگر واحد شریک نے ترکۂ موروثی کی مدد سے جائداد حاصل کی ہو تو ایسی جائداد قابل تقسیم ہوگی البتہ حاصل کنندہ دہرا حصہ پائے گا[1] قبل ازیں فقرہ ۲۸۰ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ابتداءً اس شلوک کا اطلاق صرف اس جائداد پر ہوتا تھا جو فی الحقیقت ذاتی طور پر حاصل کی جاتی تھی اور یہ کہ اپنے اطور پر جائداد حاصل کرنے والے کے حقوق اس شلوک کے سبب کم ہو گئے تھے بجائے اس کے کہ اس شخص کے حقوق میں اضافہ کیا جاتا جس نے مشترکہ جائداد کو استعمال کیا ہو۔ سمرتی چندریکا اور جہادیو دونوں نے اس شلوک کو صرف ان چیزوں تک محدود کیا ہے جو علم وہنر سے حاصل کی گئی ہوں۔ خصوصاً جب کہ وہ اس تعلیم کی وجہ سے جو خاندان کے صرفے سے دی گئی ہو قابل تقسیم سمجھی جائیں۔ کیونکہ وہ اسی تعلیم کا نتیجہ ہوتی ہیں[2] وجنانیشورا نے جو عام اصول بیان کیا ہے اس سے خیال ذیل خارج معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہ خاندانی جائداد کے استعمال سے کوئی ایک شریک وارث خاص منفعت حاصل کر سکتا ہے[3]۔ مسٹر ڈبلیو۔ میاکناٹن یہ بیان کرتے ہیں کہ قانون بنارس میں اس طرح کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا عام ازیں کہ ذاتی طور پر شخص واحد نے جو کچھ بھی زحمت ومشقت اٹھائی ہو لیکن بنگال میں یہ قاعدہ رائج نہیں ہے[4] اس میں کوئی شک نہیں کہ اس صوبے میں یہ قاعدہ بار بار

---

[1] ۔ "اور اگر ایک بھائی نے اپنی کوشش سے کچھ حاصل کیا ہو تو اسس کو دہرا حصہ ملنا چاہیئے" وشنٹ باب ۱۷ صفحہ ۵۱۔ مٹاکشرا باب ۱ فصل ۴ فقرہ ۲۹۔ دیا بھاگ باب ۶ فصل ۱ فقرہ ۲۷ و ۲۹۔ راگھونندن باب ۱ صفحہ ۲۰۔ باب ۳ صفحہ ۱۸۔

[2] ۔ سمرتی چندریکا باب ۸ فقرہ ۹ جہادیو صفحہ ۹۴۔ اور دیکھئے فتوی جلد ۲ ڈبلیو میاکناٹن صفحہ ۱۶۷۔

[3] ۔ مٹاکشرا باب ۱ فصل ۴ فقرہ ۱ و ۶۔

[4] ۔ جلد ۱ ڈبلیو میاکناٹن صفحہ ۵۲۔ جلد ۲ صفحہ ۷ نوٹ ۱۵۸۔۱۶۰۔ نوٹ ۱۶۲۔

۲۷ بیان کیا گیا ہے[1] لیکن نہ تو اس کی وسعت کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور نہ یہ بیان کیا گیا ہے کن صورتوں میں اس کا اطلاق ہوگا۔ بنگال کے سپریم کورٹ میں ایک مقدمہ پیش تھا اور سر لارنس پیل نے قانون کو الفاظ ذیل میں بیان فرمایا:— "اسناد سے یہ امر مسلمہ ہے اور اس عدالت کا مسلسل اور یکساں عمل بھی قواعد ذیل کے مطابق ہے۔ یہ کہ مشترکہ سرمایے کا واحد منتظم محض اس عہدے کے سبب اضافہ حصہ پانے کا مجاز نہیں ہے۔ اور یہ کہ اگر صرف ایک مشترک حصہ دار مشترکہ سرمایے کے اضافہ کرنے یا ترقی دینے میں اپنے ہنر کو کام میں لایا اور محنت کی ہو تو اس سے زیادہ حصہ پانے کے لیے حق پیدا نہیں ہوتا۔ یہ کہ اگر مشترک سرمایے کی مدد یا مشترکہ محنت سے بالکل جدید اور قابل امتیاز جائداد حاصل کی گئی ہو تو حاصل کرنے والا دوہرے حصے کا مستحق ہوتا ہے۔ اور اس طرح حاصل کی ہوئی جائداد ذاتی اور جداگانہ جائداد کی خصوصیت حاصل نہیں ہوتی۔ اور سب سے آخر میں یہ کہ اگر مشترکہ سرمایے میں وہ جائداد مخلوط کر دی جائے جس پر منفرداً قابض کا قبضہ رکھا جا سکتا تھا تو اس کو مشترکہ کی خصوصیت حاصل ہو جاتی ہے نہ کہ ذاتی جائداد کی"۔ جسٹس گرانٹ نے بھی حسبہٗ قرار دیا۔ اور یہ اضافہ فرمایا کہ اس خصوص میں بنگال اور متاکشرا کے قوانین متفق ہیں۔ اور یہ کہ حاصل کنندہ جائداد کو دوسرے حصے کا مستحق قرار دینے کے لیے یہ بتلانا ہوگا کہ اس کی مدد تو کی گئی مگر "مشترکہ سرمایے کے ایسے ذریعے سے جو بالکل قابل لحاظ نہ تھا"[2] سپریم کورٹ بنگال نے اس فیصلے کو پسند فرمایا[3] اور یہ اظہار کیا گیا کہ اس سے مشترکہ اور مکسوبہ چیزوں کا قاعدہ اور اس کا

---

[1] گداونیر بنام اجودھیا رام جلد ۱ صدر دیوانی صفحہ ۶ صفحہ ۷، کوشل بنام بدا ناتھ جلد ۱ صدر دیوانی صفحہ ۲۳ ۳ صفحہ ۴۸ ۴ درپتی بنام ہرادھن جلد ۳ صدر دیوانی صفحہ ۹۸۔ کرپاسندھو بنام کنیا ۵ صدر دیوانی صفحہ ۳۵ ۳ صفحہ ۳۹۳ ۱ ماسندری بنام دوارکاناتھ ۲ بنگال لاء رپورٹ (مرافعہ) صفحہ ۲۸۷۔

[2] گرودچرن بنام گوکنسی فلٹن صفحہ ۱۶۵۔

[3] سرچھونی داسی بنام دتیوبندو ۶ مور صفحہ ۵۲۹۔ ۴ سدرلینڈ صفحہ ۱۱۴۔ فقرہ ۵۔ ۲۹۲۔

استثنا دونوں مسلم قرار پاتے ہیں۔ سر لارنس پیل کا قرار کردہ یہ پہلا اصول کہ حاصل کنندہ کو دوہرے حصے کا مجاز کرنے کے لیے حاصل شدہ جائداد بالکلیہ قابل امتیاز ہونی چاہیے متاکشرا کے مطابق ہے جس میں وشت کا شلوک بیان کرنے کے بعد یہ کہا گیا ہے کہ "مصنف (یاگنولکیا) نے اس مسئلے کا ایک استثنا پیش کیا ہے۔ لیکن اگر مشترکہ جائداد میں کوئی ترقی ہوئی ہو تو مساوی تقسیم ہوگی"۔ اور یہ کہ ایسی صورت میں حاصل کنندہ کو دوہرا حصہ نہیں دیا جائے گا[ا] جسٹس گرانٹ کا بیان کیا ہوا دوسرا اصول کہ مشترکہ سرمایے سے حاصل کی ہوئی امداد خفیف ہونی چاہیے دیابھاگ کے اصول کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ جمتو دھان نے حاصل کنندہ کے دوہرے حصے کے نظریے کو وشت کے شلوک پر مبنی نہیں کیا ہے بلکہ ویاس کے شلوک پر کیونکہ اس نے وشت کے شلوک کو صرف ان مکسوبات سے متعلق سمجھا ہے جو حقیقت میں ذاتی طور پر حاصل کیے جاتے ہیں۔ "کل برادری اس دولت میں حصہ پاتی ہے جو ان میں کے کسی ایک نے مشترکہ جائداد میں سے ہتھیار یا سواری استعمال کر کے اپنی شجاعت وغیرہ سے حاصل کی ہو"[۲] یہاں باعث تحصیل جائداد خود بھائی ہے مشترکہ سرمایے سے جو مدد حاصل کی جاتی ہے وہ قابل لحاظ نہیں۔ پنڈتوں نے بمقدمہ پرتاب بہادر بنام تلک دھری[۳] یہی فتوٰی دیا تھا اور مذکورالصدر نظریہ اسی فتوے کے مطابق ہے۔ چنانچہ فتوٰی یہ تھا کہ "اگر چند بھائی خاندانی شراکت میں ایک ساتھ رہتے ہوں اور ان میں کا کوئی ایک کل کے مشترکہ سرمایے کے ذریعے جائداد حاصل کرے تو اس طرح حاصل کی ہوئی جائداد کل بھائیوں کی مشترکہ ملک ہوتی ہے۔ ہاں اگر ذرائع تحصیل جو مشترکہ سرمایے سے اخذ کیے گئے ہوں بہت ہی خفیف ہوں اور ذاتی محنت و مشقت قابل لحاظ ہو تو حاصل کنندۂ جائداد کو دو حصے ملیں گے اور دیگر بھائیوں کو ایک ایک حصہ"۔ بنگال ہائیکورٹ کے فیصلہ جات مابعد نے

۳۷۴

[ا] - متاکشرا باب ا فصل ۴ فقرہ ۳۰- فقرہ ۳۱-

[۲] - دیابھاگ باب ۲ فقرہ ۴۱- باب ۶ فصل ا فقرہ ۲۸ فقرہ ۴۱-

[۳] - جلد ا صدر دیوانی صفحہ ۱۷۹ صفحہ ۲۳۶-

ان دونوں امور کو پسند فرما کر ان کی تصدیق کی۔

بار ثبوت **۲۸۹ ف** بنگال ہائیکورٹ کے فیصلوں میں اس سوال کے متعلق کہ جب ایک شخص ایک جائداد کے متعلق یہ ادعا کرے کہ وہ مشترکہ ہے اور دوسرا شخص اس کو اس وجہ سے اپنے قبضے میں رکھے کہ وہ یکسویہ ذاتی ہے تو اس کا بار ثبوت کس پر ہوگا۔ غالباً اختلاف مذکور صرف ظاہری ہے حقیقی نہیں۔ بلاشبہہ عام اصول یہ ہے کہ ہر ہندو خاندان کے متعلق یہ فرض کیا جاتا ہے کہ وہ مشترکہ ہے الا اس کے کہ اس کے خلاف ثابت کیا جائے۔ لہٰذا اگر کسی خاندان کا رکن جس کا مشترکہ ہونا مسلم ہو جائداد پر قابض ہو اور یہ ادعا کرے کہ وہ خود اس کی حاصل کی ہوئی جائداد ہے تو گویا وہ ایک ایسی چیز کا مدعی ہے، جو عام قاعدے کی ایک استثنائی شکل ہے تو اس استثنا کے ثابت کرنے کا بار اسی پر ہوگا۔[۱] قاعدہ یہ ہے کہ مدعی کو چاہئے کہ اپنا دعویٰ ثابت کرے۔ بنا براں اگر دعویٰ یہ ہو کہ اس خاندانی جائداد پر اس کا حق تسلیم کیا جائے کیونکہ وہ مشترکہ ہے تو ایسا دعویٰ قاعدۂ مذکور سے خارج نہ ہوگا۔ وہ مقدمے کا آغاز تو کرتا ہے مگر ایک قیاس کے ساتھ۔ اس قیاس کو دوسرے ثابت شدہ یا تسلیم شدہ واقعات کے ساتھ دیکھنا چاہئے۔ یہ ممکن ہے کہ ان واقعات سے قیاس مذکور اس طرح بعید ہو جائے کہ بار ثبوت دوسرے فریق پر منتقل ہو جائے۔ ہندو خاندان کی معمولی حالت سے ویسا قیاس پیدا ہوتا ہے[۳]

۲۷۵

[۱] سری نارائن بنام گرو پرشاد ۹ سدر لینڈ صفحہ ۲۱۹۔ شیو دیال بنام جدو ناتھ ۹ سدرلینڈ صفحہ ۶۱۔ اور تجویز میر مجلس کامل ول بمقدمۂ جدومنی بنام گنگادھر جلد اول صفحہ ۶۰۰۔ لال چند شاہ بنام سوارنا موئی داسی ۱۳ کلکتہ ویکلی نوٹس صفحہ ۱۱۳۳۔

[۲] لکشمن راؤ بنام ملہر راؤ جلد ۲ نباپ کے مقدمات پریوی کونسل صفحہ ۶۰ صفحہ ۶۳۔ پرت کنور بنام مہادیو پرشاد ۲۱ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۳۴۔ ۲۲ کلکتہ صفحہ ۸۵۔ رام غلام بنام رام بہاری ۱۸ الہ آباد صفحہ ۹۰۔

[۳] بھولا ناتھ بنام اجودھیا ۱۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۳۳۶۔ ۲۰ سدرلینڈ صفحہ ۶۵۔ بدھ سنگھ

اشتراک کے متعلق قیاس

ہمٰذا دیکھنا یہ ہے کہ ہندو خاندان کی معمولی حالت کے متعلق کس حد تک قیاس قائم کیا جا سکتا ہے۔ "پھر ہندو خاندان کی اعتدالی حالت اشتراک ہے۔ پھر ایسا خاندان خورد نوش عبادت اور جائداد میں قیاساً مشترک ہوتا ہے۔ اگر تقسیم کا ثبوت معدوم ہو تو قانونی قیاس یہی ہے۔ لیکن ارکان خاندان ان تینوں امور میں یا ان میں سے کسی میں علیحدہ ہو سکتے ہیں"[۱] بے شک اس قسم کا کوئی قیاس نہیں ہے کہ چونکہ خاندان مشترک ہے اس لیے اس کے قبضے میں مشترکہ یا اور جائداد ضرور ہے۔ لیکن جب یہ ثابت ہو یا تسلیم کر لیا جائے کہ خاندان مشترکہ کے قبضے میں کچھ نہ کچھ مشترکہ جائداد ہے اور یہ کہ جائداد مابہ النزاع ایسے طریقے سے حاصل کی گئی ہے یا اس پر ایسا قبضہ ہے جو اس قسم کی جائداد کے مغائر نہیں ہے تب "قیاس قانونی یہ ہوتا ہے کہ کل جائداد جس پر وہ قابض تھے مشترکہ تھی۔ یہ قیاس اس وقت باقی نہیں رہے گا جب کہ شہادت سے یہ ثابت کیا جائے کہ خاندان کے ایک رکن کے پاس ذاتی جائداد بھی تھی" اور اس قیاس کی محض یہ ثابت کرنے سے تردید نہیں ہو سکتی کہ "وہ جائداد خاندان کے ایک رکن کے نام سے خریدی گئی تھی اور یہ کہ اس کے متعلق اس کے نام کے رسائد موجود ہیں۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں اس کی مشترکہ جائداد ہونے کے مغائر نہیں ہیں۔ اس کی مشترکہ ہونے کی صورت میں بھی اس جائداد کے ساتھ بالکل اسی قسم کا برتاؤ کیا جاتا جو کہ اب کیا گیا"[۲] کس حد تک صورت ہائے ذیل ہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بنام گنیش ۱۲ بنگال لا رپورٹ پی۔ سی صفحہ ۳۱۷۔ ۱۹ سدرلینڈ صفحہ ۳۵۶ ۱۲ بلبٹی صفحہ ۱۳۱ صفحہ ۳۰۹۔ ۱۳ صفحہ ۶۶۔

[۱] نیلکنٹو دیب بنام سر چندر (مقدمہ پترا) ۱۲ مور صفحہ ۵۴۰۔ ۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۳ پی سی ۱۲ سدرلینڈ صفحہ ۲۱ پی سی نراگنتی بنام ونکما ۹ مور صفحہ ۹۲۔ ۱ سدرلینڈ صفحہ ۳۰۔

[۲] دھرم داس بنام سماۃ شام سندری ۳ مور صفحہ ۲۲۹ صفحہ ۲۴۰۔ ۶ سدرلینڈ صفحہ ۴۳۔ امر ناتھ بنام گوری ناتھ ۱۳ مور صفحہ ۵۴۲۔ ۱۵ سدرلینڈ صفحہ ۱۰۔ رام پرشاد بنام شیو چرن ۱۰ مور صفحہ ۴۹۰ صفحہ ۵۰۵۔ اس قسم کا قیاس اس مشترکہ خاندان کے متعلق پیدا نہیں ہوتا جو دیابھاگ کا تابع ہو۔ سرادا بنام مہانند ۳۱ کلکتہ صفحہ ۴۴۹ گوبند چندر

قیاس قائم ہوسکتا ہے اس کے متعلق اختلاف آرا پیدا ہوتا ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ خاندان مشترکہ ہو اور مشترکہ جائداد کا اصلی سرمایہ ثابت نہ ہو یا تسلیم نہ کیا جائے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک یا زیادہ ارکان کچھ جائداد پر بظاہر اس طرح قابض ہوں کہ وہ قبضہ یا بہ لحاظ اس کی ابتدا کے یا استفادے کے مشترک حقیت کے تصور کے تناقض ہو۔

۳۷۶

ف ۲۹۰ صدر عدالت بنگال نے اس مسئلے پر حسب ذیل الفاظ میں قانون بیان فرمایا:— "جب کہ خود مدعی کے اقبال سے مابہ النزاع جائداد ایسا وراثتی سرمایے کے استعمال سے حاصل نہ کی گئی ہوں اور مدعی علیہم نے کبھی بھی اس کا اعتراف نہ کیا ہو کہ وہ مشترکہ محنت و نیز مدعی اور اس کے باپ کی مدد سے حاصل کی گئی تھیں تو مدعی کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ابتداءً جب کہ جائداد خریدی گئی تھی حقیت مشترکہ تھی۔ محض اس واقعے سے کہ فریقین معاملات خور و نوش میں متحد تھے حقیت مشترک کا ایسا قیاس قائم نہیں ہوتا کہ مدعی بار ثبوت سے سبکدوش ہوسکیں[۱]۔

بار ثبوت

اور ہائیکورٹ بنگال نے فرمایا:— "کسی جائداد کو مشترکہ قرار دینے کے لیے یا تو یہ بتلانا ہوگا کہ اس کی خریدی کا بدل موروثی سرمایے سے ادا کیا گیا۔ یا مشترکہ جائداد سے یا مشترکہ محنت و مشقت سے۔ یہ چیز عدالت کے ملاحظے میں مثل دیگر واقعات کے لائی جاسکتی ہے یعنے شہادت سے۔ لہذا جس کسی کو اپنی حقیت قائم کرنی مقصود ہو اس کا کام ہے کہ شہادت پیش کرے۔ اگر مدعی عدالت میں رجوع ہو اور یہ ادعا کرے کہ چونکہ وہ جائداد مشترکہ ہے اس لیے اس کو حصہ ملنا چاہیے تو اس کو اپنے دعوے میں کامیاب ہونے سے قبل اپنے دعوے کی بنیاد ظاہر کرنا چاہیے۔ اس کو کم از کم یہ بتلانا ہوگا کہ وہ مدعی علیہم جن پر نالش کی گئی ہے خاندان مشترکہ ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بنام رادھاکرسٹو ۳۱ الہ آباد صفحہ ۷۷ھ۔

[۱] کشوری بنام چمن صدر دیوانی بابت ۵۲-۱۸۵۱ء صفحہ ۱۱۱۔ جس کا ذکر جلد ۲ ڈبلیو میاکناٹن کے صفحات ۵۲ و ۱۵۶ پر کیا گیا ہے۔ اور ریف۔ میاکناٹن کے صفحہ ۶۰ پر۔ اور اس کی تصدیق بمقدمہ سو بیدر بنام بولورام سدرلینڈ کے اسپشل نمبر صفحہ ۷۵ میں کی گئی۔

اور یہ کہ جائداد زیر بحث جس وقت کہ وہ حاصل کی گئی تھی مشترکہ جائداد ہو چکی تھی - یا یہ کہ حاصل کرنے کے بعد سے کسی خاص وقت خاندان نے اس سے مشترکاً استفادہ کیا تھا - اس مقصد کے لیے یہ ثابت کرنا کافی ہوگا کہ (جس سے مدعی علیہم متعلق ہیں اس سے قبل کے زمانے میں جو بہت بعید کا نہ تھا) جائداد کی حد تک خاندان حالت اشتراک میں تھا - اور یہ کہ جائداد زیر بحث جائداد متروکہ کا ایک حصہ تھی اور اس سے خاندان حسبۂ مستفید ہو رہا تھا - یا یہ کہ اس کے بعد اسے مشترکہ سرمایے سے حاصل کیا گیا - اس مقدمے میں اصل صدر امین شہادت سے یہ معلوم نہ کر سکے کہ مدعی نے خاندان کے مشترکہ ہونے کا ثبوت دیا ہے - ہاں یہ واقعہ مقبولہ تھا کہ تین اشخاص بھائی ہیں - اور مدعی نے اس کا بھی ثبوت نہیں دیا کہ برادران مذکور نے کبھی بھی کسی جائداد سے مشترکاً استفادہ کیا - جائداد زیر بحث کا مشترکہ سرمایے کے استعمال سے حاصل کرنے کا تو کچھ بھی ثبوت فراہم نہیں کیا گیا - ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ (صدر امین) اس تجویز پر مدعی کے مقدمے کو خارج کرنے میں قطعاً حق بجانب تھے - مقدمے کے دیگر واقعات پر غور کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی"[1] بار ثبوت کے جو اصول اس مقدمے میں بیان کیے گئے ہیں انھیں میر مجلس سر رچرڈ کاوچ نے مثل قانون کے تسلیم کرنے سے بمقدمۂ ترک چند بنام جو دیشر[2] انکار فرمایا - صاحب موصوف نے یہ قاعدہ وضع کیا کہ "چونکہ قیاس قانونی یہ ہے کہ وہ کل جائداد جو خاندان کے قبضے میں ہو جائداد مشترکہ ہوتی ہے اس لیے اس قاعدے کا کہ ایک مالک مشترک کا قبضہ کل کا قبضہ ہے صرف حسب ذیل اس حد تک اطلاق ہوگا - یہ کہ اگر ان میں کا ایک کسی جائداد پر قابض دکھائی دے تو چونکہ ایسی حالت میں خاندان مشترک سمجھا جاتا ہے اس لیے یہ قیاس قائم ہوگا کہ وہ جائداد مذکور پر رکن خاندان کی حیثیت سے قبضہ کیے ہوئے ہے

---

[1] شیو گلام بنام برن جلد ۱ بنگال لا رپورٹ (مرافعہ) صفحہ ۱۶۴ - جلد ۱۰ اسد رلینڈ صفحہ ۱۹۸ -

[2] ۱۱ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۹۳ - صدر کورٹ ۱۹ اسد رلینڈ صفحہ ۱۷۸ - انند موہن بنام لیامب جلد ۱ مارش صفحہ ۱۶۹ - ہیبت سنگھ بنام دبے سنگھ جلد ۲ صوبۂ شمالی مغربی - نرسنگ داس بنام نارائن داس جلد ۳ ایضاً صفحہ ۲۱۷ سد پا بنام پونیا کوٹی مارس صفحہ ۱۰۰ -

نہ یہ کہ علیحدہ جائداد ہونے کے باعث" تاہم اس تجویز پر بعد کے دو مقدمات میں [۱]
غور فرمایا گیا اور دیگر حکام عالیہ عدالت نے اختلاف فرمایا۔ اور پھر عالیہ عدالت نے
اس پر غور فرمایا اور بعد کے دو مقدمات میں اس کی تصدیق فرمائی گئی [۲] اب
اسے طے شدہ قانون سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی جائداد کسی رکن خاندان کے قبضے میں
ہو تو اس کے متعلق خاندان مشترکہ کی جائداد کا صرف اس وقت قیاس قائم کیا
جا سکتا ہے جب کہ پہلے خاندان مشترکہ کی جائداد کا سرمایہ ثابت کیا جائے [۳]
قاعدۂ مذکور حقیقتہً اس قاعدے کا (دیکھئے فقرہ ۲۷۸) منطقی نتیجہ صریح ہے ۳۷۸
(Corollary) کہ قانون میں کوئی ایسا قیاس نہیں ہے کہ محض خاندان کے
مشترکہ ہونے سے خاندان۔ جائداد مشترکہ یا کسی اور جائداد پر قابض ہوتا ہے۔

تجویز کردہ حل ف ۲۹۱ میں ایسا سمجھتا ہوں کہ دشواری اس وجہ سے
پیدا ہوتی ہے کہ ایک ایسی ہمہ گیر شکل قانونی بیان
کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو ہر مقدمے سے متعلق ہو سکے گو اس کے واقعات
کتنے ہی مختلف ہوں۔ یہ کہنا سچ ہے کہ ہندو خاندان قیاساً مشترک ہوتا ہے۔ یہ محض
یہ کہنے کے مماثل ہے کہ جب خاندان کے متعلق کچھ اور علم نہ ہو تو ظن غالب یہ ہوتا
ہے کہ اس کے ارکان نے آپس میں تقسیم نہیں کی۔ صرف ایک ہی واقعے کے ظن و قیاس

[۱]۔ بھولا ناتھ بنام اجودھیا ۱۲ بنگال لار پورٹ صفحہ ۳۳۶۔ صدر کورٹ ۲۰ سدرلینڈ
صفحہ ۶۵ ر گھو ناتھ بنام ہری نارائن ۱۲ ایضاً صفحہ ۳۴۹۔
[۲]۔ گوبند چندر بنام درگا پرشاد ۱۴ بنگال لار پورٹ صفحہ ۳۳۷ صدر کورٹ ۲۲ سدرلینڈ
صفحہ ۲۴۸ شو منی موہن بنام اودھل ۲۵ سدرلینڈ صفحہ ۲۳۲۔ وداؤلی بنام نارائن ۲ مدراس صفحہ ۱۹
[۳]۔ رام کشن داس بنام تنداؤل ۳۳ صفحہ ۶۷۷ نارائن راؤ بنام وینکٹ کرشنا راؤ
۲۲ مدراس لا جرنل صفحہ ۶۷۷ کندن لال بنام شنکر لال کے مقدمے کا فیصلہ
اس قاعدے کے مغائر نہیں ہے جو اوپر بیان کیا گیا کیونکہ اس مقدمے میں
یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ جائداد مابہ النزاع خاندان مشترکہ کے قبضے میں تھی گو ایک خاص رکن
کے نام پر لی گئی تھی۔

کے لیے بیان مذکور صریح اور قطعی ہے۔ مگر بطور کلیے کے یہ کہنا کہ ہر قطعۂ جائداد جس پر رکن خاندان قابض ہو قیاساً مشترکہ جائداد ہے صحیح نہیں ہے، اس کے یہ معنے ہوں گے کہ ذیل کے متعدد مختلف مسائل میں سے ایک یا دوسرے کی تائید کی جا رہی ہے یہ کہ اس کی موجودہ حالت میں وہ جائداد موروثی تھی۔ یا یہ کہ وہ موروثی جائداد کے توسط یا مدد سے حاصل کی گئی تھی۔ یا مشترکہ محنت سے۔ یا مشترکہ سرمایے سے۔ یا دونوں سے۔ یا یہ کہ واحد رکن نے دوسرے سرمایے یا دیگر ارکان کی مدد کے بغیر اسے حاصل کیا تھا۔ اور مشترکہ ذخیرے میں اسے داخل کر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کل بیانات ان واقعات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے الگ ہیں جو انھیں ثابت کرنے کے لیے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ اور ان سے جو احتمالات پیدا ہوتے ہیں وہ بھی مختلف ہیں۔ مدعی کے مقدمے کا خود بیان یا اس کی شہادت سے ان میں کے بعض کی نفی ہو سکتی ہے۔ جس طرح کہ مدعی علیہ کے مقدمے سے ان میں کے چند قبول کر لیے جا سکتے ہیں۔ جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو کہ مدعی اور مدعی علیہ نے علی الترتیب کیا بیان کیا ہے، یہ کہنا ناممکن ہے کہ قیاس کیا ہے؟۔ بنگال کے مقدمات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی کہا ہے۔ غیر منقسمہ خاندان کے خلاف ان کو بہت شد و مد سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ بار ثبوت بدلتا رہتا ہے جیسا کہ حکام عدالت کہتے ہیں:— "ہم سے کہو کہ تمھارا دعویٰ کیا ہے۔ جب ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ فریق ثانی نے کس حد تک تسلیم کر لیا ہے تو پھر ہم یہ کہنے کے قابل ہوں گے کہ آیا تم اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے بارے آزاد ہو گئے اور کس قدر حصہ دعوے کی حد تک، مثلاً اگر مدعی کا دعویٰ یہ ہو کہ جائداد موروثی تھی۔ اور مدعی علیہ نے اسے تسلیم کر لیا ہو کہ وہ جائداد اس کے باپ کے پیسے سے خریدی گئی تھی۔ لیکن یہ بیان کرے کہ خریدی خود اس کے نام سے ہوئی تھی اور خود اس کے استعمال کے لیے بلا شرکت احدے تو بار ثبوت مدعی علیہ[1] پر ہوگا۔ نیز اگر

[1] ۔ گوپی کرسٹ بنام گنگا پرشاد ۶ مور ز مرافعۂ ہند صفحہ ۵۳ بیسیو ر بنام لچھی سور ۶ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۳۳ ۔ سدر کورٹ جلد ۵ کلکتہ لا جرنل صفحہ ۷۷، ۴ بالارام بھاسکر جی بنام راچندر ۲۲ بمبئی صفحہ ۹۲۲۔

دعویٰ یہ ہو کہ خاندانی جائداد کی آمدنی سے جائداد مابہ النزاع خریدی گئی تھی اور مدعی علیہ اس کا اعتراف کرے کہ خاندانی جائداد تھی اور وہ خود اس کا منتظم تھا تو یہ ثابت کرنے کا بار بھی اسی پر ہوگا کہ حصول جائداد علٰحدہ طور پر عمل میں آیا تھا[1] علیٰ ہذا اگر خاندان مشترکہ تھا اور کسی ایک رکن نے جائداد حاصل کی ہو اور خاندانی جائداد کا سرمایہ معقول ہو۔[2] اگر اس سے انکار کیا گیا ہو کہ خاندانی جائداد تھی ہی نہیں۔ یا اس کا اعتراف کیا گیا ہو کہ مدعی علیہ اس جائداد پر قابض نہ تھا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ مدعی ناکامیاب ہوگا اگر اس نے کسی قسم کی شہادت پیش کی ہی نہ ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے فریق پر ثبوت کا بار ڈالنے کے لئے جو شہادت ضروری ہو وہ بہت ہی خفیف ہو۔ مگر پھر بھی لازماً وہ ہر مقدمے کے واقعات کے لحاظ سے بدلتی رہے گی۔ برخلاف اس کے اگر اس کا اعتراف کر لے کہ ابتداً وہ جائداد مکسوبہ تھی یہ بیان کیا گیا ہو کہ وہ مشترکہ سرمایے میں شامل کر دی گئی تھی تو یہ دعویٰ بہت ہی قوی ہوگا بشرطیکہ ثابت کیا جائے (فقرہ ۲۷۸) مگر اس کے ثابت کرنے کا بار اس فریق پر بہت زیادہ ہوگا جس نے ایسا بیان کیا ہو۔ علیٰ ہذا اگر اس کو تسلیم کیا گیا ہو کہ ایک رکن نے خاندانی جائداد کو استعمال کرنے کے بغیر اس کو حاصل کیا تھا اور مدعی کا یہ دعویٰ ہو کہ اس نے اس کے حاصل کرنے میں اس طرح مدد کی ہے کہ وہ لازماً مشترکہ جائداد بن گئی۔ اور جب روداد سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ خاندان کے مشترکہ قبضے میں موروثی جائداد تھی مگر یہ کہ خاندان کے افراد میں سے چند نے خود اپنے سرمایے سے علٰحدہ جائداد حاصل کی تھی اور شمل اپنی جائداد کے دوسرے ارکان کو شامل کرنے کے بغیر اس پر معاملات کر رہے تھے۔ تو پریوی کونسل نے حسب ذیل تجویز فرمائی۔ "ایسے حالات سے ایک قابل لحاظ حد تک ہندو قانون

---

[1] لکشمن راؤ بنام ملہر راؤ جلد ۲ Kn صفحہ ۶۔ لال بہادر بنام کینا لال جلد ۲۹ الہ آباد صفحہ ۲۱۴ پی سی پدرا بنام داسن گومدراس دسمبر ۱۸۶۰ء صفحہ ۸۔ جانوکی بنام گشٹو مارش صفحہ ۱۔ کدریا بنام زنگپیا ۵ میسور صفحہ ۹۴۔

[2] پیران کرسٹو بنام بجا گیرتی ۲۰ سدرلینڈ صفحہ ۱۵۸ مولجی لیلا بنام گوکلداس ۸ بمبئی صفحہ ۱۵۴۔ لکشمن بنام جمنا بائی ۶ بمبئی صفحہ ۲۲۵۔

کے اس قیاس کی تردید ہوتی ہے جو قانون مذکور میں جائداد کے متعلق قائم ہوتا ہے (گو کلیتہً ایسی تردید نہ ہوتی ہو) جبکہ جائداد خاندان مشترکہ کے ایک رکن کے نام پر دکھائی دے- اور جو لوگ اس کے دعویدار ہوں کہ وہ مشترکہ جائداد ہے ان پر اپنی حقیت ثابت کرنے کا وجوب عائد ہوگا کیونکہ انھوں نے دیگر شرکا کو اپنے عمل سے اس کی اجازت دی تھی کہ وہ تجارت کرے اور خود کے کھاتے میں ذمہ داریاں پیدا کرے اور دنیا کے سامنے مثل قطعی مالک کے ظاہر ہو"[1]- بدلائل قوی تر جبکہ مکسوبات ذاتی مقبولہ ہوں اور فی الواقعی تقسیم عمل میں آئی ہو- اس کے بعد اگر ایک رکن ایسی جائداد سے حصہ پانے کے لئے نالش کرے جو کسی ایک رکن کے ہاتھوں میں اس کی مکسوبہ کے طور پر چھوڑ دی گئی تھی اور اب یہ ادعا کرے کہ جائداد مابہ النزاع حقیقۃً مشترکہ یا اگر ایک رکن خاندان اس کا اعتراف کرے کہ چند ارکان کے درمیان تقسیم عمل میں آچکی ہے مگر اس کا مدعی ہو کہ دیگر ارکان نے تقسیم نہیں کی ہے- تو ایسے دعوے کو ثابت کرنے کا بار اسی پر ہوگا[2]-

خاندانی جائداد کا استفادہ

ف ۲۹۲ چوتھا عنوان جس کی تحقیق ضروری ہے وہ اس طریقے سے متعلق ہے جس سے خاندانی جائداد کا استفادہ- شرکائے خاندان کرسکتے ہیں- یہ طریقہ لازماً بدلتا رہے گا- دیکھنا یہ ہوگا کہ خاندانی کارپوریشن (اتحاد) کی نوعیت کیا ہے- یعنی وہ کس قسم کا اتحاد خاندانی ہے (Malabar)- ملیبار اور کنارا میں جہاں جائداد ناقابل تقسیم ہوتی ہے ارکان خاندان کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ انھیں جائداد کے ماوراحقوق حاصل ہوتے ہیں- نہ کہ جائداد پر

---

[1] بدھ سنگھ بنام گنیش ۱۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۳۱۷- صفحہ ۲۷ ۳ صدر کورٹ ۱۹ سدر لینڈ صفحہ ۳۵۶ مراری وٹھوجی بنام مکند شیوجی ۱۵ بمبئی صفحہ ۲۰۱-

[2] اول بنام چتر دھری ۹ سدرلینڈ صفحہ ۵۵۸- ہنو بنام کاشی رام ۴ ک صفحہ ۳۱۵ پی سی- رادھا چرن بنام کرپا ۵ ک صفحہ ۴۷۴- اٹھائے چرن بنام گوبند چندر ۹ ک صفحہ ۲۳۷- اپندر ناراین بنام گوپاناتھ ایضاً صفحہ ۸۱۷ باتاکرشنا بنام چنتامنی ۱۲ ک صفحہ ۲۶۲ آخری دو مقدموں میں یہ تجویز فرمائی گئی کہ اس واقعہ سے کہ ایک رکن خاندان اشتراک سے علحدہ ہوچکا ہے کوئی قیاس قائم نہیں ہوتا کہ دوسرے ارکان بھی آپس میں علحدہ ہوچکے ہیں دیکھئے کرشنا بنام رام سامی ۸ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۲۲۵-

بزرگ خاندان پوری جائداد کے قبضے کا مجاز ہوتا ہے اور انتظام میں وہ بالکل مختار۔ دیگر ارکان کو صرف نفقے اور سکونت کا حق حاصل ہوتا ہے۔ وہ حساب طلب نہیں کر سکتے ہاں ضمناً حساب لیا جا سکتا ہے جبکہ منتظم کی علحدگی کی استدعا اس کی بدعملی کے سبب کی گئی ہو۔ کسی مختص حصۂ محاصل کا وہ ادعا نہیں کر سکتے۔ اور نہ وہ اس کا مطالبہ کر سکتے ہیں کہ انکی پرورش یا خاندانی شان وشوکت آمدنی کے تناسب کے مطابق ہونی چاہئے۔ اس خصوص میں منتظم کا صوابدید قطعی ہوتا ہے[1]۔

متاکشرا۔ متاکشرا خاندان کی حالت بھی تقریباً اسی کے مماثل ہے۔ صرف فرق ہے تو یہ کہ انھیں تقسیم کا حق حاصل ہے اور اس حق کے سبب حساب فہمی کا۔ ایک فیصلے میں جس کا حوالہ اکثر دبیشتر دیا جاتا ہے۔ لارڈ ویسٹبری نے فرمایا:۔

"ہندو قانون کے غیر منقسمہ خاندان کے حقیقی تصور کے مطابق اس خاندان کا کوئی رکن واحد جب تک کہ خاندان کی تقسیم نہیں ہوئی ہے مشترکہ اور غیر منقسمہ جائداد کے متعلق یہ دعویٰ کرنے کا مجاز نہیں ہے کہ اس خاص رکن کا فلاں معین حصہ ہے غیر منقسمہ کا کوئی رکن واحد اس مقام پر جاکر جہاں لگان وصول ہوتا ہے۔ لگان کے وصول کرنے والے سے خاص معین حصے کا ادعا کر کے لینے کا مجاز ہے۔ غیر منقسمہ خاندان کے نظریے کے مطابق غیر منقسمہ جائداد کی آمدنی مشترکہ تجوری میں لائی جانی چاہئے۔ اور بہمہ ارکان خاندان غیر منقسمہ اس طریقے سے اسے استعمال کر سکتے ہیں جو کہ ہندو قانون کا بتلایا ہوا ہے[2]۔"

۳۸۱

بنگال۔ بنگالی قانون میں خاندان مشترکہ کی حالت چند امور میں نسبتۃً بہتر نہیں ہے اور چند دیگر امور میں بظاہر متاکشرا قانون کے خاندان سے بہتر ہے۔ اگر باپ غیر منقسمہ خاندان کی جائداد پر بہ حیثیت سربرآوردہ قابض ہو تو اس کی اولاد کو نہ تو خود اس پر کوئی قانونی حق حاصل ہے اور نہ جائداد پر بجز حق نان ونفقہ کے۔ وہ اسے جس طرح چاہے منتقل کر سکتا ہے اور وہ تقسیم کی خواہش نہیں کر سکتے (فقرہ ۲۴۸) اس لحاظ سے

---

[1] دیکھو صفحہ ۴۴۴ ٹاڈ بنام کن ہٹد ۳ صفحہ ۱۰۵ دیکھئے ملیبار کی وہ رپورٹ جو ملیبار ازدواجی کمیشن نے کی تھی صفحہ ۲۰ فقرہ ۵۲۔

[2] اپوویر بنام رام سبائن ۱۱ مرافعہ جات مور صاحب۔ صفحہ ۸۹۔ ۸ سدرلینڈ پی سی صفحہ ۱۔

نہ تو وہ انتظام پر نگرانی کرسکتے ہیں اور نہ حساب فہمی کا مطالبہ۔ لیکن جونہی وہ جائداد معرض انتقال میں آجائے نوبراوران یا دیگر شریک ورثا اپنے حصص بر نیم اشتراکی حالت میں قابض رہتے ہیں۔ اور جب تک کہ تقسیم نہ ہو حالت مذکور میں ہر ایک کے مرافق شامل رہتے ہیں۔ یہ مرافق خود اس کے قائم مقاموں پر منتقل ہوتا ہے عام ازیں کہ وہ مرد ہو یا عورت یا خود اس کے منتقل الیہم[1]۔ اس امر پر رائے زنی کرنا دشوار ہے کہ کس حد تک اصول مذکور سے شریک ورثا کے حقوق ان کے مابین بڑھ جاتے ہیں۔ بادی النظر میں ہر شخص یہ خیال کرسکتا ہے کہ قانون بنگال میں اس اصول کے سبب ہر شریک وہ کام کرنے کا مجاز ہے جو بنارس کے قانون کے تحت نہیں کرسکتا۔ لارڈ ویسٹبری کا یہی خیال ہے۔ یعنی "وہ مشترکہ اور غیر منقسمہ خاندانی جائداد کے متعلق یہ کہنے کا مجاز ہے کہ اس خاص رکن کا فلاں معین اور مشخص حصہ ہے" مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ بنگال کے سپریم کورٹ نے اسے شاید ہی تسلیم کیا ہو چنانچہ عبارت ذیل میں انھوں نے ایسی تجاویز بیان کی ہیں جن سے اس مشترکہ جائداد کی نوعیت کی یکسوئی ہوجاتی ہے جس پر بنگال میں غیر منقسمہ خاندان قابض ہو۔ "اولاً۔ ہر ایک شریک کو تقسیم کے مطالبے کا حق حاصل ہے۔ جب تک کہ تقسیم نہ ہو پوری جائداد مشترکہ سرمایہ رہتی ہے۔ نامکمل تقسیم سے حقوق شرکاء میں تبدیلی ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔ ہر حصہ جائداد میں ورثاء کو مساوی طور پر مرافق حاصل ہوتے ہیں[2]۔ ثانیاً۔ اصل شریک کی وفات پر اس کے ورثا اس کی جگہ لیتے ہیں اور ان حقوق کے وارث ہوتے ہیں جو وفات کے وقت اسے حاصل تھے۔ اس کی زندگی میں بھی اس کے حقوق اشخاص اجنب پر منتقل ہوسکتے ہیں۔ یا تو صریح انتقال جائداد سے۔ یا دائنین کی صورت میں قانون کے عمل سے۔ لیکن ہر صورت میں وہ لوگ جو اصل شریک کی جگہ پر آئیں عام ازینکہ وراثت کے سبب۔ یا انتقال کے سبب۔ یا قانون کے عمل سے صرف وہ حقوق پائیں گے جو اس وقت ہوں۔ اس میں تقسیم کے مطالبے کا حق بھی داخل ہے۔

۳۸۲

[1] دیکھئے تجویز جسٹس ٹرنر سورج مونی داسی بنام دینوبندو ۶ مور مرافعہ جات صفحہ ۵۳ ۵ صدر کورٹ ہم سدر لینڈ۔ بی سی صفحہ ۱۱۴۔ دیا بھاگ باب ۲ فقرہ ۲۸ نوٹ ۱۱۔

[2] رگھونندن نے اس نظریے کو صریحاً بیان کیا ہے باب ۱ صفحہ ۲۱-۲۹۔

ثالثاً۔ جب جائداد کی حالت اشتراک جاری ہو تو جو کچھ بھی اضافہ مشترکہ سرمایہ میں ہو وہ اس میں شامل ہو کر اس سرمایہ کا جزو بنجاتا ہے۔ تقسیم پر وہ علی السویہ تقسیم ہوگا۔ اس کا کوئی لحاظ نہ ہوگا کہ سرمایۂ مشترکہ کا کس طرح اطلاق کیا جا کر یا کس کی محنت و مشقت سے وہ اضافہ ہوا۔ اس قاعدے کی ایک ہی استثنائی شکل ہے۔ یہ کہ اگر ایک شریک نے صرف مشترکہ سرمایہ کی مدد سے کوئی الگ جائداد حاصل کی ہو تو حاصل کرنے والا اس خاص جائداد میں دہرا حصہ لے سکتا ہے۔ وہ اضافہ عام قاعدے کا تابع ہوگا جو محاصل کے جمع ہونے سے وجود میں آیا ہو"[1]

منیجر کی حیثیت

ف ۲۹۳ جہاں تک کہ خاندان مشترکہ کا منتظم (کرتا) مقاصد خاندان کے لئے اس کا انتظام کر رہا ہو۔ اس پر یہ وجوب عائد نہیں رہتا کہ وہ مثل ملازم کارندے یا امین کے کفایت شعاری کرے یا پس انداز کرے۔ (منتظم خاندان نہ تو کارندہ ہے اور نہ امین) مثلاً جب خاندانی کاروبار تقسیم پر ختم کر دیا جائے تو حساب یہ لیا جائے گا کہ اس نے کیا خرچ کیا اور کیا باقی ہے۔ نہ یہ کہ کیا صرف کیا جا سکتا تھا اگر کفایت شعاری اور ہنر کو کام میں لایا جاتا۔ وجہ یہ ہے کہ جائداد جس کا وہ منتظم ہوتا ہے خود اس کی بھی ہوتی ہے اگر وہ اسراف کی زندگی بسر کر رہا ہو اور کرنا چاہتا ہو تو دوسروں کے لئے یہ چارۂ کار ہے کہ وہ تقسیم کرالیں۔ برخلاف اس کے "یقیناً اس پر اس کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ انھیں ان تمام رقوم میں سے ان کے حصص کی پابجائی کرے جن کا اس نے واقعی طور پر بیجا تصرف کیا ہو۔ یا جن رقوم کو اس نے ایسے

۳۸۴

[1] سورج مونی داسی بنام دینو بندو ۶ م۔ا۔ اصفحہ ۵۲۶ صفحہ ۵۳۹۔ ۴ سدر لینڈ پی سی صفحہ ۱۱۴ پریوی کونسل نے وصیت کی تعبیر کرتے ہوئے اسے منسوخ تو کیا مگر تجاویز مذکورۃ الصدر پر کوئی تنازع نہ تھا۔ نیز دیکھئے چکن بنام پورن ۹ سدر لینڈ صفحہ ۴۸۳۔

[2] ناراچند بنام ربیب رام ۳ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۱۷۷۔ چتنی بنام پروسونو مقدمات اپیل ہائیکورٹ بنگال ضمیمہ سوسٹبری صفحہ ۱۳۱۔ جگموہن داس بنام منگلداس ۱۰ بمبئی صفحہ ۵۲۸۔ داموودھر داس بنام اتم رام ۷ بمبئی صفحہ ۲۷۱۔ پیرا زو بنام سبارایادو ۸۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۸۰ جصفحہ ۲۸۷۔ صفحہ ۲۸۸۔ ۶۱ نظائر ہند صفحہ ۱۷۱۔

مقاصد کے لئے صرف کیا ہو جن میں خاندان مشترکہ کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ہندو خاندان مشترکہ کے کسی رکن پر دیگر شرکاء کے مقابلے میں اس قسم کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہے کہ وہ ان چیزوں کا حساب دے جو اس نے خود کے عیال واطفال زیادہ ہونے کے سبب المضاعف تعرف میں لایا ہو۔ یا جنھیں اس نے اس وجہ سے استعمال کیا ہو کہ وہ زیادہ صرفہ کرنے پر مجبور تھا۔ مثلاً یہ ہوسکتا ہے کہ ایک رکن کے لڑکیاں بہت زیادہ ہوں اور ان کی شادی کردینا واجب

معمولی رکن کی حیثیت

ان میں کی ہر لڑکی کی شادی اچھے اور موزوں شخص سے کردینے کا وجوب جب تک کہ وہ مشترک ہیں پورے خاندان پر عائد ہوتا ہے۔ اخراجات جو ایسی شادیوں کے لئے گئے جائیں ان کا بوجھ کل ارکان پر ہونا چاہئے۔ ان کے علی الترتیب حقوق مرافق کی جو خاندانی جائدادمیں ہوں کوئی بحث نہیں ہوتی[1]۔ بنگال کے سپریم کورٹ نے مماثل قسم کے خیالات کا اظہار اسی مقدمے میں فرمایا جس سے میں نے قبل ازیں اقتباس کیا ہے اور ان سے اضافۂ ذیل ہوتا ہے:۔ "ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ فی زمانا جب کہ ذاتی عیش وعشرت میں اضافہ ہوگیا ہے اور اٹھنے بیٹھنے کے طریقوں میں تبدیلی ہونے کے باعث ارکان خاندان کے تعلقات میں بھی تغیرات ہوگئے ہیں اس لئے یہ بات کسی طرح خلاف توقع نہیں ہے کہ کھاتے میں ہر رکن کے اخراجات کا فرداً فرداً حساب کھولا جائے اور اس کے مقابلے میں حساب کیا جائے۔ اور تقسیم پر باوجود نصیب معدوم ہونے کے یا محروم نہ کئے جانے پر بھی حسابات مذکور عام حساب میں داخل کئے جائیں اور اسس پر آخری تقسیم اور حصص دیے جائیں[2]۔"

حساب فہمی کا حق

ف ۲۹۴ غیر منقسمہ ہندو خاندان کے ہر رکن کا یہ حق ہے کہ انتظام خاندان کا حساب طلب کرے نظائر رپورٹ شدہ کے مباحث میں بہت کچھ آچکا ہے[3]۔ یہ امر بالکل واضح ہے کہ ہر رکن شراکت جو تقسیم کے مطالبے

---

[1] ابھے چند بنام پیاری ۵ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۳۴۷ صفحہ ۳۴۹ تجویز جسٹس مٹر۔ کاموار اسا ستری بنام ویراچرلو ۳۴ مدراس صفحہ ۴۲۲۔

[2] سورج مونی داسی ۶ ہم ۱۰۱ صفحہ ۴۵ سدر لینڈ پی۔ سی صفحہ ۱۱۴۔

[3] شدانند بنام بونومالی ۶ سدرلینڈ صفحہ ۲۵۶۔ بیکن بنام پارٹن ۹ سدر لینڈ صفحہ ۴۸۳۔ ابھے چندر بنام پیاری

۳۸۴ کا مجاز ہو ایسی تقسیم کی تمہید بطور لازماً حساب حاصل کرنے کا بھی مجاز ہوگا۔ ہاں جب کوئی رکن حساب کا مطالبہ بھی کرے اور غیر منقسمہ حالت میں بھی رہنے کا متمنی ہو تو ایک دوسرا سوال پیدا ہوگا۔ شراکت میں باقی رہنے والے رکن کا یہ دعویٰ کہ ان رقوم کا حساب فراہم کیا جائے جن کا اندراج اس کے نام پر علیحدہ طور پر ہوا ہو مثاکشرا قانون کے تابع خاندان میں قطعاً ناقابل پذیرائی ہوگا۔ وہ اس قسم کا ادعا اس غرض سے نہیں کرسکتا کہ وہ رقم یا اس کا کوئی جزو اسے ادا کیا جائے یا نئے حساب میں منتقل کی جائے۔ ایسا عمل معمولی معاہداتی شراکت میں ہوسکتا ہے نہ کہ ہندو شراکت میں۔ ایسے مطالبے کا جواب یہ ہوگا کہ "تمہارا حساب علیحدہ طور پر رکھا نہیں گیا ہے۔ تمہارا حق خاندانی جائداد کے استعمال تک محدود ہے اور جو کچھ بھی مختص طور پر تمہارے لئے جدا نہ کیا گیا ہو خاندان سے متعلق ہوتا ہے نہ کہ ارکان خاندان سے"۔ چنانچہ جبکہ اسی قسم کے حساب کا ادعا کیا گیا تو جسٹس جیاکسن نے اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔ "یہ امر مقبولہ معلوم ہوتا ہے کہ گو موروثی جائداد میں لڑکے کو باپ کے ساتھ ساتھ مشترکہ مرافق ہوتا ہے مگر جب تک کہ وہ جائداد مشترک رہتی ہے وہ باپ سے اس کی جائداد کے انتظام کا حساب طلب نہیں کرسکتا۔ مثلاً یہ کہ وہ اپنے باپ پر اس زمانے کے واصلات کے لئے نالش نہیں کرسکتا جس زمانے میں وہ جائداد اسکے باپ کے زیر انتظام تھی۔[1] ہاں یہ چیز دوسری ہوگی اگر وہ یہ کہے "میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس اتحاد کے معاملات کی کیا حالت ہے جس میں میں ہوں"۔ ایسے مطالبے کو پورا کرنا فطری انصاف کے مطابق ہے۔ [حساب کا حق] ہر ہندو شریک خاندان کو خاندانی جائداد کی بدانتظامی کی صورت میں جو حق چارۂ کار حاصل ہے وہ یہ کہ تقسیم کرالے۔ مگر وہ لاعلم رہتا ہے کہ آیا اس کا اس حق کو استعمال کرنا صائب ہوگا یا نہیں بجز اس کے کہ اس کو معاملات خاندان کی حالت سے واقف کرایا جاسکے۔ تاہم اس قسم کے حق حساب فہمی سے بھی چند مقدمات میں انکار کیا گیا ہے۔ بنگال کی اعلیٰ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ۵ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۳۴۷۔ صدر کورٹ ۱۳ سدرلینڈ صفحہ ۵، اجلاس کامل۔
[1] شد انند بنام لوتو مالی ۶ سدرلینڈ صفحہ ۲۵۶۔ صفحہ ۲۵۹۔ گنپت بنام اناجی ۲۳ بمبئی۔ صفحہ ۱۴۴۔

۳۸۵

عدالت مقدمات مذکور الصدر[۱] میں یہ کہتی ہے :۔"وہ اس قسم کے حساب کے مطالبے کا حق جبکہ وہ موجود ہو تقسیم کے مطالبے کے حق کے سلسلے میں ضمنی ہوتا ہے۔ حساب فہمی کی ذمہ داری کو صرف تقسیم پر نافذ کرایا جا سکتا ہے" بنگال کے ایک خاندان کے مقدمے میں جسٹس فیر (Phear, J.) ذیل کی دو حساب فہمیوں کی ذمہ داری میں فرق بتلایا۔ ایک تو اس وقت جبکہ انتظام منجانب نابالغ ہو رہا ہو اور دوسرے اس وقت جبکہ بالغ کامل کی جانب سے۔ صورت مقدم الذکر کے متعلق انھوں نے یہ فرمایا کہ منتظم صحیح معنے میں امین ہے اور یہ کہ جب اس کی امانت کی مدت اختتام کو پہنچے یعنی جب نابالغی ختم ہو جائے تو اس کا حساب دینے پر مجبور ہے کہ اس نے ان فرائض کو کس طرح انجام دیا۔ لیکن بالغ ارکان کے متعلق انھوں نے فرمایا:۔ "منتظم اس کمیٹی کا جس کے ارکان خاندان ہیں محض ایک صدر نشین ہے۔ وہ سب ایک ساتھ جائداد کا انتظام کرتے ہیں اور کرتا (یعنے منتظم) اس جماعت کا منتخب کیا ہوا ترجمان ہوتا ہے۔ وہ خود اسے بدل دے سکتے ہیں لہذا بجز اس کے کہ کچھ نہ کچھ اس کے خلاف ثابت کیا جائے خاندان غیر منقسمہ کا ہر رکن جو کرتا کے ساتھ شراکت و اتحاد میں رہتا ہو پھر اس کام میں شریک متصور ہونا چاہیئے جو وقتاً فوقتاً شراکتی جائداد کے انتظام میں کیا جائے اور اس حد تک تا بہ حد خود اور کرتا یہ سمجھا جانا چاہیئے کہ ان کاموں کی اس نے اجازت دی تھی۔ یعنے یہ کہ وہ مزید وجہ کے بغیر کرتا سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتا کہ حساب دے۔ اس میں شک نہیں کہ بطور واقعے کے یہ ہو سکتا ہے کہ ایک خاص خاندان میں کرتا ایک یا زیادہ ارکان کا کارندہ ہو یا اس کا تعلق اعتمادی ہونے کے باعث حساب دینے پر مجبور ہو۔ ایسے حالات کا تصور کرنا بہ آسانی ممکن ہے جن میں وہ بہ تعلق رکن بالغ کے امین بن گیا ہو۔ یا ایسے حالات کا جن میں اس کے فریب یا دیگر بدعملی کے سبب انھیں یا ان میں کے چند کو حساب طلب کرنے کا نصفتی حق حاصل ہو گیا ہو۔ اپنے اس فیصلے میں میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ محض اس کی اس حیثیت سے کہ وہ کرتا ہے وہ حساب دینے پر قانوناً مجبور نہیں ہے"[۲] اس مقدمے میں مدعی نے حساب طلب کیا۔

---

[۱] سورج مونی داسی بنام دینو بندھو ۶ مور صفحہ ۵۲۰ ـ ۴ سدرلینڈ پی سی صفحہ ۱۱۲۔

[۲] چکن بنام پورن ۹ سدرلینڈ صفحہ ۴۸۳۔ دیکھئے۔ مقدمہ ابھے چندر بنام پیاری ۵ بنگال لا رپورٹ۔

محض اطلاع کے لئے نہیں بلکہ اپنے اس حصے کے دعوے کے ضمن میں جو حصہ اس کو حساب دیکھنے پر ان زائد رقوم پر ملنا ظاہر ہوتا ہو جو منتظم نے وصول کئے ہوں ۔ یہ نالش تقسیم کی نہ تھی ۔ واقعے سے خود یہ چیز ظاہر ہے اس لئے کل مقدمہ خارج کیا گیا ۔ اگر اس نے تقسیم کی نالش کی ہوتی تو لابد وہ اس کا مجاز ہوتا گو شرائط حساب وہی نہ ہوتے جن کے عائد کرنے کا وہ دعویدار تھا۔ ۳۸۶

۲۳۵ف ۔ اس فیصلے پر بعد کے مقدمۂ ذیل میں اعتماد فرمایا گیا۔ بنگال میں ایک بیوہ نے تقسیم جائداد کی نالش کی اور یہ استدعا کی کہ تقسیم کے ضمن میں مہاجنی (banking) شراکت ختم کر دی جائے ۔ یہ کہ مدعی علیہ منتظم جائداد موروث مشترک کا و نیز مہاجنی کاروبار کا حساب دے۔ جسٹس مارکبی نے فرمایا: ـ "میری صاف اور واضح رائے یہ ہے کہ عام ہندو خاندان مشترکہ میں پوری یا خاندانی جائداد کے کسی جزو کا منتظم اس حیثیت سے متصف ہونے کے سبب ارکان خاندان کو کسی قسم کا حساب دینے پر مجبور نہیں ہے"۔ اس خاص مقدمے میں انھوں نے حساب فہمی کی منظوری دی۔ سبب یہ بیان فرمایا کہ مہاجنی کاروبار مذکور معاہداتی شراکت پر چلایا جارہا تھا جس کے منافع جب حاصل ہوں ارکان میں فرداً فرداً ایک خاص تناسب سے تقسیم کئے جاتے ہیں ۔ برخلاف اس کے جو کاروبار صحیح معنی میں عام خاندانی کاروبار ہو اس کے منافع مشترکہ خاندانی سرمایے میں داخل ہوتے ہیں۔ [فیصلۂ اجلاس کامل] ۔ اس فیصلے کو اجلاس کامل نے بہ صراحت اس مقدمے میں نامنظور فرمایا جس میں مسائل ذیل کے فیصلے کے لئے استصواب کیا گیا تھا۔ (۱) کیا ہندو خاندان مشترکہ کے منتظم پر دیگر ارکان حساب کے لئے نالش کر سکتے ہیں اور (مسل سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ ایک مدعی نابالغ تھا) ۔ (۲) کیا ایسی نالش قابل سماعت

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ صفحہ ۲۵۴ جہاں جسٹس فیر نے اس کی توضیح فرمائی ہے ۔ ۱۲ اسدرلینڈ (اجلاس کامل) صفحہ ۷۵ پر بھی اس مقدمے کا ذکر ہے ۔ نیز دیکھئے راجہ سترو چرلا بنام راجہ سترو چرلا ۲۲ مدراس صفحہ ۴۷۰ صدر کورٹ ۲۶ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۶۷ ۔

[1] رنگمنی بنام کاسی ناتھ ۳ بنگال لارپورٹ صفحہ اصدر کورٹ ۱۲ اسدرلینڈ اجلاس کامل صفحہ ۷۵ نوٹ ۔

نہ ہوگی کو نالش کرنے والے فریقین اس زمانے میں نابالغ رہے ہوں جس زمانے کا حساب طلب کیا جارہا ہو۔ مسٹر جسٹس سٹر نے جواباً فرمایا وہ مثلاً فرض کیجیے کہ خاندان مشترکہ کا ایک رکن دوسروں سے علیحدہ ہونے کے خیال سے منتظم سے پوچھے کہ خاندانی آمدنی کا کس قدر حصہ اس نے اپنی مدت انتظام میں فی الواقعی پس انداز کیا ہے۔ اگر منتظم یہ کہنا پسند کرے کہ کچھ بھی پس انداز نہیں کیا گیا۔ اور ساتھ ساتھ اس آمدنی اور خرچ کا حساب دینے سے انکار کرے جو کلیۃً اس کے قابو میں تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ رکن جو علیحدہ ہونیکا متمنی ہو کس طرح معلوم کرسکتا ہے کہ فی الواقعی کس قدر سرمایہ تقسیم میں آسکتا ہے؟۔ اور قانون و معدلت کے کس اصول کے تحت یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ منتظم کے خودکردہ بیان کو بلاثبوت قبول کرلے پر مجبور ہے کہ وہ بیان ان حالات کا صحیح بیان ہے"۔ اسی وجہ سے دونوں سوالات کے جواب اثبات میں دیے گئے۔ سابقہ تجویز منسوخ کی گئی اور ریچکن بنام پورن کے فیصلے کی بعد تطابق توضیح ذیل کی گئی۔ اس کے صرف یہ معنے ہیں کہ منتظمان مشترک کے متعلق یہ سمجھا جانا چاہیے کہ چونکہ وہ ایک دوسرے کے افعال کی اجازت دیتے ہیں لہذا چند سال کے گزرنے کے بعد وہ اپنے میں کے ایک کو ان معاملات کا حساب دینے پر مجبور نہیں کرسکتے جو فی الواقعی خود ان کے افعال تھے[1]۔

۳۸۷

حساب کے ضمن میں دادرسی

ف ۲۹۶۔ ان دو سوالات کے متعلق جن کا حوالہ اوپر دیا گیا وہ بلاشبہہ قطعی صحیح ہے مگر بعض نالش کی ترتیب کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ عرضی دعویٰ میں یہ ادعا کیا گیا کہ غیر منقولہ اور ذاتی جائداد تھی اور اس کا انتظام ۱۸۶۳ء میں مدعی علیہ نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ یہ کہ گو منافع بہت زیادہ تھے پھر بھی مدعیان کی پرورش مناسب اور موزوں طریقے سے نہیں کی گئی۔ یہ کہ مدعیان میں کے بزرگ مدعی نے ۱۸۶۶ء میں ایک ثلث حصے کا انتظام اپنے سر لیا۔ حصۂ مذکور خود اس کا اور اس کے نابالغ بھائی کا تھا۔ اس نے

[1] ابھے چندر بنام پیاری ۵ بنگال لاء رپورٹ صفحہ ۳۴۷-۱۳ سدرلینڈ اجلاس کامل صفحہ ۷۵- واسودیو بنام اتم رام ۱۷ بمبئی صفحہ ۱۷۰۔

استدعا کی کہ مدعی علیہ کے انتظام کی مدت انتظام من ابتدائے ۱۸۶۳ء لغایت ۱۸۶۶ء کے منافع کا ایک تلث و نیز ذاتی جائداد کا ایک ثلث حصہ دلایا جائے۔ جائداد غیر منقولہ کے حصے کے لئے استدعا نہیں کی گئی۔ اس دعوے کے ضمن میں حساب کی خواہش کی گئی۔ مدعی علیہ نے یہ جواب دہی کی کہ ۱۸۴۹ء میں تقسیم ہو چکی ہے۔ یہ جواب دہی اس کے خلاف ثابت ہوئی۔ ابتدائی عدالت نے غیر منقولہ اور ذاتی جائداد کے منافع کے حصے کی ڈگری مدعی کو دی۔ اصل سرمایہ سے حصہ دلائے جانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس ڈگری کی مرافعے میں اصولاً تصدیق فرمائی گئی۔ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ مدعی کا دعوی حسب ذیل تھا۔ ہر شریک حصہ دار کے نام سے جدا جدا حساب رکھا جائے۔ اس حساب میں پس انداز کی ہوئی رقوم سے جو کچھ حصہ اس کا ہوتا ہے لکھا جائے۔ اور جو کچھ رقم اس پر فی الواقع صرف ہوتی ہے وہ اس کے خرچ میں محسوب کی جائے۔ اور یہ کہ آمد و خرچ کے بعد جو کچھ بچے یا جیسے جیسے جمع ہو اسے سال بہ سال یا جب کبھی وہ مانگے دیا جائے۔ اگر اس اصول کی پابندی کی جائے تو ظاہر ہے کہ خاندانی جائداد میں کبھی بھی اضافہ نہ ہو سکے گا۔ اگر کل خاندان چاہتا ہے کہ آمدنی ہی میں بسر کرے تو بیشک وہ ایسا کر سکتے ہیں لیکن کیا کسی ایک رکن خاندان کو اس پر اصرار کرنے کا حق حاصل ہے کہ وہ اس معیار سے اونچے پر رہنا چاہتا ہے جس معیار کو دیگر ارکان نے موزوں اور مناسب سمجھا تھا؟۔ کیا اسے یہ حق دیا جا سکتا ہے کہ وہ سالانہ اپنا حصۂ آمدنی خاندانی طریقۂ انتظام یا تجارت سے علیحدہ طور پر لے کر جس طرح چاہے خود خرچ کرلے؟۔ اگر وہ ایسا کرے تو کیا ایسی سالانہ رقوم کا ذخیرہ اور اس سے جو منفعتیں حاصل ہوں اس کی خود کی جائداد سمجھی جائیں گی یا وہ مشترکہ جائداد رہیں گی؟۔ ان میں سے کسی ایک مفروضے کو تسلیم کرنے سے متضاد چیزیں پیدا ہونگی۔ اگر وہ خود اس کی جائداد ہو جائیں تو اس قاعدے سے تصادم ہوگا کہ مشترکہ جائداد سے پس انداز کی ہوئی رقوم اور وہ چیزیں جو کلیتہً جائداد مشترکہ کے ذریعے سے حاصل کی جائیں مشترک رہتی ہیں۔ اگر وہ علیحدہ ہو سکیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ غیر منقسمہ خاندان کا رکن خاندانی جائداد کے اجزا کو محض ذخیرہ کرنے سے ایک معتدبہ ذاتی جائداد جمع کر سکتا ہے برخلاف اس کے اگر اس طرح جمع کی ہوئی چیزیں مشترکہ ہی رہیں تو لغویت ذیل پیدا ہوگی۔ یہ کہ الف ب پر نالش کر کے ایک ہزار روپوں کی ڈگری حاصل کر سکتا ہے اور دوسرے ہی ہفتے

۳۹۸

ب الف پر اس رقم کی تقسیم اور اس سے حصہ پانے کی نالش کر سکے گا۔

خاص خاندانی انتظام

۲۹۷ ف یہ بالکل ممکن ہے کہ عرضی دعویٰ خاندانی انتظام پر مبنی تھا۔ یہ چیز کسی طرح بعید نہیں ہے خصوصاً اس وقت جبکہ خاندان غیر منقسیم حالت میں ہو اور ہر رکن جائداد کے ایک جزو پر علحدہ قابض ہو اور آمدنی کو خود اپنے استعمال میں لا رہا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ اگر وہ حصہ جو الف کے لئے مختص کیا گیا ہو ب کی نگرانی میں دیا جائے تو آمدنی پر ب۔ الف کے استفادے کے لئے قابض ہوگا اور الف اس کے استعمال کا حساب لینے کا مجاز اور یہ مطالبہ کر سکے گا کہ باقی ماندہ رقم اسے دی جائے۔ لیکن ایسا عمل خاص انتظام کے تحت ہوگا کہ آمدنی کا تصرف انفرادی شاخوں میں ہو۔ ایسا عمل غیر منقسمہ ہندو خاندان کے رواج کے تحت نہ ہوگا بلکہ اس کے مغائر۔ بہر حال اس کو ماننا ہی پڑے گا کہ چیف جسٹس کوچ کے الفاظ ایسے ہیں کہ گویا انھوں نے بالکل جداگانہ نظریہ قائم کیا۔ وہ کہتے ہیں[1] "مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق مطالبۂ حساب جس اصول پر منحصر کیا گیا ہے وہ جیسا کہ فرض کر لیا گیا ہے صریح کارندگی یا شراکت معاہدہ کے وجود پر نہیں ہے جہاں انتظام کرنے والا شریک دیگر شرکا، کا کارندہ سمجھا جا سکے۔ اس کا (مطالبۂ حساب) انحصار اس حق پر ہوتا ہے جو ارکان ہندو خاندان مشترکہ کو جائداد کے حصے کے متعلق حاصل ہو۔ اور جب ایک فریق کل منافع حاصل کر رہا ہو تو وہ دیگر فریقوں کو جنھیں اس میں مرافق ہو ان کے حصص کی منفعتوں کا حساب دینے پر مجبور ہے۔ یہ حساب ان منہائیوں کے بعد ہو سکتا ہے جس کے منہا کرنے کا اسے حق ہو" اگر اس سے فاضل میر مجلس کا یہ مطلب تھا کہ وہ ان منفعتوں کا حساب بہ این معنی دینے پر مجبور ہے کہ انھیں ادا کرے۔ یا انفرادی ارکان کی طرف سے ان پر قابض رہے تو اس رائے کی بنیاد وہ امتیاز ہونا چاہئے کہ جو بنگال اور متاکشرا قانون کے تحت شریک حصہ داران کے حقوق کے متعلق ہم دیکھتے ہیں۔ مذکور الصدر رائے کی بنیاد خیال ذیل ہونا چاہئے۔ یہ کہ ہر رکن کا کل حصہ اور لہذا اس حصے کی کل آمدنی دیگر ارکان کے کل دعاوی سے مبرا اس کے تصرف میں لائی جاتی ہے اور یہ کہ

[1] ابھے چندر بنام پیاری۔

بہ ایں سبب منتظم انھیں وصول توکرتا ہے مگر بہ حیثیت اس کے کارندے اور امین کے۔ یقیناً یہ رائے جمہور تو وہان کے نظریہ جائداد مشترکہ کا منطقی نتیجہ ہے۔ لیکن ان کثیر عدالتی آرا کے مغائر جن کا اقتباس اوپر کیا گیا۔

الف ف ۲۹۷ عالیہ عدالت مدراس نے بھی اسی مسئلے پر غور فرمایا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ میعاد کے قانون کے تحت وہ رکن خاندان مشترکہ جس نے تقسیم کی نالش کی ہو اور جو خاندان مشترکہ سے علیحدہ نہ کیا گیا ہو مجاز نہیں ہے کہ وہ منتظم کے سابقہ معاملات کا عام حساب طلب کرے بجز اس کے کہ فریب یا تصرف بیجا ہوا ہو۔ کلکتے کے اس فیصلے سے اختلاف فرمایا گیا جس کا حوالہ اوپر دیا گیا۔ بمبئی کا ایک حالیہ مقدمہ بھی اسی نظریے پر چلا[۱]۔

تقسیم چاہنے والا رکن خاندانی جائداد کا حساب لینے کا مجاز ہے مگر اس حساب کا جو تاریخ تقسیم پر ہو۔ وہ گزشتہ حساب طلب نہیں کرسکتا۔ اور نہ اس کا ادعا کرسکتا ہے کہ خاندانی جائداد سے جو استفادہ غیر مساوی طریقے سے ہوا ہے اس کی تلافی ہو[۲]۔ اگر وہ منتظم کے سابقہ فریب یا تصرف بیجا کا ادعا کرکے اسے ثابت کرے تو قاعدۂ مذکور کا اطلاق نہ ہوگا۔ پوری مدت انتظام کے جملہ حسابات دیکھنے کا وہ مجاز ہوگا۔ ایسی صورت میں غرض حساب محض یہ نہ ہوگی کہ کس قدر خاندانی جائداد تقسیم ہوسکتی ہے بلکہ کس قدر جائداد تقسیم میں آسکتی تھی اگر فریب اور تصرف بیجا نہ ہوتا۔ ایسی صورتیں بھی ممکن ہیں جبکہ اس کی تحقیق میں کہ تقسیم کے وقت خاندانی جائداد کیا ہے دیکھنے میں سابقہ حسابات کا دیکھنا بھی ضروری ہو جائے۔ مگر ایسے حسابات کے لینے کی غرض یہ ہونی چاہئے کہ یہ معلوم کریں کہ تقسیم کے وقت کس قدر مشترکہ جائداد فی الواقعی منتظم کے دست رس میں ہے۔ ایسے حسابات لینے کی بنیاد اور غرض یہ نہ ہونی چاہیے کہ وہ اپنے سابقہ معاملات کی جواب دہی کرے[۳]۔ جب تک کہ خاندان

۲۹۰

[۱] بالاکرشنا بنام متوسامی ۳۲ مدراس صفحہ ۲۷۱۔ نارائن بنام ناتھاجی ۲۸ بمبئی صفحہ ۲۰۱۔
[۲] دیکھئے سورج مونی اور بالکرشنا۔
[۳] پرمیشور دوبے بنام گوبند دوبے ۴۳ کلکتہ صفحہ ۴۵۹۔ رام ناتھ چھوٹا رام بنام گوتو رام رادھاکرشن

کی حالت اشتراک باقی ہے منتظم حساب رکھنے کا ذمہ دار نہیں ہے۔ اور تقسیم ہونے تک اس سے خاندانی اراضی کے لگان کا حساب نہیں لیا جاسکتا ہاں اس تاریخ سے جب سے کہ تقسیم کا حق پیدا ہوتا ہے منتظم اسی نوعیت کا حساب دینے پر مجبور ہے جس قسم کا حساب ایک امین یا کارندہ سے طلب کیا جاسکتا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس تاریخ سے حساب کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے جب سے کہ کوئی ایک رکن خاندان غیر مبہم اور واضح الفاظ میں اس کا پہلی مرتبہ اعلان کرے کہ وہ تقسیم نافذ کرنے کا متمنی ہے۔ لہٰذا اگر خاندان مشترکہ کا کوئی رکن ناجائز طور پر خاندانی جائداد کے استفادہ سے محروم کردیا جائے اور اس کے بعد وہ اپنی حیثیت رکنیت قائم کردے تو اس کو نالش کا حق اس تاریخ سے پیدا ہوتا ہے جبکہ وہ محروم کیا گیا تھا۔ اور وہ اس تاریخ سے اس طرح حساب لینے کا مجاز ہوگا جیسا کہ ایک امین حساب دینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔

مشترکہ نالش کی ضرورت

۲۹۸ ف ملکیت یا قبضۂ خاندانی کی اس یکجہتی کا لازمی نتیجہ حسب ذیل ہے۔ یہ کہ جہاں کہیں کسی معاملے سے اس جائداد پر اثر پڑتا ہو تو کل ارکان کا اس معاملے میں متفق ہونا ضروری ہے اور جو کچھ بھی کیا جائے وہ کل کے مفاد کے لئے کیا جانا چاہئے نہ کہ واحد فرد کے لئے۔ مثلاً کوئی ایک رکن ایک خاص جزو جائداد خود لے لینے کے لئے نہ تو نالش کرسکتا ہے اور نہ صیغہ تعمیل میں کارروائی کرسکتا ہے۔ عام اس سے کہ اس نے ایک ایسے شخص غیر کے خلاف یہ دعوے کیا ہو جس کا قبضہ ناجائز ہو۔ یا خود اس کے شریک کے خلاف اگر مقدم الذکر ہو تو کل ارکان کو شریک ہونا چاہئے اور نالش اس لئے کی جانی چاہئے کہ کل جائداد

۲۹۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۸ ہمبئی صفحہ ۱۷۹۔

۸۷؎ سورج نارائن بنام اقبال نارائن جلد ۸ مرافعہ جات ہند صفحہ ۴۰-۳۵ الہ آباد صفحہ ۸۰۔ جرجا رائے بنام سدا شیو وبصراج ۴۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۵۱-۴۳ کلکتہ صفحہ ۱۳۱۔ رام ناتھ چھوٹو رام بنام گوتو رام رادھا کرشن ۴۴ ہمبئی صفحہ ۹۷ جو خیال اس کے برعکس ظاہر کیا گیا وہ اصولاً پریوی کونسل کے فیصلوں سے منطبق ہوتا نظر نہیں آتا۔

۸۸؎ بنارسی داس بنام مہارانی کنور ۵ الہ آباد صفحہ ۲۷۔

واپس دلائی جائے اور کل کے مفاد کے لئے۔ اور یہی ہوگا عام اصول ہے کہ وہ اجنبی بلاکسی قسم کی حقیت کے قابض ہو۔ یا کسی ایک حصہ دار کے خارج از اختیار فعل سے یا غفلت کے جائز فعل سے اسے قبضہ ملا ہو۔ اگر کوئی ایک رکن مدعی بننے سے انکار کرے یا مدعی علیہ کے ساتھ ساز باز کر رہا ہو تو وہ شریک مدعی علیہم بنائے جائیں تاکہ کل کے مرافق پابند ہو سکیں[2]۔ ایک رکن بذات خود دوسروں کو شریک کرنے کے بغیر یا ان کی بلا رضامندی نالش نہیں کر سکتا۔ اور اسی طرح دوسروں کو بہ حیثیت مدعی علیہم شریک کر کے عیب کی تلافی نہیں کر سکتا[3]۔ اگر کسی وجہ سے جیسا کہ مرور مدت کے سبب

---

[1] شیو چرن بنام ہنگراری ۱۵ سدرلینڈ صفحہ ۳۴۳۔ جینت نارائن بنام بنواری ۲۳ سدرلینڈ صفحہ ۲۹۵
پہ دانا بنام وہالو ۵ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۳۵۳ راجب رام تواری بنام لچھمن ۴ بنگال لا رپورٹ (مرافعہ جات)
صفحہ ۱۸۱۔ صدر کورٹ ۴ سدرلینڈ صفحہ ۱۸۷۔ ۴ مقدمہ ہولیاس عیور بنام لالہ جوگیشر ۱۳ مرافعہ جات ہند
صفحہ ۲۶ میں بحال رہا۔ کلکتہ صفحہ ۲۲۲۔ ۲۵ سدرلینڈ صفحہ ۲۸۵۔ بسوناتھ بنام گنگا شہان سنگھ ۷ بنگال
لا رپورٹ ضمیمہ صفحہ ۲۱۴۔ ۱۲ سدرلینڈ صفحہ ۹۹ نوٹ۔ انوڈا بنام ارسکن ۱۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۳۰۷ میں
تصدیق کی گئی۔ ۲۱ سدرلینڈ صفحہ ۶۸ دیوکر بنام نرد بمبئی سلکٹ رپورٹ صفحہ ۱۹۔ نندی بنام لائیڈ ۲۲ سدرلینڈ
صفحہ ۱۴۷۔ ملک بنام راجوس ۵ شمالی مغربی ممالک صفحہ ۱۸۲۔ ناتھونی بنام ہتراج ۲ کلکتہ صفحہ ۱۴۹۔ اردچیلا
بنام دشٹالنگ ۶ مدراس صفحہ ۲۷۔ انگا موتھو بنام کولنداویلو ۲۳ مدراس صفحہ ۱۹۰۔ کل ضروری فریقین کا شامل
کیا جانا نہ صرف مدعی کا حق ہے بلکہ مدعی علیہ کا بھی کیونکہ اس میں اس کی دلچسپی ہے کہ کل خاندان ڈگری
کا پابند ہونا چاہیئے۔ ہری گوپال بنام گوکلداس ۱۲ بمبئی صفحہ ۱۵۸۔ بالکرشنا بنام مورو کرشنا ۲۱ بمبئی صفحہ ۱۵۴
اگر عدم اشتمال کا عذر مقدمہ کی ابتدائی منزل پر نہ کیا جائے تو مرافعہ میں نہیں کیا جا سکتا۔ پراگ سیوا بنام کرشنا
۱۳ بمبئی صفحہ ۲۹۸۔ اس امر کے لئے کہ مناسب فریقین کا اضافہ کر کے عرضی دعوے کی ترمیم کرنا جبکہ اس فریق ثانی کو نقصان
پہنچتا ہو دیکھیئے الاگیا بنام دلیپن ۲ مدراس صفحہ ۳۳۔ وادی لال بنام شاہ کشال ۲۷ بمبئی صفحہ ۷۵۔ اکشن پرشاد
بنام ہرنارائن سنگھ ۳۸ مرافعہ جات ہند صفحہ ۴۵۔ ۳۳ A صفحہ ۲۷۲۔

[2] راجہ رام تواری بنام لچھمن۔ جگو دیا بنام ہرن ۱۰ سدرلینڈ صفحہ ۱۰۹۔ گوکول بنام ایشواری ۲۰ سدرلینڈ صفحہ ۲۰۸۔ کیونشری
بنام داتو مل ۳۴ صفحہ ۳۴۔ بیچو لال بنام ولی اللہ ۱۱ کلکتہ صفحہ ۳۳۸۔ کالی چندر بنام راجہ کشور ۱۱ کلکتہ صفحہ ۶۱۵۔
دوار کا ناتھ مستر بنام تاراپد وسوتو ۸ کلکتہ صفحہ ۱۲۔

[3] پرمیشورن بنام شنکرن ۱۴ مدراس صفحہ ۴۸۹۔ ساوتری بنام رامن ۲۴ مدراس صفحہ ۲۹۶۔

دیگر ارکان بحیثیت مدعیان شریک نہ کئے جاسکتے ہوں تو کل مقدمہ قابل اخراج ہوگا[1]۔ اگر نالش شرکائے خاندان کے خلاف ہے تو اس کی بنیاد بھی خراب سمجھی جائیگی۔ ایک رکن کا دوسرے حصہ داران شریک کے خلاف قبضے کے لیے صرف یہ چارۂ کار ہے کہ وہ تقسیم کی نالش کرے۔ جب تک یہ نہ ہو اس وقت تک اسے جائداد کے کسی جزو پر بلا شرکت احدے قبضہ پانے کا حق نہیں ہوتا[2] خاندانی جائداد کے متعلق ارکان خاندان کے مابین احکام امتناعی کی نالشات اتلاف۔ خاندانی جائداد کا ناجائز استعمال اور بے دخلی تک محدود ہیں[3]۔

٣٩٣

ایک شریک کی طرف سے نالش۔ اسی قاعدے سے حصہ داروں میں سے ایک حصہ دار کو اس کی اجازت نہیں کہ صرف وہ خود کسی اسامی کی بے دخلی کے لئے نالش کرے[4] بجز اس کے کہ شاید اس صورت میں جبکہ مدعی دیگر شرکاء کے ایما سے کل پر بلا شرکت احدے قابض کر دیا گیا ہو[5] یا

---

[1] کالی داس بنام کیولداس بنام ناتھو بھاگون ، ۷ بمبئی صفحہ ۲۱۷۔

[2] پھولباس کنور بنام لالہ جوگیشر ۳ مرافعہ جات ہند صفحہ ۷۔ اک صفحہ ۲۲۶ ۔ ۲۵ سدرلینڈ صفحہ ۲۸۵۔ واوجی بنام وٹھل بمبئی سلکٹ رپورٹ صفحہ ۱۵۱۔ ترمبک بنام نارائن ۱۱ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۶۹۔ گوبند چندر بنام رام کمار ۲۴ سدرلینڈ صفحہ ۳۹۶۔ رامناجو بنام ویریا ۶ مدراس صفحہ ۹۰ دیکھئے نرن بھائی بنام رامچود ۲۶ بمبئی صفحہ ۱۴۱۔

[3] اننت رام راؤ بنام گوپال بونت ۱۹ بمبئی صفحہ ۲۶۹۔ گنپت بنام اناجی ۲۳ بمبئی صفحہ ۱۴۴۔ دیکھئے مقدمات جگر ناتھ بنام جانتھ ۲۷ الہ آباد صفحہ ۸۸ اور رامچرن بنام کاٹلیشر ایضاً صفحہ ۱۵۴ ان مقدمات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس وقت ڈگری کیا ہوگی جبکہ ایک شریک اراضی کے کسی جزو پر بلا شرکت احدے قابض ہو۔

[4] سری شانا بنام نیم چند ۱۳ سدرلینڈ صفحہ ۳۴۷۔ جلد ۵ بنگال لا رپورٹ ضمیمہ ۲۵ الم بنام اشاو ۱۶ سدرلینڈ صفحہ ۱۳۸ ہولودھر بنام گورو ۲۰ سدرلینڈ صفحہ ۱۲۶۔ کرشنا راؤ بنام گوئند ۱۲ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۸۵ سوبارام بنام گنگا ۲ ممالک شمالی مغربی صفحہ ۲۶۰۔ بالاجی بنام گوپال ۳ بمبئی صفحہ ۲۸۔ ریت بنام چورو ۷ ک صفحہ ۷۰، ۴ گوپال بنام میا کنامن ۷ ک صفحہ ۱۵۷۔

[5] امیر سنگھ بنام معظم ، ممالک شمالی مغربی صفحہ ۵۸۔

لگان کے ازدیاد کے لئےؔ۔ یا اپنے حصۂ لگان کے لئےؔ الا اس کے کہ مدعی علیہم نے اپنے لگان خود اس کو علٰحدہ طور پر دیئے ہوں۔ یا اس طرح دینے کے قرار داد کئے ہوں۔ اگر یہ صورت ہو تو وہ کسی طرح بھی اعتراض پیدا نہیں کر سکتے۔ بر ایں ہم ایسی صورت میں بھی دیگر شرکاء میں سے کوئی ایک مخل ہو سکے گا اگر وہ یہ سمجھتے ہوں کہ ان کے حقوق معرض خطر میں آگئے ہیںؔ۔ اور اسی طرح جبکہ خاندان مشترکہ کے ایک رکن نے مشترکہ جائداد کے کسی جزو پر اپنی رقم لگائی ہو تو وہ دیگر شرکاء پر اس رقم کی واپسی کے لئے نالش نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ صراحتہً یہ طے پایا ہو کہ اس کو وہ رقم واپس ملنی چاہئے۔ تقسیم پر ورثہ اس کا اس طرح رقم لگانے کا لحاظ کیا جا سکے گاؔ۔

۳۹۳

برخلاف اس کے اگر جائداد مشترکہ کے متعلق شخص ثالث کا فعل ایک شریک

لہ جگندر بنام نوبن چندر ۸ ک صفحہ ۳۵۳ بالکرشنا بنام مہادوکرشنا ۲۱ بمبئی صفحہ ۱۵۴ جہاں منتظم نے دوسرے شرکاء کی رضامندی سے اپنے نام سے نالش کی تھی۔

سلہ اندر سونی بنام سروپ ۱۵ سدر لینڈ صفحہ ۲۹۵۔ ۱۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۲۹۲ نوٹ ہرکشور بنام جوگل ۱۶ سدر لینڈ صفحہ ۲۸۱۔ ۱۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۲۹۳ نوٹ۔ بجائیرب بنام گوگا رام ۱۷ سدر لینڈ صفحہ ۴۰۸۔ ۱۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۲۹۰ نوٹ۔ النودا بنام کال کمار ۸ ک صفحہ ۸۸ بمنوہرداس بنام منظر علی ۵ ۹ صفحہ ۴۰۔ ان صورتوں کے لئے جبکہ دیگر شرکا خاص اسامی سے ساز باز کر رہے ہوں مقابلہ کیجئے جادو بنام سدر لینڈ ۸ ک صفحہ ۵۵۶ اور جادو بنام کدم بنی ۷ ک صفحہ ۱۵۔

سلہ گنگا بنام سرودا۔ ۳ بنگال لا رپورٹ (جنرل نظائر مرافعہ) صفحہ ۲۳۰ صدر کورٹ ۱۲ سدر لینڈ صفحہ ۵۰۔ ہرادن بنام راحم نواز ۷ سدر لینڈ صفحہ ۱۴۔ صالح النسا بنام موہیش ایضاً صفحہ ۲۵۲۔ سری ہسر بنام کرہ ڈسے ۱۵ سدر لینڈ صفحہ ۲۴۳۔ دنو بندھو بنام دنو ناتھ ۱۹ سدر لینڈ صفحہ ۱۶۸ جلاسس کال درگا بنام جمیا ۴ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۲۸۹ صدر کورٹ ۲۱ سدر لینڈ صفحہ ۴۶۔ رکھل بنام مہتاب ۲۵ سدر لینڈ صفحہ ۱۲۲۔ اس میں شک نہیں کہ شرکاء اس پر راضی ہو سکتے ہیں کہ ان میں کے ہر ایک کو لگان کے حصص کر کے دے۔ ایسی صورت میں وہ اپنے اپنے حصے کے لئے علٰحدہ علٰحدہ نالش کر سکتے ہیں گینی بنام موران ۴ ک صفحہ ۹۶۔ لطف الحق بنام گوپی۔

سلہ نیکمالر بنام بچہ دیو جلد ۲ صدر دیوانی صفحہ ۲۴۷ (۳۱۰) جلال الدولہ بنام صمصام الدولہ ۵ ک صفحہ ۱۴۱ ۹ مدراس دسمبر ۱۸۹۶ء صفحہ ۱۷۱ متوسامی بنام سبرمنیا مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۳۰۹۔

کے لیئے ذاتی اور خاص طور پر باعث نقصان ہوا ہو اور اس سے دیگر شرکا پر اثر نہ پڑتا ہو تو وہ اس نقصان کے لیئے علیحدہ نالش کر سکتا ہے اور دوسروں کا شریک کیا جانا ضروری نہیں[1]۔ اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شریک ایسے شخص کو بیدخل کر سکتا ہے جو محض مداخلت بیجا کنندہ ہو بشرطیکہ اس کی غرض یہ ہو کہ جائداد مشترکہ سے ایسے شخص کو نکالدے جو دخل ہو رہا ہو اور ساتھ ساتھ وہ اس جائداد کے کسی خاص حصے کا خود دعویدار نہ ہو[2]۔ جب ہندو خاندان مشترکہ کے ایک رکن نے جو فی الواقع منتظم خاندان ہے نالش کی ہو تو دیگر امور پر غور کرنا ہوتا ہے[3]۔ یہ امر طے شدہ سمجھا جاسکتا ہے کہ خاندانی کاروبار کا منتظم رکن یا انتظام کرنے والے ارکان جبکہ ایک سے زیادہ ہوں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں مثل شرکا کے ہوتے ہیں ان امور کے متعلق جو کاروبار پر موثر ہوں دیگر ارکان کو شریک کرنے کے بغیر نالش کر سکتے ہیں اور ان پر بھی نالش ہو سکتی ہے۔ یہ اسی طرح جس طرح کہ وہ خود کے نام سے معاہدات منعقد اور ان کی تعمیل بھی کر سکتے ہیں[4]۔ پریوی کونسل نے اس کا تصفیہ قطعی طور پر نہیں کیا کہ آیا اس اصول کا اطلاق ان تمام معاملات پر کیا جانا چاہیئے جن میں عام طور پر خاندانی جائداد پر اثر پڑتا ہو۔ ہند کی عدالتوں کے فیصلے اس مضمون پر متضاد ہیں۔ عالیہ عدالت کلکتہ نے ایسی نالش کو جائز سمجھنے سے انکار کیا ہے جسے منتظم نے رجوع کیا ہو بجز اس کے کہ دیگر شرکائے خاندان شریک کئے جائیں[5]۔

---

[1] گوپی بنام رائیلنڈ ۹ مدراس لینڈ صفحہ ۲۷۹۔ چندے بنام میاکنا ٹن ۲۳ مدراس لینڈ صفحہ ۲۸۶۔

[2] راوھو پرشاد بنام یوسف ۷ ک صفحہ ۴۱۴۔

[3] اروں چلا بنام وتھیالنگام ۶ م صفحہ ۲۷۔ رامیا بنام وینکٹ رتنم ۱۷ مدراس صفحہ ۱۲۲۔ جوتھی بنام تاگوڈا ۱۰ میسور صفحہ ۱۱۹۔

[4] کشن پرشاد بنام ہر نرائن سنگھ ۳۸ مرافعہ جات ہند صفحہ ۴۵۔ ۳۳ الہ آباد صفحہ ۲۷۲ لالجی مُنسی بنام کشنجی پوسنجار ۳ بمبئی صفحہ ۴۴۱ لاگیا چیٹی بنام ولن چیٹی ۱۰ م صفحہ ۳۴۳ فاضل حکام کے چند آرا پریوی کونسل کے فیصلے کے مغائر ہیں۔

[5] دیبی پرشاد سہائے بنام دھرم جی نرائن سنگھ ۱۴ ک صفحہ ۲۷۔ لالسورجا پرشاد بنام گلاب چند ۲۷ ک صفحہ ۷۶۲۔ لیکن دیکھیئے بھولا ناتھ بنام جنگ بہادر سنگھ ۱۹ کلکتہ راجہ نل صفحہ ۵۔

مدراس اور الہ آباد کے جدید ترین فیصلے منتظم کو خود نالش کرنے اور اس پر نالش ہونے کا مجاز سمجھتے ہیں کیونکہ وہ تمام امور میں خاندان کی نیابت کرتا ہے[1] اس مضمون پر پریوی کونسل کے اس فیصلے کا جیب ہے جس کا حوالہ دیا عدالت بمبئی کو کوئی ایسا موقع نہیں ملا کہ کوئی قطعی فیصلہ کرے۔ اگر منتظم منجانب خاندان اور بہ حیثیت منتظم نالش کر رہا ہو تو اسے اپنے عرضی دعوے میں یہ بیان کرنا چاہئے کہ وہ منتظم ہے اور اسی حیثیت سے نالش کر رہا ہے۔ اگر یہ ظاہر ہوتا ہو کہ فی الواقعی منتظم ہے اور نوعیت مقدمہ سے یہ واضح ہو کہ دادرسی منجانب خاندان چاہی گئی ہے تو اس کا سہواً اپنے کو منتظم نہ ظاہر کرنا نالش کی ناکامیابی کا باعث نہیں ہوسکتا[2]

۲۹۶

حقوق شرکا خود ان کے مابین

ف ۲۹۹۔ حصہ داروں کے حقوق مابین خود کا یقین اس مسلک قانون کے لحاظ سے ہوتا ہے جس کا اطلاق ان پر ہوسکتا ہو۔ ہندو خاندان کے قدیم تصور میں کسی رکن کا حق اس پر مشتمل ہوتا تھا کہ وہ دیکھے کہ جائداد کا مناسب اور معقول انتظام ہو رہا ہے اور اس طریقے سے ہو رہا ہے کہ وہ خود اور اس کے متعلقین اس کے منافع سے اچھی طرح پرورش پاسکتے ہیں۔ فرائض جن کی تعمیل اس پر ضروری ہو اور منافع جو اس کو ملنا چاہئے وہ امور ہیں جن کی تنظیم سربرآوردہ خاندان کے ذمے ہوتی تھی۔ اس زمانے میں ملیبار کے ٹاروڈ میں یہی حالت ہے۔ ایسے ارکان خاندان کی حالت تقریباً اب بھی ایسی ہے جو مِتاکشرا قانون کے تابع ہیں بجز اس حد تک کہ اس حالت میں خاص معاہدے یا رواج کے سبب تغیر ہوگیا ہو[3]۔ بمبئی میں یہ طے کیا گیا ہے

---

[1] ہری لال بنام منان کنور ۳۴ الہ آباد صفحہ ۵۴۹۔ مدن لال بنام کشن سنگھ ایضاً صفحہ ۵۷۲۔ شیخ ابراہیم تمبار اگام بنام راجم ایمرہ ۳۵ مدراس صفحہ ۶۸۵ و ۱۰ کلم چٹی بنام سبن چٹی ۲۷ م۔ ل۔ ج صفحہ ۶۲۱۔ اگر یہی صحیح نظریہ ہو تو ذیل کے فیصلے غلط فیصلے سمجھے جانے چاہییں اگاموتو پلے بنام کولن وویلو پلے ۲۳ مدراس صفحہ ۱۹۰۔ سٹیفنسن پٹر بنام ویرا راگھون پٹر ۲۳ مدراس صفحہ ۲۸۴۔ بالکرشنا سوریشور گھنٹے بنام بلدیہ ماہد ۱۰ بمبئی صفحہ ۳۲۔ شام ورتی سنگھ بنام کشن پرشاد ۲۹ الہ آباد صفحہ ۳۱۱۔

[2] ہری لال بنام منمن کشور ۳۴ الہ آباد صفحہ ۵۴۹۔

[3] کنی گرتو بنام اران گدن ۲ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۱۲۔ سبو لنگادی بنام ٹنگو ۴ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۱۹۶۔

[4] دیکھیے تجویز لارڈ ویسبٹری بمقدمہ اپوویر بنام رام سباین ۱۱ مور کے مرافعہ صفحہ ۸۹۔ ۸ سدر لینڈ پی سی

کہ ہر مالک مشترک ہر حصۂ جائداد کے دوسرے ہر رکن کے ساتھ مساوی طور پر مشترک قبضے کا مستحق ہے[1]۔ ظاہر ہے کہ یہ تجویز صرف ان چند چیزوں تک محدود سمجھی جا سکتی ہے جن پر متعدد اشخاص مشترکہ قبضہ رکھ سکتے ہوں۔ یہ تجویز کرنا کہ اس حق میں مخل نہیں ہو سکتی جس سے وہ متعدد ارکان کو جائداد کے ایسے حصوں کو استعمال کے لئے دے سکتا ہے جو ان کے ذاتی استعمال واستفادے کے لئے ضروری ہوں۔ اور یہ بھی نہیں سمجھا جا سکتا کہ کوئی ایک رکن اپنے اختیار تمیزی سے مشترکہ سرمایہ یا مشترکہ آمدنی کے کسی حصے پر قبضہ کر سکتا ہے۔ بنگال میں جہاں ارکان مثل اسامیان مشترک کے قابض ہوتے ہیں نہ کہ قابضان مشترک کے بطور ہر رکن کو ایک گونہ زیادہ مختاری حاصل ہے[2]۔ وہاں ہر رکن کو اپنے غیر منقسمہ حصے کے پورے اور مکمل استفادے کا حق حاصل ہے۔ طریقہ استفادہ موزوں اور معقول ہونا چاہئے۔ دیگر ارکان کے حق پر اس سے مغائر اثر نہ پڑے اور استفادہ ایسا نہ ہو جس سے ان کے حقوق انتفال وانتظام میں مداخلت ہو[3]۔ مگر وہ بلا اجازت کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جس سے جائداد کی قسم میں تغیر واقع ہو۔ مثلاً اس پر کوئی تعمیر کر سکے[4]۔ جب ایسا فعل شرکاء کے نقصان کا باعث ہو تو عدالت حسب صوابدید عمارت کے منہدم کرنے کی ہدایت کرے گی[5]۔ اس صوابدید کو کام میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ صفحہ ا فقرہ ۲۹۲ گزشتہ۔

[1] رام چندر بنام دامودر داس ۲۰ بمبئی صفحہ ۴۶۷۔

[2] دیکھئے تجویز جسٹس فیر مقدمۂ جکسن بنام پورن ۹ سدرلینڈ صفحہ ۴۸۳۔

[3] ایشر چندر بنام نندکمار ۸ سدرلینڈ صفحہ ۲۳۹۔ گوپی کشن بنام ہیم چندر ۱۳ سدرلینڈ صفحہ ۳۲۲۔ مندن بنام لائیڈ ۲۲ سدرلینڈ صفحہ ۳۷۔ اسٹالکرٹ بنام گوپال ۱۲ بنگال لاء رپورٹ صفحہ ۱۹۷۔ صدر کورٹ ۲ سدرلینڈ صفحہ ۱۲۸۔ داتس بنام رام چندوت ۱ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۱۰۔ اپنے حصے کو پٹہ پر دے سکتا ہے رام دیے بنام منوجیت ۱۷ سدرلینڈ صفحہ ۴۲۰۔

[4] محض معمولی کاموں کے متعلق دیکھئے مقدمہ موہن چند بنام اسحق بھائی ۲۵ بمبئی صفحہ ۲۴۸۔

[5] جانکی بنام کوری صدر دیوانی ۱۸۵۶ء صفحہ ۱۶۷۔ اندر دیو نرائن بنام تلسی نرائن صدر دیوانی ۱۸۵۷ء صفحہ ۲۶۸۔ گردواس بنام بجایا ۱ بنگال لاء رپورٹ (مرافعہ) صفحہ ۱۰۸۔ شیو پرشاد بنام لیلا ۱۲ بنگال لاء رپورٹ

لاتے وقت اس پر غور کرنا ضروری ہے کہ آیا مدعی علیہ اس زمین سے زیادہ زمین پر بنا رہا ہے جو تقسیم پر اس کے حصے میں آئے گی۔ اور کیا تقسیم پر مدعی کو مناسب معاوضہ مل سکتا ہے[۱۵]۔ اسی قاعدے کا اس وقت بھی اطلاق کیا گیا ہے جبکہ کل کی کل پیداوار اسطرح بدل دی گئی ہو کہ جو کچھ پیدا ہو وہ بیکار ہوگا بجز اس کے کہ[۱۶]........

شریک خاندان اسامی ہو سکتا ہے:-

ایک شریک کے لئے دوسروں کا اسامی ہونے کے لئے کوئی امر مانع نہیں ہے اور اس حیثیت سے وہ انھیں لگان ادا کر سکتا ہے۔ مگر محض اس واقعہ سے کہ ایک رکن بلا شرکت احد سے جائداد کے کسی ایک حصے پر قابض ہے خود بخود لگان ادا کرنے کی ذمہ داری پیدا نہیں ہوتی جبکہ اس بارے میں صریح یا معنوی معاہدہ معدوم ہو[۱۷]۔ لہذا متعدد مالکان مشترک اپنے حقوق دوسرے شریک کے پاس رہن کر سکتے ہیں مگر انفکاک میں کل کا شریک ہونا ضروری ہے بجز اس کے کہ تقسیم آگئی ہو[۱۸]۔　۳۹

تجارتی شرکت جو خاندان سے متعلق ہو۔

ف ۳۰۰ تجارتی جماعتوں میں جائداد مشترکہ کی ایک اہم قسم وہ ہے جسے موروثی تجارتی شرکت کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ ارکان خاندان مشترکہ پر کلیتہً مشتمل ہوتی ہے اور بعض اوقات جزاً دوسرے خاندان کے اشخاص بھی ایسی جماعتوں میں شریک ہوتے ہیں۔ جب ایک یا زیادہ ارکان مشترک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ صفحہ ۱۸۸۔ ۲۰ سدرلینڈ صفحہ ۱۹۰۔ ناجوخاں بنام امتیاز الدین ۱۸ الہ آباد صفحہ ۱۱۵۔ دیکھو لالہ بشمبر بنام راجہ رام ۳ بنگال لا رپورٹ ضمیمہ صفحہ ۱۶۔ ۹۶ سدرلینڈ صفحہ ۱۴۰ نوٹ۔ جہاں ایسی ڈگری سے انکار کیا گیا۔ اور نوبن چندر بنام موہیش چندر ۱۲ سدرلینڈ صفحہ ۶۹ مالوے بنام محمد ۱۹ سدرلینڈ صفحہ ۱۴۰ صدر کورٹ ۱۲ بنگال لا رپورٹ نوٹ بجندر و شاما بنام چرن ۵ ک صفحہ ۱۸۸۔

[۱۵] پارس رام بنام شرجیت ۹ الہ آباد صفحہ ۶۶۱۔ شادی بنام انوپ سنگھ ۱۲ الہ آباد صفحہ ۴۳۶ اجلاس کامل

[۱۶] کرودے بنام بھیکدری ۵ بنگال لا رپورٹ ضمیمہ صفحہ ۵۴ صدر کورٹ ۱۶ سدرلینڈ صفحہ ۱۲۱۔

[۱۷] الہ دینی بنام سری ناتھ ۲۰ سدرلینڈ صفحہ ۵۸۔ ۲۵۸۔ گوبند چندر بنام رام کمار ۲۴ سدرلینڈ صفحہ ۳۹۳۔

[۱۸] مسے چٹی بنام رام ناتھ ۲ مدراس صفحہ ۲۹۵۔

خود تجارت کریں یا یہ شراکت اشخاص غیر اور سرمایہ خاندانی جائداد سے نہ لیا گیا ہو۔ تو منافع جو اس سے ملے بلا شرکت احدے خود انہی کا ہوگا[1]۔ جب ارکان خاندان خود تجارت کریں اور کوئی اشخاص اجنب اس میں شریک نہ ہوں تو اس کا تعلق زیادہ تر ہندو قانون سے ہوگا نہ کہ عام قانون شراکت سے جو قانون معاہدۂ ہند میں بیان کیا گیا ہے[2]۔ چونکہ سرمایہ خاندانی جائداد سے حاصل کیا جاتا ہے اس لئے تجارت اور اس کے منافع بھی خاندانی جائداد ہوں گے[3]۔ خاندانی جائداد کی دیگر اقسام کی مثل ایسا کاروبار وراثۃً منتقل ہوتا ہے۔ اور اس میں بہت سے اجزا معمولی شراکت کے موجود رہتے ہیں[4]۔ عموماً تجارت کی سہولت کے لئے ایک منتظم نہیں ہوتا بلکہ مساوی اختیارات کے کئی ہوتے ہیں۔ گو ایسی صورتیں بھی ہیں اور پیدا ہوتی رہتی ہیں جبکہ خاندان کا سب سے بزرگ رکن ہی ایسا شخص ہوتا ہے جو خاندانی کاروبار کے چلانے میں حصہ لیتا ہے۔ جب متعدد ارکان اس کے چلانے میں شریک ہوں تو ان کی حیثیت ان معاملات میں جو بہ سلسلۂ تجارت کریں شرکا کی سمجھی جانی چاہئے۔ تجارت میں خاندان کا استحقاق پسماندگی کے قاعدے سے منتقل ہوتا ہے لیکن اگرچہ کہ ہر رکن خاندان کو تجارتی منافع اور سرمایہ میں پیدائش سے حق حاصل ہوتا ہے مگر وہ محض اس وجہ سے کاروبار کا شریک نہیں ہو جاتا۔ بنا براں نابالغ رکن بالغ ہوتے ہی کاروبار کے انتظام میں شریک کر لئے جانے کا مطالبہ بطور حق نہیں کر سکتا۔ وہ صرف اسوقت شریک کیا جا سکتا ہے جبکہ ارکان جو انتظام کر رہے ہوں رضامندی دیں[5]۔ خاندانی کاروبار میں نابالغ رکن کو یہ وجہ اس سے ۔

---

[1] ودی لال بنام شاہ خوشحال، ۲۷ بمبئی صفحہ ۱۵۷۔

[2] رام لال بنام لکشمی چند ا بمبئی ہائیکورٹ ضمیمہ۔

[3] اسی وجہ سے وارثان عودی ایسی بیوہ کے مناسب افعال کے پابند ہونگے جو تجارتی کاروبار کی اپنے شوہر کے وارث کی حیثیت سے وارث ہوئی ہو سنکرا بی بنام گمن لال ۲۶ بمبئی صفحہ ۲۰۶۔ اس مقدمہ میں ایسی جائداد کی خصوصیات پر بحث کی گئی ہے۔

[4] سمبل بائی بنام سیشورہ بمبئی صفحہ ۳۸۔

[5] چھمن دڑی بنام سیوا پراکشا دلیر ۲۶ کے صفحہ ۹۴۹ ۱۳ اننت رام بنام چنولال ۲۵ الہ آباد صفحہ ۳۷۸۔ لابھی نسی بنام کسا ڈجی بنجا ۳ بمبئی صفحہ ۳۴۰۔

اس کا تعلق خاندان سے ہوتا ہے حق حاصل ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ کاروبار اس کی پیدائش کے وقت موجود تھا یا اس کی نابالغی کے زمانے میں قائم کیا گیا۔ اس کے اس حق کا انحصار کسی معاہدے پر نہیں ہوتا جو اس نے کیا ہو۔ اور دیگر ارکان خاندان کا اس کو شراکت کے منافع میں داخل کرنے پر اس کا انحصار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین قانون معاہدہ سے نہیں ہوتا بلکہ ہندو قانون سے اس واقعے سے کہ وہ کاروبار کے چلانے میں مدد کرتا ہے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ دفعہ ۲۴۷ قانون معاہدہ کے معنی میں وہ شراکت کے منافع میں شریک کر لیا گیا ہے[1]۔ علیٰ ہذا شریک ہندو خاندان کی وفات سے یا خود اس رکن کی جو منتظم بھی ہو شراکت خود بخود ختم نہیں ہوتی[2]۔ ارکان جو کاروبار کے انتظام میں عملی حصہ لیتے ہوں ان کی یہ ذمہ داری کہ وہ خاندان کے دیگر ارکان کو حساب دیں انھی اصولوں کی تابع ہے۔ جن کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ خاندانی جائداد کے کسی دوسرے حصے کا انتظام کر رہے ہوں[3]۔ ان پر قبل ازیں فقرات ۲۹۴، ۲۹۷ میں بحث ہو چکی ہے۔

۳۹۸　جب کوئی شخص اجنب ارکان ہندو خاندان مشترکہ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہوگیا ہو جس کا سرمایہ کلاً یا جزاً خاندان مشترکہ سے اخذ کیا ہوا ہو تو حیثیت کچھ اور ہوگی۔ شخص اجنب نے خود کو چند معین اشخاص کے ساتھ متحد کر دیا ہے اور اسی وجہ سے وہ اس کی مرضی کے خلاف اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ شراکت موجودہ کے اشخاص میں تبدیلی کو منظور کرے۔ جب مشترکہ خاندان کا رکن منتظم شخص اجنب کے ساتھ شراکت میں داخل ہو جائے تو دیگر ارکان خود بخود اس کاروبار کے شرکاء اس طرح نہیں ہو جاتے کہ ان کو شریک کے وہ تمام حقوق حاصل ہو جائیں جن کا ذکر قانون معاہدۂ ہند میں ہے اور نہ ان پر وہ وجوب عائد ہوتے ہیں

---

[1] آفیشل اسائنی مدراس بنام پالانیاچی ۴۱ مدراس صفحہ ۸۲۴۔

[2] ہارون محمد ۱۴ بمبئی صفحہ ۱۸۹۔

[3] داموردراس مانک لال بنام اتم رام مانک لال ۱۷ بمبئی صفحہ ۲۷۱، گنپت بنام اناجی ۲۳ بمبئی صفحہ ۱۴۴۔

جو قانون مذکور میں بیان کیٔے گئے ہیں۔ ایسی صورت میں خاندان مثل ایک جماعت واحد کے شریک نہیں ہو جاتا بلکہ صرف وہ ارکان شریک ہو جاتے ہیں جنھوں نے واقعی طور پر معاہداتی تعلق شخص اجنب سے قائم کیا ہو۔ شراکت مذکور قانون معاہدہ کی تابع ہوگی۔ بنا بر اں ایسی شراکت کے ایک رکن کے مرنے پر کل شراکت خودبخود ختم ہو جائے گی۔ کاروبار بند ہو جائے گا۔ بجز اس کے کہ ان اشخاص کے باہمی معاہدے سے جو چاہتے ہوں کہ کاروبار جاری رہے اس کی تشکیل پھر سے کی جائے[1] بیرونی اشخاص سے جو معاہدات کیٔے گئے ہوں اور جو ہنوز باقی ہوں ان کی تعمیل بذریعۂ تجدید کی جا سکتی ہے۔ تجدید یا تو صریح ہو سکتی ہے یا حالات سے اس کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔ کاروبار کے انتظام میں دیگر ارکان خاندان کو کوئی کام نہیں ہوتا۔ وہ مثلاً ختم شراکت کے لیٔے نالش نہیں کر سکتے[2] لیکن ارکان خاندان کی حیثیت سے انھیں اس کے سرمایے میں اسی قسم کی حقیت حاصل ہے جو خاندان کی دوسری جائداد میں انھیں ہوتی ہے۔ رکن یا ارکان منتظم کے خلاف اسی نوع کے چارۂ کار بھی حاصل ہیں۔ برخلاف اس کے تجارتی خاندان کے منتظم کے اختیارات غیر تجارتی خاندان کے منتظم کے اختیارات سے وسیع تر ہیں۔ بنیادی اصول میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ کہ جو کچھ کیا گیا ہے کہ وہ خاندان کے مفاد یا ضروریات کے لیٔے ہونا چاہیٔے۔ مگر چند افعال مثلاً قرضے کرنا یا دستاویزات قابل بیع وشریٰ کا جاری کرنا تجارتی خاندان کے ضروریات ہیں۔ برخلاف اس کے غیر تجارتی خاندان کے یہ امور ضروریات نہ ہوں گے۔ اگر فی الواقعی منتظم کے ذاتی مقاصد کے لیٔے قرضے کیٔے بھی گئے ہوں تو خاندان ان کا پابند ہوگا بشرطیکہ خاندانی کاروبار کے چلانے میں جو اختیارات بظاہر اسے حاصل ہوں وہ اس اختیار کے اندر ہوں۔ اس طرح وہ لوگ جو اس سے معاملات کرتے ہوں اور جن سے اس نے قرضے لیٔے ہوں اس کی جانچ کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ آیا قرضے خاندان کے مفاد یا ضروریات کے لیٔے

[1] سکھونادوانی مندرہ ۲ مدراس صفحہ ۴۴۳۔
[2] گنگیا بنام ونکٹ رامیا ۴۱ مدراس صفحہ ۴۵۴۔

کئے گئے ہیں۔ پس دیکھنا یہ ہوگا کہ وہ خاندانی کاروبار سے متعلق ہیں یا نہیں۔[۱] لیکن اجنبی شریک کے ساتھ ان ارکان خاندان کا کوئی معاہداتی تعلق نہیں ہوتا جو عملاً کاروبار میں مصروف نہ ہوں۔ وہ اس کے خلاف براہ راست کوئی چارۂ کار اختیار نہیں کر سکتے۔ کاروبار کے دائنین کے وہ ذمہ دار ہوں گے مگر خاندانی جائداد کے اس حصے کی حد تک جو کاروبار میں ڈال دیا گیا ہو۔ اور ان خاندانوں کی صورت میں جن کا موروثی پیشہ تجارت ہو ان کی ذمہ داریاں ان کے اس حصے پر عائد ہوں گی جو انھیں مجموعی طور پر خاندانی جائداد میں ہو۔ کل خاندانی جائداد کی ساکھ پر کاروبار چلایا جاتا ہے اور کاروبار کے منافع سے اس جائداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ کہنا ممکن نہ ہوگا کہ خاندانی جائداد کا ایک خاص جزو جو کل سے کم ہو کاروبار سے بطور خاص منسوب سمجھنا چاہئے۔ غیر تجارتی خاندان کی صورت میں اس طرح کا کوئی قیاس پیدا نہ ہوگا۔ اور یا یہ کہا جاتا ہے کہ منتظم تجارت شروع کر کے خاندانی جائداد کو ان نقصانات کا ذمہ دار نہیں کر سکتا جو اس نے ایسی تجارت کے سلسلے میں کئے ہوں۔[۲]

نابالغ شراکتی منافعوں میں حصہ پا سکتا ہے مگر وہ ان قرضوں کا ذاتی طور پر ذمہ دار نہ ہوگا جو اس کی نابالغی کے زمانے میں کئے گئے ہوں۔ اگرچہ کاروبار کے چلانے میں بعد بلوغ وہ عملی حصہ لے رہا ہو۔ لہٰذا وہ ایسے قرضوں کے لئے دیوالیہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ہاں شراکت کے ان قرضوں کے لئے وہ دیوالیہ قرار دیا جا سکتا ہے جو اس نے بعد بلوغ کئے ہوں اور عملی طور پر کاروبار میں حصہ لیتا رہا ہو۔[۳] اگر نابالغ تجارتی خاندان کا رکن ہو اور خاندان کی جائداد کاروبار میں لگائی گئی ہو تو نابالغ کا حصہ شراکت کے قرضوں کا ذمہ دار ہوگا۔ اور جیسا کہ قبل ازیں

۱؎ رگوناتھ جی بنام بنک آف بمبئی ۳۴ بمبئی صفحہ ۷۲، سنہ کا کرشنا مرتی بنام بنک آف برما ۲۵ مدراس صفحہ ۶۹۲۔

۲؎ ڈی۔ میاک لارن مارسین بنام بیس۔ درشول ۲ ک۔ و۔ ن صفحہ ۴۲۹۔ صفحہ ۴۵۸۔

۳؎ آفیشل اسائنی مدراس ۱۴ مدراس صفحہ ۲۲۴۔ سدیا سی چرن امندل بنام استوش گھوش ۴۳ ک صفحہ ۲۲۵۔

کہا گیا اس کے معمولاً یہ معنے ہوں گے کہ اس کا وہ حصہ جو خاندانی جائداد میں بہ حیثیت مجموعی اسے حاصل ہو۔ بالغ ارکان جو کاروبار کے انتظام میں حصہ لیتے ہوں۔ یا دوسروں کو اس کے چلانے کی اجازت دے رکھی ہو کاروبار کے کل قرضوں کے مثل شرکاء ذمہ دار ہوں گے[1] اگر سرمایہ کا ماخذ خاندانی جائداد ہو تو تجارت اور منافع بھی خاندانی جائداد ہوں گے۔ شراکت میں خاندان کا مراتق پسماندگی سے منتقل ہوتا ہے شرکاء اسی اصول پہ حساب دینے پہ مجبور ہیں اور ان کی ذمہ داری کے بھی وہی حدود ہیں جو کسی اور حصے کے انتظام سے متعلق ہوتے ہیں۔

---

[1] ہارون محمد۔

باب نہم

قرضے

۴۰۱
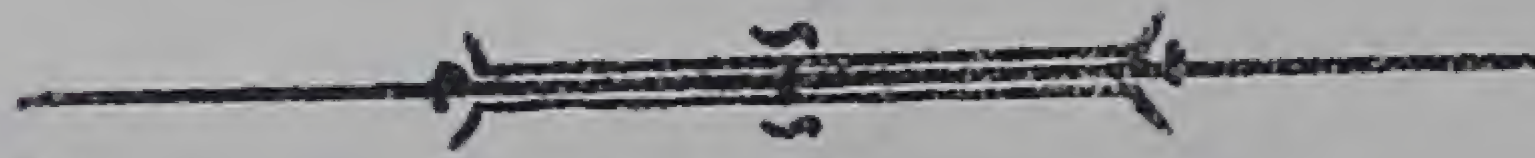
فا ۴۰۱ - میں نے یہ مناسب سمجھا کہ قرضے کے مضمون پر بحیثیت اس کے کہ اس سے جائداد پر اثر پڑتا ہے پہلے بحث کروں اور اس کے بعد ان انتقالات پر جو اپنی مرضی سے کئے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ہندو قانون کے ایک ایسے اصول کی وضاحت ہوتی ہے جو آئے دن پیش آتا ہے یعنے یہ کہ اخلاقی وجوبات کو قانونی وجوبات پر ترجیح ہے۔ یا اگر اسی خیال کو دوسرے الفاظ میں ظاہر کرنا ہو تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ قانونی حقوق حاصل کئے جاتے ہیں مگر اس کے تابع کہ اخلاقی وجوبات کی تعمیل کی جائے۔

دوسروں کے کئے ہوئے قرضوں کے ادا کرنے کی ذمہ داری نیں مختلف ذرائع سے پیدا ہوتی ہے۔ ان کو بہت احتیاط سے ایک دوسرے سے تمیز کرنا چاہئے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ اولاً۔ مذہبی فرض کہ وہ مدیون کو قرضوں کے گناہ سے برأت دلائے۔ ثانیاً۔ ایسے شخص کے کئے ہوئے قرضوں کو ادا کرنے کا اخلاقی فرض جس کا سرمایہ دوسرے کے قبضے میں آگیا ہو۔ ثالثاً۔ اس قرضے کے ادا کرنے کا قانونی فرض جو ایک نے دوسرے کے صریح یا معنوی کارندے کی حیثیت سے کیا ہو۔ ایسی صورتیں پیدا ہوسکتی ہیں جن میں ایک سے زیادہ وجوہ ذمہ داری ایک ہی وقت میں پائے جائیں۔ لیکن

ارى کے
ى ماخذ

کوئی ایک کافی ہے۔

باپ کے قرضے

ف ۴۰۲ ذمہ داری کے پیدا ہونے کا پہلا سبب (مذہبی فرض) اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ باپ مدیون ہو۔ اس کے بیٹوں اور پوتوں پر ان دیون کے ادا کرنے کا مذہبی فرض ہے۔ ہندو مقننین کے خیال میں قرضہ محض وجوب نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔ مدیون پر دوسرے عالم میں ان کا اثر پڑتا ہے۔ ورہسپتی کہتا ہے "وہ جس نے قرض دی ہوئی رقم یا اس کے مثل حاصل کی ہو۔ اس کے مالک کو ادا نہ کرے بعد ازاں دائن کے مکان میں پیدا ہوگا مگر غلام۔ نوکر۔ عورت۔ یا ایک چوپایہ[۱] اور نارد کا کہنا ہے:۔ "جب ایک جوگی۔ یا وہ آدمی جس نے ہوم کی آگ (قربانی کی آگ) جلائی ہو اپنا قرضہ ادا کرنے کے بغیر مر جائے تو اس کے اعتکاف کا کل ثواب یا دائمی آگ کے فوائد اس کے دائنین کو مل جاتے ہیں[۲]"

مدیون کو ان برے نتائج سے برأت دلانے کی ذمہ داری اس کے اخلاف ذکور (دو پشت تک) پر عائد رہتی ہے۔ ابتداءً یہ فرض حصول ترکہ پر منحصر نہیں ہوتا تھا بلکہ قطع نظر اس کے۔ نارد کہتا ہے:۔ "پوتوں کو چاہیئے کہ اپنے دادا کے ان دیون کو ادا کریں جنھیں انھوں نے بطور جائز وراثت میں پایا ہو اور ادا نہ کیا ہو۔ وجوب مذکور چوتھے خلف پر ختم ہو جاتا ہے[۳]" باپ خود اپنے مفاد کے لئے اولاد کی تمنا اس توقع پر کرتے ہیں کہ "یہ لڑکا مجھے ہر دین سے جو اعلیٰ یا ادنیٰ مخلوق کو واجب الادا ہو آزاد کرے گا" لہٰذا اس لڑکے کو جو اس سے پیدا ہوا ہو چاہیئے کہ خود اپنی جائداد سے دست بردار ہو جائے اور محنت و مشقت کرکے اپنے باپ کو نجات دلائے تاکہ وہ عذاب میں نہ گرفتار رہو[۴]"

بیٹے کی ذم
قطع نظر تر
۴۰۲

---

[۱] جگناتھ ڈائجسٹ جلد ا صفحہ ۲۲۴۔

[۲] نارد باب ۳ فقرہ ۱۰ منو کا بیان ا افقرہ ۶۶ جگناتھ اسے (ڈائجسٹ کی جلد صفحہ ۲۶۷) بیان کرتا ہے مگر قمی قرضے سے متعلق۔ مگر اس سے وہ تین دیون معلوم ہوتے ہیں جن کا کہیں اور ذکر کیا گیا ہے یعنے وید کی تلاوت۔ بچہ پیدا کرانا اور قربانیاں کرنا۔ دیکھئے منو باب ۶ صفحہ ۳۶ صفحہ ۳۷۔ باب ۹ فقرہ ۱۰۶۔ وشنو باب ۱۵ فقرہ ۴۵۔

[۳] نشمول مدیون یہ حساب ہوتا ہے جلد ا ڈائجسٹ صفحہ ۳۰۲ یاگنولکیا باب ۲ فقرہ ۹۰۔

[۴] نارد باب ۱ فقرات ۴ تا ۶ وسیاوسٹھ (باب فقرہ ۷) کے مطابق بلا ترکہ کے بھی بیٹوں کو چاہئے کہ اپنے باپ کے دین ادا کریں۔

اخلاف کی ذمہ داری کے مدارج کے متعلق وریہتی ایک اور اقتباز بیان کرتا ہے "باپ کا قرضہ بیٹے ادا کیا جانا چاہئے اور اسکے بعد وہ قرضہ جو خود اس نے کیا ہو۔ مگر دادا کا قرضہ اُن دونوں کے پہلے ادا کر دیا جانا چاہئے۔ بیٹوں کو چاہئے کہ اپنے باپ کا قرضہ جب ثابت ہوجائے تو مثل اپنے قرضے کے ادا کریں یا بشمول سود۔ پوتے کو اپنے دادا کا دین ادا کرنا چاہئے مگر بلا سود۔ اور اس کا لڑکا اُس دین کے ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جانا چاہئے"۔ جس پر یہ حاشیہ لگایا گیا ہے کہ بجز اسکے کہ وہ وارث ہو اور سرمایہ متوفیٰ[1] ان قواعد کی ایک استثنائی شکل کا یاگنولک اضافہ کرتا ہے۔ یہ کہ اگر باپ کی جائداد فی الواقعی دوسرے کے پاس ہو تو بیٹا ادائے دین کا ذمہ دار نہیں ہے مثلاً اگر وہ کسی نہ کسی وجہ سے وراثت سے محروم کیا گیا ہو[2]۔

یہ وجوب مذہبی ہے:۔	دفعہ ۳۰۲ (Para) باپ کے قرضے کو ادا کرنے کی ذمہ داری اس اخلاقی اور مذہبی وجوب سے پیدا ہوتی ہے کہ جو عذاب عدم ادائے قرضہ سے باپ پر ہوگا اس سے اسے بچایا جائے۔ اور

اسی وجوب سے بیٹا مساوی طور پر اس پر مجبور ہوتا ہے کہ وہ ان چیزوں کو پورا کرے جن کے متعلق مورث نے مقاصد مذہبی کے لئے وعدہ کیا ہو[3]۔ اس سے لہذا خود بخود یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ جب قرضے سے اس قسم کا مذہبی فرض پیدا نہ ہو تو بیٹا اس کے ادا کرنے پر مجبور نہیں ہے عام ازینکہ اس کے قبضے میں سرمایہ ہو یا نہ ہو۔ جب قرضہ خلاف اخلاق یا خلاف قانون ہو تو یہ صورت پیدا ہوگی۔ اور یہی ایک صورت ہے۔ ۴۰۳

[1] جلد ا ڈائجسٹ صفحہ ۲۶۵ کیتیاین اڈائجسٹ صفحہ ۳۰۱۔ دوبھار میوکھ ۵۔ ۴ فقرہ ۱۷۔

[2] اڈائجسٹ صفحہ ۲۷۰ مبوکھ ۵۔ ۴ فقرہ ۱۶۔ کیتاین اڈائجسٹ صفحہ ۲۷۲۔ بمقدمہ نیلکنڈن بنام مدھرن ۱۰ ام صفحہ ۹ یہ قرار دیا گیا ہے کہ ہندو قانون کے اس اصول کا اطلاق نمبدریا برہمنوں پر جو ہندو اور مارومکاتیم کے تابع ہیں نہیں ہوتا۔ گوبند بنام کرشنن ۱۵ ام صفحہ ۳۳۳ ان کے رواج کے متعلق دیکھئے وشنو بنام کرشنا ۷ م صفحہ ۳ ۱۵ اسودیون بنام وزیر ہند ۱۱ ام صفحہ ۱۵۷۔

[3] کیتاین اڈائجسٹ صفحہ ۲۹۹۔

عام قاعدہ یہ ہے کہ باپ کے قرضوں کی ادائی کا ذمہ دار بیٹا ہوتا ہے۔ بجز اس کے کہ وہ اس نوع کے ہوں کہ وہ قدیم سمرتیوں کی تسلیم شدہ ایک نہ ایک استثنائی شکل میں آتے ہوں۔ ایسے مستثنیات کو ذیل کے اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے (۱) قرضے جو شراب کے متعلق واجب الادا ہوں (۲) زنا کاری کے قرضے (۳) قمار بازی کے قرضے (۴) جرمانے جو ادا نہ ہوئے ہوں (۵) چنگی یا تہ بازاری جو ادا نہ کی گئی ہو (۶) بیکار عطیے یا عہود بلا بدل۔ یا وہ عہود جو خواہشات شہوانی یا غصے کے اثر میں کئے گئے ہوں (۷) ضمانت کے دیون (۸) تجارتی قرضے (۹) قرضے جو (Vyavaharika) نہ ہوں۔ آخری قسم صرف اساتس اور ویاس میں پائی جاتی ہے۔ اور اس اصطلاح کا مختلف طریقوں سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ عالیہ عدالت بمبئی نے اس کی تشریح مقدمۂ ذیل میں فرمائی ہے[۲] کہ اس سے مراد غیر معمولی یا وہ قرضے ہیں جن کی منظوری قانون یا رواج نے نہ دی ہو۔ اگر اسے سادہ الفاظ میں بیان کیا جائے تو عبارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بیٹا ان دیون کا ذمہ دار نہ قرار دیا جانا چاہئے جو اسے ایک ذی عزت شخص کی حیثیت سے نہ کرنا چاہئے تھا۔ وہ باپ کے ان قرضوں کا جواب دہ ہے جو اس نے جائز طور پر کئے ہوں۔ نہ ان کے لئے جو اس کے لہو و لعب سے متعلق ہوں۔" اس تعریف کو نہایت ہی محدود سمجھا گیا ہے۔ اس کے سبب لڑکے اکثر ان صورتوں میں ذمہ داری سے مستثنیٰ ہوسکتے ہیں جبکہ انھیں اسے برداشت کرنا چاہئے[۳] جسٹس سداشیوایر نے اس اصطلاح کی حسب ذیل تشریح کی ہے:۔ "اس سے وہ قرضہ مراد ہے جس کی تائید قانونی استدلال سے نہ ہوسکتی ہو اور جس پر کسی عدالت انصاف میں دائن اپنا حق قائم نہ کرسکتا ہو۔" یہ معیار منطقی اور سمجھ میں آنے والا ہے لیکن پھر بھی یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس سے بھی بیٹے کی ذمہ داری محدود ہو جائے گی گو

---

[۱] منو پاٹ صفحہ ۱۵۹۔ یاگنولک باب ۲ ، ۴۷ ورہسپتی باب ۱۱ صفحہ ۴۷ ، ۴۸ ، ۴۹ اور ۵۱ گوتم باب ۱۲ صفحہ ۴۱۔ دیکھئے جسٹس مکرجی کا عالمانہ فیصلہ مقدمۂ چھاکوری مہاشن بنام گنگا پرشاد ۳۹ کلکتہ صفحہ ۸۶۲۔

[۲] دربار کاچیا بنام کاچر ہر سر ۳۲ بمبئی صفحہ ۳۴۸۔

[۳] چاکوری مہاشن بنام گنگو پرشاد ۳۵ کلکتہ صفحہ ۸۶۲ ، وینو گوپال نائیڈو بنام رامنا دھن چیٹی ۳۷ مدراس صفحہ ۴۵۸۔ رام کرشنا ترمبک بنام نارائن ۴۰ بمبئی صفحہ ۱۲۶۔

[۴] ۳۷ مدراس صفحہ ۴۶۰۔

منفصلہ مقدمات نے ان قیود کو تسلیم نہ کیا ہو (Vyavaharika) کا ترجمہ جسٹس ٹگر جی نے موئیر وییمس اور دیگر علماء کا اتباع کرتے ہوئے۔

فیصلوں اور کتب نصاب میں باپ کے ان قرضوں کو بیان کرنے کے لئے جن کا بیٹا ذمہ دار نہیں ہوتا اصطلاح "خلاف قانون یا مخرب اخلاق" عام طور پر استعمال کی جاتی ہے اس میں شک نہیں کہ ابتداءً (Vyavaharika) کا ترجمہ اسی اصطلاح سے کیا گیا تھا۔ لیکن کثرت استعمال سے وہ ایک ایسی جامع اور مختصر اصطلاح ہوگئی ہے جو ان تمام صورتوں پر حاوی ہے جن کا ذکر سمرتیوں میں ہے۔ اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ ظاہر ہے کہ سمرتیوں کے چند نظریوں کو مثلاً تجارتی قرضوں اور قرضے بابت ضمانت کو متروک سمجھنا ہوگا۔ جیسا کہ ان میں کے چند بے شبہہ متروک ہیں۔ شلک کے دوسرے معنی جس کا ترجمہ چنگی کیا گیا ہے تحفۂ ازدواجی جو دلہن کی قیمت بطور دیا جاتا ہے۔ اور اس کے متعلق یہ قرار دیا گیا ہے کہ اس کا ادا کرنا بیٹے کے لئے ضروری نہیں۔ بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکور الصدر طریقۂ ازدواج خلاف قانون ہے[۱] مگر عالیہ عدالت الہ آباد نے اس نظریے سے اختلاف فرمایا ہے اور قرار دیا ہے کہ چونکہ ازدواج بشکل واسور، مروج ہے اس لئے جو اخراجات اس میں ہوں ان کو ادا کرنا ایسا ہی واجب ہے جیسا کہ دوسری قسم کے ازدواج کے اخراجات[۲] کا۔

ضمانتوں کے متعلق جگناتھ انکار کرتا ہے کہ بیٹا باپ کے ان دیون کا ذمہ دار نہیں ہے جو ضمانت سے متعلق ہوں۔ اور بہ دلائل قوی کہتا ہے کہ اگر چنگی سے مراد وہ رقم ہے جو گھاٹ یا اسی طرح کے کسی مقام پر ادا کرنا ہو تو یہ سبب رواج اور اچھے اخلاق کے اصول کے مطابق ہے اور اسے ادا کرنا ہی چاہئے[۳] و رہیپتی کے مطابق ضامنوں کے

۱ے کیشوراؤ بنام نارو ۲ بورڈیل صفحہ ۱۹۴ صفحہ ۲۱۵۔

۲ے بھاگیرتی بنام جوکورام ۳۲ الہ آباد صفحہ ۵۷۵۔

۳ے جلد اڈ ڈائجسٹ صفحہ ۳۰۵۔ ہنوباشب فقرات ۱۵۹ و ۱۶۰ انکارام بھٹ بنام گنگارام ۲۳ بمبئی صفحہ ۴۵۴ ستی رامیا بنام ونکٹ رامنا ۱۱ مدراس صفحہ ۲۸۰ چنتی کلم ونکٹ چلا بنام چنتی کلم کمار ۲۸ مدراس صفحہ ۳۷۷۔ مہاراجہ بنارس بنام رام کمار ۲۶ الہ آباد صفحہ ۶۱۱۔ رماسک لال منڈل بنام سنگیشور ۹ کلکتہ صفحہ ۳ ۸۴۳۔ پوتا ذمہ دار صرف اس وقت ہوگا جبکہ دادا کو ضمانت کا بدل ملا ہو۔ نارائن بنام ونکٹ چریا ۲۸ بمبئی صفحہ ۴۰۸۔ جرمانے کے متعلق دیکھو

چار اقسام ہیں (۱) برائے حاضری (۲) برائے دیانت (۳) رقم قرضے کی ادائی کے لئے (۴) اشیا کے حوالے کرنے کے لئے۔ یاگنولک صرف پہلے تین اقسام کو تسلیم کرتا ہے [1] اب یہ امر منفصلہ ہے کہ پہلے دو اقسام کا وجوب محض ذات ضامنان سے متعلق ہے مگر جب ضمانت ادائے رقم کی ہو تو بیٹے بھی ذمہ دار ہیں [2] قانون کی حالت موجودہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس سے زیادہ ممکن نہیں ہے کہ اہم نظائر کا ایک نقشہ تیار کیا جائے اور دیکھیں کہ وہ کس رخ پر آتے ہیں۔

بیٹا ذمہ دار نہیں	بیٹا ذمہ دار
اگر کسی رقم کا مجرمانہ تصرف بیجا حیثیت کارندہ کیا گیا ہو۔ مہابیر پرشاد بنام باسدیو سنگھ ۲ الہ آباد صفحہ ۳۴۴ {جگناتھ بنام جگل کشور ۱۹۲۲ء ۸۹ نظائر ہند صفحہ ۳۹۲}	رقم جو ایسے حالات میں تصرف میں لائی گئی ہو کہ اس سے دیوانی اور فوجداری پیدا ہو جائے۔ جے کمار بنام سوری ناتھ ۲۸ الہ آباد صفحہ ۱۸۷۔ نیز دیکھیے مہنت گنگا دھر رام ناج داس بنام گنا شام داس ۳ پٹنہ لا جرنل صفحہ ۳۳ {مثلاً جبکہ باپ پر یہ ذمہ داری ہو کہ وہ ان رقوم کا حساب دے جو اس نے حاصل کی ہوں اور وہ حساب دینے میں قاصر رہے اور ڈگری صادر ہو تو بیٹے رقم ڈگری ادا کرنے کے ذمہ دار ہوں گے گو باپ نے بد دیانتی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ دی گئی ہے کہ بیٹا باپ کے اس جرمانے کا ذمہ دار نہیں ہے جو اس نے جرم کی بابت دیا ہو، کیونکہ نہ تو گناہ اور نہ ان کا کفارہ قابل توریث ہیں نہانی بنام ہری رام ابور ڈیل صفحہ ۹۰ و صفحہ ۱۰۱ انگریزی قانون بھی یہی ہے کہ ٹارٹ کی نالش باقی نہیں رہتی۔

[1] باب ۲۔ ۵۳، ۵۴۔

[2] تھنگا تھال بنام ارن چلم چیٹر ۱۴ ۴ صفحہ ۱۰۷ مہابیر پرشاد بنام سری نارائن ۴ پٹنہ لا جرنل صفحہ ۳۹۶۔ راسک لال مندل بنام سنگیشور رائے ۳۹ کلکتہ صفحہ ۸۴۳ ستیا چرن چندر بنام سیتر مہوتی ۸ پٹنہ لا جرنل صفحہ ۳۰۰

سے رقم روک رکھی ہو بشرطیکہ اسکا یہ فعل مجرمانہ نہ ہو مثلاً خیانت مجرمانہ یا تصرف بیجا و مجرمانہ تھوشن پال بنام ڈسٹرکٹ جج آگرہ ۱۹۲۹ء اوا صفحہ ۸۶ میں باپ مدرسے کی کمیٹی کا معتمد تھا۔

۲۔ ازالہ حیثیت عرفی کے مقدمے کی جوابدہی کے لئے جو رقم قرضہ لی گئی ہو۔ سمر سنگھ بنام لیلادھر ۳۳ الہ آباد صفحہ ۲۷۴

۳۔ اگر باپ نے روپیہ اس غرض سے لیا ہو کہ دوسرے کو دے مگر وہ نہ تو دے اور نہ روپیہ واپس کیا ہو۔ اور ایسی رقم کی واپسی کے لئے ڈگری حاصل کی گئی ہو اور اس ڈگری کی بیباقی کے لئے رہن نامہ جاری کیا جائے تو ایسے رہن کی ادائی بیٹے پر واجب ہے۔ نہدلال بنام کلکٹر بلند ساہو ۴ الہ آباد لا جرنل صفحہ ۶۱۰

۴۔ تبنیت کے ثابت کرنے کے لئے نالش کے اخراجات کے لئے جو رقم لی جائے۔ سکھالال بواہمن بنام گوبند پرشاد ۲۰ ک صفحہ ۳۲۸

۵۔ واصلات کی ڈگری۔ پیارے لال سنگھ بنام ہندی چرم سنگھ ۱ اک۔ و۔ ن صفحہ ۱۶۳۔

۶۔ اخراجات ان نالشات کے جن میں کامیابی نہ ہوئی ہو اور جو عاقبت اندیشی سے کئے گئے تھے۔ ہریاب ساہو بنام کاشی ساہو ۴ اک۔ و۔ ن۔ صفحہ ۶۵۹

۷۔ اگر باپ کے خلاف ہرجے کی ڈگری ہرجے کی ڈگری جو حق آسائش میں مخل ہونے کے سبب صادر ہو۔ دربار کھاجی بنام کھاجی ہر جیر ۳۲ بمبئی صفحہ ۳۴۸ (ہندو باپ نے ایک کٹھ بنایا جس سے پڑوسی کو پانی نہیں پہنچ رہا تھا۔ عدالت نے یہ معلوم کیا کہ باپ کو قانوناً ایسی رکاوٹ پیدا کرنے کا حق نہ تھا۔ ہرجے کی ڈگری دی گئی۔ قرار دیا گیا کہ بیٹے ایسی ڈگری کی بیباقی پر مجبور نہیں کیے جا سکتے)

۳۔ سرقہ اور تصرف بیجا مجرمانہ کی ڈگری ہرجے کے لئے پراسن داس بنام بھشو مہاتن ۴۴ ک صفحہ ۹۷۲۔

۴۔ قرضہ لے کر متبنی گیرندہ ماں کو رشوت دینا کہ اسے متبنی لینے کی ترغیب ہو سیتارام پنڈت بنام ہری ہر پنڈت ۱۲ بمبئی لا رپورٹ صفحہ ۹۱۰

۵۔ رقم جو باپ نے ایسے حالات میں لی ہو جس کا لینا ہی بہ نفسہ مجرمانہ ہو مثلاً نابالغ کے روپے کا تصرف بیجا و مجرمانہ۔ میاکڈول اینڈ کمپنی بنام راگھو چیتی ۲۷ مدراس صفحہ ۷۱، بائی نانی بنام یوسف علی ۱۹۳۱ء ۳۳ بمبئی لا رپورٹ صفحہ ۱۳۰، جگناتھ بنام جنگل کشور ۹۰ نظائر صفحہ ۱۹۲

۶۔ اگر باپ نے جانتے ہوئے کہ دعویٰ غلط

۴۰۶

صادر ہوئی ہو کہ اس نے نہر کو روکا اور اس سے فصل کو مضرت پہنچی تو بیٹے ایسی ڈگری کی بیباقی پر مجبور کئے جا سکتے ہیں۔ چکوری مہاتن بنام گنگا پرشاد ۹۳ ک صفحہ ۸۶۲

{یہ فیصلہ ظاہر ہے کہ دربار کھاجر کے فیصلے کے خلاف ہے مگر ادباً یہ کہنا پڑتا ہے کہ کلکتے کا فیصلہ صحیح ہے (دیکھئے نمبر ۲ جانب چپ)}

۸- دیوانی نقض قرض کے سلسلے میں جو رقم باپ سے واجب الادا ہو مثلاً امانت کے نقض میں ہنمنت بنام گنیش ۴۳ بمبئی صفحہ ۶۱۲- ۵۱ نظائر ہند صفحہ ۶۱۲۔

۹- رقم جو بددیانتی سے نہ کہ مجرمانہ طور پر روک رکھی گئی ہو اور حساب نہ دیا گیا ہو۔ ملوسائن بنام پیوساہی ۱۶ الہ آباد صفحہ ۹۶- کنیتا ونکپیا بنام کرشنا چریا ۱۵ مدراس صفحہ ۱۹۱ گروناتھن چٹی بنام راگھوبلا چٹی ۴۳ مدراس صفحہ ۲۷۴- ڈپٹی کلکٹر لکشمن بنام موہن پانڈا ۱۴ ہوم صفحہ ۲۱۴۔

ہے صیغۂ مفلسی میں نالش کی ہو۔ اور ایسی نالش کا خرچہ ادا کرنے کے لئے روپیہ قرض لے۔ راما اینگار بنام وزیر ہند ۲۰ مدراس لاجرنل صفحہ ۸۹

۷- مجرمانہ خلاف ورزی قانون کی وجہ سے اگر جرمانہ عائد کیا گیا ہو اور اس جرمانے کے ادا کرنے کے لئے قرضہ کیا جائے سادیہ بنام نرائن چٹی ۵۳ م- ل- ج صفحہ ۶۶۱-

قرضوں کا با...
ہونا قرضہ ور...

یہ بات بھی خود بخود پیدا ہوتی ہے کہ بیٹے کا یہ فرض کہ وہ قرضہ ادا کرے اس مفروضے پر مبنی نہیں ہے کہ قرضے کی وجہ سے جو اچھی باتیں پیدا ہوئی ہوں اس سے خود لڑکے یا جائداد کو فائدہ ہوا۔ اس وجوب کا انحصار اس جائداد کی نوعیت پر بھی نہیں ہے۔ جو بیٹے پر منتقل ہوئی ہو مثلاً موروثی ہونے پر یا خود پیدا۔

موروثی جایداد...
مساوی طور پر...
۴۰۷

بجز اس کے کہ قرضے کی نوعیت ایسی تھی کہ اس کا ادا کرنا بیٹے کا فرض نہ تھا ادائے قرضہ پھر بھی بیٹے کے فرائض خیر میں سے ہے گو موروثی جائداد پر اس سے اثر پڑا ہو ہندو قانون میں باپ کے قرضے کی بیباقی کے وجوب سے بیٹا قرضے کی نوعیت

کے لحاظ سے آزاد ہوتا ہے نہ کہ جائداد کی نوعیت کے حوالے سے۔ عام اس سے کہ وہ موروثی ہو یا قرضہ کرنے والے کی مکسوبہ[1]

مذکور کا ماخذ

اگرچہ کہ ہم یہ بحث کرتے آئے ہیں کہ سنسکرت مصنفین نے بیٹے کی اس ذمہ داری کو مذہبی فرض پر منحصر کیا ہے تاہم ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسی قسم کی ذمہ داری نا اہل قبیلوں میں بھی موجود تھی بمشکل یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان میں اس ذمہ داری کے پیدا ہونے کا سبب مذہب تھا کیونکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ باپ بھی مثل لڑکوں کے اپنے لڑکوں کے قرضے ادا کرنے کا ذمہ دار ہے[2]۔ غالباً اس وقت جبکہ تقسیم نافذ نہیں کرائی جاسکتی تھی کسی رکن خاندان کے مناسب اور اچھے قرضوں کا بار خاندان کی جائداد پر سمجھا جاتا تھا۔

اب اثاثے تک محدود ہے | ف ۳۰۴ بجز بمبئی کے کل صوبوں میں ہماری عدالتوں نے سالہا سال سے یہ طے کیا ہے کہ وارث صرف اس اثاثے کی حد تک ذمہ دار ہے جو اس نے اس شخص سے وراثت میں حاصل کیا ہو جس کے قرضے کے ادا کرنے کے لئے اس سے مطالبہ کیا جا رہا ہے[3] لیکن جونہی جائداد وراثت میں آجائے ذمہ داری پیدا ہو جاتی ہے اور یہ ذمہ داری جائداد کے تلف یا گم ہونے سے غائب نہیں ہوتی۔ اور نہ اس واقعے سے کسی طرح بھی ذمہ داری پر کوئی اثر پڑتا ہے کہ وارث نے اس پر قبضہ کرنا پسند نہیں کیا

---

[1] ہنومان پرشاد بنام مسماۃ ببوئی ۶ مور ز صفحہ ۴۲۱ ۔ صدر کورٹ ۸ سدر لینڈ صفحہ ۱۸ نوٹ گردھری لال بنام کنتولال ۱ مرافعہ جات ہند صفحہ ۳۲۱ ۔ ۱۴ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۸۷ ۔ ۲۲ سدر لینڈ صفحہ ۵۶ سورج بنسی کنور بنام شیو پرشاد ۶ مرافعہ جات ہند صفحہ ۸۸ ۔ ۵ ک صفحہ ۱۴۸ ۔ ننین چٹی بنام سنگلی ۹ مرافعہ جات صفحہ ۱۲۸ نارائن سامی بنام سامی واس ۶ م صفحہ ۲۹۳ بھگیت پرشاد بنام گرجا کنور ۱۵ مرافعہ جات صفحہ ۹۹ ۔ ۱۵ اک صفحہ ۱۷۱ ۔

[2] ہند و قانون از لیان برگ صفحہ ۱۷۳ ۔ مینول ایڈمنسٹریشن مدراس جلد ا صفحہ ۱۰۷ ۔

[3] رابیا بنام علی صاحب ۲ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۳۳۶ ۔ کروپن بنام وریل ۴ م ہائیکورٹ صفحہ ا ۔ آغا حاجی بنام جگت ... صفحہ ۲۷۲ جمونا بنام مدن ایضاً صفحہ ۲۲۷ ۔ دیامنی بنام بر نداین صدر دیوانی بابت ۱۸۵۶ء صفحہ ۹۷ ۔ کنیا بنام نحیا ورجلد ا شمال مغربی صدر دیوانی صفحہ ۳۳ ۔ پنیا بنام بیوہ اینگر ۴ مدراس صفحہ ۹ صفحہ ۱۲ صفحہ ۴۵ صدر کورٹ ۵ انڈین جرنل ضمیمہ اور علیٰ ہذا القیاس مدراس میں ونکپیا بنام

باپ کے بعد وفات اسے منتقل کردیا ہے[1] بمبئی میں لیکن سخت تر قاعدے کا اطلاق کیا گیا۔ یہ کہ باپ کے قرضے کو مع سود ادا کرنے کا ذمہ دار بیٹا ہے۔ اور دادا کے قرضوں کا (بلا سود) پوتا گو وراثت میں کوئی اثاثہ نہ ملا ہو مگر عدالتوں نے یہ طے فرمایا کہ قرضخواہوں کے حقوق کا نفاذ صرف جائداد خلف کے مقابلے میں ہو سکتا ہے نہ کہ اس کی ذات کے خلاف[2] لیکن اس صوبے میں بھی قانون سازی سے قانون کو زیادہ عادلانہ قاعدے کے مطابق جس کی پیروی دوسرے مقامات پر کی جاتی ہے کیا گیا ہے[3] الہ آباد میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ ایسے بیٹے یا پوتے پر جسے اثاثہ ملا ہو ایسی ہی ذمہ داری ہے جیسا کہ مورث پر اور بایں سبب قرضے کو مع سود ادا کرنا اس کے لئے ضروری ہے[4]۔

اثاثے کی شہادت

دفعہ ۳۰۵ اس امر کے بار ثبوت کے متعلق کہ وارث کے ہاتھوں میں اثاثہ آچکا ہے عالیہ عدالت مدراس نے یہ قاعدہ قرار دیا ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ وسوس نارایاہ ۱ میسور صفحہ ۱۹۶ شوہر کے ذاتی قرضوں کی بیوہ اس اثاثے کی حد تک ذمہ وار ہے جو اس کے قبضے میں بہ حیثیت قائم مقام قانون آیا ہو جیسا نتی سبیا بنام ایلوسنگما ۲۷ مدراس صفحہ ۴۵۔

[1] کاسی بنام بچی ریڈی مدراس دسمبر ۱۸۶۰ء صفحہ ۸۷۔ انوپورنا بنام گنگا ۲ سدرلینڈ صفحہ ۲۹۶ کیول میاگون بنام گنپتی ۸ بمبئی صفحہ ۲۲۔ گردھر لال بنام بائی شیو ایضاً صفحہ ۲۰۹۔

[2] پرن ولپ بنام دیوکرسٹن بمبئی سلکٹ رپورٹ ۴۔ ہر لوجی بنام ہرگوبند۔ نرسم ہراؤ ۲ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۴۴۔

[3] بمبئی۔ قانون نشان ۷ بابت ۱۸۶۶ء (مورث کے قرضے کے لئے ہندوؤں کی ذمہ داری سکھارام بنام گوبند ۱۰ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۳۶۱ اور رام بنام رانو ۱۱ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۷۶۔ قانون مذکور کے نافذ ہونے کے بعد سے عدالت بمبئی نے یہ قرار دیا ہے کہ دائن بیٹے کے خلاف بہ حیثیت قائم مقام پدر اس کے قرضوں کی بابت ڈگری بشمول خرچہ حاصل کرنے کا مجاز ہے گو بلا ثبوت اثاثہ ڈگری کی تعمیل نہیں ہو سکتی لالہ بھاگون بنام تہبھون موتی رام ۱۳ بمبئی صفحہ ۶۵۳۔ لیکن یہ سختی معلوم ہوتی ہے کہ بیٹے کو بے بنیاد دعوے کے ثبوت کے خرچ کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔

[4] لچمن داس بنام کنن لال ۱۹ الہ صفحہ ۲۶۔

اولاً مدعی کو ایسی شہادت فراہم کرنی چاہیئے کہ بادی النظر میں بوجوہات معقول یہ استنباط کیا جا سکے کہ مدعی علیہ کو اثاثہ مل چکا ہے یا ملنا چاہیئے تھا۔ لیکن جب مدعی نے اپنے دعوے کی بنیاد اس طرح قائم کردی ہو تو پھر مدعی علیہ پر اس کے ثابت کرنے کا بار ہوگا کہ اثاثہ کی رقم مدعی کے دعوے کی بیباقی کے لئے کافی نہیں ہے۔ یا یہ کہ وہ اس قسم کا تھا کہ مدعی بلحاظ حق اس سے اپنے قرضے کی بیباقی نہیں کرا سکتا تھا[1] یا یہ کہ کسی قسم کا اثاثہ تھا ہی نہیں۔ یا یہ کہ جائز طور پر اس کا اہتمام ہو چکا اور دیگر دعاوی کی بیباقی میں وہ اثاثے منتقل کئے جا چکے ہیں۔ چنانچہ یہ قرار دیا گیا تھا کہ محض یہ واقعہ کہ صداقت نامہ لیا گیا تھا قبضۂ اثاثہ کی بادی النظری شہادت بھی نہیں ہے۔ مگر عدالت نے اس کے متعلق رائے دینے سے بھی انکار کیا کہ آیا قانون اسٹامپ کے نفاذ کے باوجود اسی قاعدے کا اطلاق ہو سکے گا کیونکہ قانون مذکور نے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ رقم اثاثہ جس کا اہتمام صداقت نامے کے مطابق ہونا چاہیئے اس سے ظاہر ہونا چاہیئے[2]۔ اسٹامپ کے اثر کے متعلق عالیہ عدالت نے جو شبہہ ظاہر کیا ہے اس کا احتمال ہے کہ اگر اس امر کا تصفیہ کرنا ضروری ہوتا تو حکام ان عالیمقام نے وہی تصفیہ کیا ہوتا صداقت نامے کی اصلی غرض قرضوں کا جمع کرنا ہے اور مقدار اسٹامپ کا تعین ان کی قیمت پر ہوگا۔ مگر یہ اس کا ثبوت نہ ہوگا کہ اثاثہ ہاتھ لگا۔

۴۰۹ اثاثے میں کل مشترکہ جائداد شامل ہے

ف ۳۰۶ دوسرا اہم سوال جس پر سابق میں بہت زیادہ بحث ہو چکی ہے وہ یہ ہے جب جائداد باپ سے بیٹے پر منتقل ہوئی ہو تو کیا کل جائداد یا اس جائداد کا کوئی کمتر جزو ایسا اثاثہ سمجھا جانا چاہیئے جس کو باپ کے قرضے کی ادائی میں لیا جا سکے۔ بنگال میں ایسا سوال پیدا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ باپ کی وفات پر بیٹے کے حقوق پہلی مرتبہ پیدا ہوتے ہیں۔ وہ مورث کی جائداد کو بالکل وارث کی حیثیت سے لیتا ہے اور جو کچھ وہ اس طرح پائے لازماً اس کا اثاثہ ہوگا جس سے وہ منتقل ہو کر آئی ہو (فقرہ ۲۵۹) لیکن تابع متاکشرا اضلاع میں

---

[1] کرشنیا بنام پیبا ۸ مدراس صفحہ ۵۹۷۔
[2] کوتالا بنام شنگر ۲ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۱۶۱۔ جگل بنام کالی ۲۵ سدرلینڈ صفحہ ۲۲۴۔

صورت کچھ اور ہے وہاں ہر لڑکا کل موروثی جائداد میں جس پر باپ قابض ہوتا ہے پیدائش سے باپ کے ساتھ ساتھ اسی درجے کا حقدار ہوتا ہے۔ اور باپ کے مرنے پر بیٹا اس جائداد کو بحیثیت وارث نہیں پاتا بلکہ پسماندگی سے۔ باپ کی حقیت صرف واپس ہوتی ہے اور اس طرح اس کے اخلاف کے حصے وسیع ہو جاتے ہیں (فقرات ۲۵۳ و ۲۷۰)۔ لہذا اس سے ظاہر ہے کہ بیٹے کی ذمہ داری کے متعلق تین نظریے ہو سکتے ہیں۔ اولاً یہ کہ ذمہ داری زیر بحث کا تعلق صرف باپ کی مکسوبہ جائداد سے ہے جسے بیٹے نے حقیقۃً بحیثیت وارث پایا ہو۔ ثانیاً یہ کہ اس ذمہ داری کا تعلق مشترکہ جائداد کے اس حصے سے ہے جسے باپ اپنی زندگی میں منتقل کر سکتا ہے بمبئی اور مدراس کے فیصلے یہی ہیں (فقرات ۳۵۶ و ۳۶۱)۔ ثالثاً یہ کہ اس کا اطلاق اس کل جائداد پر ہوتا ہے جو باپ کے پاس بحیثیت نمایندہ خاندان مشترکہ ہو۔ متضاد فیصلوں کے بعد نظریۂ ثالث کے متعلق ایک مقدمے میں جہاں کہ جائداد قابل تقسیم معمولی قسم کی تھی بالآخر یہ فیصلہ فرمایا گیا کہ یہی نظریہ صحیح ہے[1] اور اسی قاعدے کا اطلاق پریوی کونسل نے کیا جبکہ جائداد قدیم ناقابل تقسیم پولیم راج کی نوعیت کی تھی[2]۔

باپ کی وفات پر ذمہ داری پیدا ہوتی ہے

۴۱۰ **ف ۳۰۷** مصنفین قدیم نے یہ کہا ہے کہ بیٹے کی ذمہ داری نہ صرف باپ کی فی الواقعی وفات پر پیدا ہوتی ہے بلکہ اس کی قانونی وفات پر بھی مثلاً جبکہ وہ تارک الدنیا ہو گیا ہو یا جبکہ وہ بیس سال تک بیرون ملک ہو۔ ایسی صورت میں یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ مر گیا۔ یا جبکہ وہ کلیتہً مخرب اخلاق مصروفیات میں ڈوبا ہوا ہو۔ اس حالت کی توضیح جگناتھ نے یہ کی ہے کہ اس سے باپ کی ایک ایسی حالت ظاہر ہوتی ہے جو افلاس اور

---

[1] پنیا بنام پاپوانیگر ۴ مدراس صفحہ ۱۔ پاڑو ونکنا بنام سرینواس ڈکشٹلو ۴۱ مدراس صفحہ ۳۶۔ شیو پرشاد بنام جنگ بہادر ۴ کلکتہ صفحہ ۳۸۹۔ جب بیٹے کو باپ کی جائداد پسماندگی کے قاعدے سے ملی ہو تو اس مسئلے کی یکسوئی کہ آیا بیٹے کی ذمہ داری کو جدید نالش سے نافذ کرانا چاہیئے یا باپ کے خلاف تعمیل ڈگری کرا کے ضابطۂ دیوانی ہند کی دفعہ ۵۲ نے کر دی ہے شیورام بنام سکھارام ۳۳ بمبئی صفحہ ۳۹ چندر پرشاد بنام شام کنور ۳۳ کلکتہ صفحہ ۶۷۶۔

[2] بننین چٹی بنام سنگی ۹ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۲۸۔ ۳۴ مدراس صفحہ ۷۰۔ شیو گری بنام ترو ونگڈا ۱۷ مدراس صفحہ ۳۳۹۔

بدتمیزی و شوخی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اور یہ کہ جب اس وجہ سے کہ وہ شہوانی خواہشات کی تکمیل میں منہمک رہتا ہے دیون کی بیباقی کی نہ صرف مطلق کوشش نہیں کرتا بلکہ دائنین کی کھلم کھلا مخالفت کرتا ہے تو کہا جائے گا کہ وہ مخرب اخلاق مشاغل میں ڈوبا ہوا تھا[۱]۔ اور علیٰ ہذا جب باپ کسی لاعلاج مرض میں مبتلا ہو۔ یا دیوانہ ہو۔ یا بہت بوڑھا ہو گیا ہو[۲] ان مسائل پر قدیم تر مقدمات میں بہت بحث کی جا چکی ہے[۳] مگر ۱۸۷۴ء سے ان کی کوئی عملی اہمیت باقی نہیں رہتی کیونکہ اس سال پریوی کونسل نے یہ فیصلہ فرمایا کہ چونکہ باپ خاندانی جائداد قرضخواہ کے حق میں بیع کر سکتا ہے اور اسکا بیٹا پابند ہوتا ہے اس لئے دائن اپنے دعوے کو ڈگری سے نافذ کرا سکتا ہے اور اس ڈگری کی تعمیل کل جائداد پر کرائی جا سکتی ہے[۴] اس نظریہ کی بعد کے مقدمات میں بار بار تصدیق کی گئی ہے[۵] پریوی کونسل کی ایک عدالتی رائے سے جو ایک حالیہ مقدمے میں ظاہر فرمائی گئی سابقہ خیال ذیل کی تائید ہوتی نظر آتی ہے کہ بیٹے کی ذمہ واری باپ کے حین حیات پیدا نہیں ہوتی[۶] عالیہ عدالت مدراس نے جملہ اسناد پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد یہ تجویز فرمائی ہے کہ زیر بحث عدالتی رائے کی

---

[۱] وشنو اڈ انجسٹ۔ یاگنولک ایضاً صفحہ ۲۶۸۔ جلد ۲ ڈبلیو سیاکناٹن صفحہ ۲۸۲۔

[۲] کتیاین و برہسپتی جلد اڈوانجسٹ صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸ صفحہ ۲۷۰۔

[۳] کرپن بنام ویریکل ۴ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۱۔ پونیا ۴ م صفحہ ۱۳ اگروسامی بنام چیانزہ ۵ م صفحہ ۳۷۔

[۴] گردھری لال بنام کنتو لال جلد ا مرافعہ جات ہند صفحہ ۳۲۱۔

[۵] سورج بنسی کنور بنام شیو پرشاد ۶ مرافعہ صفحہ ۸۸۔ ننین جٹی بنام سنگی ۹ مرافعہ صفحہ ۱۲۸ اسماۃ نانومی بابواسن بنام مدن موہن ۳ مرافعہ صفحہ ا خلیل الرحمن بنام گوبند ۲۰ ک صفحہ ۳۲۸۔ رام سامی نادن بنام منگانا تھہ ۲۲ م (اجلاس کامل) صفحہ ۴۹ بدری پرشاد بنام مدن لال ۱۵ F.B.A. صفحہ ۷۵۔ گوبند کرشنا بنام سکھارام ۲۸ بمبئی صفحہ ۳۸۳۔ ونائک وشنو وشنو نرائن ۸ بمبئی صفحہ ۶۸۔

[۶] ساہو رامچندر ۴۴ مرافعہ صفحہ ا۔ ۳۹ A صفحہ ۴۳۷۔

[۷] پداونکما بنام سری نواس ڈیکشتلو ۴۴ م صفحہ ۱۳۶۔ اس مقدمے میں کمر سامی ساستری جسٹس یہ خیال ظاہر فرماتے ہیں کہ بیٹے کا بعد وفات پدر جو کچھ بھی نیک اور باعث ثواب فرض ہو۔ باپ کے حین حیات صرف اس وقت یہ فرض عائد ہوتا ہے جبکہ باپ خود اپنی جائداد سے قرضہ ادا کرنے کے قابل نہ ہو (صفحہ ۱۴۹)۔

ایسی تاویل جملہ عدالتہائے ہندوستان کے مقررہ قانون[1] کے جو پریوی کونسل کے سابقہ فیصلوں پر مبنی ہے متغائر ہوگی۔ اس لئے اس کا اتباع اور اس کو اختیار نہ کرنا چاہیئے۔

کسی زمانہ میں یہ فرض کرلیا جاتا تھا[2] کہ دائن کو بیٹے کے خلاف اس کے باپ کے قرضے کے متعلق دو جدا جدا چارۂ کار حاصل تھے۔ ایک تو اس کے باپ کی زندگی میں اس کے خلاف اپنے دعوے کا نفاذ۔ اور دوسرے اس کے متعلق باپ کے مرنے کے بعد اس پر نالش کرنا۔ زیادہ حالیہ زمانے میں یہ فیصلہ فرمایا گیا ہے کہ بنائے دعویٰ صرف ایک ہے اور یہ مساوی طور پر باپ اور بیٹے دونوں کے خلاف اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ قرضہ واجب الادا ہوچکا ہو۔ یہ کہ بنابراں قانون معیاد سماعت کا اثر باپ اور بیٹے دونوں کے خلاف اسی تاریخ سے شروع ہوتا ہے[3]۔

ف ۳۰۶ الف۔ بیٹے کا یہ نیک وجوب صرف اس وقت تک رہتا ہے جبتک کہ باپ کی ذمہ داری باقی ہے۔ مگر بیٹے کی ذمہ داری اس مفہوم میں نہ تو مشترکہ ہے اور نہ مشترکہ اور منفردہ جس میں کہ ان اصطلاحات کو انگریزی قانون میں عام طور پر سمجھا جاتا ہے[4] باپ کی حین حیات صرف بیٹے پر نالش نہیں کی جاسکتی[5] اور جب اس نالش میں جو باپ کے خلاف دائر کی گئی ہو بیٹا شریک کیا جائے تو اس کے دو مقاصد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ عدالت باپ کے اس اختیار کو استعمال کرسکے جو اسے ان قرضوں کے ادا کرنے کے لئے جائداد کے بیع کردینے کے متعلق حاصل ہے جو ناجائز اور مخرب اخلاق نہ ہوں۔ اور دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ان قرضوں کی نوعیت پر معترض نہ ہوسکے جبکہ جائداد کے

۴۱۱

---

[1] پنیا پلے ۴۰ مدراس صفحہ ۱۔ راما سامی نادن ۲۲ م۔ اجلاس کامل صفحہ ۹۶۴ لچھمن داس ۵ ک (.F.B) صفحہ ۸۵۵۔ کشن پرشاد چودھری ۴۳ ک صفحہ ۳۵۲، جگ بھائی للو بھائی ۱۱ بمبئی صفحہ ۳۔ انڈیٹی سنگھ ۲۰ بمبئی صفحہ ۳۸۵ کون سنگھ ۲۷ الہ آباد صفحہ ۱۶۔

[2] ناٹا سین بنام ہنو سامی ۱۶ م صفحہ ۹۹۔ رامیا بنام وینکٹ رتنم ۱۷ م صفحہ ۱۲۲۔

[3] مالیٹیم بنام مگولا ۲۳ م (.FB) صفحہ ۲۹۲۔ نرسنگھ مسرا ۲۳ الہ آباد صفحہ ۲۰۶۔

[4] نارائن بنام ویرپا ۴۰ م صفحہ ۵۱۸۔

[5] پیراسامی نڈلیر بنام سیتھارام چیٹر ۲۷ م FB. صفحہ ۲۴۳۔

خلاف تفصیلی کارروائی جاری ہو جائے۔ اس میں شک نہیں کہ تقسیم کے بعد بیٹا اس حصے پر جو اسے دیا گیا ہو ہر قسم کی ذمہ داری سے مبرا قابض رہتا ہے تقسیم ہونے سے باپ کا یہ حق کہ وہ اپنے قرضے کی بیباقی میں بیٹے کا حصہ فروخت کر سکتا ہے زائل ہو جاتا ہے۔ دائن اس کے بعد بیٹے کے حصے کا نیلام نہیں کرا سکتا۔ بالخصوص جبکہ تقسیم محض اس غرض سے نہ کی گئی ہو کہ دائنین کو شکست ہو اور ان کے دیون تاخیر میں پڑ جائیں[1]۔

بیٹے کی ذمہ داری باپ کے حق متعلق بہ جائداد تک محدود نہیں

412 **دفعہ ۳۰۸**۔ جب بیٹے پر باپ کے قرضے کے ادا کے لئے نالش کی جائے تو جیسا کہ قبل ازیں ظاہر کیا گیا یہ امر کلیتہً غیر اہم ہے کہ آیا خاندان کے مفاد کے لئے قرضے کئے گئے تھے یا صرف باپ کے استعمال کے لئے۔ بالا صورت موخر الذکر میں ان کا عدم اخلاق نہ ہونا ضروری ہو۔ مدراس کی عدالت نے کچھ مدت تک اس نظریے کے اطلاق کامل کی مخالفت کی۔ اس مخالفت کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ اس سے باپ بالواسطہ بہت زیادہ حد تک خاندانی جائداد کو ذمہ دار بنا سکے گا۔ اپنی حین حیات وہ اپنے راست فعل سے اس طرح نہیں کر سکتا۔ جوڈیشل کمیٹی نے پھر بھی ان کے خیالات کو منسوخ کر دیا۔ مقدمہ کے واقعات حسب ذیل تھے۔ مدراس کی ایک ناقابل تقسیم جائداد کے قابض نے ضروری اغراض کے لئے اپنے بیٹے کی پیدائش سے قبل چند قرضے کئے۔ اس کے بعد اس نے دوسرے قرضے بھی کئے جو دونوں عدالتوں میں نہ تو ضروری ثابت ہوئے اور نہ خاندان کے لئے باعث مفاد۔ ان کے لئے اس نے ۱۸۶۷ء میں نالش کی گئی۔ ڈگری کی بیباقی کے لئے اس نے یہ انتظام کیا کہ بااقساط قرضہ ادا ہو۔ زمینداری کے ایک جزو کو قرضے کی کفالت میں گرو کیا۔ ادائے قرضہ میں

---

[1] کرشنا سامی کنن بنام راما سامی انیر ۲۲ م صفحہ ۵۱۹۔ تھاناٹڈو بنام آئین چایر ۱۸ م، ل۔ج صفحہ ۵۹۹۔ کامیسودما بنام ونکٹ سبلا ۲۰۰ م صفحہ ۱۱۲۴۔ پدماکیا بنام سرینواس ڈیشکولو ۱ ہم مدراس صفحہ ۱۳۶۔

[2] دیکھئے دفعہ ۳۰۳۔ اودالام بنام رانو ۱۱ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۷۶، صفحہ ۸۳۔ گوبردھن بنام سنگیسر ۷ ک صفحہ ۵۲۔

کوتاہی کرنے سے زمینداری کا یہ حصہ اس کی زندگی میں قرق کیا گیا۔ اس کی وفات پر عدالت نے قرقی برخاست کر دی۔ بیٹے اور اصلی مدیون کے جانشین پر دائن نے دو اغراض کے لئے نالش کی۔ ایک تو یہ کہ قرقی حسب حال رہے اور دوسرے یہ کہ کل جائداد اس کے قرضے کی ادائی کی ذمہ دار ہو۔ عالیہ عدالت نے یہ تجویز کی کہ جائداد قرضے کے اس جزو کی حد تک ذمہ دار ہے جو ضروری مقاصد کے لئے گئے تھے لیکن بقیہ قرضے کے لئے جو بیٹے کی پیدائش کے بعد کئے گئے تھے اور جو خاندان کیلئے مفید نہ تھے جائداد کو ذمہ دار کرنے سے انکار کیا پریوی کونسل نے (جب مرافعہ کیا گیا) اس حصہ جائداد پر قرقی بحال رکھنے سے انکار کیا جبکہ مختص طور پر کفالت میں دیا گیا تھا لیکن یہ تجویز فرمائی کہ کل اسٹیٹ (جائداد) جو وارث کے دست رس میں تھا کل دیون کا ذمہ دار ہے۔ بشرطیکہ دیون فسق و فجور کے دھبے سے مبرا ہوں گو وہ ضروری نہ تھے یا اس کے لئے مفاد کا باعث[1]۔

باپ اپنے قرضے کی بیباقی میں خاندانی جائداد منتقل کرسکتا ہے۔

۳۱۳ مذکورالصدر فیصلوں کے اصول کو قابل لحاظ وسعت حاصل ہوئی ہے کیونکہ پریوی کونسل نے اس اصول کا اطلاق ان صورتوں میں بھی کیا جبکہ باپ نے اپنے خاص دیون کے چکانے میں خاندانی جائداد کو رہن یا بیع کیا یا جبکہ وہ اس ڈگری کی تعمیل میں جو اس کے خلاف ایسے قرضوں کے لئے صادر ہوئی تھی نیلام کی گئی ہو۔ اگر ایسے معاملات سے جائداد کے بڑے حصے پر اثر پڑتا ہو اور وہ خود اس کے مرافق سے زیادہ ہو تو نتیجہ ظاہر ہے یہ ہوگا کہ بیٹے بالواسطہ باپ کے حین حیات ایسے وجوب کے ایفاء پر مجبور کئے جائینگے جو حقیقتاً ان سے باپ کے مرنے پر متعلق کیا جاتا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قانون کا وہ مجموعہ جو پریوی کونسل کے فیصلوں سے اخذ کیا جا سکتا ہے عام قاعدہ ذیل کے مسلسل مستثنیات پر مبنی ہے۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ کوئی رکن خاندان غیر منقسمہ کسی ترتیب سے بھی خود اپنے

---

[1] ہنمن چٹی بنام سنگلی ۳ م صفحہ ۳۷۰ بصیغہ مرافعہ ۶ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۲۸۔ بمتابعت گردھری لال بنام کنتو لال ۱۱ الہ آباد صفحہ ۳۲۱۔ ۱۴ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۸۷۔ ۲۲ سدرلینڈ صفحہ ۵۶۔ سورج بنسی کنور بنام شیو پرشاد ۶ مرافعہ صفحہ ۸۸۔ ۵ ک صفحہ ۱۴۸۔ اور پنیا بنام پاپو اینگر ۴ م صفحہ ۱ کی تصدیق کرتے ہوئے۔ دیکھئے نوٹ (۱۲) تحت فقرہ ۲۰۹۔

مفاد کے لئے خاندانی جائداد کا کوئی ایسا جزو اپنے تصرف میں نہیں لاسکتا جو اس حصے سے زیادہ ہو جسے وہ تقسیم پر حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا استثنا یہ ہے کہ جب باپ نے ایسا قرضہ کیا ہو جس کی ادائی کا بیٹا پابند ہوگا تو دائن اپنے قرضے کی بیباقی دو طرح سے کرا سکتا ہے۔ یا تو یہ کہ باپ جائداد منتقل کرے یا کل خاندانی جائداد کے خلاف عدالتی ڈگری حاصل کرکے۔ اور یہ استثنا خود ایک اور استثنا کا تابع ہے۔ یہ کہ ایسے دائن کو جس کی یہ خواہش ہو کہ اپنے دعوے کا نفاذ بیٹوں کے موافق کے خلاف بھی کرائے یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ تعمیلی کارروائیوں میں اس کا ارادہ یہی تھا کہ ایسا ہو۔ یا یہ کہ اس کو یہ باور کرنے کی وجہ تھی کہ وہ ایسا کر رہا ہے کیونکہ جو انتقال جائداد اس کے حق میں ہوا تھا اس کی شکل ہی ایسی تھی کہ اسکو ایسا خیال پیدا ہوتا۔

ان خاص قواعد کی پہلی شاخ کا فیصلہ پریوی کونسل نے حالات ذیل میں کیا کچھ جائداد کنیالال کی وفات پر اس کے دو بیٹوں بھکاری اور بھجرنگ پر منتقل ہوئی۔ ان دو میں کے مقدم الذکر کا ایک بیٹا کنتو تھا۔ خاندان قانون متصلا کا تابع تھا اور چونکہ جائداد موروثی تھی اس لئے کنتو کو اس میں پیدائش سے حق حاصل ہوگیا۔ اس کے پیدا ہونے کے بعد بھکاری نے ایک بانڈ جاری کیا اور اس پر عدالتی فیصلہ حاصل کیا گیا اور اس کا حصہ جائداد قرق کرایا گیا۔ اس فیصلے کی رقم ادا کرنے کے لئے دونوں بھائیوں نے جائداد کا ایک جز فروخت کیا۔ واقعات پیش کردہ سے یہ ظاہر نہیں ہوا کہ بھکاری کا بانڈ کسی طرح بھی خاندان کے مفید تھا۔ یا یہ کہ جائداد کی بیع خاندان کے لئے مفید تھی ہاں یہ ضرور ہے اس سے ڈگری بیباق تو ہوئی اور زرثمن کا ایک جزو سرکاری مالگذاری کی ادائی میں دیا گیا۔ بس اسی حد تک خاندان نے اس سے استفادہ کیا۔ کنتولال نے تنسیخ بیع کی نالش کی کہ وہ بیع نہ تو اس کے لئے باعث مفاد تھی اور نہ اس کی رضامندی سے بیع کی گئی۔ بھجرنگ کے بیٹے مہابیر نے بھی اسی قسم کی ایک نالش دائر کی عالیہ عدالت نے مہابیر کی نالش خارج کی۔ وجہ اخراج یہ بتلائی گئی کہ وہ اس وقت جبکہ بانڈ جاری کیا گیا تھا پیدا ابھی نہیں ہوا تھا۔ مگر کنتولال کو اس کے باپ کا نصف حصہ دلایا گیا۔ پریوی کونسل نے اس ڈگری کو منسوخ فرمایا۔ انھوں نے اپنے فیصلے میں یہ فرمایا:۔

"یہ کہا گیا ہے کہ وہ (بھکاری اور بھجرنگ) جائداد کو فروخت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ دستاویز بیع

گردھری لال بنام کنتولال

۴۱۴

کے جاری ہونے سے قبل کنتولال پیدا ہو چکا تھا۔ اور قانون متعلا کے تحت بہ سبب اس کی پیدائش کے اس کو اس جائداد میں حق حاصل ہو چکا تھا۔ اب اس پر غور کرنا اہمیت رکھتا ہے کہ کنتولال کو کس قسم کا حق حاصل ہوا۔ کیا اس نے اس جائداد میں ایسا حق حاصل کیا کہ وہ اس قرضے کے ادا کرنے کی ذمہ دار باقی نہیں رہی جو اس کے باپ نے کیا تھا؟۔ اگر اس کا باپ مر گیا ہوتا۔ اور اسے اپنے وارث کی حیثیت سے چھوڑا ہوتا۔ اور جائداد اس کے قبضے میں آئی ہوتی تو کیا وہ اس وجہ سے کہ جائداد موروثی ہے، جو اس کے باپ پر اس کے دادا سے منتقل ہوئی تھی یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ مطلقاً اس کے باپ کے قرضوں کے ادا کرنے کی ذمہ دار نہیں ہے"۔ اس کے بعد الخوں نے عبارت محولۂ بالا (۶ مور کے مرافعہ جات ہند صفحہ ۴۲۱ فقرہ ۲۰۳) کا اقتباس فرما کر فیصلے کو بہ ایں الفاظ جاری رکھا " یہ سند ہے اس کے ثابت کرنے کے لئے کہ موروثی جائداد جو مٹاکشرا قانون کے تحت ایک باپ پر وراثۃً منتقل ہوئی ہو محض اس سبب سے کہ اس کو لڑکا پیدا ہوا ہے اس کے قرضوں کو ادا کرنے کی ذمہ داری سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ بیٹے کا یہ مذہبی فرض ہے کہ وہ اپنے باپ کے قرضے ادا کرے اور چونکہ اس کا یہ فرض خیر کا باعث ہے کہ وہ اپنے باپ کے دیون ادا کرے اس لئے موروثی جائداد باپ کے دیون ادا کرنے کی ذمہ دار ہے کیونکہ اس میں بیٹا اپنے باپ کا بیٹا ہونے کے سبب پیدائش سے حق حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ لارڈ جسٹس نائٹ بروس نے بیان فرمایا قاعدہ یہ ہے کہ باپ کے قرضے کو ادا کرنے کے وجوب سے آزادی کو نوعیت قرضہ سے تعلق ہے اور نہ کہ نوعیت جائداد سے عام ازیں کہ وہ موروثی ہو یا خود قرضہ کرنے والے کی حاصل کی ہوئی۔ لہذا یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جس قرضے کے ادا کرنے کے لئے یہ ضرورت لاحق ہوئی تھی کہ جائداد زیر بحث کو فروخت کرکے روپیہ حاصل کیا جائے اس کی نوعیت کیا تھی۔ اگر باپ کا قرضہ مخرب اخلاق مقصد کے لئے کیا گیا تھا تو اس کے ادا کرنے کا مذہبی فرض بیٹے پر عائد ہوا ہے۔ نہ ہوگا اور یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ان جائدادوں پر ادائے قرضہ کی ذمہ داری عائد ہونے پر اعتراض کرے جو باپ کے قبضے میں بشمول موروثی جائداد کے ہوں۔ یہاں یہ صورت نہ تھی یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ بانڈ جس پر ڈگری حاصل کی گئی مخرب اخلاق کام کے لئے دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ بانڈ رقمی قرضے کے لئے

۱۰۵ ۱۰۴

دیا گیا تھا اور اس پر نالش رجوع کی گئی تھی۔ بانڈ کو عدالت انصاف میں ثابت کیا گیا تھا۔ کسی چیز سے بھی یہ ثابت نہیں ہوا کہ وہ بانڈ مخرب اخلاق کام کے لئے دیا گیا تھا۔ اور قابض نے اس پر ڈگری حاصل کر لی۔ اشارۃً بھی یہ ظاہر نہیں ہے کہ بانڈ یا ڈگری باپ کے مفاد کیلئے جیتا می حاصل کیا گیا تھا۔ یا محض اس غرض کے لئے کہ باپ خاندانی جائداد کو فروخت کر کے اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے روپیہ حاصل کر سکے۔ بر خلاف اس کے یہ ثابت کیا گیا کہ جائداد کا زرثمن باپ کے مہاجنوں (bankers) کو ادا کیا گیا اور مہاجنوں نے رقم مذکور ان کے حساب میں جمع کر لی۔ نیز یہ کہ رقم جزاً ادائے ڈگری میں دی گئی اور جزءً اس بقایا کی ادائی میں جو مہاجنوں کو باپ سے وصول طلب تھا۔ اور جزءً سرکاری مالگذاری میں۔ اس کے بعد ایک چھوٹی سی رقم دی گئی تھی جس کا استعمال اور اس کا حساب نہیں تبلایا گیا۔ لیکن محض اس بنا پر کہ ایک چھوٹی سی رقم کی حساب فہمی نہیں ہوئی بیٹے کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ ایک نیک نیت خریدار کو جس نے جائداد کی قیمت بھی ادا کی ہے نکالدے۔ اور واصلات کے ساتھ اس جائداد کا قبضہ پالے۔ اگر کل زرثمن کے لینے کے لئے ضرورت نہ بھی تھی تو بیع کلیۃً باطل نہ ہو سکتی تھی[1]۔

ہندوستانی فیصلے

ف ۳۱۰ ہندوستان کے کل صوبوں کے متعدد مقدمات میں جہاں یہ قرار دیا گیا ہے کہ اگر باپ نے خود کے سابقہ قرضوں کی بیباقی کے لئے جو نہ تو مخرب اخلاق ہوں اور نہ خاندان کے مفاد کا باعث بیع یا رہن کیا ہو تو ایسے بیع یا رہن کی پابندی بیٹوں اور پوتوں کے حصے پر ہوگی اور ساتھ ساتھ باپ کے حصے پر بھی فیصلۂ مذکور الصدر کا اتباع کیا گیا ہے[2]۔

---

[1] گردھری لال بنام کنٹولال جلد ا مرافعہ ۳۲۱ ر ۳۳۰ - ۱۴ - بنگال لارپورٹ صفحہ ۱۸۷ - ۲۲ سدرلینڈ صفحہ ۵۶ - فقرہ ۳۱۲ میں واقعات مزید تفصیل سے دیئے گئے ہیں۔ سورج بنسی کنور بنام شیو پرشاد ۶ مرافعہ ۸۸ - ۵ ک صفحہ ۱۴۸۔

[2] مدن گوپال بنام مساۃ گورن بٹی ۱۵ بنگال لارپورٹ صفحہ ۲۶۴ - ۲۳ سدرلینڈ صفحہ ۳۶۵ ۳ اور میں ۲۶۲ بنام چودھری ۳ ک صفحہ ۱ - پنیا ۴ م صفحہ اگنگلو بنام انچا ۴ م صفحہ ۷۳ - نارائن بنام نرسو ا بمبئی صفحہ ۱۲۵ سدا شیو ونکر بنام لکشمن - ۲ بمبئی کستور بنام اپا ۵ بمبئی صفحہ ۶۲۲ - درسو بنام نکر باجیت ۲ percuriam

۴۱۶

بنگال کے فیصلے ۔ بنگال کی عدالت نے ایک امتیاز پیدا کیا ہے جو اسی کے لئے مخصوص معلوم ہوتا ہے ۔ متاکشرا فقرۂ ۲۹ ، باب ۱ ۔ دفعہ ۱ ۔ میں ایسے انتقال کو جائز قرار دیا گیا ہے جو ناگزیر فرائض کی تعمیل میں کیا جائے ۔ حکام عالیہ عدالت کلکتہ ایسے معاملے کو دیگر ارکان خاندان کے خلاف اسی مفہوم میں جائز قرار دیتے ہیں ۔ لیکن وہ یہ بھی تجویز فرماتے ہیں کہ ایسا انتقال بالغ ارکان کو بغیر ان کی رضامندی صریحی یا معنوی کے انھیں پابند نہیں کر سکتا گو نابالغوں کو پابند کرتا ہے ۔ یہ کہ لہذا باپ کا اپنے سابقہ قرضے کی بیباقی کے لئے جائداد کو بیع یا رہن کرنا بذات خود بالغ لڑکوں کو ان کا پابند نہیں کرتا ۔ اگرچہ کہ اس کی پابندی ہر اس بیٹے پر ہوگی جو اس وقت نابالغ تھے عملاً بہر حال یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عدالت یہ چاہتی ہے کہ خود کے پیدا کردہ امتیاز سے گریز کیا جائے کیونکہ یہ فیصلہ فرمایا گیا ہے کہ ایسی صورت میں بھی وہ جائداد پابند ہوگی ۔ درحقیقت نہ بہ سبب رہن بلکہ اس سبب سے کہ قرضہ پدر نالش سے پہلے کا تھا اور مشترکہ موروثی جائداد کے مقابلے میں قابل نفاذ ۔ اور لہذا جائداد مرہونہ کے خلاف بہ حیثیت اس کے کہ وہ اس کا جزو ہے ۔ شاید نالش کو شکل ذیل میں مرتب کرنا ہوگا ۔ نالش بربنائے رہن باپ کے خلاف اور نالش قرضہ بہ حیثیت قرضۂ سابقہ بیٹوں کے ان مرافق کے مقابلے میں جو انھیں مشترکہ موروثی جائداد میں حاصل ہو ۔ لیکن یہ امر محض ضابطے کا ہوگا ۔۲؎

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ ڈنکر نارائن ۶ بمبئی صفحہ ۵۲۰ ۔ رام بھول سنگھ بنام دگ نرائن ۸ کلکتہ صفحہ ۵۱۷ ۔ کلکتہ لا رپورٹ صفحہ ۴۸۹ ولیا پل بنام کھاتا چٹی ۵ مدراس صفحہ ۶۱ ۔ فقیر چند بنام موتی چند ۷ بمبئی صفحہ ۴۳۸ ۔ ترمبک بالکرشنا بنام نرائن دامودر ۸ بمبئی صفحہ ۴۸۱ ۔ جوہرمل بنام اکناتھ ۲۳ کلکتہ صفحہ ۳۴۳ ۔ پیا بنام پاپوا اینگر ۹ مدراس صفحہ ۳۴۳ ۔ کونالا رنگنا دھن بنام پلی کٹ رام سامی ۲۷ مدراس صفحہ ۱۶۲ ۔ کنور بہل بنام سندر داس ۱۱ کلکتہ صفحہ ۳۹۶ ۔ دتاتریا وشنو ۳۶ بمبئی صفحہ ۶۸ ۔ چندر دیو سنگھ ۳۱ A صفحہ ۱۷۶ ۔

۱؎ انوروپ بنام لالہ بندھجی ۶ کلکتہ صفحہ ۷۴۹ ۔ صفحہ ۷۵۳ ۔ دیکھئے متھورا بنام بوئن ۱۳ اسلار لینیڈ صفحہ ۳۰ contra ۔ پھول چند بنام مان سنگھ ۴ A صفحہ ۳۰۹ ۔

۲؎ لال جی بنام فقیر ۶ کلکتہ صفحہ ۱۲۵ ۔ صفحہ ۱۳۸ ۔ دیکھو باسو کنور بنام ہری داس ۹ کلکتہ صفحہ ۴۹۵ ۔

نیلام جبکہ نفاذ رہن کیلئے ڈگری کی تعمیل ہو رہی ہو

ف ۳۱۱۔ اگر باپ نے خاندانی جائداد و سابقہ قرضے کے لئے جو بہ لحاظ نوعیت مخرب اخلاق یا ناجائز نہ تھا بیع یا رہن کی ہو تو اب یہ امر طے شدہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے نیلام کے لڑکے پابند ہوں گے جو معاملہ مذکور کے نفاذ میں اس کے خلاف ڈگری صادر ہونے سے کیا گیا ہو گو وہ (لڑکے) فریقین نالش نہ بنائے گئے ہوں[۱] اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشتری یا مرتہن کا حق باپ کے جاری کردہ انتقال کی وجہ سے مکمل ہو جاتا ہے اور اس کو (یعنی انتقال کو) بیٹوں کے مقابلے میں جائز کرنے کے لئے ڈگری کی ضرورت نہیں۔ ڈگری کا صرف یہ اثر ہے کہ مطالبہ کے حقیقی ہونے پر مُہر لگائی جائے اور طریقۂ تعمیل معاملہ کی رہنمائی کی جائے۔ جب عدالت نے نفاذ رہن کے لئے یہ ہدایت کی ہو کہ راہن کا "حق حقیت او بمرافق نیلام کیا جائے تو ان الفاظ میں وہ کل مرافق شامل سمجھا جاسکتا ہے جس کو رہن کرنے کا وہ اس وقت مجاز تھا جبکہ اس نے دستاویز رہن جاری کی یہ (کل مرافق) اس حصے سے بالکل جداگانہ چیز ہے جس پر وائنین کو ترقی کے وقت عام طور پر مدیون کے مقابلے میں وسعت رس تھا[۲]" بنابراں عالیہ عدالت مدراس نے یہ تجویز فرمائی ہے کہ اگر ڈگری سے بیٹے اپنے کسی ایسے حق سے محروم ہوئے ہوں جو جواز رہن کے متناقض نہ ہو۔ مثلاً حق انفکاک۔ تو ایسا حق ان سے بذریعہ ایسی ڈگری کے نہیں لیا جاسکتا جس کے وہ فریق نہ تھے[۳]۔ ہائیکورٹ الہ آباد نے اس نظریے سے اختلاف کیا ہے[۴] ایک مقدمے میں

۴۱۷

ف۱ سورج بنسی کنور ۶ مرافعہ صفحہ ۸۸۔ ۵ ک صفحہ ۱۴۸۔ پونپا ۴ م صفحہ ۱۔ ۶ م صفحہ ۳۴۳۔ بھرمیواس ۵ م صفحہ ۲۵۱۔ رام بھول سنگھ ۸ ک صفحہ ۵۱۷۔ کرشنا ۸ م صفحہ ۳۰۸۔ سدا شیو دنکار ۶ ب صفحہ ۵۲۰۔ شیورام ۳ ب صفحہ ۳۹۔ ہردے نارائن ۱۱ مرافعہ صفحہ ۲۶۔ صفحہ ۲۸۔ ۱۰ ک صفحہ ۶۲۶۔ باسال ۸ الہ آباد صفحہ ۲۰۵۔ متھورا پرشاد ۲۵ صفحہ ۵۰ لال سنگھ ۲۸ A صفحہ ۱۸۲۔ اسندر راجہ ۴ م صفحہ ۱۱۱۔ پریوی کونسل کے فیصلے مقدمات ذیل میں ان وجوہ پر مبنی تھے جن کا ذکر آگے فقرات ۳۱۸۔۳۱۹ میں کیا گیا ہے۔ بھونا تھ بنام گلاب سنگھ۔ اور پٹاشی چٹی بنام سوداگری نیدار جلد ۱۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۷۷، صفحہ ۸۴۔

ف۲ Per curim ۸ بمبئی صفحہ ۴۸۶۔ ۴۰ م صفحہ ۶۵۔ ۱۷ مرافعہ صفحہ ۱۹۔

ف۳ پونپا ۴ م صفحہ ۱ صفحہ ۶۹۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنگال کی عالیہ عدالت نے بھی بمقدمہ رام بھول سنگھ ۸ ک صفحہ ۵۲۵ یہی رائے قائم کی ہے۔

ف۴ کھڑی سنگھ بنام چنی لال ۳۵ A صفحہ ۴۳۶۔

ہائیکورٹ بمبئی کو بھی اس مسئلے پر غور کرنے کا موقع حاصل ہوا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ باپ اور بیٹے کے مابین بعد رہن اور قبل نالش تقسیم ہو چکی تھی۔ اس عام سوال کے متعلق کہ ایسی ڈگری کا کیا اثر ہوگا جو صرف باپ کے خلاف صادر ہوئی ہو حکام نے فیصلہ کرنے سے احتراز کیا۔ انھوں نے اس امر کو واضح اور صاف سمجھا کہ تقسیم کے بعد باپ کے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ نالش مذکور میں بیٹوں کے مرافق کی نیابت کر رہا ہے۔ اور یہ کہ لہذا ان کے (بیٹوں کا) حق انفکاک پر ڈگری سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔[1]

دفعہ ۸۵ قانون انتقال جائداد کا اثر۔

قانون انتقال نشان ۴ بابت ۱۸۸۲ع کے نفاذ سے مزید سوال ذیل پیدا ہوا ہے کیا مذکور الصدر قاعدے میں قانون مذکور کی دفعہ ۸۵ (جواب آرڈر ۳۴ قاعدہ ۱ ضابطۂ دیوانی کے سبب منسوخ ہو چکی ہے) کے سبب تبدیلی واقع ہوئی ؟ اس پر اختلاف آرا ہے۔ عالیہ عدالت الہ آباد نے یہ طے کیا ہے کہ تحت دفعہ ۸۵ نیلام کی ڈگری بیٹوں کے خلاف مرتب نہیں کی جا سکتی بجز اسکے کہ وہ نالش میں فریق بنائے گئے تھے۔ مدراس اور بمبئی کی عدالتوں نے اس کے خلاف رائے قائم کی ہے[2]۔ عدالت الہ آباد کی رائے میں مناسب اور موزوں چارہ جوئی یہ ہے کہ بیٹے کے خلاف اس ذمہ داری کے نفاذ کے لئے جدید نالش کی جائے جس کو سابقہ ڈگری (باپ کے خلاف) میں یہ بتلایا گیا تھا کہ بیٹے پر اس ذمہ داری کا ایفاء لازم ہے[3] اگر بیٹے کے خلاف رہن کی ڈگری کی تعمیل کیلئے کارروائی کی گئی ہو۔ یا اگر لڑکے نے اس کے استقرار کی کارروائی کی ہو کہ وہ ڈگری کا

۱۸۱۴

---

[1] ترمبک بالکرشن بنام نارائن دامودر ۸ بمبئی صفحہ ۴۸۱۔

[2] بھوانی پرشاد بنام کالو ۱۷ A (اجلاس کامل) صفحہ ۵۳۷ باوجود اس کے دیکھو ہیرالال بنام پریشر ۲۱ A صفحہ ۲۵۶۔ برخلاف اس کے راما سامین بنام ویرا سامی ۲۱ م صفحہ ۲۲۲۔ پلانی گوندن بنام رنگیا ۲۲ م صفحہ ۲۰۷۔ رام کرشنا بنام ونائک ۳۴ ب صفحہ ۳۵۴۔

[3] دھرن سنگھ بنام انگن لال ۲۱ A صفحہ ۳۰۱۔ ران سنگھ بنام سیارام ۲۶ A صفحہ ۵۴۴۔

پابند نہیں ہے۔ اور صرف جواز ڈگری کے متعلق تنقیح قائم کی گئی ہو یا یہ کہ ڈگری تحت دفعہ ۸۸ قانون انتقال مرتب کی گئی اور لڑکے کو حسب احکام دفعہ ۸۵ فریق نہیں بنایا گیا تھا تو لڑکا کامیاب ہوگا بشرطیکہ یہ ثابت ہو کہ ابتدائی مدعی کو اس کے مرافق کی اطلاع تھی۔ لیکن اگر مزید تنقیح ذیل پیدا کی جائے کہ رہن فی نفسہ قانوناً اس کے خلاف بے اثر ہے کیونکہ وہ مخرب اخلاق کام کے لئے کیا گیا تھا۔ یا یہ کہ بدل ناجائز تھا۔ اور اس تنقیح کی تجویز بیٹے کے خلاف ہو تو اس کی حیثیت ایسی ہی ہوگی گویا کہ وہ رہن کی نالش میں فریق تھا۔ جو دادرسی اسے ایسی صورت میں دی جاسکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ اس کو انفکاک کے حق کی اجازت دی جائے[1] لیکن جب رہن کی ڈگری کی تعمیل میں نیلام واقع ہو گیا ہو تو بیٹا اپنے حق انفکاک سے محروم ہو جائے گا[2]۔

قرضہ سابقہ کے معنی

۳۱۱ الف۔ فقرات سابقہ میں جن مقدمات پر نظر ثانی اور غور کیا گیا یہ دیکھا گیا کہ اصطلاح "سابقہ قرضہ" اکثر واقع ہوئی ہے۔ اس کے معنی باپ کی وہ قرضداری ہے جو خاندانی جائداد کے مخصوص معاملۂ زیر بحث سے بہ لحاظ وقت پہلے کی ہو اور اس کی ابتدا کو بھی اس سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ عام ازینکہ بیع یا رہن یا کوئی اور انتقال ہو جس کو بیٹے کے خلاف نافذ کرانا مقصود ہے[3] اس کتاب کی سابقہ اشاعت میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جب تک سابقہ قرضہ اس معنیٰ میں سابقہ نہ ہو تو بیٹے کی یہ ذمہ داری اس سے متعلق نہیں ہوتی۔ ان الفاظ سے جو چند قدیم تر مقدمات میں استعمال ہوئے تھے اس حالت کو اہمیت ہوئی۔ مگر کہنا پڑتا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے[4] بیٹے پر یہ نیک وجوب عائد ۳۱۹

---

[1] کنیالال بنام راج بہادر ۴۲ A ۶ صفحہ ۲۱۱۔ لالہ سورج پرشاد بنام گلاب چند ۲۸ ک صفحہ ۵۱۷۔
[2] کیسری سنگھ بنام چنی لال ۳۳ A صفحہ ۴۳۶۔
[3] یہ ضروری نہیں ہے کہ قرضۂ سابقہ اسی کا ہو جس کے حق میں یہ مخصوص انتقال عمل میں لایا گیا ہو۔ پانڈورنگ بنام بھگوان داس ۴۴ ب صفحہ ۳۴۱۔
[4] چندر دیو سنگھ بنام ماتا پرشاد ۳۱ A صفحہ ۱۷۶، صفحہ ۱۹۴ میں مسٹر جان اسٹینلے چیف جسٹس کی عبارت دیکھی جائے۔

کیا گیا ہے کہ وہ باپ کے ان کل قرضوں کو ادا کرے جو ناجائز یا مخرب اخلاق کے درجے سے مبرا ہوں۔ گو جیسا کہ ہم نے دیکھا یہ وجوب بہر صورت اس سرمایہ تک محدود ہے جو اس کے ہاتھوں میں آیا ہو۔ حقیقی امتیاز یہ ہے:۔ یہ کہ اگر باپ نے جو کفالت پیدا کی ہے یا انتقال عمل میں لایا ہے اس کا تعلق سابقہ قرضے سے ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ خاندانی جائداد پر اس کا بار ہے۔ برخلاف اس کے اگر ہم عصر قرضے سے اس کا تعلق ہو یا جیسا کہ بعض وقت کہا جاتا ہے اگر وہ فوری قرضے سے متعلق ہو تو خاندانی جائداد پر بار قائم نہ ہوگا۔ زرنقد کے دین کو بیٹے کے خلاف نافذ کرایا جا سکتا ہے اور وجوب مذکور کے سبب نافذ کرایا جا سکتا ہے اگر باپ کے خلاف ڈگری دی جا چکی تھی تو اب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ بیٹے کے خلاف نئی نالش کر کے جدید ڈگری بیٹے کے خلاف حاصل کی جائے اور اس کے بعد اس دوسری ڈگری کے تحت خاندانی جائداد پر تعمیلی کارروائی کی جائے اب دفعہ ۵۳ مجموعۂ ضابطۂ دیوانی کے تحت اس ڈگری کی تعمیل جو باپ کے خلاف صادر ہوئی ہو مزید کارروائی کے بغیر اس خاندانی جائداد پر کرائی جا سکتی ہے جو بیٹے کے قبضے میں ہو۔ سابقہ قرضے اور موقتی قرضے پر زرنقد کے امتیاز کی اہمیت اس وجہ سے نہیں ہے کہ موخر الذکر ہو تو بیٹے کی یہ ذمہ داری کہ اس کو ادا کرے محدود ہوتی ہے۔ اہمیت اس لئے ہے کہ مقدم الذکر سے رہن کو تقویت ہو سکتی ہے اور بیٹوں کو اس کا پابند کیا جا سکتا ہے۔ نیز دائن کو یہ فائدہ ہے کہ اس کے نفاذ کے لئے قانون میعاد نے زیادہ مدت دی ہے برخلاف اس کے قرضۂ زرنقد کے لئے میعاد سماعت کی مدت کم ہے۔ گو ایسے قرضے کو بھی مساوی طور پر بیٹوں کے خلاف نافذ کرایا جا سکتا ہے۔ میعاد سماعت ایسی صورت میں وہی ہوگی جو معمولی معاہداتی قرضوں کے لئے ہوتی ہے۔ مثلاً اگر باپ نے خاندانی جائداد رہن کر کے بدل حاصل کیا ہو (یک زمانی معاوضہ یا بدل) تو جو ڈگری اس کے یا اس کے بیٹے کے خلاف دی جا سکتی ہے وہ سادہ زرنقد کی ڈگری ہوگی بشرطیکہ رہن خاندان کے ضروری یا قابل پابندی مقصد کے لئے نہ کیا گیا ہو۔ ڈگری مذکور اس ذاتی عہد پر مبنی ہو گی جو دستاویز رہن میں داخل ہو۔ اور دستاویز مذکور کا یہ اثر نہیں ہو سکتا کہ جائداد پر اس کا بار عائد ہو۔ ان مقدمات میں جو اکثر و بیشتر عدالتوں کے سامنے آتے ہیں میعاد کی عذر داری مکمل جواب وہی ہوگی بجز اس کے کہ قرضہ فی الحقیقت سابقہ ہو اور اس

وجہ سے جائداد پر بار عائد ہوتا ہو۔

۴۴۰　اصول یہ ہے کہ بیٹے کی ذمہ داری مذکور باپ کے ان کل دیون سے متعلق ہوتی ہے جو ناجائز نہ ہوں اور جو مخرب اخلاق امور کے لئے نہ کئے گئے ہوں۔ اس اصول کو برطانوی ہند کی چند عدالتوں نے وسعت دے کر یہ فیصلے فرمائے ہیں کہ ان کل معاملات سے جو باپ نے خاندانی جائداد پر کئے ہوں اس جائداد پر کفالت قائم ہوتی ہے گو قرضہ صحیح معنی میں سابقہ نہ ہو[1] ہندوستانی عدالتوں کے دوسرے فیصلوں نے اس نظریے کو قبول کرنے سے انکار کیا[2]۔ اختلاف آرا کی حال میں پریوی کونسل نے یکسوئی کردی ہے جس نے قطعی طور پر یہ فیصلہ فرمایا کہ کسی صورت میں بھی یک زمانی بدل اس قاعدے کے مفہوم میں سابقہ قرضہ نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس حد تک واضح ہے اور پریوی کونسل نے دوبارہ اس کی تصدیق بھی کی ہے[3] لیکن بورڈ کے فیصلے میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں اس سے ایک نئی دشواری پیدا ہوئی ہے۔ عام اصول یہ ہے کہ اگر جائداد کے مفاد کے لئے قرضہ نہیں کیا گیا تھا تو کرتا کو رہن یا بیع کا اختیار نہیں ہے۔ لارڈ شا نے باپ کے اس حق کو کہ وہ خاندانی جائداد کو اپنے سابقہ قرضے کے لئے بیع یا رہن کرسکتا ہے اصول مذکور کا استثنا تصور فرمایا۔ یہ ایسی استثنائی شکل ہے جس کو وسعت نہ دی جانی چاہئے بلکہ سختی کے ساتھ اس کی حفاظت ضروری ہے۔ حاکم عالیمقام چنیا نے یہ رائے ظاہر فرماتے ہیں کہ جائداد خاندان مشترکہ دو موثر طریقے سے نہ تو

---

[1] دیبی دت بنام جادو رائے ۲۴ A صفحہ ۵۹۴۔ بالوسنگھ بنام بہاری لال ۲۴ A صفحہ ۵۶ اچید مبر ادلیر بنام کوٹیا پرول ۲۷ م صفحہ ۴۳۴۔ مہیشور دت تواری بنام کشن سنگھ ۳۴ ک صفحہ ۱۸۴۔ لبھوا ناتھ پرشاد مہاتا بنام جگدیپ نرائن سنگھ ۴۸ م صفحہ ۲۴۲۔ چنتامن دبنام کاشی ناتھ ۱۴ اب صفحہ ۲۲۰۔ رام چندر بنام فقیرپا ۴ بمبئی لاء رپورٹ صفحہ ۵۰۴۔

[2] جمنا بنام نین سکھ ۹ A صفحہ ۴۹۱۔ چندر دیو سنگھ بنام ماتا پرشاد ۳۱ A صفحہ ۱۷۶ (اجلاس کامل) چنیا بنام پرول ۳۲ م صفحہ ۱۵ سامی آینگار بنام پنپال ۴۲ م صفحہ ۸۰۲۔ وینکٹ راما پنتلو بنام وینکٹ راما داس ۴۹ م صفحہ ۳۰ (F.B.) کشن پرشاد بنام تین پرشاد ۴۳ ک صفحہ ۴۵۷۔ برج نندن سنگھ بنام بدیا پرشاد سنگھ ۴۸ ک صفحہ ۱۰۶۸ (F.B.)۔

[3] جوگی داس بنام گنگا رام ۲۱ ک۔ دسلن۔ صفحہ ۹۵۷۔

اس طرح بیع کی جاسکتی ہے اور نہ اس پر کوئی بار عائد کیا جاسکتا ہے کہ باپ کی اولاد پر اس کی پابندی لازم آئے۔ بجز اس کے کہ بیع یا کفالت کے انعقاد کا سبب ایسے وجوب کا ایفاء ہو جو نہ صرف سابق میں عائد ہوا تھا۔ بلکہ جو کلیتہً ملکیت جائداد مشترکہ کے قطع نظر یا قطع نظر اس کفالت کے جس کی ایسی جائداد متحمل ہو سکتی تھی یا جس کا دستیاب ہونا فرض کر لیا گیا تھا۔ عائد ہوا ہو۔ حکام عالیمقام کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ استثنائے مذکور کے اطلاق کی اجازت ہے مگر صرف ان صورتوں میں جبکہ باپ کے دیون ان املاک غیر منقولہ کے بھروسے پر پیدا نہ ہوئے ہوں جنھیں اس کی ذات سے کوئی تعلق نہ ہو بلکہ جو مشترکہ جائداد خاندانی ہوں اسناد موجودہ کے مدنظر ایسا ہی اطلاق ہونا بھی چاہئے۔ باپ اور اس کے دائنین کے حقوق کے متعلق ان کا نظریہ یہ ہے کہ اگر اصول مذکور کو مزید توسیع دی جائے تو استثنائے زیر بحث اتنا وسیع ہو جائے گا کہ علاوہ خود ایسا مفید اور معقول اصول کہ کوئی مینجر۔ ولی۔ یا امین اس کا مجاز نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے اغراض کے لئے اس جائداد کو منتقل کردے جو اس کی زیر نگرانی ہو۔ ختم ہو جائے گا۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ متاکشرا قانون کے اس جزو کا قاعدہ یہ ہے کہ جائداد خاندان مشترکہ کی حیثیت حسب ذیل ہے: جبکہ جائداد اس کے انتظام میں ہے نہ تو وہ اس کے لیئے نہ خود کے مقاصد کے لئے روپیہ حاصل کر سکتا ہے اور نہ اس پر اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے کوئی رقم لے سکتا ہے۔ اس کو اس طرح اجازت دینے کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ ان حقوق کی قربانی کرے جن کا محفوظ رکھنا اس پر لازم تھا۔ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ صاف طور پر اسے اجازت دی جارہی ہے کہ وہ نقض امانت کرے اور ہو سکتا ہے کہ عمداً اسے ایسا کرنے کی منظوری دی جارہی ہے متاکشرا قانون کسی ایسے معاملے کو جائز نہیں کرتا۔ اصول استثنا کے حدود یوں بتلائے گئے ہیں کیونکہ حکام عالیمقام کی رائے میں ان سے اس نزاع کی رہنمائی ہوتی ہے جو ہندوستان میں سابقہ قرضے کے موضوع پر جاری ہے[1]"

ان الفاظ میں جن کے تحت سرخی کھینچی گئی ہے تحدید کا پہلی مرتبہ اعلان کیا گیا ہے اور گو اسے نہایت ہی باوقعت اور پرمعنی اظہار رائے خیال کیا جاسکتا ہو پھر بھی یہ واضح

[1] ساہو رام چندر بنام لب سنگھ ۴۴ مدراس صفحہ ۱۲۶ - ۹ ۳ A صفحہ ۴۳۷۔

۴۲۱

ہے کہ وہ ایک ایسی رائے عدالتی ہے جو اس امر کے تصفیہ کے لئے ضروری نہیں جس کے واقعات فیصلے کے لئے واقعی طور پر بورڈ کے ملاحظے میں پیش ہیں۔ اگر اسے نافذ کیا جائے تو اب تک ہندوستان میں جسے ایک عرصۂ دراز سے طے شدہ قانون سمجھا جا رہا ہے وہ درہم برہم ہو جائے گا بارہا یہ فیصلہ فرمایا گیا ہے کہ ایسے رہن سے خاندانی جائداد کے انتقال مابعد کی تائید ہو سکتی ہے جو ابتداءً زرنقد کے بدلے میں کیا گیا ہو اور اس وجہ سے بذات خود قابل نفاذ نہ ہو۔ ایسا انتقال مابعد قرضۂ سابقہ کے لئے سمجھا جائے گا۔ اس نئی تحدید کو مدراس اور الہ آباد کے اجلاسوں نے قبول فرمایا ہے[۵] لیکن حال میں عالیہ عدالت مدراس کے کامل اجلاس خمسہ نے تحدید پیش کردہ کو نامنظور فرمایا۔ یہ کہ وہ ایک ایسی عدالتی رائے ہے جو مسلسل ہندوستانی اسناد کے مغائر ہے۔ جس سے بنابراں جائداد کی اکثر موجودہ حقیتوں کے درہم برہم ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور یہ کہ اس کا اتباع نہ کیا جانا چاہیئے جبکہ جوڈیشل کمیٹی کی صحیح تجویز شُد بلا واسطہ فیصلے کے اس امر کے متعلق معدوم ہو۔[۶] مقدمۂ ساہو رام میں پریوی کونسل کے حکامان عالیمقام یہ کہتے ہیں کہ نظریۂ قرضۂ سابقہ " اس ضرورت کے سبب کہ اشخاص ثالث کے حقوق محفوظ رہیں پیدا ہوا"۔ بمقدمۂ برج نرائن رائے بنام منگل پرشاد (۷ الف) جوڈیشل کمیٹی نے یہ رائے ظاہر کرنے کے بعد کہ مقدمۂ ساہو رام نے اس سے زیادہ کوئی تصفیہ نہیں کیا جو فیصلے کے لئے ضروری تھا (یعنی یہ کہ جو قرضہ خود رہن سے پیدا کیا گیا ہو وہ خود قرضۂ سابقہ نہیں ہے) اس مقدمے کے اکثر آرا سے اختلاف فرمایا اور ذیل کے قضیئے قرار دیے گئے۔ (الف)

۴۲۳

---

[۵] بدا گالا جوگی نائڈو بنام بندلم پاپیا نائڈو ۵ ۳ مدراس لا جرنل صفحہ ۲۸۲۔ برج نرائن رائے بنام منگل پرشاد ۱۴ الہ آباد صفحہ ۲۲۵۔ رام سنگھ بنام چیٹ رام ۴۱ A صفحہ ۹۹ ۵ نیز دیکھو سکھ دیو جھا بنام مجابت کامت ۵ پٹنہ لا جرنل صفحہ ۱۲۰۔

[۶] ۵۲ آر و گھم پٹی بنام سونفو کوندن ۴۲ مدراس صفحہ ۱۱۷۔ (F B)۔ (۷ الف) ۱۹۲۴ء ۱۸ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۲۹۔ ۴۶ A صفحہ ۹۵۔ ۷۷ نظائر ہند صفحہ ۶۸۹ (۷ ب) اننتو بنام رام پرشاد ۱۹۲۴ء ۸۷ نظائر ہند صفحہ ۶۱۹ بھیم سنگھ بنام رام سنگھ ۱۹۲۴ء ۱۸ نظائر ہند صفحہ ۱۳۳۔ گوری شنکر بنام شیو نندن ۱۹۲۴ء ۸۷ نظائر ہند صفحہ ۹۱۱۔ کنیا لال بنام نرنجن لال ۱۹۲۵ء ۸۶ نظائر ہند صفحہ ۹۸۔ کلدیپ بنام رام بھجاون ۱۹۲۴ء ۸۳ نظائر ہند صفحہ ۳۸۵۔

مشترکہ غیر منقسمہ جائداد کا منتظم بہ حیثیت منتظم اس جائداد کو نہ تو منتقل کر سکتا ہے اور نہ اس پر کوئی بار عائد کر سکتا ہے مقاصد ضروریات کے لئے البتہ وہ ایسا کر سکتا ہے۔ (ب) اگر وہ باپ ہے اور دیگر ارکان اس کے پتر تو وہ اپنے اچھے قرضوں کی ادائی کے لئے جائداد پر ڈگری کی تعمیل جائز کرا سکتا ہے (ج)، اگر رہن سے وہ جائداد پر بار عائد کرنا چاہتا ہو تو بجز اس کے کہ رہن قرضۂ سابقہ کے ایفاء کے لئے کیا گیا ہو جائداد اس رہن کی پابند نہ ہوگی۔ (د) قرضۂ سابقہ کے معنی وہ قرضہ ہے جو بہ لحاظ وقت اور بہ لحاظ واقعہ سابقہ ہو۔ یعنی قرضے کو اس معاملے سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہیئے جس پر اعتراض کیا جا رہا ہو۔ اور نہ وہ اس معاملے کا جزو ہونا چاہیئے۔ (ہ) باپ کے زندہ رہنے یا اس کے مر جانے سے اس نتیجہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ قرضۂ سابقہ کے مفہوم کے متعلق ایک زمانے میں اختلاف آرا تھا۔ الہ آباد اور مدراس کے فیصلے یہ کہتے ہیں کہ قرضۂ سابقہ سے ایسا قرضہ مراد ہے جو بیع یا رہن سے قبل موجود تھا۔ رقم جو بیع یا رہن کے وقت حاصل کی گئی ہو قرضۂ سابقہ نہیں سمجھی جا سکتی۔ کلکتے اور بمبئی کی تجاویز یہ ہیں کہ گو قرضہ بیع یا رہن کے پہلے موجود نہ ہو مگر اسے سابقہ تصور کیا جا سکتا ہے اگر اسے نالش مابعد میں بطور دعویٰ پیش کیا جائے بہ الفاظ دیگر اگر باپ نے مشترکہ خاندانی جائداد کو رہن کر کے روپیہ لیا ہو اور لڑکوں نے اس رہن کو منسوخ کرنے کے لئے نالش کی ہو تو بمقدمہ لچھمن داس بنام گریدھر رہن کو جائز قرار دیا گیا۔ یہ کہ جو قرضہ اس سے حاصل کیا گیا تھا وہ نالش سے سابق کا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ نظریہ کس قدر مضحکہ خیز ہے۔ برج نرائن کے مقدمے میں قدیم مقدمات پر نظر ثانی کی گئی۔ واقعات مقدمۂ برج نرائن۔ زید اور اس کے لڑکے یوپی کے قانون مٹاکشرا کے تابع خاندان مشترکہ کے شرکاء ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں زید نے خاندانی جائداد بکر کے پاس رہن کی۔ ۱۹۰۷ء میں اسی جائداد کو خالد کے پاس رہن کیا۔ ۱۹۰۸ء میں دونوں سابقہ قرضے ادا کرنے کے لئے اس نے تیسری مرتبہ عمرو کے پاس جائداد رہن کی عمرو نے زید اور اس کے لڑکوں پر ۱۹۰۸ء کے رہن کی بابت نالش کی۔ یہ ثابت نہیں ہوا کہ بکر اور خالد کے رہن خاندانی ضروریات کے لئے تھے۔ قرار دیا گیا کہ عمرو کا رہن سابقہ قرضے کے متعلق تھا لہذا کل جائداد پر بشمول حصص پتر عمرو کے رہن کی پابندی ہے۔ عمرو کل جائداد کے نیلام کی ڈگری پا سکے گا۔ (۲، ب)۔ عمرو کے معاملے پر اعتراض ہے اور وہ رہن سابقہ

قرضوں کے ادا کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ اگر باپ نے ۱۹۱۸ء میں پرامیسری نوٹ پر قرضہ لیا ہو اور اس قرضے کے ادا کرنے کے لئے ۱۹۲۰ء میں جائداد رہن کرے تو ظاہر ہے کہ رہن کی وجہ قرضہ سابقہ ہے اور بیٹے پابند ہوں گے۔

رقمی قرضہ

۳۱۴ ۔ ہندوستانی عدالتوں کے متضاد اور مابہ النزاع فیصلوں کے (چند مقدمات کی غلط فہمی کے سبب یہ نزاع پیدا ہوئی تھی۔ اس کا تفصیلی ذکر آگے کیا جائے گا) بعد اب اس کی یکسوئی ہوگئی ہے کہ اگر وائن نے باپ کے خلاف واجب الادا رقمی قرضے کی واپسی کے لئے صحیح چارہ کار اختیار کیا ہو تو لڑکوں پر اس کی پابندی عائد ہو سکتی ہے اگرچہ کہ بیٹوں کو فریقین نالش نہ بنایا گیا ہو۔ اس امر کے متعلق رہنمائی نظیر مدن تھاکر بنام کنتو لال[1] اس مقدمے کے واقعات حسب ذیل تھے۔ ۱۸۶۲ء میں کنیا لال مر گیا اور اس کے پسماندگان میں دو لڑکے بھکاری اور بھجر نگ تھے۔ بھکاری کا لڑکا کنتو لال ۱۸۴۴ء میں پیدا ہوا۔ ۱۸۵۵ء میں بھکاری اور بھجر نگ نے مبلغ تین ہزار پانسو چالیس روپیہ سماۃ عصمت النسا اور دوسروں سے قرض لیا۔ اور اس رقم کے لئے بانڈ دیا گیا اس بانڈ میں یہ بیان کیا گیا کہ مشترکہ خاندانی جائداد کے دو گاؤں مکفول کئے گئے ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں قابضان بانڈ نے بھکاری اور بھجر نگ کے خلاف ڈگری حاصل کی جس کے الفاظ حسب ذیل تھے:۔ "مدعیان نے مدعی علیہم پر مبلغ ۳۵۴۰ روپوں کے لئے جو تحت بانڈ جس کی باضابطہ رجسٹری ہو چکی ہے وصول طلب ہیں نالش کی ہے۔ اور مبلغ ۱۱۸۹ روپوں کے لئے جو تاریخ بانڈ سے تاریخ ارجاع نالش تک بحساب ایک فیصد سود ہے۔ مجموعی رقم مبلغ ۴۷۲۹ روپے ہے" مدعی علیہم کا اقبال قرضہ بیان کیا گیا تھا۔ اور یہ "حکم دیا گیا تھا کہ اس نالش کی ڈگری بحق مدعیان بموجب اس اقبال کے جو مدعی علیہم نے داخل کیا تھا دی جانی چاہئے۔ مدعیان یقیناً مدعی علیہم سے رقم مع خرچہ اور سود تاریخ نالش سے

---

[1] جلد امرافعہ جات ہند صفحہ ۴۲۱ صفحہ ۳۳۳۔ ۱۴ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۲۲.۱۸۷ سدر لینڈ صفحہ ۵۶ دیکھئے فقرہ ۳۰۹۔ رپورٹ میں واقعات مقدمہ کی پوری تفصیل نہیں دی گئی ہے۔ مگر مدراس کے چیف جسٹس نے (۹ م صفحہ ۳۴۳) اصلی ریکارڈ کی خود جانچ کرکے واقعات کو پوری طرح بیان فرمایا ہے۔

حاصل کرنے تک پانے کے مستحق ہیں"۔ اس سے واضح ہے کہ مدعیان کفالت کے نفاذ کے لئے نالش کر سکتے تھے مگر انھوں نے اس بانڈ کو محض رقمی دعوی تصور کیا اور اس پر انھوں نے سادہ زر نقد کی ڈگری چاہی۔ کنتولال جو اس وقت سن بلوغ کو پہنچ چکا تھا فریق نالش نہیں بنایا گیا۔ اور نہ مہابیر بھجرنگ کا نا بالغ لڑکا جو ۱۸۵۵ء کے بعد پیدا ہوا تھا۔ ۱۸۵۹ء میں مدیونان کا حق، حقیت اور مرافق چند مختص جائدادوں میں بہ تعمیل ڈگری نیلام کیا گیا اور مدن ٹھاکر کے بینامی دار نے اسے خریدا۔ جائدادوں کے نام دیکھنے سے یہ ظاہر ہوا کہ ان میں کے اکثر جو ۱۸۵۵ء میں مکفول کئے گئے تھے تحت تعمیل ڈگری نیلام کئے گئے پھر بھی چند دیگر جو مکفول تھے فروخت نہیں ہوئے اور چند جو فروخت ہوئے وہ مکفول نہ تھے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ کل تعمیل ایسی ہوئی جیسا کہ ڈگری زر نقد کی ہوتی ہے۔ نہ کہ رہن کی۔ کنتولال نے مدن ٹھاکر پر کل جائداد کے دلا پانے کی نالش کی یہ دادرسی ایسی تھی جس کا وہ مستحق ہوتا اگر اس کا حصہ ناجائز طور پر فروخت کیا جاتا (فقرہ ۲۶۵)۔ عالیہ عدالت بنگال نے وہ حصہ اسے دلایا جس کا وہ تقسیم پر مستحق ہوتا۔ جوڈیشل کمیٹی نے اس ڈگری کو منسوخ فرمایا۔ مقدمۂ گردھر لال کے فیصلے کا اتباع کیا گیا (فقرہ ۳۰۹) جس کا وہ جزو تھا جو اصول اس مقدمے میں بیان کیا گیا تھا اسی پر یہ فیصلہ مبنی کیا گیا۔ یہ کہ وہ بیٹے کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے باپ کے دیون کو ادا کرے۔ اور چونکہ بیٹے کا یہ فرض اولین ہے کہ وہ اپنے باپ کے دیون ادا کرے اس لئے موروثی جائداد جس میں بیٹے پر اپنے باپ کے پتر کی حیثیت سے پیدائش سے مرافق حاصل ہوتا ہے باپ کے دیون کی ذمہ داری ہے" اس اصول کو اس خاص مقدمے میں یہ کہہ کر متعلق کیا گیا۔ "وہ قبل ازیں یہ بتلایا گیا ہے کہ اگر ڈگری صحیح ڈگری ہوتی تو بیٹوں کے مرافق و نیز باپ کے اس جائداد میں باپ کے دیون کے ذمہ دار ہوتے گو وہ موروثی ہو"۔ حکامان عالیمقام کی رائے میں صحت نیلام بحق خریدار نیلام فرض کرنی ہی ہوگی۔ جلد ۹ مدراس صفحہ ۱۹۶ میں منصرم میر مجلس گرنٹن نے یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ مدن ٹھاکر کے مقدمے میں ڈگری کی بنیاد رہن تھی۔ یا بہر صورت یہ کہ پریوی کونسل نے اسی نظریے پر عمل کیا۔ میرے خیال میں یہ بالکل واضح ہے کہ اس قسم کا مفروضہ غلط ہوگا اور یہ فرض کر لینے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ حکامان عالیمقام کسی ایسی غلط فہمی میں تھے۔

پریوی کونسل نے تصدیق کی

ف ۳۱۳ - جوڈیشل کمیٹی نے بعد کے مقدمات میں فیصلۂ مذکور کو پسند فرما کر اس کا اتباع پوری پوری طرح فرمایا - بمقدمۂ سورج بنسی کنور بنام شیو پرشاد - حکام عالیمقام مقدمۂ مدن ٹھاکر کا اقتباس پسندیدہ طریقے سے فرماتے ہیں اور اس کا ذکر کرتے ہوئے اس کو مسلمہ قرار دیتے ہیں " کہ جب مشترکہ موروثی جائداد خاندان مشترکہ کے قبضے سے باپ کے قرضے کے سلسلے میں نکل جائے تو اس کے لڑکے اس جائداد کو بسبب اس کے کہ باپ کے دیون کا ادا کرنا ان کا فرض ہے واپس نہیں پا سکتے بجز اس کے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ مخرب اخلاق مقاصد کے لئے قرضے کئے گئے تھے اور یہ کہ مشتری کو اس سے آگاہی تھی کہ وہ اس طرح کئے گئے تھے - عام اس سے کہ جائداد کا خاندان سے نکل جانے کا سبب وہ انتقال جائداد ہو جو باپ بہ عوض سابقہ قرضہ عمل میں لایا ہو - یا قرضۂ سابقہ کے ادا کرنے کے لئے رقم حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہو - یا اس ڈگری کی تعمیل میں جو باپ کے قرضے کی بابت صادر ہوئی تھی نیلام کے سبب ایسا ہوا ہو"

دین دیال بنام جگدیپ نرائن میں استثنا

ف ۳۱۴ جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا (فقرہ ۳۰۹) قواعد مذکور مزید استثنا کے تابع ہیں اس استثنا کا پہلا جزو یہ ہے کہ وائن جو یہ چاہتا ہو کہ اس کا دعویٰ بیٹوں کی حقیت کے مقابلے میں بھی نافذ ہو یہ ثابت کرے گا کہ اس کا منشا یہی تھا جیسا کہ تعمیلی کارروائیوں سے ظاہر ہے - اس امر پر اہم نظیر دین دیال بنام جگدیپ کی ہے مرافع علیہ کا باپ مسمی طوفانی سنگھ مرافع کا بہ حد ۵۰۰۰ روپے مقروض تھا -

---

لے ۶ مرافعہ جات ہند صفحہ ۸۸ - صفحہ ۱۰۶ - ۵ گ صفحہ ۸۸ صفحہ ۱ - اسی کا گپت پرشاد بنام گرجا کنور ۱۵ مرافعہ صفحہ ۹۹ میں اتباع کیا گیا - ۵ اک صفحہ ۷ - ۱۷ کلکتہ نامڈو بنام اسودی کنک ۱۶ مرافعہ صفحہ ۱ - ۱۲ ام صفحہ ۱۴۲ - دتاتری وشنو بنام وشنو نرائن ۳۶ بمبئی صفحہ ۶۸ -

لے ۴ مرافعہ ہند صفحہ ۲۴۷ - ۳ ک صفحہ ۱۹۸ - اس مقدمے کے چند واقعات کو مسٹر جسٹس مٹر نے (۸ ک صفحہ ۲۰۹) نسبتہً زیادہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے - پریوی کونسل کی رپورٹ میں تفصیل کم ہے - نیز دیکھو جگدیپ بنام دین دیال ۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۰۰ (مقدمہ جس کا مرافعہ کیا گیا) -

اس لئے مرافع کے حق میں بنگالی رہن کا ایک بانڈ جاری کیا تاکہ اس رقم کی ادائی مع سود طمانیت ہو۔ مرافع نے اس بانڈ پر نالش کی اور طوفانی سنگھ کے خلاف مبلغ ۶۲۳۲۸ روپیوں کی ڈگری حاصل کی۔ یہ ڈگری سادہ زرنقد کی ڈگری تھی۔ اور خاص جائداد مرہونہ کے مقابلے میں اس کی تعمیل کرانے کے لئے کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ اس حد تک یہ مقدمہ مدان تھاکر کے مقدمے سے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ ڈگری کے چھ سال بعد مرافع نے مدیون طوفانی مدیون کے حقوق۔ اور ملکیت ومقرری حقیت اور حصے،، کو جو اسے مشترکہ خاندانی جائداد میں حاصل تھا اس وقت کی واجب الادا رقم کے لئے نیلام کرایا۔ اور خود اس نے اسے خرید لیا اور کل جائداد پر قابض ہوگیا۔ بیٹے نے کل جائداد کی واپسی کے لئے نالش کی۔ وجہ نالش یہ بیان کی گئی کہ قانون مٹاکشرا کے تحت وہ جائداد اس کے باپ اور خود کی مشترکہ جائداد تھی۔ اسی وجہ سے وہ باپ کے قرضے کے لئے فروخت نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ وہ قرضے خاندانی ضرورت کے بغیر کئے گئے۔ ایک تنقیح شامل مسل کی گئی کہ آیا طوفانی سنگھ نے مدعی علیہ سے وہ رقم قانونی ضرورت کے لئے قرض لی یا نہیں۔ اس امر کے متعلق کوئی تنقیح قائم نہیں کی گئی کہ آیا وہ قرضہ مخرب اخلاق قسم کا تھا۔ اگرچہ کہ مسئلہ ضرورت کے متعلق جو شہادت پیش کی گئی اس میں یہ بھی بتلایا گیا کہ قرضہ مخرب اخلاق قسم کا تھا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ عدالت ابتدائی نے یہ خیال فرمایا کہ وہ ڈگری سے ہٹ کر کسی امر پر غور کرنے کی مجاز نہ تھی۔ اور یہ کہ چونکہ اس ڈگری کا صرف منشا یہ تھا کہ طوفانی سنگھ کے مرافق پر بحث کرے اس لئے لڑکا دوسرے حصے کا قبضہ پانے کا محق تھا حاکم عدالت ضلع نے مقدمہ خارج کیا کیونکہ اس کی رائے میں قانونی ضرورت ثابت شدہ تھی۔ یہ کہ لہذا بیٹے پر اس قرضے کی پابندی تھی اور اس کا اور اس کے باپ کا حصہ اس قرضے کی ادائی کا ذمہ دار تھا۔ واقعے کے متعلق اس تجویز کی عالیہ عدالت پابند تھی۔ تاہم نیلام کی کارروائیوں کی تاویل کرتے ہوئے عالیہ عدالت نے یہ تجویز فرمائی کہ خریدار کو کوئی چیز اس سے زیادہ نہیں مل سکتی جو نیلام کے لئے پیش کی گئی تھی۔ یعنی طوفانی سنگھ کے حقوق اور اس کا حصہ۔ مزید براں انھوں نے یہ بھی رائے ظاہر فرمائی کہ مٹاکشرا قانون میں (فقرہ ۲۵۶) ایسا مرافق قابل نیلام نہ تھا۔ لہذا انھوں نے مدعی کو ڈگری دی۔

جوڈیشل کمیٹی نے اسے مد پہلا اور اصلی سوال،، تصور فرمایا۔ اور اسناد کی تفصیلی

جانچ کرنے کے بعد انھوں نے فیصلہ فرمایا کہ باپ کا حق فروخت کیا جا سکتا تھا تاکہ تعمیلی نیلام کا خریدار ایسی تقسیم کرانے کے قابل ہو جو نیلام نہ ہونے کی صورت میں خود مدیون تقسیم پر مجبور کر سکتا تھا۔ حاکم عدالت ضلع کی قطعی تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے کہ قانونی ضرورت کے لئے قرضہ کیا گیا تھا جوڈیشل کمیٹی نے فرمایا:۔ "تاہم حکام عالیمقام کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ نالش کے لئے یہ تنقیح غیر اہم ہے کیونکہ قرضے کی نوعیت کچھ ہی ہو یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ مرافع تعمیلی نیلام سے اس حق حقیت اور مرافق سے زیادہ حاصل کر سکتا ہے جو مدیون ڈگری کو حاصل تھا۔ اگر وہ چاہتا تھا کہ اس سے آگے جا کر قرضے کو کل جائداد کے خلاف اور ان شرکاء کے خلاف جو بانڈ کے فریق نہ تھے نافذ کرائے تو اسے چاہئے تھا کہ اپنے دعوے کو اسی طرح مرتب کرتا اور ان شرکاء کو فریقین نالش بناتا۔ جو کارروائیاں اس نے شروع کیں ان سے وہ اس سے زیادہ پانے کا مستحق نہیں تھا جو فرق کی گئی اور تعمیل میں جس کا نیلام کیا گیا یعنی حق حقیت اور مرافق پدر۔ اگر اس قضیے کے لئے کسی سند کی ضرورت لاحق ہو تو مقدمات ذیل کا حوالہ دینا کافی ہے۔ نگندر چندر گھوش بنام سری متی کامنی داسی۔ اور۔ بائیجن دوبی بنام برج بھکن لال"[1] نتیجۃً قرار دیا گیا کہ بیٹا کل جائداد واپس پانے کا مجاز ہے۔ مگر اس استقرار کے تابع کہ خریدار کو طوفانی سنگھ کا حصہ حاصل ہو گیا اور یہ کہ تقسیم کرا کے وہ اس حصے کا تعین کرانے کا مجاز ہے[2]۔

۴۴۶

ہردے نرائن بنام رودر پرکاش

ف ۳۱۵۔ اس کے بعد پریوی کونسل میں ہردے نرائن بنام رودر پرکاش کا مقدمہ پیش ہوا[3]۔ اس مقدمے میں واقعات بالکل وہی تھے جو دین دیال کے مقدمے میں یعنی باپ کے خلاف رقمی قرضے کی ڈگری صادر ہوئی اور تعمیل مقابلے میں ان حقوق اور مرافق کے جو مدیون مذکور کو جائداد نیلام شدہ میں حاصل تھے۔

---

[1] ۱۱ مور مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۴۱۔ ۲۔ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۷۵۔ براج لال بنام جیون کرشنا ۲۶ ک صفحہ ۲۸۵۔

[2] اس آخری امر کے متعلق نیز دیکھئے ہردے نرائن بنام رودر پرکاش ۱۱ مرافعہ جات ہند ۲۶۔ ۱۰ ک صفحہ ۶۲۶ مارو تی نرائن بنام لالہ چند ۱۶ بمبئی صفحہ ۵۶۴۔

[3] ۱۱ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۶۔ ۱۰ ک صفحہ ۶۲۶۔

اس میں جوڈیشل کمیٹی نے عالیہ عدالت سے اتفاق کرتے ہوئے دین دیال بنام جگدیپ نرائن کی سند یہ قرار دیا کہ دائن نے جس حق کو خریدا وہ صرف "وہ حق تھا جو بیوں باپ کو تقسیم کے متعلق حاصل تھا اور وہ حق جو اس تک تقسیم پر پہنچتا" گردھری لال بنام کنتو لال اور سورج بنسی بنام شیو پرشاد کے مقدمات استدلال میں بیان کئے گئے مگر فیصلے میں ان کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ ان مقدمات کا حوالہ دیتے ہوئے حکامان عالیمقام نے فرمایا:- "ڈگری ادائے رقم کی معمولی ڈگری تھی۔ اور یہ مقدمہ ان مقدمات سے الگ ہے جہاں کہ باپ نے مِتاکشرا قانون کے تابع مشترکہ خاندان کا رکن ہوتے ہوئے قرضہ حاصل کرنے کے لئے خاندانی جائداد رہن کی تھی۔ اور ڈگری بربنائے رہن حاصل کی گئی تھی۔ اور ڈگری یہ دی گئی تھی کہ جائداد مرہونہ نیلام کر کے قرضہ وصول کیا جائے" مدن تھاکر بنام کنتو لال میں اس قسم کا کوئی امتیاز نہ تھا اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حوالہ دیا گیا۔

ان مقدمات کی وضاحت۔

۳۱۶ کچھ وقت تک ان مقدمات کو ہندوستانی عدالتوں میں ایک حد تک یہ سمجھا گیا کہ مقدمہ مدن تھاکر کو منسوخ کر رہے ہیں اور عام اصول ذیل قرار دے رہے ہیں۔ یہ کہ اگر باپ کے خلاف محض رقمی قرضے کے لئے ڈگری حاصل کی گئی ہو تو اس کی تعمیل اس طرح نہیں ہو سکتی کہ بیٹوں کے حقوق اس کے پابند ہو جائیں بجز اس کے کہ وہ فریق ڈگری رہے ہوں۔ بدرجۂ اتم یہ واضح اور صاف ہے کہ جوڈیشل کمیٹی کا یہ منشا نہ تھا کہ اس فیصلے کو منسوخ کرے۔ دین دیال کے فیصلے میں شروع سے آخر تک اس کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ کسی کو بھی اس کا خیال تک پیدا ہونا ظاہر نہیں ہوتا کہ اس کو فیصلے سے کوئی تعلق ہے عدالت ابتدائی اور عالیہ عدالت دونوں نے اسے غیر نزاعی واقعہ قبول کیا کہ ڈگریدار دائن نے خود اپنے طور پر اس کو پسند کیا کہ صرف باپ کا حق حقیت اور مرافق فروخت ہو۔ پریوی کونسل نے اس تجویز کو اختیار کر کے اس پر عمل کیا۔ دین دیال اور ہردے نرائن کے مقدمات کے مابین سورج بنسی بنام شیو پرشاد (فقرہ ۳۱۳) کا فیصلہ صادر ہوا اور اس میں مقدمہ مدن تھاکر کے تجاویز پوری طرح اختیار کر لی گئیں

۴۲۷

لہ دیکھو ۱۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۳۔

تاہم مقدمۂ ہردے نرائن میں نہ تو رتن ٹھاکر اور نہ سورج بنسی پر فیصلے میں یہ سمجھ کر توجہ کی گئی کہ وہ متعلقہ تھے۔ بہت بعد کے ایک مقدمے میں جس میں پریوی کونسل نے مدراس ہائیکورٹ کے اس فیصلے کو منسوخ فرمایا جو ایسی غلطی پر مبنی تھا۔ وہ کہتے ہیں: "معلوم یہ ہوتا ہے کہ عالیہ عدالت نے اس قاعدے پر جو اس طرح قرار دیا گیا تھا اور جس کا بظاہر اس خاص مقدمے پر اطلاق ہو رہا تھا عمل کیا مگر اس طرح کہ وہ ایک (rigid) اٹل قاعدۂ قانون ہے۔ لیکن فرق ظاہر ہے ہردے نرائن کے مقدمے میں کل دستاویزات یہ تبلاتے ہیں کہ عدالت صرف باپ کا حصہ فروخت کرنا چاہتی تھی اور اس نے وہی فروخت بھی کیا۔ وہ حصہ اور مرافق جو اسے تقسیم پر ملتا اور اس سے کچھ زیادہ نہیں۔ اور یہ عدالت اپنے فیصلے کو اس پر مبنی کرتی ہے کہ ہر چیز سے یہ ثابت ہوا کہ جو کچھ نیلام کیا گیا وہ مدیون مذکور کے وہ حقوق اور مرافق تھے جو اسے جائداد میں حاصل تھے اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں"[1]۔ بنا براں جس مقدمے میں یہ خیالات ظاہر فرمائے گئے تھے و نیز ایک سابقہ مقدمے میں[2] پریوی کونسل نے ان نیلام کی تصدیق فرمائی جو باپ کے خلاف ڈگری زر نقد کی تعمیل میں ہوئے تھے اور جس کے بیٹے فریقین نہ تھے کیونکہ ان کی رائے میں دائن اور عدالت دونوں کا یہ منشا تھا کہ خاندانی جائداد کلیتہً نیلام ہو[3]۔

۳۲۸	**مسماۃ نوسی بابو اسن بنام مدن موہن**

ف ۳۱۷ اسی استثنائی مشکل کی ایک شاخ حسب ذیل ہے (فقرہ ۳۹۰) یہ کہ خاندانی جائداد خریدار کے متعلق یہ سمجھا جائیگا کہ اس کا منشا یہی یہ تھا کہ کل جائداد لے اور نہ کہ محض باپ کا حق۔ یقین بھی یہی کیا جانا چاہئے کہ وہ اسی طرح لے رہا ہے عام اس سے کہ اس جائداد کو باپ کے راست فعل سے لے یا عدالتی نیلام میں فروخت ہونے کے باعث پریوی کونسل کے اکثر مقدمات میں یہی قرار

[1] مناکشی نائڈو بنام اسودی کنک ۱۲ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۔ ۱۲ مدراس صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۷۔
[2] بھاگبت پرشاد بنام گرج کنور ۱۵ مرافعہ جات ہند صفحہ ۹۹۔ ۱۵ کلکتہ صفحہ ۷۱۷۔
[3] اس مسئلے کا تعین کرنے کے لئے تعمیلی کارروائیوں کی جانچ کے بغیر ڈگری کی جانچ کافی نہیں ہے۔ کاگل گنگیا بنام سنجیا ۱۲ بمبئی صفحہ ۶۹۱۔

دیا گیا تھا۔ ان میں کا پہلا مقدمہ ننومی بابو اسن بنام مدن موہن کا[۱] ہے۔

واقعات۔ باپ اپنے نابالغ لڑکوں کے ساتھ موروثی جائداد کا کرتا تھا۔ باپ کے خلاف بے دخلی کی نالش میں مدعی نے واصلات کی ڈگری حاصل کی۔ ہائیکورٹ نے تعمیلی کارروائیوں کے نتیجے کو جو بعد واقع ہوا الفاظ ذیل میں بیان فرمایا۔ "تعمیل کی درخواست میں مدیون ڈگری کی جائداد کی فرد دی گئی تھی جس میں اس جائداد کو اس طرح بیان کیا گیا 'کل ۱۹ ار میں سے مدیون ڈگری کا حق اور مرافق موضع رامپور میں ۸ ر اور ۱۱ گنڈے ہے'، اور ایک متعاقب استدعا یہ تھی کہ اسے قرق کر کے فروخت کیا جائے۔ قطعیت کارروائی نیلام اور صداقت نامہ نیلام کا حاصل نیلام بھی یہی ہے یعنی ۸ ر اور ۱۱ گنڈے کا حصہ جائداد مدیون ہے اور یہ بیان کیا گیا کہ کل جائداد میں مدیون کا حق اور مرافق یہی ہے۔ ان الفاظ سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ مختص طور پر غرض نیلام بیان کی گئی یعنی ۸ ر اور ۱۱ گنڈے کے حصے کا ذکر اور یہ ذکر کہ دائن کا حق اور مرافق یہی ہے محض تفصیلی ذکر ہے مجموعۂ ضابطۂ دیوانی کی دفعہ یہ حکم دیتی ہے کہ اشتہار نیلام میں یہ بیان کیا جانا چاہئے کہ اس جائداد میں جس کی صراحت کی گئی ہے نیلام کا تعلق صرف مدیون ڈگری کے حق حقیت اور مرافق تک ہوگا۔ اور یہ حجت کی جا سکتی ہے کہ اگر دفعۂ مذکور کی روشنی میں اس کو سمجھا جائے تو درخواست اور صداقت نامے کا یہی مفہوم درست ہے عدالت ابتدائی نے یہی نظریہ قائم کیا۔" اس کے بعد ہائیکورٹ نے یہ بیان کیا کہ ان کی رائے میں کل فریقین کا یہی ارادہ تھا کہ کل جائداد نیلام ہو۔ پریوی کونسل نے اس نظریے سے اتفاق فرمایا۔ انھوں نے (جلد ۱۳ مرافعہ جات ہند کے صفحہ ۷، امثال جلد ۱۲ کلکتہ صفحہ ۳۵) فرمایا۔ "حکام عالیمقام کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذیل کے دو سوالات کو ایک دوسرے سے ممیز کرنے میں ہمیشہ کافی احتیاط سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ کس حد تک کل جائداد باپ کے قرضے کی جوابدہی کرنے کی ذمہ وار ہے۔ اور کس حد تک لڑکے اس ذمہ داری پر معترض ہونے سے محروم کئے جا سکتے ہیں جبکہ صرف باپ نے کارروائی شروع کی ہو یا صرف اس کے خلاف شروع کی گئی ہو کچھ وقت سے فیصلوں نے اصول ذیل قائم کر دیا ہے گو اس سے بیٹوں کے آزادانہ شراکتی حقوق کے اصول کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ یہ کہ بیٹے اپنے حقوق کو اس انتقال کے مقابلے میں پیش نہیں

۴۲۹

[۱] ۱۳ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱، ۱۳ کلکتہ صفحہ ۲۱۔ دولت رام بنام مہرچند صفحہ ۱۸۷۔ ۱۵ کلکتہ صفحہ ۷۰۔ مہابیر پرشاد بنام موہیشور ناتھ ۱۷ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۱۔ ۱۷ کلکتہ صفحہ ۵۸۴۔ اسن ہٹی سنگھ بنام گومن بھا ئیجی ۲۰ بمبئی صفحہ ۳۸۵۔ عبدالعزیز بنام اپایا سامی نائیکر ۲۷ مدراس صفحہ ۱۳۱ (پی سی)۔ کوورجی ہرجی بنام دیوسی بھوجا ۱۷ بمبئی صفحہ ۷۱۸۔

کرسکتے ہو سابقہ قرضے کے لئے عمل میں آیا ہو اور نہ وہ ان چارہ جوئیوں کے مقابلے میں پیش کرسکتے ہیں جو انہیں نے اپنے دیون کے لئے اختیار کی ہوں جبکہ ان دیون پر بداخلاقی کا داغ نہ ہو۔ مشترکہ جائداد کی اس ذمہ داری کے اہم مسئلے کے متعلق حکامان عالیمقام کا یہ خیال ہے کہ اب اس بارے میں کوئی متضاد سند نہیں ہے۔ موجودہ مقدمے کے حالات اس تحقیق کے مقتضی نہیں ہیں کہ جب باپ کے خلاف ڈگری صادر ہوئی ہو تو صحیح طور پر کس حد تک بیٹے نیلام کے جواز پر یہ اعتراض کرسکتے ہیں کہ قرضہ جو باعث نیلام تھا مخرب اخلاق اغراض کے لئے کیا گیا تھا یا محض مفروضہ تھا اور باعث فریب۔ حکامان عالیمقام کا بالکل یہ خیال نہیں ہے کہ مقدمۂ دین دیال کی سند عدالت کو اس فیصلے پر مجبور کرتی ہے کہ سوائے گردھری (باپ) کے شراکتی حقیت کے نیلام سے کچھ اور منتقل نہیں ہوا۔

اگر بہ لحاظ نوعیت قرضہ ایسا تھا کہ اس کے لئے کل جائداد فروخت ہوسکتی تو وہ بلا نالش کے بہ طور جائز اس کو فروخت کرسکتا تھا۔ یا دائن نالش کرکے قانوناً اس کے نیلام کا حکم حاصل کرسکتا تھا۔ لڑکے صرف اس کا ادعا کرسکتے ہیں کہ خود ان کے مقدمے میں انھیں واقعے کی یا نوعیت قرضہ کی جانچ سے محروم نہ کیا جانا چاہیئے کیونکہ نہ تو نیلام میں اور نہ تعمیلی کارروائیوں میں وہ فریق بنائے گئے تھے۔ بفرض محال اگر انھیں ایسا حق ہو بھی تو انھیں اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا بجز اس کے کہ وہ یہ ثابت کرسکتے ہوں کہ قرضہ اس قسم کا نہ تھا کہ نیلام جائز ہو جائے۔ اگر ان الفاظ کا جن سے جائداد بحق خریدار منتقل ہوئی ہو کل جائداد پر اطلاق ہوسکتا ہو یا صرف باپ کی شراکتی حقیت پر (اور یقیناً مقدمۂ دین دیال میں اس قسم کا ابہام تھا) تو بیٹوں کا کارروائیوں میں غیر حاضر رہنا ایک ایسا واقعہ ہے جس کا لحاظ ضروری ہے۔ لیکن اگر واقعہ یہ ہو کہ خریدار نے کل جائداد کا معاملہ کیا تھا اور اسی کے لئے رقم دی تھی تو وہ اپنی حقیت کی حفاظت کسی ایسی وجہ پر مبنی کرسکتا ہے جو نیلام کے جواز کے لئے اس وقت موجب سمجھی جاتی جبکہ بیٹے تعمیلی کارروائیوں کی مخالفت کے لئے لائے گئے ہوتے"۔ اس کے بعد کمیٹی نے اس رائے کا اعلان کیا کہ جس قرضے کے لئے جائداد فروخت کی گئی تھی وہ قرضۂ خاندان مشترکہ تھا۔ اس کے بعد یہ اضافہ فرمایا:۔ "اگر وہ مشترکہ خاندان کا قرضہ ہو تو اس نیلام پر جو اس کے ایفا کے لئے

۳۴۰

کیا گیا ہو کامیابی کے ساتھ اعتراض نہیں کیا جا سکتا علاوہ ازیں کہ نیلام خود گردھری نے کرایا ہو یا اس نالش میں ہوا ہو جو اس کے خلاف دائر کی گئی تھی" بالآخر انھوں نے عدالتہائے تحت سے اتفاق فرمایا "یہ کہ نیلام اور تعمیل کی کارروائیاں ایسی تھیں کہ خریدار نے یہ خیال کیا ہوگا کہ وہ کل جائداد خرید رہا تھا۔ علیٰ ہذا یہ بھی واضح ہے کہ کل فریقین نے ایسا ہی خیال کیا۔ لہذا خریدار اس کے ثابت کرنے میں کامیاب ہوا کہ اس نے کل جائداد خرید لی ہے۔ اور وہ بطور جائز اس کے ہاتھ فروخت کی جا سکتی تھی۔ نالش اس قابل نہیں ہے کہ ڈگری دی جائے[1]"

سمبھوناتھ بنام گلاب سنگھ

(۱۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۷۷۰۔ ۱۴ اک صفحہ ۵۷۲)

ف ۲۱۸۔ بعد کے دو فیصلے جو جوڈیشل کمیٹی نے صادر کئے وہ اس نظریۂ قانون کے مطابق ہیں جسے مقدمۂ سابق میں بیان کیا گیا۔ ایک میں (سمبھوناتھ بنام گلاب سنگھ) میں) چھمن پر ایک شخص مسمی بھشنک نے رقمی قرضے کے لئے نالش کی چھمن کو چار لڑکے تھے۔ نالش مذکور ایک مختص رقم کی ڈگری پر ختم کی گئی۔ اس رقم کے حاصل کرنے کے لئے مدیون نے "موضع کندوار میں جو اس کا حق اور مرافق" تھا اسے رہن کیا۔ لڑکوں نے اس انتظام پر رضامندی دی۔ قاصر رہنے سے ڈگری کی تعمیل شروع کرائی گئی اور بھشنک کو جائداد فروخت کی گئی اس کو ایک صداقتنامہ دیا گیا جس میں لکھا تھا کہ "وہ اس جائداد میں مدیون ڈگری کا جو کچھ حق حقیت اور مرافق تھا تاریخ نیلام سے ختم ہو جانے کے باعث بھشنک پر منتقل ہوگیا" موضع مذکور کی کل خاندانی جائداد پر خریدار قابض ہوگیا۔ لڑکوں نے اپنے حصص پانے کے لئے نالش کی۔ ایوروپ تواری بنام لالہ بندجی[2] کی سند پر سب جج نے یہ قرار دیا کہ خاندانی جائداد اس رہن کی پابند تھی جو چھمن نے اپنے بیٹوں کی رضامندی سے کیا تھا۔ ہائیکورٹ نے اس فیصلے کو منسوخ کیا۔ اور جوڈیشل کمیٹی نے فیصلۂ ذیل میں اس تنسیخ کی تصدیق فرمائی:۔

---

[1] اس مقدمے کی جو تاویل عالیہ عدالت مدراس نے کی ہے اس کے لئے دیکھو نرسنا بنام گرپا ۴۹ مدراس صفحہ ۲۲۴۔ دیانند بنام داجی نرائن ۱۹۲۶ء ۹۸ نظائر ہند صفحہ ۷۵۴۔

[2] ۷ اک صفحہ ۷۴۹۔

"حکام عالیمقام سب جج (Sub-Judge) سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ لڑکوں میں سے کسی ایک نے اس گفت وشنید میں جو بھیمن اور بھشک کے مابین ہوئی تھی جو کچھ بھی حصہ لیا ہو اس کی شہادت کچھ بھی نہیں ہے کہ انھوں نے خود اپنی حقیت رہن کرنے کی تحریک کی۔ جو کچھ بھی ہوا اس پر لڑکوں نے رضامندی دی ہوگی مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہوا تھا؟۔ اس کا جواب دستاویزات سے ملنا چاہئے۔

"مزید برآں اگر بھشک کو اس رضامندی پر بھروسا تھا جو بیٹوں نے دی تھی تو احتیاط کے تو یہ معنی تھے کہ وہ انھیں تعمیل کارروائیوں کا فریق بناتا۔ مقدمۂ دین دیال میں دائن کا کارروائیوں میں لڑکوں کو نہ لانا ایک اہم حالت سمجھی گئی گو وہاں راہن کا اسلوب بیان بہ نسبت ان الفاظ کے جو یہاں استعمال ہوئے ہوں کل جائداد کے انتقال کے مساعد (Favourable) تھا۔ مقدمۂ ننومی میں جہاں کہ فیصلہ خریدار کے حق میں کیا گیا اسی قسم کے واقعے کو اہم تسلیم کیا گیا کہ جب وہ الفاظ اور اسلوب بیان جن سے جائداد خریدار پر منتقل کی گئی ہو ایسے ہوں کہ ان کا اطلاق یا تو کل کے کل پر ہو سکتا ہو یا صرف باپ کے شراکتی حق پر تو بیٹوں کی غیر حاضری اہمیت رکھتی ہے۔ "اپوروپ تواری کے مقدمے میں مسٹر جسٹس مٹر نے یہ خیال فرمایا کہ الفاظ موضع میں "میرا ملکیتی حصہ" اس اندازہ سے استعمال کئے گئے تھے کہ مابہ النزاع خاندانی جائداد کے کل کی وضاحت ہو سکے۔ اور حاکم مذکور نے الفاظ "حق حقیت اور مرافق" کے الفاظ کو ان سے ممیز کیا۔ مقدمہ ہردے نرائن میں (جلد ۱۱ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۶) انتقال جائداد نہ تھا بلکہ زر نقد کی ڈگری پر نیلام۔ صرف یہی ذکر تھا کہ "جو کچھ حقوق اور مرافق مدیون مذکور کے جائداد میں تھے" انھیں ہردے نرائن نے خریدا۔ ہائیکورٹ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ مدیون کے اس حق سے زیادہ کچھ بھی منتقل نہیں ہوا جس سے اسے تقسیم کا حق پیدا ہوتا۔ اور جسے ہم اختصار کے لئے اس کا ذاتی مرافق کہہ سکتے ہیں۔ اس کمیٹی نے فیصلۂ مذکور کی تصدیق کی۔ ہر مقدمے کا فیصلہ خود اس کے واقعات پر منحصر ہونا چاہئے۔ حکام عالیمقام کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام مقدمات میں، کم از کم حالیہ مقدمات میں۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اگر انتقال عمل میں آیا تھا تو فریقین نے کس چیز کے متعلق معاہدہ کیا۔ یا یہ کہ اگر انتقال

نہ تھا بلکہ زرنقد کی ڈگری کی تعمیل میں نیلام تو خریدار بہ وجہ معقول کس چیز کے خریدنے کا خیال کر رہا تھا۔
حکام عالیمقام کو اس کا افسوس ہے کہ وہ فاضل حکام ہائیکورٹ کی اس جانچ کو سمجھنے سے قاصر ہیں جو اس درخواست کے متعلق انھوں نے کی جو دیسی زبان میں پیش کی گئی تھی۔ مگر ڈگری میں وہ اس کی بالکل کافی وجہ پاتے ہیں کہ ان سے اپنا صاف صاف اتفاق ظاہر کریں۔ وہ قیاس کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے حقوق اور مرافق منتقل کرے اور بس تو ظاہر ہے کہ اس کا یہ ارادہ نہیں ہوتا کہ ان حقوق اور مرافق کو بھی منتقل کرے جو فی الحال دوسروں کو حاصل ہیں۔ اگرچہ کہ قانون نے اسے ایسا کرنے کا اختیار دیا ہو۔ اور نہ وہ اس خیال کے ہیں کہ وہ خریدار ایسی دستاویز سے مطمئن ہو جائے گا جس کا مقصد یہ ہو کہ صرف باپ کا حق اور مراقی ہو جبکہ وہ کل خاندانی جائداد کا معاملہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ صداقت نامے کے الفاظ پر ضابطے کے مجموعے کا اثر پڑا ہے۔ مگر دستاویز ہی ایسی چیز ہے جس سے خریدار کو حقیت عطا ہوتی ہے۔ اس کے الفاظ سے صرف لچھمن کا ذاتی حق ظاہر کیا گیا ہے جیسا کہ قبل ازیں مقدمہ ہردوے نرائن کے صداقت نامے سے۔ وہ ان الفاظ کے من وعن مطابق ہے جو اگست ۱۸۶۹ء کی ڈگری میں استعمال کئے گئے تھے۔ یہ ڈگری خود لچھمن کے دیسی الفاظ پر مبنی تھی۔ ہائیکورٹ نے الفاظ مذکور کی یہ تاویل کی کہ ان سے صرف اس کا ذاتی مرافق مراد ہے۔ مقدمے کے دیگر واقعات اس کے اثر کو کم کرنے کے بجائے بادی النظری نتیجہ اخذ کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ کیونکہ دائن نے دیگر ارکان خاندان کو پابند کرنے کے لئے کوئی چارہ جوئی نہیں کی۔ مبلغ ۶۲۵ روپے جو اس نے اپنی خریدی کے لئے دئے وہ ۱/۶ کی قیمت کے قریب تر معلوم ہوتے ہیں بہ نسبت کل کے۔"

بٹاشی چٹی بنام سواگری زمیندار

ف ۳۱۹ بعد کے ایک مقدمے میں[1] جو مدراس کا تھا۔ زمیندار سواگری نے مختلف دائنین سے متعدد قرضے کئے تھے ان میں کے اکثر کے متعلق اس نے ڈگریوں کے صدور کے لئے رضامندی دی تھی۔ اس رضامندی سے اس کی ناقابل تقسیم زمینداری کے مختص اجزا ادائے قرضہ کی کفالت میں رہن کئے گئے تھے۔

[1] بٹاشی چٹی ۱۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۴۸۔ ۱۰ ام صفحہ ۱۴۲۔ عبدالعزیز خاں بنام اپاسامی نائیکر ۳۱ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۰۔ ۲۷ م صفحہ ۱۳۱۔

زیر بحث دیون نہ تو ناجائز تھے اور نہ مخرب اخلاق۔ مگر یہ نہیں تبلایا گیا تھا کہ خاندان کے لئے وہ ضروری تھے یا باعث مفاد اس کے ایک لڑکا تھا جوان ڈگریوں کے آغاز سے قبل پیدا ہوا تھا۔ مدیون ڈگری کے حین حیات اس کی کل زمینداری قرق کی گئی اور ۱۳ واتحتین کے مطالبے پر اس کے نیلام کا حکم دیا گیا۔ ان میں کے کل کو بجز دو کے زمینداری پر مختص کفالت رہن حاصل تھی۔ اس کے مرنے کے بعد تک نیلام واقع نہیں ہوا۔ بہت کم شبہہ ہو سکتا ہے کہ اگر مناسب چارہ جوئی کی گئی ہوتی تو زمینداری اس طریقے سے فروخت کرنا ممکن تھا کہ لازماً بیٹے کے مرافق پر اسکی پابندی عائد ہو لیکن تعمیلی کارروائیوں کے جملہ زمانے میں حاکم دیوانی نے اپنی اس رائے کا اعلان کیا کہ نیلام سے صرف باپ کے حین حیاتی مرافق پر پابندی عائد ہو سکے گی اور یہ کہ اس سے صرف وہ لگان خریدار کے حق میں منتقل ہوں گے جو باپ کی وفات کے وقت بقایا میں تھے۔ بتیم چٹی بنام سانگلی[له] کے فیصلے سے پہلے ہائیکورٹ نے قانون کا یہی نظریہ لیا تھا۔ اور حاکم دیوانی نے اسی نظریے پر عمل کیا۔ بیٹے کو بعد وفات پدر اس کے قائمقام قانونی کی حیثیت سے فریق بنایا گیا تھا۔ ان واقعات پر عدالتہائے ہند کی یہ رائے تھی کہ یہ منشاء ہی نہ تھا کہ خریدار نیلام کے حق میں کچھ بھی منتقل ہو اور لہذا کچھ بھی منتقل نہیں ہوا بجز باپ کے حین حیاتی حق کے۔ اس رائے کی مرافعے میں پریوی کونسل نے تصدیق کی۔

۴۳۳

تعمیلی کارروائیوں کی تاویل

دفعہ ۳۲۰ ایک اور قسم کے مقدمات میں جن کو ایک بالواسطہ تعلق ہمارے موجودہ مسئلے سے ہے۔ گو وہ پہلو بالواسطہ ہے مگر اہم۔ اس کے متعلق پریوی کونسل نے قاعدۂ ذیل قرار دیا ہے "وہ یہ کہ تعمیلی کارروائیوں میں عدالت نفس معاملے کو دیکھے گی۔ اور اس کا رجحان یہ نہ ہوگا کہ محض اصطلاحی وجوہ پر تعمیل کو منسوخ کر دے جبکہ وہ یہ دیکھے کہ وہ فی نفسہ صحیح ہے" لہذا جب مدعی علیہ کی دو حیثیتیں ہوں ایک تو انفرادی اور دوسرے نیابتی۔ اور جب اس پر ایسے قرضے کے لئے نالش کی گئی ہو

له ۹ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۲۸ ۔ ۱۶م صفحہ ۱۔

جس کی وہ کل جائداد پابند ہوگی جس کا وہ قائم مقام ہے۔ اور جب تحت ڈگری اس کے خلاف تعمیل شروع کی گئی ہو۔ تو عدالت کو آزادی حاصل ہے کہ فیصلے کو دیکھ کر معلوم کرے کہ منشا کیا تھا۔ اس کے حق حقیقت اور مرافق کے کسی جزو کو بیع کرنا مقصود تھا۔ اور عدالت کل خاندان کو جس کی نیابت مدعی علیہ کر رہا ہے اس ڈگری کا پابند تصور کر سکتی ہے اور یہ بھی تصور کر سکتی ہے کہ بطور مناسب اس کی تعمیل جائداد خاندان مشترکہ کے خلاف کی گئی ہے[1]۔

فیصلوں کا خلاصہ

ف ۳۲۱ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکور الصدر فیصلوں سے قواعد ذیل قائم ہوتے ہیں:-

۴۳۴

(۱) مٹاکشرا قانون کی تابع صورتوں میں باپ نہ صرف خود کا حصہ فروخت یا رہن کر سکتا ہے بلکہ لڑکوں کا حصہ بھی جو خاندانی جائداد میں ہو۔ وہ ان سابقہ قرضوں کی ادائی کے لئے اس طرح مجاز کیا گیا ہے جو ناجائز اور مخرب اخلاق قسم کے نہ ہوں اور یہ کہ اس کے لڑکوں کے خلاف ایسے معاملے کو ایسی نالش اور تعمیلی کارروائیوں میں نافذ کرایا جا سکتا ہے جس کے وہ فریق نہ ہوں[2] ہاں وہ اس طرح نہیں کر سکتا جبکہ لڑکوں کے مرافق خود اس کے قرضوں کے لئے فریق ہوں[3]۔

(۲) محض اس واقعہ سے کہ باپ اپنے بیٹوں کے مرافق منتقل کر سکتا تھا یہ قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اس نے ایسا کیا بھی۔ جو بھی اس کے مدعی ہوں کہ اس نے ایسا کیا انھیں ثابت کرنا ہوگا۔ نہ صرف یہ ثابت کرنا ہوگا کہ الفاظ دستاویز انتقال

---

[1] بیسیور لال بنام کھیمی سرنگھ ۲ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۲۳۔ ۵ ک۔ ل۔ ر صفحہ ۷۷۔ ۴۔ دونگا بنام کمار ۴ امور صفحہ ۵۰۔ جگل کشور بنام جوتندر اموہن ۱۱ مرافعہ صفحہ ۶۶۔ ۱۰ ک صفحہ ۹۸۵۔ جے رام بابا جا ثشٹ بنام جما کونڈیا ۱۱ بمبئی صفحہ ۳۶۱۔ جانکی بائی بنام مہادیو ۸ بمبئی صفحہ ۷۴۱۔ لالہ پربھالال بنام ملنی ۱۴ ک صفحہ ۴۰۱۔ ہری سرن مونترا بنام بھجو بانسوری ۱۵ مرافعہ صفحہ ۱۹۵-۲۱ ک صفحہ ۴۰۔ شیو پرشاد سنگھ بنام راجکمار لال ۲۰ ک صفحہ ۴۵۳۔ رادھا پرشاد بنام رام کھیلاون ۲۳ ک صفحہ ۳۰۲۔ دیوجی بنام سمبو ۲۴ ب صفحہ ۱۳۵۔ بیر پرت سنگھ وگوا بنام پردن کمار ٹگور ۲۴ مرافعہ صفحہ ۱-۴۴ ک صفحہ ۵۲۴۔

[2] گردھری لال بنام کنتو لال قبل ازیں فقرہ ۳۰۹۔

[3] سپریا بنام ناگپا ۲۳ بمبئی صفحہ ۲۶۴۔

سے بزرگ ترحق کا منتقل ہونا ظاہر ہوسکتا ہے بلکہ یہ کہ وہ الفاظ ایسے ہیں کہ خریدار کو جس کا ارادہ تھا کہ ایسے بزرگ تر مرافق کا معاملہ کرے بہ وجہ معقول اس کی ضرورت متوقع ہوسکتی تھی۔[۱]

(۳) یہ کہ وائن باپ کے ذاتی قرضے کو جو ناجائز اور مخرب اخلاق قسم کے نہ ہوں اس کل حصے کو قرق کراکے اور نیلام کے ذریعے نافذ کرا سکتا ہے جو باپ اور بیٹوں کا خاندانی جائداد میں ہو۔ اور بالکل یہ ضروری نہیں ہے کہ بیٹوں کو خود نالش کا فریق بنایا جائے یا تعمیلی کارروائیوں کا۔[۲]

(۴) بحث کے لئے خود بخود یہ تسلیم نہیں کیا جائیگا کہ وائن کا ارادہ یہ ہے کہ باپ کے ذاتی قرضے کو بیٹوں کی حقیت کے خلاف تعمیل کراکے حاصل کرے۔ ایسا ارادہ عرضی دعوے کی ترتیب سے ظاہر ہونا چاہئے۔ یا تعمیلی کارروائیوں سے یا اس جائداد کے تفصیلی بیان سے جو نیلام کے لئے پیش کی گئی ہو۔ اور یہ واقعہ کہ لڑکوں کو تعمیلی کارروائیوں میں فریق نہیں بنایا گیا اہمیت رکھتا ہے جبکہ ہمیں اس پر غور کرنا ہو کہ آیا وائن کا مقصد وسیع تر داد رسی تھی یا یہ چاہتا تھا کہ کم درجے کی داد رسی تک خود کو محدود رکھے۔[۳]

۴۳۵

(۵)۔ یہ الفاظ "حق حقیت۔ اور مدیون ڈگری کا مرافق" مبہم الفاظ ہیں۔ ان کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں ایک تو وہ حصہ جو اسے تقسیم پر مل سکتا ہو۔ یا وہ مقدار جو قرضے کی بیباقی کے لئے وہ فروخت کرسکتا تھا۔[۴]

(۶)۔ ہر صورت میں اس کے تعین کا سوال کہ عدالت عام نیلام میں کیا فروخت کرنا چاہتی تھی اور خریدار کس چیز کے خرید نے کے متوقع تھے۔ قانون اور واقعے کا

---

[۱] سمبوناتھ بنام گلاب سنگھ قبل ازیں فقرہ ۳۱۸۔

[۲] مدن ٹھاکر بنام کنتو لال۔ نوٹمی۔ بھانا بنام چندو ۲۱ بمبئی صفحہ ۶۱۶۔

[۳] دین دیال بنام جگدیپ نارائن۔ ہردے نرائن۔ نوٹمی۔ ماروتی بنام باباجی ۱۵ بمبئی صفحہ ۸۷۔ بنی پرشاد بنام ہرنند و چند ۲۳ کلکتہ صفحہ ۲۶۲ صفحہ ۲۰۷۔ محمد حسین بنام دیپ چند ۱۴ کلکتہ صفحہ ۱۹۰۔ کورجی ہرجی بنام دیوسی بھوجا ۱۷ بمبئی صفحہ ۱۸۔ دیا نند بنام داجی نرائن ۱۹۲۶ء ۱۸ نظائر ہند صفحہ ۴۰۵۔ عبدالعزیز بنام اپپا سامی ۲۷ مدراس صفحہ ۱۳۱۔

[۴] دہی مقدمات مذکورہ ۱۷ مراقعہ جات ہند صفحہ ۱۶۔ ۱۷ کلکتہ صفحہ ۵۸۹ ۸ب صفحہ ۴۸۶۔ ۲۸ مدراس صفحہ ۶۵۔ ۱۸ بمبئی صفحہ ۵

مخلوط سوال ہے۔ عدالت اس سے زیادہ کا نیلام نہیں کرسکتی جس کی قانون نے اجازت دی ہو۔ اگر بطور واقعہ یہ معلوم ہو کہ عدالت کا ارادہ یہ تھا کہ کم کا نیلام ہو، گو وہ زیادہ کا نیلام کرا سکتی تھی۔ یا جس قدر کا نیلام کرانا چاہیئے تھا اس سے کم مقدار کا۔ اور یہ کہ اس سے خریدار واقف تھے۔ تو ایسی صورت میں اس سے زیادہ کوئی چیز منتقل نہ ہوگی جو واقعی طور پر نیلام کے لئے پیش تھی[1]

کیا لڑکے قرضے کے مخرب اخلاق ہونیکے سوال کو خریدار نیلام کے مقابلے میں پیش کرسکتے ہیں؟

ف ۳۲۲۔ دوسرا اہم امر جس کے متعلق پوری پوری یکسوئی نہیں ہوئی ہے وہ یہ ہے:۔ اگر پہلے ہم یہ فرض کریں کہ ایسے قرضے کی ادائی کے لئے جو مخرب اخلاق یا ناجائز نہ ہو ڈگری کا نفاذ خاندان کی کل جائداد کے خلاف ہو سکتا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا لڑکے اس ناجوازی کو خریدار نیلام کے مقابلے میں بھی پیش کرسکتے ہیں۔

اس امر کے متعلق پریوی کونسل کے تین نہایت اہم فیصلے موجود ہیں۔

مدن ٹھاکر بنام کنتولال۔ خریدار کا یہ فرض نہیں ہے کہ ڈگری سے ہٹ کر تحقیق کرے۔ پہلے مقدمے میں لڑکے نے ایسے نیلام کی تنسیخ چاہی جو باپ کے خلاف عدالتی ڈگری کے تحت ہوا تھا۔ یہ قرضہ خاندان کے مفاد کے لئے نہیں کیا گیا تھا۔ اور نہ مخرب اخلاق کام کے لئے۔ جوڈیشل کمیٹی نے یہ قرار دیا کہ اس کو ایسا حق حاصل نہ تھا۔ انھوں نے فرمایا: "معلوم یہ ہوتا ہے کہ مدن ٹھاکر نے اس ڈگری کی تعمیلی نیلام میں جو دو باپوں کے خلاف صادر ہوئی تھی جائداد خریدی اس نے یہ معلوم کیا کہ دو باپوں کے خلاف نالش کی گئی تھی۔ یہ کہ عدالت انصاف نے ان کے خلاف بحق واثن ڈگری دی تھی۔ یہ کہ عدالت نے بسلسلۂ تعمیل ڈگری یہ حکم دیا تھا کہ یہ خاص جائداد نیلام کی جائے۔ بنابراں حکام عالیمقام کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جائداد کے خریدنے اور جائداد خریدی کے لئے نیک نیتی سے زرثمن ادا کرنے میں بالکل حق بجانب تھا۔ اس کا یہ عمل اس اصول کے مطابق تھا

۴۲۶

[1] نوٹ۔ عبدالعزیز۔ سمبوناتھ۔ پٹاشی چٹی۔ محمد عبدل ۹ A صفحہ ۱۳۵۔ تمپا بنام ترسنگ تمپا، ۳ بمبئی صفحہ ۶۳۱۔ ہیمن واس رام دیال ۳ ۴ ب صفحہ ۱۷۔

جس کا قبل ازیں جلد ۲۰ مرافعہ جات مور صاحب صفحہ ۲۲۳ کے مقدمہ ہنومان پرشاد میں حوالہ دیا گیا ہے۔ مشترکہ موروثی جائداد کے خریدار کے لئے بھی اسی قاعدے کا اطلاق کیا گیا ہے یقیناً خریدار نیلام اس کا پابند نہیں ہے کہ ڈگری سے ہٹ کر یہ معلوم کرے کہ آیا ڈگری دینے میں۔ یا دینے کے بعد اس کی تعمیل میں جائداد کا نیلام کرانے میں۔ عدالت حق پر تھی۔ قبل ازیں یہ بتلا دیا گیا ہے کہ اگر ڈگری ایک صحیح ڈگری ہو تو بیٹوں اور ساتھ ساتھ باپوں کے مرافق متعلق یہ جائداد باپ کے دیون کے لئے ذمہ وار ہیں اگرچہ کہ جائداد مذکور موروثی ہو۔ حکامان عالیمقام کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس تعمیلی کارروائی کا خریدار اس سے زیادہ دیکھنے پر مجبور نہ تھا کہ آیا ان دونوں اشخاص کے خلاف ڈگری تھی یہ کہ جائداد وہ جائداد تھی جو ڈگری کے ایفا کی ذمہ دار تھی بشرطیکہ بطور جائز ان کے خلاف ڈگری دی گئی تھی۔ اور چونکہ اس کے متعلق تحقیق کرلی گئی اور تحت تعمیل جائداد کو نیک نیتی سے خرید لیا گیا اور اس جائداد کا بدل نیک نیتی سے ادا کیا جاچکا اس لئے مدعیان اس کے مجاز نہیں ہیں کہ اگر ان تمام چیزوں کو منسوخ کرائیں جو ڈگری اور تعمیل میں مکمل ہوچکی ہیں اور مدعی علیہ سے جائداد واپس پاسکیں[1]۔

فیصلے پر بحث

ف ۳۲۳۔ ظاہر ہے کہ اس فیصلے میں جو عام اصول قرار دیا گیا ہے وہ ضروریات مقدمہ سے بہت زیادہ آگے چلا گیا۔ اگرچہ کہ بیٹے کو اس کی اجازت دی گئی تھی کہ ڈگری کو ادھیڑ دے مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ شہادت سے ثابت کیا گیا کہ قرضہ اس نوع کا تھا کہ کم از کم اس کے باپ کی وفات کے بعد وہ اس کی ادائی کا ذمہ دار تھا۔ لہذا اس کی بیباقی کے لئے جو نیلام عمل میں آیا وہ اس تجویز کے مطابق تھا جو گردھری لال بنام کنتو لال میں کی گئی۔ مگر یہ ہوسکتا ہے کہ قرضہ ایسے مقاصد کے لئے کیا گیا ہو جس سے بیٹے کو پابند کرنے کی ممانعت لازم آتی ہو۔ اس نالش میں جو باپ کے خلاف رجوع کی گئی ہو یہ حالات اور واقعات ہوسکتا ہے کہ وجہ صفائی نہ ہوسکیں۔ یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باپ نے یہ عذرداری پیش ہی نہ کی ہو۔ ہر صورت میں باپ کے خلاف یہ ڈگری مناسب اور موزوں ہوگی اور اس کا نفاذ

۷ ۳۴م

[1] بدن ناتھ اکر۔ مماثل ۱۴ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۷۸۔ ۲۲ سدرلینڈ صفحہ ۵۶۔

صحیح طور پر اس کے مرافق کے خلاف کرایا جائے گا۔ لیکن جب وائن نے اس کی کوشش کی ہو کہ اس کا نفاذ بیٹے کے مرافق کے خلاف بھی ہو تو کیا بیٹے کو اس کے بتلانے کی اجازت دی جائے گی کہ جائداد یعنے اس میں بیٹے کی حقیت ایسی جائداد نہ تھی جو ڈگری کے ایفاء کی ذمہ دار ہو۔ گو باپ کے خلاف جائز طور پر ڈگری دی گئی۔ بہ الفاظ دیگر کیا وہ یہ ثابت کرسکتا ہے کہ ایسے واقعات معدوم تھے جن سے وائن مجاز ہوتا کہ ب کی جائداد کو اس ڈگری کی تعمیل میں قرق کرائے جو الف کی ذات کے خلاف صادر ہوئی تھی۔ جوڈیشل کمیٹی کا فیصلہ مابعد یہ بتلاتا ہے کہ ایسا کرنے کا ایسے خریدار نیلام کے خلاف بھی مجاز نہیں ہے جو نیک نیت ہو اور جسے قرضے کے ابتدائی سقم کی اطلاع نہ ہو۔

قرضے کے مخرب اخلاق ہونے کی اطلاع کا اثر۔ سورج بنسی کنور بنام شیو پرشاد باپ کے خلاف ڈگری کی تعمیل میں جائداد مشترکہ بحق مدعی علیہ نیلام کی گئی۔ بیٹوں نے اس نیلام کی تنسیخ کے لئے نالش کی۔ عدالتہائے ماتحت نے یہ معلوم کیا کہ قرضہ خاندان کے مفاد کے لئے نہیں کیا گیا تھا اور یہ کہ قرضے پر لی ہوئی رقم باپ نے مخرب اخلاق مقاصد کی تکمیل میں صرف کی۔ ان تجاویز کی بنا پر ہائیکورٹ نے یہ قرار دیا کہ خریدار نیلام اس جائداد کو بیٹوں کے جملہ دعاوی سے مبرا اپنے قبضے میں کرلینے کا مجاز تھا کیونکہ اس نے نیک نیتی سے قیمت دے کر خریدی تھی اور بلا اطلاع تھا۔ ہاں اصلی وائن اپنے دعوے کی تعمیل بیٹوں کے مقابلے میں نہیں کراسکتا تھا۔ اس نظریے کے لئے انھوں نے اس فیصلے پر بھروسا کیا جو اس سے قبل بیان کیا گیا۔ جوڈیشل کمیٹی نے اس عبارت کا اقتباس فرمایا جس کو قبل ازیں بیان کیا گیا۔ ساتھ ساتھ یہ رائے بھی ظاہر فرمائی گئی کہ وہ کچھ ایسی بات نہیں کہنا چاہتے جس سے مقدمہ مدن تھاکر کی سند پر اثر پڑے یا ان مقدمات کی سند پر جو اس وقت سے اب تک ہندوستان میں اس کے مطابق فیصل کئے گئے ہوں۔ انھوں نے اس مقدمے میں ان فیصلوں کا اور مماثل قسم کے مقدمۂ گردھری لال بنام کنتو لال کا الفاظ ذیل میں خلاصہ فرمایا۔ یہ کہ وہ "ذیل کے قضیوں کے لئے بلاشبہہ سند ہیں اولاً۔ یہ کہ جب موروثی مشترکہ جائداد خاندان مشترکہ سے باپ کے قرضے کے سلسلے میں منتقل ہوگئی ہو تو اس کے لڑکے بہ سبب اس کے کہ باپ کے قرضے ادا کرنا ان کا فرض ہے اس جائداد کو واپس نہیں پاسکتے۔ عام اس سے کہ باپ نے اپنے سابقہ قرضے کے بدل میں انتقال جائداد کیا ہو۔

یا سابقہ قرضے کے ادا کرنے کے لئے جائداد منتقل کر کے رقم حاصل کی ہو۔ یا باپ کے قرضے کی ڈگری کی تعمیل میں نیلام کے سبب انتقال جائداد ہوا ہو۔ ہاں وہ اس جائداد کو واپس پا سکتے ہیں اگر یہ ثابت کر سکیں کہ مخرب اخلاق اغراض کے لئے قرضے کئے گئے تھے اور خریداروں کو اس کی اطلاع رہی ہو کہ وہ اسی وجہ سے کئے گئے تھے۔ اور۔ ثانیاً۔ چونکہ خریداران نیلام نالش کی حد تک اجنب ہوتے ہیں اس لئے وہ اس سے زیادہ تحقیق کرنے کے پابند نہیں ہیں جو کارروائیوں کے حالات ظاہری سے ظاہر ہوں اگر انھیں اس کی اطلاع نہ ہو کہ قرضے اس وجہ سے کئے گئے تھے"۔ بہر کیف حکامان عالیمقام نے مقدمۂ زیر بحث کو مدن تھاکر کے مقدمہ سے بر بنائے اطلاع واقعی یا تعبیری ممیز کیا۔ یہ کہ قبل نیلام مدعیان نے اعتراض کیا تھا اور اس کی اطلاع خریدار کو ہو چکی تھی جس کی وجہ سے یہ سمجھا جانا چاہئے کہ مرافعہ علیہم نے مدعیان کے دعوے سے مطلع رہ کر خریدا اور یہ کہ یہ خریداری اس نالش کے نتیجے کی تابع تھی جس کا حوالہ مدعیان کو دیا گیا تھا۔ لہٰذا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مدعیان نے ان خریداروں و نیز اصلی دائن کے خلاف نوعیت قرضہ کے سبب اس کو منوا دیا تھا کہ نہ تو وہ خود اور نہ مشترکہ موروثی جائداد میں ان کے موافق ان کے باپ کے قرضے کو ادا کرنے کے ذمہ دار تھے۔

ف ۳۲۴۔ یقیناً یہ بات بہت ہی انوکھی معلوم ہوتی ہے کہ خریدار تحت ڈگری فریقین ثالث کے مقابلے میں ایسے واقعات کے وجود کو فرض کر لینے کا مجاز ہو جائے جن کے متعلق اس نالش میں جو صدور ڈگری کا سبب ہوئی کوئی فیصلہ نہ ہوا ہو اور نہ ہو سکتا تھا۔ جو ڈگری باپ کی ذات کے خلاف صادر ہو اس کا اصلی اثر یہ ہے کہ صرف اس کی حقیت کو پابند کیا جائے۔ یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اگر ایسی ڈگری کے سلسلے کا خریدار اس کا مدعی ہو کہ اس کا عمل دوسروں کے موافق پر بھی ہو تو اسے لازماً ایسے واقعات پیش کرنے ہوں گے جن سے اس کی توسیع کی اجازت اخذ ہو سکے۔ گو یہ تجویز بھی کی جا چکی ہو کہ اس نے اپنے حق میں ایک قیاس قائم کر لیا تھا تو یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ قیاس کی تردید کی جا سکتی ہے۔ مقدمۂ نندومی میں جو پریوی کونسل کے ملاحظے میں تھا (جس کا قبل ازیں بہ تفصیل فقرہ ۳۱۷ میں ذکر آچکا ہے) حکام عالیمقام نے اس مسئلے کو ہنوز قابل بحث تصور فرمایا۔ انھوں نے فرمایا۔ "لڑکے

صرف اس کا ادعا کرسکتے ہیں کہ خود ان کے مقدمے میں انھیں واقعے کی یا نوعیت قرضہ کی جانچ سے محروم نہ کیا جانا چاہئے کیونکہ نہ تو نیلام میں اور نہ تعمیلی کارروائیوں وہ فریق بنائے گئے تھے۔ بفرض محال اگر انھیں ایسا حق بھی ہو تو انھیں اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا بجز اس کے کہ وہ یہ ثابت کرسکتے ہوں کہ قرضہ اس قسم کا نہ تھا کہ نیلام جائز ہو جائے[1]۔ بیشک جو کچھ بھی وہ چاہ سکتے تھے وہ یہی ہے۔ بعد کے مقدمات میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جوڈیشل کمیٹی نے عام الفاظ میں اور ضرورت اطلاع کا حوالہ دینے کے بغیر یہ قرار دیا کہ محض اس ثبوت سے کہ قرضہ مخرب اخلاق تھا بیٹے کامیابی کے ساتھ نیلام کے جواز پر معترض ہو سکتے ہیں[2] لیکن ان کل مقدمات میں (جیسا کہ مقدمۂ نتومی بابو اسن ہیں) بد اخلاقی کا واقعہ ثابت نہیں ہوا۔ اس لئے اطلاع کی بحث پیدا ہی نہیں ہوسکتی تھی۔ ہندوستان میں بارہا یہ قرار دیا گیا ہے کہ اگر بیٹے کے خلاف اس ڈگری کے نفاذ کے لئے جو اس کے باپ کے خلاف صادر ہوئی تھی نالش کی گئی ہو اور وہ اس کا مقابلہ کررہا ہو۔ یا اگر وہ اس تعمیل پر حملہ کررہا ہو جو بمتابعت ڈگری مذکور ہوئی ہو یا ہونے والی ہو۔ تو اس کے منوانے کا بار اسی پر ہوگا کہ قرضہ اس نوع کا تھا کہ اس پر بحیثیت ایک ہندو پتر کے اس قرضے کے ایفاء کا وجوب خبر عائد نہیں ہوتا[3] ان میں کے ایک مقدمے میں وائن کا دعویٰ خارج کیا گیا کیونکہ عدالت میں یہ ثابت ہوا کہ قرضہ مخرب اخلاق تھا۔ دیگر مقدمات میں[4] یہ قاعدہ وضع کیا گیا کہ ڈگری سے ہٹ کر

---

[1] ۱۲ امرافعہ جات ہند صفحہ ۱۸۔ جگ بھائی بنام وجبوہن داس ۱۱ بمبئی صفحہ ۳۷۔ کوورجی بنام دیوسی بھوجا ۱۷ بمبئی صفحہ ۷۱۸۔

[2] بھاگبت پرشاد بنام گرجا کنور ۱۵ امرافعہ جات ہند صفحہ ۹۹ سنہ ۱۸۸۸ء ہنکشی نائڈو ۲۶ امرافعہ جات ہند صفحہ ۱۔ ۱۲ الہ آباد صفحہ ۱۴۲۔ مہابیر پرشاد بنام مہیشور ناتھ ۱۷ کلکتہ صفحہ ۵۸۴ پریوی کونسل۔ برج نرائن بنام منگل پرشاد سنہ ۱۹۲۴ء ۷۶ نظائر ہند صفحہ ۶۸۹ الہ آباد۔

[3] بینی مہادیو بنام باسدیو باٹک ۱۲ الہ آباد صفحہ ۹۹۔ بھوانی بخش بنام رام دے ۱۳ الیضاً صفحہ ۲۱۶۔ پان سنگھ بنام پرتاب سنگھ ۱۴ الیضاً اجلاس کامل صفحہ ۱۷۹۔ گجادھر سنہ ۱۹۲۵ء ۸۵ نظائر ہند صفحہ ۳۱۔ تربنی سنہ ۱۹۳۱ء ۱۳۶ نظائر ہند صفحہ ۴۹۔ جھان سنگھ سنہ ۱۹۳۵ء ۱۵۲ نظائر ہند صفحہ ۴۸۷۔

[4] نٹیاسن بنام منوسامی ۱۶ مدراس صفحہ ۹۹۔ پیریاسامی بنام ستیارام ۲۷ مدراس صفحہ ۲۴۳۔ راج کشور سنہ ۱۹۳۲ء ۱۴۳ نظائر ہند صفحہ ۲۴۹۔

کوئی چیز دیکھنے کے بیٹے مجاز نہ تھے بجز اس کے کہ یہ ثبوت نامقصود ہو کہ قرض ڈگری شدہ اصلاً ناجائز تھا یا مخرب اخلاق امور کے لئے کیا گیا تھا۔ بعد کے ایک مقدمے میں جہاں پدر اس کا تھا لڑکے نے اس نیلام کی تنسیخ کی نالش کی جو باپ کے جاری کئے ہوئے رہن کی ڈگری میں عمل میں آیا تھا۔ بیٹے نے یہ ادعا کیا کہ رہن کے لئے کوئی بدل قانونی نہ تھا۔ تجویز فرمائی گئی کہ مدعی سوال ذیل کی سماعت کرانے کا مجاز تھا۔ کیا حقیقۃً کوئی ایسا قرضہ باپ سے وصول طلب تھا جس سے رہن کی تائید ہو سکتی تھی[1] اگر خود دائن ڈگری یافتہ خود خریدار نیلام ہو تو وہ خود کی حفاظت اس جواب وہی سے نہیں کر سکتا کہ وہ خریدار بلا اطلاع ہے جبکہ قرضے کی نوعیت میں کوئی سقم پایا جائے[2] جبکہ خریدار دائن ڈگری یافتہ کا لڑکا تھا تو سوال ذیل واقعے کا سوال سمجھا گیا۔ کیا وہ نالش کے لئے ایسا شخص اجنب تھا کہ بلا مزید تحقیق کے اس ڈگری پر بھروسا کرنے کا مجاز ہو جائے[3]؟۔ [مقدمات مدن تھا کر اور سورج بنسی کنور میں جوڈیشل کمیٹی نے دو قسم کے خریداران نیلام کو ممیز فرمایا۔ ایک تو وہ جو شخص اجنب ہو۔ اور دوسرے جبکہ ڈگریدار خود خریدار نیلام ہو۔ مقدمہ مدن تھا کر ۱۸۷۴ء کا تھا اور مقدمہ بنسی کنور ۱۸۷۸ء کا۔ بعد کے چند مقدمات میں جوڈیشل کمیٹی نے عام الفاظ میں اور بلا بحث اطلاع، یہ فیصلے فرمائے کہ لڑکے کامیابی کے ساتھ نیلام پر معترض ہو سکتے ہیں گو خریدار شخص اجنب ہو۔ مگر ثابت یہ کرنا ہوگا کہ قرضہ مخرب اخلاق تھا۔ مگر ان کل مقدمات میں مخرب اخلاق ہونے کا واقعہ ثابت نہیں ہوا۔ اطلاع کا سوال پیدا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ ان میں کا پہلا مقدمہ نونومی کا ہے جسمیں یہ قرار دیا گیا کہ قرضہ برا نہ تھا۔ اور دیگر مقدمات حسب ذیل ہیں۔ بھاگبت پرشاد سنگھ۔ رائے بابو مہابیر پرشاد ان کے حوالے قبل ازیں دیئے جا چکے ہیں۔ بمقدمہ سری بہت سنگھ بنام ٹگور ۱۹۱۷ء ۳۹ نظائر ہند صفحہ ۵۱۲ جائداد مشترکہ تھی اگر قرضہ مخرب اخلاق مقاصد کے لئے کیا گیا تھا تو قانون مٹاکشرا کے تحت تو خاندان کی

---

[1] راما سامیان بنام ویراسامی ۱۸۹۸ء ۲۱ م صفحہ ۲۲۲۔
[2] لچھمن داس بنام گردھر چودھری ۵ ک صفحہ ۸۵۵۔ رام پھول سنگھ بنام دگ نارائن ۸ ک صفحہ ۵۱۷ صفحہ ۵۲۲۔ بینی پرشاد بنام پورن چند ۲۳ ک صفحہ ۲۶۲۔ رام چند ر بنام محمد ۱۹۲۳ء ۳، نظائر ہند صفحہ ۶۵۶۔
[3] ترمبک بانکر شنا ۸ بمبئی صفحہ ۴۸۱۔

کل جائداد کے خلاف اس فیصلے کی تعمیل نہیں کرائی جاسکتی جو باپ کے قرضے کے متعلق ہوا تھا۔ دوسری کل صورتوں میں ڈگریدار کل جائداد پر تعمیل کراسکتا ہے۔ بمقدمہ برج نرائن ۱۹۲۴ء ۷۷ نظائر ہند صفحہ ۶۸۹ جوڈیشل کمیٹی نے پانچ قضیے قرار دیے۔ دوسرا قضیہ حسب ذیل ہے "اگر وہ باپ ہے اور دیگر ارکان پسر تو وہ قرضہ کر کے کل جائداد کو اس ڈگری کی تعمیل میں جو ادائے قرضہ کے لئے صادر ہوئی ہو استعمال کراسکتا ہے جہاں تک کہ وہ قرضہ مخرب اخلاق نہ ہو" یہ مقدمہ اس رہن کی بابت تھا جو باپ نے قرضہ سابقہ کے ادا کرنے کے لئے کیا تھا۔ اطلاع کا مسئلہ نہ تو استدلال میں آیا اور نہ فیصلے میں۔ بمقدمہ گجادھر ۱۹۲۵ء ۵۸ نظائر ہند صفحہ ۱۳۱ میں بھی وہی فیصلہ کیا گیا جو سورج بنسی کنور میں کیا گیا تھا]۔

۳۲۵ مجموعۂ ضابطۂ دیوانی کے تحت چارۂ کار

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنا چاہیے کہ مجموعۂ ضابطۂ دیوانی کے تحت لڑکوں کو اس کا کافی موقع حاصل ہے کہ اپنی آپ حفاظت کرسکیں گو صیغۂ تعمیل کے خریدار کے حقوق کو بالآخر بہت ہی سختی سے دیکھا جاتا ہو۔ زر نقد کی ڈگری میں جب جائداد نیلام ہونے کو ہو تو قبل نیلام ہمیشہ جائداد مابہ النزاع قرق کرائی جاتی ہے۔ لڑکوں کے لئے مناسب طریقہ یہ ہے کہ آرڈر ۲۱ اول ۵۸ (Or 21 r 58) کے تحت اگر ان کے مرافق کے نیلام پر اس بیان کے ساتھ معترض ہوں کہ قرضہ ناجائز تھا اور مخرب اخلاق۔ وہ فریق جس کے خلاف حکم دیا گیا ہو تحت آرڈر ۲۱ رول ۶۳ جدید نالش کرنے کا مجاز ہے جس میں کل سوال کی یکسوئی کی جاسکتی ہے[۱]۔ جب رہن کی ڈگری کے نفاذ میں جائداد نیلام ہونے والی ہو تو قرقی ضروری نہیں ہے[۲] لیکن نیلام کی اطلاع ہمیشہ اشتہار سے دی جاتی ہے۔ نیلام کے وقت خواہشمند خریداروں کو عام اطلاع دینے سے لڑکے اس تجویز سے فائدہ حاصل کرسکتے ہیں جو جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا دفعہ ۳۲۳ مقدمۂ سورج بنسی میں کی گئی تھی۔ الہ آباد ہائیکورٹ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ ڈگری کو

---

[۱] ۱۱ ایشورا ۸م صفحہ ۲۷۶۔

[۲] کرشنا ۸م صفحہ ۳۸۸۔

عرضی دعوے کے ساتھ پڑھنا چاہئے اور جب موخر الذکر میں ایسے صریح بیانات موجود ہوں جو یہ بتلاتے ہوں کہ قرضہ ایک ایسا ہے جس کے پابند لڑکے نہیں ہو سکتے تھے تو خریدار کے لئے یہ خود تعبیری اطلاع ہے اور اس سے اس کا مقدمہ سورج بنسی میں آتا ہے مثلاً اس خاص صورت میں اس رقم کی واپسی کا دعویٰ باپ نے تصرف بیجا مجرمانہ کیا ہو۔[1]

الف

ف ۳۲۵ ۔ ان کل مقدمات میں جن میں باپ کے خلاف ڈگریاں حاصل کی گئی تھیں بیٹے فریقین مقدمات نہ تھے۔ ایک مقدمے میں بیٹا فریق نالش تھا اور یہ نالش اس کے مقابلے میں خارج کی گئی۔ مگر سوال ذیل پیدا ہوا۔ کیا ڈگری دار اس ڈگری کو خاندانی جائداد کے مقابلے اسی طرح نافذ کرا سکتا ہے گویا کہ بیٹا فریق نالش نہ تھا؟ ہائیکورٹ الہ آباد نے یہ تجویز فرمائی کہ بیٹے کے مقابلے میں اخراج نالش سے اس کی ذمہ داری پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اور یہ کہ ہندو پتر کی حیثیت سے وہ باپ کے ہر اس قرضے کی ادائی کا ذمہ دار ہے جس کے متعلق یہ نہ بتلایا گیا ہو کہ اس پر بداخلاقی کا داغ ہے۔[2]

۱۴۴

طریقۂ ترتیب

ف ۳۲۶ ۔ متروکے پر باپ کے دیون کا بار مقدم و مرجح ہے۔ قبل اس کے کہ تقسیم کے لئے کچھ بچایا جا سکے قرضوں کی مکمل ادائی ہونی چاہئے۔ خود شرکا آپس میں دیون کا بار اسی تناسب سے تقسیم کریں گے جس تناسب سے انھیں متروکے سے فائدہ ہوا ہو۔ لیکن کل جائداد اور کل ورثا مشترکاً اور منفرداً ذمہ دار ہیں الا اس کے کہ دائنین سے خاص طور پر اس کے خلاف انتظام کر لیا گیا ہو۔[3] جب کوئی باپ اپنے لڑکوں سے جدا ہو گیا ہو اور اس کے

۵۹۳

[1] مہابیر پرشاد بنام باسدیو سنگھ A صفحہ ۲۳۴ ۔
[2] شیام لال بنام گنیشی ۲۸ الہ آباد صفحہ ۲۸۸ ۔ اندرپال بنام دی امپیریل بنک ۳۷ A صفحہ ۲۱۴ ۔ ۲۰ نظائر ہند صفحہ
[3] تاراچند بنام ریب رام ۳ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۱۷۷ صفحہ ۱۸۱ ۔ نارو باب ۱۳ ف ۳۲ ۔ ویابھاگ میوکھ ۔
[4] کتیاین جلد اڈ ڈائجسٹ صفحہ ۳۹۱ ۔ نارو باب ۳ فقرہ ۲ ۔ وشنو ۔ جلد اڈ صفحہ ۲۰۸ ۔ جلد ۲ ہندو لا اسٹرینجی صفحہ ۲۸۳ ۔ مقدمہ درگا پرشاد بنام کیشو پرشاد ۹ مرافعہ ہند صفحہ ۲۷ میں خیال کرتا ہوں کہ خاص حالات

بعد اسے لڑکا پیدا ہوا تو کل جائداد اس لڑکے پر منتقل ہوگی۔ لہذا بعد تقسیم خاندان اس نے جو قرضے کئے ہوں اولاً اس کا یہ لڑکا ادا کرے گا۔ لیکن جگناتھ کی یہ رائے ہے کہ ایسی صورت میں بھی اگر بعد کے لڑکے کے پاس دیون کے ادا کرنے کے لئے جائداد کافی نہو تو علیحدہ شدہ لڑکے قرضے ادا کریں گے[1] یقیناً قدیم قانون کے تحت جبکہ بیٹوں کو ذمہ دار کرنے کے لئے متروکے کا قبضہ ضروری نہ تھا یہی صورت پیدا ہوتی تھی۔ لیکن اب غالباً دوسرا نظریہ لیا جائے گا۔ اب دائن کو یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ وفات کے بعد لڑکے کا حصہ وسیع ہوگیا ہے۔ اور یہ کہ جس ذمہ داری کے عائد کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس سے اس کی پوری پوری پابجائی ہوسکتی ہے[2]۔

متروکے کی وجہ سے وجوب کا پیدا ہونا

ف ۳۲۷۔ ثانیاً مساوی طور پر اس کا اعلان قطعی طور پر کر دیا گیا ہے کہ ہر شخص پر یہ وجوب عائد ہے کہ اس شخص کے دیون ادا کرے جس کی جائداد اس نے لی ہے۔ یہ وجوب اس فرض پر منحصر نہیں ہے کہ کسی صورت سے بھی متوفی کو نجات دلائی چاہئے۔ ایسی صورت بیٹے کے لئے ہے، وجوب مذکور وسیع تر عادلانہ اصول پر منحصر ہے یہ کہ جو فائدہ اٹھاتا ہے

۴۴۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مقدمے پر منحصر ہونا چاہئے۔ بظاہر مقدمۂ مذکور احکام تحریری کے متضاد ہے۔ چند نابالغان کے خلاف رقم ادا کرنے کی ڈگری ایسے مقدمے میں دی گئی جن میں ان کی قائم مقامی نہیں کی گئی تھی۔ باوجود اس کے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہائیکورٹ نے جدید نالش کو رد کرنے کے لئے انھیں باپ کے قرضے کی حد تک ڈگری کا ذمہ دار کیا۔ اس قرضے کی تقسیم پر حصے قائم کیے جا چکے تھے۔ ابتداءً اس قرضے کی ذمہ داری خود باپ اور دیگر ارکان خاندان پر تھی۔ قرضہ شخص اجنب کو واجب الادا تھا۔ رقم جو اس طرح باپ سے منسوب کی گئی تھی باپ اور اس کے لڑکوں کے مابین بھی وہ قرضہ تھا جس کی ادائی پر وہ عدل گستری کے تحت پابند تھے۔

[1] در ہیبتی جلد اٹھ ڈائجسٹ صفحہ ۲۷۹۔

[2] کرشنا سامی کنن بنام راما سامی ۲۲ م صفحہ ۵۱۹۔ اس میں اصول ذیل پر فیصلہ حصر کیا گیا۔ یہ کہ باپ کے قرضے کے لئے دائن صرف اس جائداد کو قرق کرا سکتا ہے جو قانوناً اس کے قرضے کی بیباقی میں خود باپ فروخت کرسکتا تھا۔ رام چندر بنام کندیا ۲۴ م صفحہ ۵۵۵۔

اسے چاہیئے کہ ذمہ داری کا بار بھی اٹھائے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ وجوب منسوب رہے گا عام اس سے کہ جائداد قانون کے عمل سے وراثتہً منتقل ہوئی ہو یا اس نے وہ جائداد خود اپنے اختیار سے لی ہو اور جیسا کہ انگریزی اہل قانون کہتا ہے وہ خود اپنے فعل بیجا سے وصی ہوا ہو (Executor de son tort) خود کے فعل بیجا سے وصی بنجانا۔ یہ انگریزی قانون کی اصطلاح ہے۔ یعنی ایک ایسا شخص جو نہ تو وصی ہو اور نہ مہتمم ترکہ مگر متوفی کی جائداد میں مداخلت کرتا ہو۔ ایسا شخص نہ صرف قانونی وصی کے مقابلے میں ذمہ دار ہوتا ہے بلکہ متوفی کے دائن کے مقابلے میں بھی۔ اس پر کل ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں مگر حقوق نہیں۔ دیکھو۔ (English Administration of Estates Act 1925 S 28)

یہ کہا جاتا ہے کہ ذمہ داری مساوی طور پر پیدا ہوتی ہے عام ازینکہ دوسرے کی جائداد کا یا صرف اس کی زوجہ کی جائداد کا قبضہ لیا گیا ہو۔ جیسا کہ نارد کہتا ہے:۔ "وہ جو ایک غریب اور لاولد شخص کی زوجہ کو لے اس کے دیون کا ذمہ دار ہو جاتا ہے کیونکہ زوجہ کو متوفی کی جائداد سمجھا جاتا ہے"۔ خود بیوہ بھی اپنے شوہر کے دیون ادا کرنے کی ذمہ دار نہیں ہے بجز اس کے کہ وہ اس کی وارث ہو۔ یا وعدہ کیا ہو کہ دیون ادا کرے گی۔ یا اس کے ساتھ معاہدے میں شریک رہی ہو۔ اور اگر زوجہ نے شوہر کے حین حیات اس کے قرضے ادا کر دیے ہوں تو جائداد پر اس کی ذمہ داری نہیں ہوتی کہ ایسے رقوم اس کو واپس دے۔ اور اگر ایسی رقم کے ادا کرنے کے لئے جائداد منتقل کی گئی ہو تو اس کو قائم

لے "وہ جس نے کسی مالک کی جائداد حاصل کی ہو جبکہ اس نے پسر نہ چھوڑا ہو جائداد کے دیون ادا کرے گا۔ اس کے ایسا نہ کرنے پر وہ شخص اس کام کو کرے گا جس نے متوفی کی زوجہ کو لیا ہو" یاگنولک جلد اڈوا ئجسٹ صفحہ ۲۷۰۔ کتیاین ایضاً ۳۲۷ صفحہ ۳۳۰۔ برہسپتی ایضاً صفحہ ۲۷۴۔ جائداد کا پانے والا بیوہ کا یا بیٹے کا ولی جو بھی جائداد لے دیون کی ادائی کا ذمہ دار ہو جاتا ہے" نارد۔ کریم الدین بنام گوبند کرشنا ۳۱ A صفحہ ۴۹۷ صفحہ ۵۰۶ پی۔ سی۔ اس قاعدے کا اطلاق خوجوں پر بھی ہوتا ہے۔ رشید بنام شیر بانو ۲۹ بمبئی صفحہ ۱۱۴ نیز دیکھو جگدت سنگھ سنہ ۱۹۲۹ ۱۲ نظائر ہند صفحہ ۲۳۸۔

سے نارد باب ۳ فقرات ۲۱ و ۲۲ دیکھئے قبل ازیں فقرہ ۷۶۵۔

سے نارد باب ۳ فقرہ ۱۷۔ یاگنولک وشنو جلد اڈوا ئجسٹ صفحہ ۳۱۳۔

نہیں رکھا جائے گا۔[1]

ف ۳۲۸ "جس کسی کے قبضے میں اثاثہ ہو اس کا تعاقب کیا جانا چاہئے۔ دیکھو نارد جس کا ذکر جگنا تھ نے جلد اڈائجسٹ صفحہ ۲۷۲ پر کیا ہے اور دیگر متعدد اسناد پیش کی جاسکتی ہیں اگر ایسے صاف مقدمے میں اس کی ضرورت ہو"۔ یہ الفاظ مسٹر کولبروک کے ہیں جہاں انھوں نے مدراس کے ایک پنڈت کے فتوے کو پسند کیا۔ یہ کہ جب چچا اور بھتیجا غیر منقسم ارکان تھے اور بھتیجے نے رقم قرض لی ہو اور مر گیا ہو۔ جائداد چچا کی بیوہ کو ملی ہو تو اس پر قرضے کے لئے نالش کی جاسکتی ہے۔[2] علی ہذا بمبئی میں متوفی مدیون کے حساب رواں پر بیوہ اور دیگر تین اشخاص غیر خاندانی پر نالش کی سماعت کی گئی، کیونکہ انھوں نے متوفی کی جائداد کا قبضہ لیا تھا۔ البتہ انھیں صرف مقبوضہ جائداد کی حد تک ذمہ دار قرار دیا گیا۔[3] اسی طرح مدراس میں دو مشترک مدیونان متوفی کے قائمقاموں کے خلاف ایسے قرضے کے دلاپانے کے لئے نالش کی گئی جو خاندانی مقاصد کے لئے کیا گیا تھا۔ یہ فیصلہ فرمایا گیا کہ متوفی مدیونان مشترک کے داماد اور اس کے بھائیوں کو صحیح طور پر مدعی علیہم بنایا گیا کیونکہ انھوں نے متوفی کی بیوہ کے ساتھ مل کر عمداً اور اختیاری طور پر مشترک مدیون متوفی کی کل خاندانی جائداد میں مداخلت کی اس پر کلیۃً قبضہ کر لیا تھا۔[4] ان میں کے ہر مقدمے میں قابض جائداد کا قبضہ بلا حقیت اور بلا بدل تھا۔ جیسا کہ انگلستان میں "وصی فعل بیجا" کا ہوتا ہے۔

برخلاف اس کے مدراس کے مقدمۂ انتشا بنام منچیراس (۱۸۶۱ء کے فیصلہ جات مدراس صفحہ ۳۷) میں۔ مدعی نے شوہر مدعی علیہ نمبر (۱) کے بانڈ پر نالش کی۔ مدعی علیہ نمبر (۲) کو شریک کیا۔ یہ داماد تھا۔ کیونکہ وہ جائداد پر قابض تھا۔ دونوں کے خلاف فیصلہ صادر کیا گیا۔ صدر عدالت نے مدعی علیہ نمبر (۲) کی حد تک فیصلہ منسوخ فرمایا۔ "یہ کہ وہ

---

[1] ہمت بہادر ۳۰ الہ آباد صفحہ ۳۵۲۔ پریوی کونسل نے جلد ۳۳ الہ آباد میں اس کی تصدیق کی ہے جلد ۳۳ صفحہ ۳۴۲۔

[2] جلد ۲ ہندو لا اسٹریچی صفحہ ۲۸۲۔

[3] گوپر چند بنام داد ابھائی۔

[4] مگالو رہی بنام نرائن ۳ مدراس صفحہ ۳۵۹۔ گنگما بنام وینکٹ رتنم ۷ مدراس صفحہ ۵۸۶۔

۴۴۳

شوہر مدعی علیہ نمبر (۱) کے سلسلۂ وراثت میں نہیں ہے۔ اس کا قبضۂ جائداد سے ذاتی طور پر ذمہ دار نہیں کرتا اگرچہ کہ جائداد جو اس نے متوفی مدیون سے حاصل کی تھی بہ صیغۂ تعمیل ڈگری قرضے کے لئے ذمہ دار کی جا سکتی ہے"۔ اب اگر مدیون کے خلاف اس کی زندگی میں ڈگری حاصل کر لی گئی ہو تو بیشک اس کی تعمیل اس جائداد کے خلاف ہو سکتی ہے جو داماد کے ہاتھوں میں ہو۔ لیکن یہ دیکھنا دشوار ہے کہ اس جائداد تک کس طرح رسائی ہو سکتی تھی جو مدعی علیہ نمبر (۲) کے ہاتھوں میں تھی۔ رسائی کی صورت وہ نالش ہے جس میں وہ فریق ہو[1]۔ اس نالش میں جو بیوہ کے خلاف رجوع ہوئی ہو وہ صرف اس اثاثے کی حد تک ذمہ دار بنائی جا سکتی تھی جو اس نے حاصل کیا تھا۔ انگریزی قانون میں ترکے کی مہتممہ اس اثاثے کی حد تک بھی ذمہ دار ہوتی ہے جو وہ حاصل کر سکتی تھی مگر یہ کہ عمداً کوتاہی کرنے سے ایسا نہ ہو سکا۔ اور اگر اس نے اثاثہ مذکور کو اپنے داماد کے قبضے میں رہنے دیا ہو تو اسے دبالعمد کوتاہی رکھا جائے گا۔ مگر میں شبہہ کرتا ہوں کہ آیا ہندو بیوہ فریقین ثالث کے خلاف نالش کر کے دائنین کے مفاد کے لئے اثاثہ واپس لینے کی پابند ہے[2]۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ داماد صحیح طور پر شریک کیا گیا تھا۔ اس کے دو فوائد تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ بتلا سکتا تھا کہ اس کے پاس متوفی کی کوئی جائداد نہ تھی۔ دوسرے یہ کہ اس نے اس کے قبضے کے لئے بدل دیا ہے۔ اور علیٰ ہذا کلکتے کے مقدمہ رام پرتاب بنام گوپی کشن میں متوفی کے علاتی بھائی پر اس کے بیٹوں کے ساتھ شریک کر کے قرضے کی واپسی کے لئے نالش کی گئی۔ عدالت نے یہ قرار دیا کہ بہ حیثیت وارث اس کو ذمہ دار نہیں کیا جا سکتا۔ ظاہر بھی یہی ہے کہ وہ ذمہ دار نہ تھا۔ ہاں وہ ذمہ دار ہو سکتا تھا اگر یہ ثابت کیا جاتا کہ متوفی کی کسی نہ کسی جائداد پر خود اس کا قبضہ تھا۔

۴۴۴

---

[1] دیکھو آگے فقرہ ۶۴۳۔

[2] دیکھو جلد کا ڈبلیو میاکناٹن صفحہ ۲۸۶۔ جہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے بیوہ چھوڑی جو قطعی اس کی وارث تھی لیکن متوفی کے باپ اور بھائیوں نے اس کی جائداد پر تصرف کیا۔ پنڈت نے فتویٰ دیا کہ وہ قرضہ ادا کرنے کے ذمہ دار تھے نہ بیوہ

ذمہ داری ذاتی ہے۔

ف ۳۲۹ چند قدیم مقدمات میں اس اصول کو ایسی وسعت دیگئی کہ یہ تک قرار دیا گیا کہ وارث اس جائداد کو جو اس کو وراثۃً ملی ہو منتقل نہیں کرسکتا یہاں تک کہ متوفی کے دیون ادا کردیے جائیں۔ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ مدیون کے مرتے ہی قرض سادہ کو مختص رہن کی پوری قوت حاصل ہوجائے گی[1]۔

جائداد پر قرضوں کا بار عائد نہیں رہتا

لیکن زیادہ حالیہ فیصلوں نے اس نظریے کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ اور اب یہ قرار دیا گیا ہے کہ متوفی ہندو کی جائداد اس قرضے کے لئے اس طرح مکفول نہیں ہوسکتی کہ اس کا وارث اسے شخص ثالث پر منتقل نہ کرسکے۔ یا اس سے دائن کو اس کا تعاقب کرنے کی اجازت مل جانے اور شخص ثالث کے قبضے سے جس نے نیک نیتی سے اور بدل دے کر خریدا ہو نکال سکے۔ اگر وارث نے جائداد منتقل کردی ہو تو دائن اسے ذاتی طور پر ذمہ دار قرار دلاسکتا ہے مگر وہ جائداد کا تعاقب نہیں کرسکتا[2]۔ بنگال ہائیکورٹ نے اسی فیصلے کا اطلاق ایک مقدمے میں فرمایا جبکہ موہوب لہ کو بہ تعلق اس کے قبضے کے (جو جائداد کے ایک جزو پر اسے حاصل تھا) موصی کے قرضوں کا ذمہ دار کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ عدالت نے یہ طے فرمایا کہ اس قسم کی کوئی ذمہ داری اس سے متعلق نہیں ہے عام اس سے کہ اس کا قبضہ قبل وفات ہبہ سے شروع ہوا ہو۔ یا بعد وفات ہبہ بالوصیت سے[3] اس مقدمے میں انگریزی قانون کے اصولوں کے تحت بحث کی گئی۔ اس میں شک نہیں ان

[1] لگہ بنام ترمبک بمبئی سلکٹ رپورٹ ۲۳ کشن داس بنام کاشوبندمارس جلد ۲ صفحہ ۱۰۰۔

[2] انوپرنا بنام گنگا ۲ سدرلینڈ صفحہ ۲۹۶۔ جامی تیرم بنام پربھوداس ۹ ب ہ ک صفحہ ۱۱۶ لکشمن بنام سرسوتی بائی ۱۲ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۶۹۔ ویراسکھ راج بنام پاپیا ۲۶ مدراس صفحہ ۹۲۔ نیک نیتی کی نفی کن حالات سے ہوتی ہے دیکھو گرندر چندر گوم بنام کنشاش ۱۸ ک صفحہ ۶۹۷۔

[3] رام اتم بنام ایش ۲۱ سدرلینڈ صفحہ ۱۵۰ جسٹس پانٹیکس نے مقدمۂ گرندر میں اس کے خلاف اظہار رائے کیا تھا۔ اس رائے کی بنیاد بھی وہ استدلال تھے جو انگریزی قوانین موضوعہ سے اخذ کئے گئے تھے۔ بالآخر اس مقدمے کا فیصلہ قانون میعاد سماعت پر ہوا۔

اصولوں کو امر زیر بحث سے کوئی تعلق نہ تھا۔ تاہم مدراس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ بلا بدل انتقال جائداد بطور ہبہ اگر نیک نیتی سے کیا گیا ہو اور نیت یہ نہ ہو کہ دائنین کو فریب ہو تو ایسا انتقال دائنین کے مقابلے میں جائز ہوگا[1] غالباً یہ طے کیا جائے گا کہ جو کچھ متوفی اپنی زندگی میں کر سکتا تھا وصیت سے بھی وہی کر سکتا ہے بجز اس کے کہ جائداد پر مخصوص کفالت پہلے سے ہو۔ اور اسی طرح وہ ہبہ جو وارث نے کیا ہو غالباً بحق موہوب لہ جائز قرار دیا جائے گا۔ گو اس میں شک نہیں ایسے ہبہ سے اس کی اس ذمہ داری میں جا کمی نہیں ہو سکتی جو اس پر دائنین کے مقابلے میں عائد ہو (فقرہ ۳۰۳)۔ ہائیکورٹ بمبئی نے بمقدمۂ جامی تیرم بنام پربھوداس (۹ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۱۱۶) فرمایا کہ مسٹر کولبروک نے نہایت وسیع قضیہ بیان فرمایا۔ یہ کہ مدیون کے اثاثے کا تعاقب کیا جا سکتا ہے گو وہ کسی کے قبضے میں ہو۔ اور وہ (بمبئی ہائیکورٹ) اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ قاعدۂ مذکور کا اطلاق صرف ان پر ہوتا ہے جنھوں نے ورثہ بحیثیت ورثا پایا ہو۔ جو مقدمہ ان کے لاحظے میں تھا وہ ایک خریدار کا تھا جس نے قیمت ادا کی تھی۔ کسی چیز سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ ایسے شخص کو سبکدوش کئے ہوتے جس نے خود اپنے اختیاری فعل سے جائداد حاصل کی ہو اور جس نے نہ تو متوفی سے اور نہ قائم مقامان متوفی سے حقیت اخذ کی ہو۔

ان شرکا کی ذمہ داری جنھوں نے پسماندگی کے قاعدے سے جائداد حاصل کی ہو۔

ف ۳۰۴ دوسرا سوال ان صورتوں میں پیدا ہوتا ہے جبکہ مدیون کی قرابت وارث سے یک جدی مورث کی نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ اثاثے سے قرضوں کے ادا کرنے کی ذمہ داری کس حد تک حق پسماندگی کے خلاف رائج کی جا سکتی ہے۔ اس صورت میں اخلاقی اور مذہبی وجوب ختم ہو جاتا ہے اور محض دو حقوق قانونی مابہ النزاع ہوتے ہیں۔ آگے چلکر

[1] گنگا بائی بنام سرمیو اس ۸ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۸۴۔ بائی بشن چند ۱۱ مرافعہ ہند صفحہ ۱۶۴-A۲ صفحہ ۵۶۰۔ قانون انتقال جائداد (قانون نشان ۴ سنہ ۱۸۸۲ء) کی رو سے اگر کسی شخص کو کل جائداد دوسرے کی ہبہ سے ملی ہو تو وہ واہب کے ان کل قرضوں کا ذمہ دار ہوگا جو ہبہ کے وقت تھے مگر جائداد محصلہ کی حد تک دفعہ ۱۲۸۔

(فقرہ ۳۵۷) دیکھا جائے گا کہ قانون متاکشرا کے تحت نظریہ ذیل کی تائید میں اسناد کا نہایت ہی بڑا مجموعہ موجود ہے۔ یہ کہ شریک غیر منقسم اپنے اس حصے کو منتقل نہیں کرسکتا جو اسے جائداد مشترکہ میں ہو، دیگر شرکاء کی رضامندی کے بغیر وہ ایسا نہیں کرسکتا بجز اس کے کہ ضرورت قانونی پیدا ہوئی ہو لیکن اب اسے ہم پریوی کونسل کا منفصلہ سمجھ سکتے ہیں کہ گو نظریہ ایسا ہی ہو پھر بھی دائن جس نے خود شریک کے ذاتی قرضے کے متعلق اس کے خلاف فیصلہ حاصل کرلیا ہو اس کی زندگی میں اسے نافذ کرا سکتا ہے۔ اس کے غیر تقسیم شدہ مرافق کو جو اسے جائداد مشترکہ میں حاصل ہو قرق اور نیلام کرا سکتا ہے[1] لیکن اس فیصلے نے مزید سوال کو تصفیے کے لئے رکھ چھوڑا۔ کیا دائن کے حقوق مدیون کے غیر منقسمہ حصے کے خلاف زائل ہوجائیں گے اگر موخرالذکر (یعنی مدیون) اس کے خلاف فیصلہ صادر ہونے کے قبل اور قبل اس کے کہ اس کی تعمیل میں قرقی ہو مرجائے؟۔ بہ الفاظ دیگر کیا وہ لوگ جن پر جائداد عود کرتی ہو ان نصفتی حقوق کے تابع جائداد پائیں گے جو متوفی شریک اور اس کے دائنین کے درمیان موجود ہوں؟۔ میں نے کہا نصفتی حقوق (Equities) کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ قرضہ بذات خود کفالت نہیں ہے بلکہ ایک بنائے دعویٰ جس کو تعمیلی کارروائی سے نافذ کرایا جاسکتا ہے۔ بمبئی۔ مدراس۔ اور صوبۂ شمالی مغربی کی عالیہ عدالتوں نے اس مسئلے کا تصفیہ دائن کے خلاف کیا۔ اور پریوی کونسل نے بھی حسب اس کی یکسوئی اب صراحۃً کردی ہے۔

ہندوستان میں مقدمات۔

ف ۳۳۱۔ پہلا مقدمہ جس میں یہ مسئلہ صراحۃً پیدا ہوا کہ فیصلہ ہوجائے صوبۂ شمالی۔ مغربی کا تھا۔[2] ایک مکان میں جو غیر تقسیم شدہ خاندانی جائداد تھا مہادیو کا حصہ اس کی زندگی میں قرق کیا گیا۔ یہ قرقی اس ڈگری کی تعمیل میں ہوئی جو اس کے خلاف اس کے ذاتی بانڈ کی بابت حاصل کی گئی تھی۔ تحت قرقی نیلام جائداد ہونے سے پہلے وہ مرگیا۔ عدالتہائے تحت نے قرقی برخاست کی۔ یہ کہ بروقت وفات مہادیو" نے مکان سے متعلق کسی قسم

[1] دین دیال بنام جگدیپ ۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۴۷۔ ۱۳۔ ۳ ک صفحہ ۱۹۸۔ طریقۂ نفاذ ڈگری کے لئے دیکھیے فقرہ ۲۵۰۔
[2] گور پرشاد بنام شیو دن ۴ صوبۂ شمالی مغربی صفحہ ۱۳۷۔

کا حق ؛ چھوڑا ہی نہیں اور یہ کہ لہذا اس سے متعلق کچھ تھا ہی نہیں جو نیلام ہو سکتا ہو" تا کہ
مدعی کے دعوے کی بیباقی ہو سکے۔ عالیہ عدالت نے اس فیصلے کو بحال رکھا۔ اس فیصلے کے
اصول کا اتباع بمبئی کے مقدمہ اودارامہنام راؤ میں کیا گیا[1]۔ واقعات۔ ایک باپ اور
بیٹا ایسی دکان پر قابض تھے جو موروثی جائداد تھی۔ لڑکے نے خود قرضہ کیا اور اس کے
بعد مر گیا۔ دائن نے باپ اور بیوہ کے خلاف ڈگری حاصل کی کہ متوفی لڑکے کی جائداد اور
متروکے سے قرضہ ادا کیا جائے۔ اور اس کے بعد اس نے باپ پر اس امر کے استقرار
کی نالش کی کہ بیٹے کا حصہ اس دکان میں جو باپ کے قبضے میں تھی لڑکے کے قرضے
کی ذمہ دار ہے۔ ہائیکورٹ نے یہ تصفیہ فرمایا کہ اس قسم کا استقرار نہیں کیا جا سکتا۔
اولاً ہائیکورٹ نے ان مقدمات پر نظر ثانی کی اور انھیں پسند بھی فرمایا جن میں یہ فیصلے
فرمائے گئے تھے کہ ایک ایسا ہندو جس نے ہنوز تقسیم نہ کرائی ہو اپنے حصے کو فروخت
کر سکتا ہے۔ اور اس کی زندگی میں بہ سلسلۂ تعمیل اس کو قرق بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس کا
بھی اعتراف کیا گیا کہ ایک ہندو کی تقسیم شدہ جائداد اس ڈگری کی تعمیل
میں فروخت کی جا سکتی ہے جو اس کے وارث کے خلاف بعد اس کی وفات کے
صادر ہوئی ہو۔ اس کے بعد انھوں نے نظریۂ ذیل پر توجہ فرمائی۔ یہ کہ کل غیر منقسمہ
خاندانی جائداد جبکہ وہ بیٹوں یا پوتوں کے قبضے میں ہو باپ یا دادا کے دیون کے لئے
ذمہ دار ہوگی۔ ان چند خاص صورتوں میں ایسا نہ ہونا بھی ممکن ہے۔ اس کے
بعد انھوں نے اس پر توجہ دلائی کہ "اس قضیے کے قضیۂ عکسی کے لئے یعنی۔
یہ کہ باپ یا دادا بیٹے یا پوتے کے دیون کے لئے قطع نظر تحصیل اثاثہ کے ذمہ دار ہے۔
کوئی سند نہیں ہے" بالآخر انھوں نے یہ قرار دیا کہ دکان میں بیٹے کے حق کو اثاثۂ
مقبوضۂ پدر قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ وہ بیٹے کو اس میں حصہ پانے کا حق اس کی
پیدائش پر وجود میں آیا تھا کیونکہ وہ موروثی جائداد تھی اور اس کے ساتھ وہ حق

---

[1] ۱۰ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۷۶۔ جس کا اتباع نرسمبت بنام چنو پا ۲ بمبئی صفحہ ۴۷۹ میں کیا گیا بالبدحر بنام بشیشر ۹ الہ آباد صفحہ ۴۹۵ جگناتھ پرشاد بنام سیتارام ۱۱ الہ آباد صفحہ ۲۰۲۔ نیز دیکھو تجویز ممبر مجلس پیکاک مقدمہ کسد ابرت پرشاد ۳ بنگال لارپورٹ .F.B صفحہ ۴۳ سر ۷۳۔ ۱۲ اسد ر لینڈ صفحہ ۱۔ اور تجویز جسٹس مٹر مقدمہ گوبر دھن ہک صفحہ ۵۴۔

بھی مر گیا۔" مقدمۂ مدراس مذکور الصدر دونوں مقدمات کے بین بین تھا۔ اس میں رکن خاندان مشترکہ کے خلاف اس کے ذاتی قرضے کے لئے ڈگری دی گئی۔ تعمیل سے قبل وہ مر گیا۔ ڈگری دار نے اس کے غیر تقسیم شدہ ابن عم کے خلاف نالش کی۔ یہ کہ ڈگری مذکور کی مرحوم کے اس حصۂ جائداد پر تعمیل کرائی جائے جس حصے کا وہ زندہ ہونے کی صورت میں مجاز ہوتا۔ بمبئی اور صوبۂ شمالی مغربی کے فیصلے پیش کئے گئے اور مدعی کا دعویٰ خارج کیا گیا۔ جینٹ جسٹس نے فرمایا:۔ "میں اس سے واقف نہیں ہوں کہ یہ حجت کی جا سکتی ہے کہ ہندو شریک کے غیر تقسیم شدہ حق کے خلاف تعمیل میں کارروائی کی جا سکتی ہے۔ ایسا حق اس کی وفات پر دوسرے شرکا پر قاعدۂ عود ہیٔ سے منتقل ہو جاتا ہے۔ ذیل کی دو صورتوں میں امتیاز کیا جانا چاہیئے ایک تو اراضی پر مختص کفالت ہوتی ہے۔ اور دوسرے عام ڈگری جو محض ذاتی ہوتی ہے۔ ہر قرضے سے جو کوئی شخص کرے جائداد پر لازماً کفالت قائم نہیں ہوتی۔ اور یہ کہنے کے لئے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اگر کسی نے خاندان مشترکہ کے غیر تقسیم شدہ رکن کے خلاف فیصلہ حاصل کیا ہو تو اس سے اس نے جائداد پر کفالت بھی قائم کر دی ہے"[1] نتیجہ یہ ہے کہ اگر مدیون متوفی معمولی شریک ہو (یعنی جس نے نہ تو کوئی مکسوبہ جائداد چھوڑی ہو اور نہ ایسی جائداد جو خاندان کی ہو) تو ایسے دائن کو جس نے مدیون کے مرنے سے پہلے اس کا حصہ قرق نہ کرایا ہو قطعاً ہر قسم کے چارۂ کار سے محروم ہوگا[2]۔ اگر مدیون پسماندگان کا باپ تھا تو اس کی ذمہ داری سابق میں صرف ایک طریقے سے نافذ کرائی جاتی تھی۔ بیٹوں کے خلاف نئی نالش کر کے[3]۔ لیکن اب (تحت دفعہ ۵۰ ضابطۂ دیوانی) بیٹا اپنے باپ کا قائم مقام قانونی سمجھا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ مشترکہ جائداد خاندانی جس پر بیٹا قابض ہو اس ڈگری کی تعمیل میں لیجا سکتی ہے جو باپ کے خلاف ہو۔ اگر ہندو شراکت کا کوئی رکن دیوالیہ ہو گیا ہو تو صرف ایسے رکن کا حصہ مشمول حق تقسیم آفیشل اسائنی کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر دیوالیہ رکن منتظم ہو تو آفیشل اسائنی کو مشترکہ جائداد خاندانی کے دیگر حصص کو بھی

۴۴۸

---

[1] کپو کونن بنام چناین ۱ مدراس لا رپورٹر صفحہ ۶۳۔

[2] رانیا بنام رنگپا ۷ ام صفحہ ۱۴۴۔

[3] سوداگیری بنام الور اینگر ۳ م صفحہ ۴۲۔ کرناٹک ہنمنتو ۵ م صفحہ ۲۳۲ لچھمی نرائن ۱۶ A صفحہ ۱۴۴۔ مینی پرشاد ۵ بی کے صفحہ ۹۵۔

منتقل کرنے کا ایسا اختیار حاصل ہوگا جو کرتا کو اس حیثیت میں حاصل تھا۔ مثلاً ان قرضوں کے
متعلق جن کا ادا کرنا بیٹوں پر واجب تھا لڑکوں کے حصے آفیشیل اسائنی کو حاصل ہو جائینگے۔
مگر ان دیون کے متعلق حاصل نہ ہو سکیں گے جو ناجائز یا مخرب اخلاق امور کے لئے
کئے گئے ہوں[۱]۔ بھائی کا حصہ حاصل نہ ہوگا کیونکہ وہ ایسے وجوب کے تابع نہیں ہوتا[۲]۔
اگر اس اختیار انتظام کے استعمال ہونے سے قبل (جو آفیشیل اسائنی کو حاصل ہو چکا ہو) بیٹے
نے اپنا حصہ منتقل کر دیا ہو تو بیشک بمبئی اور مدراس میں قیاساً ایسا انتقال جائز ہوگا۔
اگر تحت دیوالیہ پن ہندو شریک کی جائداد آفیشیل اسائنی کو حاصل ہو چکی ہو تو اس کے
مرنے کے بعد بھی جائداد یوں ہی رہے گی۔ اس کو قاعدۂ پسماندگی سے شکست نہیں
دی جا سکتی[۳]۔ [دیکھئے مقدمۂ ست نارائن بنام بہاری لال سنہ ۱۹۲۵ء ۴۸ نظائر ہند
صفحہ ۸۰۴ لاہور۔ اس مقدمے کے فیصلے کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے
کہ قانون دیوالیہ برطانوی ہند دفعہ ۱۷ اور دفعہ ۱۷ پریسیڈنسی ٹونس انسالونسی ایکٹ۔ اور
دفعہ ۲۸ پروونشیل انسالونسی ایکٹ کے احکام کو اچھی طرح ذہن نشین رکھا جائے۔ مقدمۂ مذکور کے
فیصلے سے قبل سوال ذیل کے متعلق اختلاف آرا تھا۔ کیا ہندو باپ کے دیوالیہ ہونے کی
صورت میں خود اس کے بیٹے کا حصہ باپ کے دائنین کے فائدے کے لئے آفیشیل اسائنی
کو حاصل ہو جاتا ہے۔ یا صرف وہ اختیار منتقل ہوتا ہے جو باپ کو اپنے ان قرضوں کے
ادا کرنے کے لئے مشترکہ جائداد فروخت کرنے کے متعلق حاصل ہے۔ عالیہ عدالت
بمبئی نے بمقدمۂ فقیر چند یہ تجویز فرمائی کہ صرف بیٹے کا حصہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور
عالیہ عدالت مدراس نے بمقدمۂ ننا ستی وغیرہ دیگر مقدمات ذیل میں یہ قرار دیا کہ محض اختیار
فروخت آفیشیل اسائنی کو حاصل ہو جاتا ہے (مقدمات۔ آفیشیل اسائنی مدراس بنام
رام چندر۔ ۴۸ نظائر ہند صفحہ ۸۹۸۔ مقدمۂ سلاموتو سنہ ۱۹۲۴ء ۸۰ نظائر ہند صفحہ ۱۰۸ شنکر نرائن
سنہ ۱۹۲۴ء ۴۷ نظائر ہند صفحہ ۱۹۴)۔ مگر مقدمۂ ست نارائن میں جوڈیشل کمیٹی نے یہ تجویز فرمائی

[۱] ننا ستی بنام چند را یونیا ۲۲م صفحہ ۲۱۴۔ سنیاسی چرن منڈل بنام استوش گھوش ۴۲ک صفحہ ۲۲۵۔
[۲] رنگیا چٹی بنام تھانی چلا ۱۹م صفحہ ۷۶۔
[۳] فقیر چند بنام موتی چند ۷ بمبئی صفحہ ۴۳۸۔

کہ خود حصہ بیٹے کا حاصل نہیں ہوتا۔ ساتھ ساتھ یہ بھی ظاہر فرمایا گیا کہ خاندان مشترکہ کی جائداد باپ کے قرضوں کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے]۔

پریوی کونسل کا فیصلہ

ف ۳۳۲۔ اکثر مقدمات مذکور الصدر پر نظر ثانی کی گئی اور انھیں مقدمۂ سورج بنسی کنور بنام شیو پرشاد (جس کا حوالہ قبل ازیں فقرات ۴۰۳ اور ۴۰۸ میں دیا گیا ہے) پسند بھی فرمایا گیا۔ البتہ ایک سوال سے اتفاق نہیں کیا گیا۔ اس مقدمے میں عدالت نے یہ تجویز فرمائی کہ باپ کے اس قرضے کا پابند نہیں جو مخرب اخلاق قسم کا ہو۔ اور یہ کہ خریدار تحت ڈگری واقعۂ مذکور کی اطلاع سے متاثر سمجھا جائے گا۔ اس طرح وہ تحت محفوظ رہنے کا ادعا نہیں کر سکتا۔ نتیجہ یہ تھا کہ باپ کے قرضے کے متعلق بیٹوں کی خاص ذمہ داری باقی نہیں رکھی گئی۔ اور اسے کلیتہً اثاثے کے قبضے پر منحصر کیا گیا۔ دوسری جانب مقدمۂ مذکور نے مقدمۂ شمالی مغربی سے اتفاق کیا اور مدراس و بمبئی کے فیصلوں سے مسئلۂ ذیل میں اختلاف کیا۔ یہ کہ بعد وفات پدر نیلام اس قرقی اور حکم نیلام کے سبب عمل میں آیا جو اس کی زندگی میں ہوا تھا۔ واقعات کی اس افتاد پر حکامان عالیمقام نے فرمایا:- "یہ سوال باقی رہتا ہے کہ آیا وہ (یعنی خریدار) اس مقدمے میں باپ کے حصے کے متعلق دادرسی کے مجاز ہیں اور کس دادرسی کے؟ اگر قرضہ محض بانڈ کا قرضہ ہوتا جس کے بوجہ اس وجوب کے جو بیٹوں پر ہوتا ہے کہ باپ کے قرضے ادا کریں لڑکے پابند نہ ہوں۔ اور اس کے نفاذ کے لئے باپ کی زندگی میں کافی اور مناسب کارروائیاں نہ کی گئی ہوں تو اسناد سے یہ امر واضح اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وفات پر اس کا حق بیٹوں پر اس طرح عود کریگا کہ بعد میں وائن کو اس پر دسترس نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اس کے اگر فورٹ ولیم کے صوبے کا قانون۔ قانون مدراس کے مماثل ہوتا تو دت سہائے (باپ) کا رہن کا جو اس نے اپنی زندگی میں کیا تھا کہ قرضے کی کفالت ہو اس کے مرنے کے بعد اثر پذیر ہوگا۔ اس کا یہ اثر ہو سکتا ہے کہ اس سے موضع بسم بھرپور پر اس کے اس وقت کے حصے کی حد تک جائز بار عائد ہو۔ دشواری یہ ہے کہ اب تک جو فیصلے ہو چکے ہیں قانون ایسے انتقال کے جواز کو تسلیم نہیں کرتا۔ بنگال میں قانون کا یہی مفہوم لیا جاتا ہے۔ حکام عالیمقام یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس مقدمے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ اس معرکتہ الآرا مسئلے کا فیصلہ کیا جائے جسے ان کے سابقہ فیصلوں نے اب تک

۴۹

کھلا ہی رکھا ہے۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ تعمیلی کارروائیاں اتنی دور چلی گئی تھیں کہ ان سے بحق ڈگریدار اراضی پر کفالت جائز قائم ہونا سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر اوت سہائے کے غیر تقسیم شدہ حصے اور مرافق کی حد تک موضع مذکور انھیں کارروائیوں کے سلسلے میں قرق کیا گیا تھا۔ اس کفالت کو محض اس وجہ سے شکست نہیں دی جا سکتی کہ فی الواقعی نیلام سے پہلے اوت سہائے مر گیا تھا۔ وہ اس سے بھی واقف ہیں کہ یہ رائے اس کے خلاف ہے جو صوبۂ شمالی مغربی کی ہائیکورٹ نے جس کا حوالہ قبل ازیں دیا جا چکا ہے دی تھی[1]۔ مگر اس رائے کا اظہار کرنا ہی پڑتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عدالت نے جس سے فیصلہ صادر ہوا تھا کہ غیر منقسمہ حصے کے قابل قرقی ہونے کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ اس کے قابل قرقی ہونے کو اس عدالت نے اس کے پہلے کے فیصلے میں بمقدمہ دین دیال قائم کر دیا ہے[2]۔ اگر ایسا ہو تو تعمیلی نیلام کا اثر بیش از یں نہ تھا کہ غیر منقسمہ حصہ متعلق بہ موضع بحق مرافعہ علیہم منتقل ہو۔ یہ وہ حصہ تھا جو سابق میں اوت سہائے کا تھا جبکہ وہ زندہ تھا۔ اور حکامان عالیمقام کی رائے میں مرافعہ علیہم ان حقوق کا حساب لگانے کے مجاز ہیں جو انھوں نے تقسیم کے ذریعے حاصل کیا ہے اگرچہ کہ اوت سہائے مر گیا ہو[3]۔ حکام عالیمقام نے فرمایا کہ قرقی سے بحق ڈگریدار مواخذہ، یا کفالت، قائم ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حکام عالیمقام نے اصطلاح مواخذہ یا کفالت کو عام مفہوم میں استعمال کیا نہ کہ کلیۃً قانونی مفہوم میں۔ کیونکہ بارہا یہ بتلایا جا چکا ہے کہ قرقی سے جائداد محض حفاظت قانونی میں آ جاتی ہے[4] تاکہ مدعی علیہ اسے منتقل نہ کر سکے۔ اس سے حقیقت کی قسم کی کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی۔ گو صورت یہی ہو مگر اب یہ قانون

---

[1] گور پرشاد بنام نیسودن ۴۔ ڈبلیو۔ پی صفحہ ۱۳۷۔

[2] ۴ مرافعات ہند صفحہ ۲۴۷۔ ۲۔ سوک صفحہ ۱۹۸۔

[3] اس فیصلے کو دیکھو جس میں اس فیصلے کا اتباع کیا گیا ہے جبکہ بعد قرقی بیٹے کی جائداد باپ کو حاصل ہو چکی تھی۔ رائے بالکشن بنام سیتارام ۷ الہ آباد صفحہ ۷۳۱۔ بیلرکرشنا بنام نکشمن ۴ مدراس صفحہ ۳۰۲۔

[4] موتی لال بنام کرابودن ۲۵ ک ۷۹ ا۔ پی۔ سی۔ کرشنا سامی مدلیر بنام آفیشیل اسائنی مدراس ۲۶ مدراس صفحہ ۶۷۳۔ سنکر لنگا ریڈی بنام کنداسامی تھیون ۳۰ مدراس صفحہ ۴۱۳۔ زمیندار کرونت نگر ۲۲ مدراس صفحہ ۲۴۹۔

طے شدہ ہے کہ بہ سلسلۂ تعمیل جو قرقی مدیون کی زندگی میں ہوئی ہو اس سے اس کے دیگر شرکاء پسماندگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس کا حصہ مذکوران پر عود نہیں کر سکتا۔[1] اگر قرقی قرقی قبل از فیصلہ ہو تو جب تک کہ ڈگری نہ دی جائے وہ جائداد تعمیل میں نیلام کے لئے نہیں لائی جا سکتی۔ اس طرح اگر ڈگری سے قبل مدعی علیہ مر جائے تو وارثین کے لئے کوئی چارۂ کار نہیں گو قرقی ہوئی تھی۔ وجہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں قبل اس کے کہ قرقی اغراض تعمیل کے لئے قابل پذیرائی ہو حق پسماندگی اثر پذیر ہوتا ہے۔[2] صورت ذیل کے متعلق اختلاف آرا ہے قرقی قبل از فیصلہ ہو اور ڈگری کے بعد مگر تعمیلی کارروائیاں شروع کرانے سے قبل مدعی علیہ مر جائے۔ سوال۔ کیا شرکائے باقیماندہ کے حقوق نافذ ہوں گے یا اس وارثین کے حقوق کو ترجیح ہوگی جس نے جائداد قرق کرائی تھی؟۔ عدالت بمبئی نے شرکاء کے حق میں فیصلہ کیا ہے۔[3] عدالت مدراس نے قرقی کرانے والے وارثین کے حق میں[4] مگر ادباً یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ موخر الذکر رائے اسناد کے عام میلان سے بہت زیادہ موافق ہے۔ ضابطۂ دیوانی کی بھی یہی مصلحت ہے۔ جس نے بعد ڈگری اس جائداد کی مکرر قرقی کو غیر ضروری قرار دیا ہے جو ڈگری کے پیش رفت میں قرق کی گئی تھی۔[5]

کارندگی کے مقدمات

ف ۳۳۳ تیسری اور آخری وجہ ذمہ داری کارندگی کی ہے۔ صریح کارندگی یا معنوی۔ گو کتنی ہی قریب ہو مگر محض رشتہ داری سے وجوب پیدا نہیں ہوتا۔ نہ تو والدین اپنے لڑکے کے قرضے ادا کرنے کے پابند ہیں اور نہ کوئی لڑکا اپنی ماں کا قرضہ ادا کرنے[6] کا نہ تو شوہر اپنی زوجہ

[1] سورج بنسی کنور بنام شیو پرشاد ۶ مرافعات ہند صفحہ ۸۸۔ ۵ ک صفحہ ۱۴۸۔ وٹھل داس بنام نند کشور ۲۳ A صفحہ ۱۰۶۔

[2] رامنیا بنام رنگیا ۱۷ ام صفحہ ۱۴۴۔

[3] سبا راؤ منگیش بنام مہادیوی ۳۸ بمبئی صفحہ ۱۰۵۔ عالیہ عدالت پٹنہ بھی اس سے متفق ہے۔ سندرلال بنام راگھو نندن ۱۹۲۴ء ۸۳ نظائر صفحہ ۱۴۳۔

[4] منو سامی چٹی بنام جیا ل ۲۶ مدراس لاجرنل صفحہ ۱۱۔ ۵ بسنکر انگا ۱۹۲۵ء ۹۲ نظائر صفحہ ۵۰۴۔

[5] آرڈر ۳۸ رول ۲۔ ضابطۂ دیوانی ہند۔

[6] برادر زادہ اپنے چچا کے جو خاندان کا کرتا بھی تھا قرضوں کا ذمہ دار نہیں ہے۔ رام رتن بنام لچھمن داس ۳ A صفحہ ۲۶۔

کسے دیون ادا کرنے پر مجبور ہے اور نہ زوجہ اپنے شوہر کے[1]۔ بلاشبہہ کوئی رکن خاندان تقسیم شدہ رکن کے ان قرضوں کے ادا کرنے کا ذمہ دار نہیں ہوتا جو بعد تقسیم کئے گئے ہوں کیونکہ ایسی حالت سے کارندگی کے نظریے کی کلیتہً نفی ہوتی ہے[2]۔ ہاں وہ صورت مختلف ہوگی اگر وہ مدیون کا وارث ہوگیا ہو۔ یا اس کے اثاثے پر قبضہ کرلیا ہو۔ صورت عکسی یہ ہے کہ کل ارکان خاندان (لہذا ان کی کل جائداد) تقسیم شدہ یا غیر منقسم ان دیون کے ذمہ دار ہونگے جو منجانب خاندان ایسے شخص نے کئے ہوں جسے قرضہ کرنے کی اجازت دی گئی تھی[3]۔ اس کی بہت عام صورت وہ ہے جبکہ خاندان کے کرتا نے قرضے کئے ہوں۔ وہ بلحاظ عہدہ خاندان کا کارندۂ معتبر ہوتا ہے۔ اس کو اجازت ہوتی ہے انھیں کل موزوں اور ضروری اغراض و مقاصد کا جو اس کی کارندگی کے اندر اندر ہوں (گو دیگر شریک نابالغ ہوں) پابند کرے[4]۔ اگر کرتا کے خلاف ایسی ذمہ داری کے متعلق جو صحیح طور پر ضروریات خاندان کے لئے پیدا کی گئی تھی ڈگری دی گئی ہو تو دیگر ارکان کے حقوق پر کس حد تک ایسی ڈگری کی پابندی عائد ہوتی ہے۔ اس کا انحصار اس اجازت پر ہوگا جو کرتا کو ایسی ذمہ داری پیدا کرنے کے لئے حاصل تھی نہ کہ ارکان کو نالش میں فریق بنائے یا نہ بنائے جانے پر[5]۔ لہذا اگر کرتا نے اپنی ذاتی کفالت پر خاندانی ضروریات کے لئے رقم قرض لی ہو تو

۴۵۲

---

[1] منوکمار یا بنام ہنو فیصلہ جات مدراس ۱۸۵۶ء صفحہ ۱۸۳۔ نارد۔ یاگنولک۔ وشنو ورہسپتی۔ کیتایان۔

[2] نارائن بنام بوابیا فیصلہ جات مدراس ۱۸۶۰ء صفحہ ۱۵۔

[3] شراکتی قرضوں کے مثل میں یہ فرض کرلیتا ہوں کہ اصلاً مشترکہ جائداد ذمہ دار ہوگی۔ اور اگر مشترکہ جائداد کافی نہ نکلے تو غیر خاندانی جائداد۔ منو باب ۸ فقرہ ۱۶۶۔ رگھونندن۔

[4] غریب اللہ بنام کلک سنگھ۔ ۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۶۵-۲۵ A صفحہ ۷۔ ۴ بسوا ناتھ پرشاد بنام جگدیپ نرائن ۴۰ ک صفحہ ۴۴۲۔ ضروری اغراض کیا ہیں ان کے متعلق آیندہ باب میں پوری جانچ کی جائے گی (فقرہ ۳۴۶)۔

[5] ہری وٹھل بنام جے رام وٹھل ۱۴ بمبئی صفحہ ۵۹۷۔ مروتی نارائن ۶ بمبئی صفحہ ۵۶۴ اور لکشمن وینکٹیش ۱۱ بمبئی صفحہ ۴۰۰ کو منسوخ کرتے ہوئے۔ سکھارام بنام دیوجی ۲۳ بمبئی صفحہ ۳۷۲۔ بالدیو بنام مبارک ۲۹ ک صفحہ ۵۸۳۔ وصی ان قرضوں کا جائداد کو پابند نہیں کرسکتا جو اس نے مقاصد جائداد کے لئے کئے ہوں دیبندرناتھ بنام ہیم چندر ۱۳ ک صفحہ ۲۵۳۔

دیگر ارکان سے وہ حصہ رسدی پانے کا مستحق ہوگا۔ یہ حق اسے اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ اس نے وہ رقم ان کے مفاد کے لئے خرچ کی ہو[1]۔ مگر خاندان کی ذمہ داری ان معاہدات یا قرضوں تک محدود نہیں ہے جو کرتا نے کئے ہوں۔ "سر پرست کنبہ ان کل چیزوں کا ذمہ دار ہے جو خاندان کے مفاد کے لئے شاگرد۔ کار آموز۔ غلام۔ زوجہ۔ کارندہ۔ یا ملازم تنخواہ یاب نے خرچ کیا ہو[2]"۔ بیشک اس میں یہ بات خود مضمر ہے کہ اشخاص مذکور نے صریح اجازت سے ایسا کیا ہے یا ایسی سخت ضرورت کی وجہ سے کہ اجازت مستنبط کی جا سکے[3]۔ چنانچہ نارد میں ہے:۔ "قرضے جو زوجہ نے کیے ہوں شوہر پر عائد نہیں ہوتے بجز اس کے کہ تکلیف کے وقت احتیاج کے لئے کئے گئے ہوں۔ کیونکہ گھریلو اخراجات کی بابجائی مرد کو کرنی چاہئے[4]"۔ بدرجہ اتم شوہر ان قرضوں کا ذمہ دار ہے جو زوجہ نے کاروبار کے سلسلے میں کئے ہوں جس کاروبار تجارت کا انتظام شوہر نے زوجہ کے حوالے کیا ہو[5]۔ اور اسی اصول کے تحت یہ بیان کیا گیا ہے کہ "خاندانی کاروبار کرنے والے اشخاص کو جس کے منافعوں میں کل ارکان خاندان حصہ پاتے ہیں اجازت ہونی چاہئے کہ معمولی مقاصد تجارت کے لئے وہ مشترکہ خاندانی جائداد کو مکفول کر سکتے ہیں۔ اور اگر مشترکہ کاروبار کے سرمایے سے جائداد حاصل کی گئی ہو اور ارکان خاندان مشترکہ کو اس میں حقوق ہوں تو ان حقوق پر لہذا ان قرضوں کو ترجیح

۳۵۳

---

[1] اگھور ناتھ مکھوپادیا بنام گرش چندر ۲۰ ک صفحہ ۱۸۰۔

[2] نارد باب ۳۔ وشنو ڈائجسٹ جلد ۱ صفحہ ۲۹۵۔ منو باب ۸۔ باگنو لک ڈائجسٹ صفحہ ۳۳۰۔ کتیاین ڈائجسٹ صفحہ ۲۹۶۔ ۳۱۹۔ امیا کناٹن صفحہ ۲۸۶ وارث کی ان قرضوں کی ذمہ داری کے متعلق جو اوصیاء نے وصیت کے سبب کئے ہوں اور جو بعد میں منسوخ کر دی گئی ہو۔ بمقدمہ فغندرود ب ۱۴ اک صفحہ ۳۱۶۔ علی ہذا متبنٰی لڑکے کے قرضوں کے متعلق جبکہ تبنیت ناجائز قرار دی جائے۔

[3] مدر بنام رنگ لال ۹ ۲ک صفحہ ۷۰۷۔ کرتا کے کیے ہوئے قرضے کے متعلق ایسا کوئی قیاس نہیں ہے کہ وہ خاندان کے مفاد کے لئے ہے بجز اس کے کہ کرتا نے بہ تعلق تجارت خاندانی قرضے کئے ہوں۔ گنپت رائے بنام منے لال ۴ ۳۴ A صفحہ ۱۳۵۔ نیز دیکھو مقدمات مندرجہ (۵)۔

[4] نارد باب ۳ فقرہ ۱۹۔

[5] باگنو لک۔ در ہسپتی۔ جلد ۱ ڈائجسٹ صفحہ ۳۱۷۔ صفحہ ۳۱۸۔ جلد ۲ ڈبلیو میاکناٹن صفحہ ۲۷۸۔ صفحہ ۲۸۱۔

ہوگی جو ایمانداری سے کاروبار چلانے کے لئے کئے گئے ہوں[۱]" جبکہ اس اختیار کو کارندہ استعمال کرے۔ یا کرتا کا ذاتی قائمقام تو وہ اس سے متجاوز نہیں ہوسکتا جو اصل کو حاصل ہو۔ مثلاً جبکہ خاندانی تجارتی کاروبار وراثتہً بیوہ پر منتقل ہوا ہو تو اس کا کارندہ ان محدود اختیارات سے تجاوز نہیں کرسکتا جو بیوہ کو حاصل ہوں[۲]۔ خاندان کے کرتا کا آفیشیل اسائنی خاندانی جائداد منتقل نہیں کرسکتا الا ان قرضوں کی بیباقی میں جن کی پابندی کل خاندان پر ہو[۳]۔ علی ہذا اس رہن کے کل ارکان خاندان پابند ہیں جو خاندانی تجارتی شراکت کے منتظمان نے مقاصد شراکت کے لئے خاندانی جائداد کا کیا ہو۔ اور اگر صرف راہنین کے خلاف ڈکری حاصل کرکے جائداد نیلام کردی گئی ہو تو نیلام مذکور محض اس وجہ سے دیگر ارکان منسوخ نہیں کراسکتے کہ وہ نالش میں فریق نہ تھے[۴]۔ خاندان مشترکہ کے کسی ایک رکن کے کئے ہوئے قرضوں یا انتقالات جو خود اس کے ذاتی مفاد کے لیے کیے گئے ہوں دیگر ارکان کے حقوق کو پابند نہیں کرسکتے[۵]۔ اگر ایک رکن خاندان نے بعد میں یہ وعدہ کیا ہو کہ وہ دوسرے رکن کے کیے ہوئے قرضے کو ادا کرے گا تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اس کا پابند ہوگا[۶]۔ لیکن اب ایسا وعدہ ناجائز قرار دیا جائے گا کیونکہ بلا بدل ہے[۷]۔

---
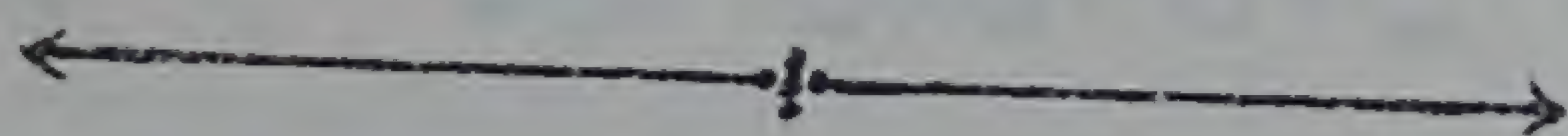
[۱] بجونیرہ جیٹس پانیٹکس بمقدمۂ جوہرا بی بی اک صفحہ ۷۵ ۔ ۴ شیوپرشاد بنام صاحب لال ۲۰ اک صفحہ ۴۵۲ ۔ رگھوناتھ جی تاراچند ۲۴ بمبئی صفحہ ۷۲ ۔ سنکہ کرشنا سورتی بنام مدراس بنک ۳۵ مدراس صفحہ ۶۹۲ ۔ بشمبر ناتھ ۲۹ A صفحہ ۱۶۶ نیز دیکھو ف ۲۱۹ قبل ازیں۔ گروسامی نندار ۴۲ مدراس صفحہ ۶۲۹ ۔

[۲] شنام سندر ۲۵ مرافعات ہند صفحہ ۱۸۳ ۔ ۲۱ A صفحہ ۷۱ ۔

[۳] رنگیاچٹی ۱۹ مدراس صفحہ ۷۴ ۔

[۴] دولت رام بنام مہرچند ۱۴ مرافعات ہند صفحہ ۱۸۷ ۔ ۱۵ اک صفحہ ۷۰ ۔

[۵] وینکٹ سامی جلد ۱ مدراس صفحہ ۳۵۴ ۔ گرداپا ۷ مدراس صفحہ ۳۱۶ ۔

[۶] نارد باب ۳ ۱۲ ودر ہسپیتی کیتاین اڈ ڈائجسٹ صفحہ ۳۱۶ ۔ صفحہ ۳۱۷ ۔

[۷] قانون معاہدۂ ہند دفعہ ۲۵ ۔

باب دہم

انتقالات

تقسیم مضمون

ف ۳۳۴۔ قانون انتقال جائداد فطری طور پر دو شعبوں میں آتا ہے۔ یہ تقسیم بہ لحاظ نوعیت جائداد زیر بحث ہے جائداد مشترکہ اور جائداد غیر مشترکہ کے لحاظ سے۔ مزید امتیازات ان میں کے ہر عنوان کے تحت بہ لحاظ نوعیت کہ وہ منقولہ ہے یا غیر منقولہ پیدا ہوتے ہیں۔ نیز پہلی شاخ کے تحت (مشترکہ) یہ ہو سکتا ہے کہ جائداد منتقل کرنیوالے سے بہ حیثیت پدر خاندان۔ یا منتظم کارپوریشن۔ یا محض اس کارپوریشن کے رکن خاص کی حیثیت سے ایسا کیا ہو۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فعل زیر بحث کا مدعا یہ ہو کہ اس حصے سے زیادہ منتقل کرے جو منتقل کنندہ کو جائداد میں حاصل تھا۔ یا ایک ایسا جزو جو اس کے حصے کے مساوی ہو یا اس سے کم ہو۔ بالآخر ہر خاص صورت میں معاملے کا جواز بہ لحاظ مسلک مختلف ہوگا۔ دیکھنا یہ ہوگا کہ کس حد تک اسے قانون متاکشرا یا قانون دیابھاگ نے جائز قرار دیا ہے میں سب سے اول اس کی جانچ کرنا چاہتا ہوں کہ قانون متاکشرا میں باپ کی کیا حیثیت ہے۔

۴۵۴

منقولہ پر باپ کے اختیارات

ف ۳۳۵ میں نے قبل ازیں اس کی وضاحت کردی ہے کہ کن کن طریقوں سے باپ یک جدی خاندان کی سربرآوردگی سے اترتا ہوا ایسے خاندان مشترکہ کا منتظم ہوگیا جس میں بیٹوں کو پیدائش سے

قریب قریب اس کے برابر کے حقوق حاصل ہوتے گئے۔ لیکن وجنانیشور (Vijnanesvara) نے باپ کا یہ حق پھر بھی جتلایا کہ منقولہ کے متعلق گو وہ موروثی ہو اس کا اختیار انتقال وغیرہ بہت زیادہ ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ اس نے یہ رائے ان احکام پر مبنی کی ہو جو اس زمانے کے ہیں جبکہ باپ کو بہ نسبت اب کے بہت زیادہ وسیع اختیارات حاصل تھے۔ خاندان کے کرتا کو ضرورۃً چند ایسی چیزوں پر اختیارات تصرف حاصل تھے جو زمانۂ قدیم میں منقولہ کے زمرے میں شمار کی جاتی تھیں۔ بظن غالب مذکورالصدر رائے ایسے احکام پر بھی مبنی ہے جو محض اختیار کرتا کو ظاہر کرتے ہیں۔[۲]

موروثی منقولہ پر اختیار :—

خود وجنانیشور اس کا مدعی نہیں ہے کہ باپ کو منقولہ کے تصرفات کا قطعی اختیار ہے کہ اپنی مرضی سے وہ ایسا کرسکتا ہے۔ بلکہ وہ صرف اس کا مدعی ہے کہ وہ ناگزیر فرض کی انجام دہی میں اسے اختیار ہے کہ انھیں اپنی مرضی سے منتقل کرے اور ان مقاصد کے لئے جو احکام قانون کے مقرر کردہ ہیں۔ مثلاً محبت فطری کے باعث عطیہ۔ خاندان کی تائید میں تکلیف کو دور کرنے کے لئے اور مماثل مقاصد کے لئے“ ۴۵۵ سر تامس اسٹرینج اور ڈاکٹر میر نے بھی نظریہ قائم کیا ہے۔[۳] تاہم مسٹر کولبروک اور مسٹر میاکناٹن قاعدۂ ذیل قرار دیتے ہیں۔ یہ کہ موروثی منقولہ کے متعلق باپ کا اختیار تصرف صرف خود اس کی صوابدید سے محدود کیا گیا ہے۔ نیز روحانی ذمہ داری کے خیال سے۔[۴] متعدد مقدمات میں ضمناً یہ مسئلہ پیدا ہوا لیکن کچھ مدت تک اس پر پوری پوری بحث

---

[۱] دیکھئے اس سے قبل فقرات ۲۳۱ اور ۲۴۴۔

[۲] فقرات ۲۵۵ و ۲۵۶۔

[۳] متاکشرا۔ ورمتر ودیا صفحہ ۱۶۔ جلد ا اسٹرینج کا ہندو لا صفحہ ۲ صفحہ ۲۶۱۔ میئر صفحہ ۴۰۔ یہ کہا جاتا ہے کہ پنجاب میں باپ موروثی منقولہ کا ورثائے ذکور کی رضامندی کے بغیر ہبہ کرسکتا ہے۔ لیکن غیر منقولہ کے متعلق ایسا نہیں کرسکتا عام ازینکہ وہ موروثی ہو یا ذاتی مکسوبہ۔ (P. Customary Law)

[۴] یعنی اس کو صوابدید حاصل ہے اور تصرف کرنے سے پہلے اسے چاہئے کہ اپنی روحانی ذمہ داری کا خیال رکھے۔ عبارت مؤخرالذکر کا پریوی کونسل نے بمقدمہ گوپی کرسٹ بنام گنگاپرشاد جلد ۶ مور کے

نہ ہوسکی۔ بنگال ہائیکورٹ کے ایک مقدمے میں یہ کہا گیا کہ "قانون متاکشرا کی رو سے بیٹے کو موروثی غیر منقولہ جائداد میں حق وراثت محصلہ ہوتا ہے برخلاف اس کے باپ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی کل مکسوبہ اور کل ذاتی جائداد اپنے حسب منشا منتقل کرے" یہ موخرالذکر الفاظ محض درائے عدالتی (obiter dictum) تھے۔ مدراس میں ایک لڑکے نے جائداد کی تقسیم کے لئے باپ پر نالش کی۔ یہ جائداد جزاً مکان اور جزاً جواہرات تھے جسٹس ٹیلسٹن نے موخرالذکر کے متعلق متاکشرا جلد ا باب افقرات ۲۱ ر ۲۴ کے متن کا اقتباس یہ بتلانے کے لئے کیا کہ "اس سے لازمی یہ نتیجہ پیدا نہیں ہوتا کہ مدعی کو اپنے باپ کے متعلق یہ شکایت کرنے کا کوئی حق حاصل ہے کہ اس نے ان کی تقسیم ناانصافانہ طریقے سے کی اور یہ کہ وہ مجرم تھی"۔ مدعی نے جو کچھ کہا تھا وہ یہ تھا کہ باپ نے جواہرات کا ایک بڑا حصہ خاندان کی لڑکیوں کو دیا تھا۔ یہ کہ صرف ایک اس کے بیٹے کی زوجہ کو دیا۔ ممکن ہے کہ یہی وہ خاندانی انتظام ہو جسے میوکھ سربرآوردہ خاندان کے اختیارات کے اندر سمجھتا ہے۔ ہر صورت میں یہ قیل وقال غیر عدالتی تھا کیونکہ فاضل حاکم نے بالآخر یہ فیصلہ فرمایا کہ ان جائدادوں میں سے جن کے لئے نالش کی گئی کوئی جائداد بھی موروثی نہ تھی۔

مدراس کے ایک مقدمۂ مابعد میں بیٹے نے استقرار حق کی نالش کی۔ یہ کہ وہ اس کل موروثی جائداد کے (منقولہ اور غیر منقولہ) وراثۃً پانے کا مستحق ہے جو باپ کے قبضے میں ہے۔ اتلاف جائداد کے لئے حکم امتناعی کی بھی درخواست کی گئی۔ تحت کی عدالتوں نے غیر منقولہ کی حد تک اس کے حق میں فیصلہ کیا۔ لیکن منقولہ جائداد کے متعلق نہیں۔ وجہ یہ بیان کی گئی کہ "مدعی علیہ کو قطعی حق حاصل ہے کہ وہ اس کو جس طرح چاہے دیدے"۔ ہائیکورٹ نے مقدمہ خارج کیا۔ یہ کہ مدعی کل جائداد میں حق کا ادعا کر رہا ہے۔ یہ حق اسے حاصل نہیں ہے۔ ۵۶۴

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مراغہ ٹنہ صفحہ ۷۷ پسندیدہ الفاظ میں ذکر فرمایا لیکن اس وقت ان کی سماعت میں یہ مسئلہ تھا ہی نہیں۔ گبلن (Gibelin) بھی قانون مذکور کو عام طور پر بیان کرتے ہیں جلد ا صفحہ ۱۳۷۔ جلد ۲ صفحہ ۱۳۔ جلد ۱۲ سٹرینج ہندو لا صفحہ ۹ صفحہ ۲۳۶ صفحہ ۲۴۱۔ جلد ا ڈبلیو میا کناٹن صفحہ ۳۔

لہ سدانند بنام بونومالی۔

ٹہ نلاتمبی بنام مکند ۳ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۲۵۵۔ دیکھو تجویز چیف جسٹس ٹرنر ۴ م صفحہ ۷۴۔

سہ وودھار میوکھ باب ۴ دیکھو صفحہ ۲۵۵۔

انھوں نے اس امتیاز پر توجہ بھی نہیں کی جو تحت میں منقولہ اور غیر منقولہ میں پیدا کیا گیا تھا صرف یہ رائے زنی کی گئی کہ "بحیثیت اس کے کہ وہ اکلوتا لڑکا ہے اسے غیر تقسیم شدہ جائداد کے ایک جزو میں مالکانہ حق اس وقت بھی ہے۔ اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ لہذا اس غرض کے لئے نالش کہ موجودہ حق عودی قائم کر دیا جائے یعنے یہ کہ مدعی علیہ کی وفات پر کل جائداد میں بحیثیت وارث اس کا حق قائم ہو۔ اور ایسے حقوق کے استقرار کے لئے ڈگریاں بے بنیاد ہیں[1]"۔ شمالی مغربی صوبوں میں امر زیر بحث کو "مضمون مباحث کثیر" کہا جاتا ہے۔ عدالت کے ملاحظے میں حل طلب سوال یہ تھا کہ آیا موروثی منقولہ پر تعیقے کی کفالت قائم ہو سکتی ہے۔ قرار دیا گیا کہ ہاں ان پر ایسی کفالت ہو سکتی ہے۔ ان کو لینے دینے کا باپ کو جو کچھ بھی اختیار ہو مگر ان پر وہ اس طرح ملکیت نہیں جتلا سکتا کہ ہندو وراثت کی معمولی کفالتوں اور بار سے وہ ملکیت آزاد رہ سکے[2]۔ پریوی کونسل کے ایک مقدمے میں یہ معلوم کرنا اہم ہو گیا کہ باپ کس حد تک اپنی زندگی میں جائداد کے منتقل کرنے کا مجاز و مختار ہے۔ اس سوال کو اہمیت اس لئے ہوئی "تاکہ اس کے اختیار وصیت کا تعین ہو سکے" جوڈیشل کمیٹی نے فرمایا کہ قانون مثاکشرا کے مقدمات میں "وہ ہندو جسے اخلاف ذکور نہ ہوں بذریعہ وصیت اپنی مکسوبہ ذاتی عام ازینکہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ منتقل اور دے سکتا ہے۔ اور یہ کہ اخلاف ذکور رکھنے والا بھی اسی طرح مکسوبہ ذاتی کو دے سکتا ہے اگر منقولہ ہو۔ شاید اس قید کے تابع کہ ان میں سے کسی ایک خلف کو کلیتہً وراثت سے محروم نہیں کر سکتا[3]"۔ یہاں اشارۃً بھی یہ ظاہر نہیں کیا گیا ہے کہ اسے ایسی منقولہ پر بھی اختیار حاصل ہے جو مکسوبہ ذاتی نہ ہو بلکہ موروثی۔ بالکل اسی کا ایک مقدمہ بصیغۂ مرافعہ پریوی کونسل میں آیا۔ یہ مقدمہ مدراس کا تھا۔ اس مقدمے میں وصیت کو منسوخ کرانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس وصیت نامے سے موصی نے اپنی جائداد تقریباً ۱۱ اپنے اکلوتے لڑکے کو دی بقیہ کے متعلق یہ وصیت کی کہ وہ اس کے تقسیم شدہ

۴۵۷

[1] رایاچر لو بنام وینکٹ راما نیا ۴ م۔ ہائیکورٹ صفحہ ۶۰۔
[2] شب ورائے بنام درگا پرشاد و سہ دیگرن۔ ڈبلیو بی صفحہ ۶۳۔
[3] بیر پرتاب بنام مہاراجہ راجندر ۱۲ مرافعہ جات ہند مجریہ صاحب ۸ ۳۔ ۹ سدرلینڈ صفحہ ۱۵ پی سی۔

بھائی کو دی جائے۔ کل جائداد منقولہ تھی[1]۔ عدالت تحت نے یہ معلوم کیا کہ جائداد مکسوبہ ذاتی تھی۔ اور اسی وجہ سے وصیت نامے کو جائز قرار دیا گیا۔ جوڈیشل کمیٹی کے سامنے بصیغۂ مرافعہ کل استدلال کا مقصد یہ تھا کہ اس تجویز کو بیکار کر دیا جائے یا اس کی تائید ہو کسی عدالت میں مرافعہ علیہ نے مسئلۂ ذیل پر بحث کی ہی نہیں۔ یہ کہ باپ کو جائداد زیر بحث پر قطعی اختیار حاصل تھا کہ وہ اسے دیدے کیونکہ وہ منقولہ تھی گو وہ موروثی ہو۔ ایسا استدلال اگر مضبوط ہوتا تو مرافعے کی حجت وبحث کا پورا پورا جواب ہوتا[2]۔ اس میں شک نہیں یہ صرف ایک منفی استنباط ہے۔ لیکن اس کونسل کے تجربے کا لحاظ کرتے ہوئے جو مرافعہ علیہ کی جانب سے حاضر تھا اس کو وقعت دیجانی چاہیئے۔

یہی بات بمبئی کے ایک مقدمے میں جو کچھ کچھ مشابہ تھا پیدا کی گئی تھی اور اس کا فیصلہ بھی کیا گیا۔ واقعہ یہ تھا کہ مِتاکشرا قانون کا ایک ہندو فوت ہوا۔ اس کے پاس موروثی منقولہ جائداد ایک کثیر مقدار میں تھی۔ اس کے دو لڑکے تھے جنھوں نے تقسیم نہیں کرائی تھی۔ بذریعۂ وصیت نامہ اس نے تقریباً کل جائداد ایک لڑکے کے حق میں ہبہ کردی۔ مِتاکشرا اور میوکھ کے احکام پر نظر ثانی کی گئی۔ ان عدالتی آراء پر بھی غور کیا گیا جو مارشل اور جلد ۱۲ امور مرافعہ جات ہند (دیکھو نوٹ نمبر ۵۔ اور ۱۰۔ سدانند کا مقدمہ اور مقدمۂ بیر پرتاب) میں ہیں۔ اور جن کا اقتباس قبل ازیں کیا گیا۔ اس کے بعد عدالت نے وصیت نامے کو منسوخ کیا۔ قرار دیا گیا کہ وہ نہ تو بطور ہبہ جائز ہوسکتی تھی اور نہ بطور تقسیم۔ چنانچہ یہ فرمایا گیا "یہ ناممکن ہے کہ خاندانی جائداد کے ایک معتد بہ حصے کی ہبہ کو ایک لڑکے کے حق میں جبکہ دوسرا محروم کیا جارہا ہو ایسی ہبہ سمجھ کر قائم رکھا جائے جو احکام قانون کی مقرر کردہ ہو۔ کیونکہ احکام شاستر جن کا ہم اقتباس کررہے ہیں صاف صاف ایسی غیر مساویانہ تقسیم کو منع کرتے ہیں[3]۔ اسکے

---

[1] رپورٹ میں اس طرح ذکر نہیں ہے۔ غالباً اس لئے کہ اس مسئلے پر کوئی استدلال نہیں کیا گیا۔ لیکن واقعہ ایسا ہی تھا۔ کل جائداد سرکاری کاغذات پر مشتمل تھی بجز دو تین چھوٹے مکانات کے۔

[2] پالیم ویلو بنام پالیم سوریا ہ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۰۹۔ مدراس صفحہ ۲۵۲۔

[3] لکشمن بنام رامچندر ۱ بمبئی صفحہ ۵۶۱۔ جلد ۷ مرافعات ہند صفحہ ۱۸۱ میں تصدیق فرمائی گئی۔ اس فیصلے

یہ معنی ہوئے کہ عدالت نے سرتامس اشٹرینج کی رائے کو اختیار کیا۔ ان کی رائے یہ ہے کہ باپ کو موروثی منقولہ جائداد پر معاملات کرنے کا خاص اختیار حاصل ہے مگر صرف چند نہایت ہی خاص مقاصد کے لئے جن کی صراحت مٹاکشرا میں ہے۔ بجز اس کے کہ خاص احکام نے ان اغراض کی اجازت دی ہو ایسا ہندو باپ جس نے تقسیم نہ کرائی ہو موروثی جائداد کا ہبہ شخص اجنب کے حق میں کر نہیں سکتا عام اس سے کہ وہ جائداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ[1]۔ الہ آباد میں یہی قرار دیا گیا ہے کہ ایسی ہبہ ناجائز ہے جو باپ نے ایک بیٹے کے حق میں کی ہو جو دوسرے کے لئے باعث نقصان ہو اور جس کی غرض وہ خاص غرض نہ ہو جس کی صراحت مٹاکشرا نے کی ہے[2]۔ جب کبھی پھر یہ صورت پیدا ہو تو غالباً یہ بحث کی جائے گی کہ انتقال مابہ النزاع ان مقاصد میں آتا ہے[3]۔ لیکن ان مقاصد کے موجود ہونے سے بھی مشترکہ خاندانی جائداد کے بالوصیت کی تائید نہیں ہو سکتی۔ اور ایسا انتقال لازماً ناجائز ہے کیونکہ موصی کے مرنے کے وقت سے بذریعہ پسماندگی حق شرکائے معطلہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح لہذا کوئی چیز باقی ہی نہیں رہتی جس پر وصیت کا عمل ہو سکے[4]۔ اس میں شک نہیں کہ یہ کافی طور پر مدلل ہے۔ اصول قانون کا یہ عام مسلمہ ہے کہ جو کچھ بھی ایک شخص اپنے فعل سے اپنی زندگی میں دے سکتا ہو اسی کو وصیت سے بھی دے سکتا ہے۔ سہولت اس کی مقتضی معلوم ہوتی ہے کہ اصول مذکور کو ہندو قانون کے دائرے میں لانا بہتر ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نے تقریباً سابقہ فیصلے کو جو رامچندر بنام مہادیو (جلد ا بمبئی ہائیکورٹ ضمیمہ ۷۶ اشاعت دوم میں ہوا تھا منسوخ کر دیا۔ چتر بھوج بنام دھرمسی۔ ۹ بمبئی صفحہ ۴۳۸۔ جگموہن داس منگلداس بنام سر منگلداس ۱۰ بمبئی صفحہ ۵۲۸۔ رتنم ۱۶ مدراس صفحہ ۳۵۲۔

[1] بابو بنام تماّ ۹ مدراس صفحہ ۳۵۷ اجلاس کامل۔

[2] نندرام بنام منگل سین ۳۱ A صفحہ ۳۵۹۔

[3] بچو بنام منکوری بائی ۲۹ بمبئی صفحہ ۵۱۔ ۳۱ بمبئی صفحہ ۳۷۳ میں پریوی کونسل نے اس کی تصدیق کی۔

[4] لکشمن دادا نائک بنام رامچندر دادا نائک ۷ مرافعات ہند صفحہ ۱۸۱۔ پروتی بائی بنام بھاگونت وشوا ناتھ پھاٹک ۲۹ بمبئی صفحہ ۳۹۳۔

باپ کا اختیار اولاد کے حقوق کے باعث محدود ہوتا ہے

ف ۳۳۶ - تحت قانون مثاکشرا باپ اور اس کے لڑکوں میں کوئی امتیاز نہیں[1] بجز اس کے کہ لڑکے اس کے قرضوں کے ذمہ وار ہوتے ہیں (فقرہ ۳۰۸) اور اس استثنا کی حد تک جو اوپر بیان کیا گیا[1] وہ محض تشرکا ہونے ہیں[2] جب تک کہ وہ اس قابل ہے باپ خاندان کا بزرگ اور منتظم ہوتا ہے۔ وہ قانوناً مجاز ہوتا ہے کہ مشترکہ جائداد پر قابض رہے[3] اندرون خاندان وہ معاملات خاندان کی رہنمائی کرتا ہے اور تمام دنیا کے سامنے اس کی نیابت کرتا ہے[4] لیکن حقیقی ملکیت کے متعلق خاندان مشترکہ میں اس کی حقیت خود اس کے بیٹوں کی حقیت سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اگر جائداد موروثی ہو تو ہر ایک کو پیدائش سے خود اس کے حق کے برابر حق حاصل ہوتا ہے۔ اگر جائداد مشترکہ محنت یا مشترکہ سرمایہ سے حاصل کی گئی ہو تو خود صورت واقعہ سے کل کے کل ایک ہی منزل پر ہوتے ہیں اور اسی طریقے سے اس کے پوتے اور پڑپوتے اپنی اپنی پیدائش پر علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے باپ کے حقوق کے لحاظ سے حق پاتے ہیں۔ وہ ان کی نیابت کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے لہذا کل جائداد کے غیر مشخص حصوں میں ان کی نیابت ہوتی ہے (فقرہ ۱، ۲)۔ لہذا یہ قاعدہ قائم شدہ ہے کہ باپ اس طرح مشترکہ جائداد کو دے نہیں سکتا کہ اس کی اولاد پر مضر اثر پڑے۔ اگر وہ رضامندی دینے کے قابل ہوں تو ان کی رضامندی سے ایسا کیا جاسکتا ہے۔ یا اگر کوئی مسلمہ ضرورت پیدا ہو۔ یا معاملے کو حق بجانب سمجھنے کے لئے کوئی مذہبی وجوب ہو۔ جب اس کے افعال پر اعتراض ہو تو قیاس ابھی اس کے حق میں قائم نہیں ہوتا کہ وہ

۴۵۹

[1] ساہو رام چین بنام بپ سنگھ ۸ مرافعات ہند صفحہ ۱۲۸۔
[2] سورج بنسی بنام شیو پرشاد ۶ مرافعہ ہند صفحہ ۱۰۰۔ پالنی ولیپا ۱ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۱۴۱۔ رائے چرلو
[3] ایضاً صفحہ ۶۱۔ شدانند ۶ سدر لینڈ صفحہ ۵۶۔ للتی کنور ۵ شمالی مغربی صفحہ ۲۷۹۔
[4] مہا سکری کسو رایلو ۳۱ مدراس صفحہ ۳۱۸۔
[5] بالدیو بنام شام لال ۱ الہ آباد صفحہ ۷۷۔

معاملات ضروری تھے یا قابل پذیرائی[1]۔ اور اس سے ذرا بھی فرق نہیں ہوتا کہ آیا انتقال بحق شخص اجنبی ہے یا خود خاندان کے افراد میں سے ایک کے حق میں۔ آزمائش یہ ہے کہ آیا ان کے محصلہ حقوق میں دست اندازی ہوئی[2]۔ مثلاً جبکہ باپ نے زمین کا پٹہ خاندان کے دیوان کو اس کی وفادارانہ خدمات کے انعام میں دیا تو پٹہ منسوخ کیا گیا کیونکہ پٹہ لڑکوں کی نابالغی کے زمانے کا تھا اور لہذا لڑکوں کی رضامندی کے بغیر تھا[3]۔ اسی اصول پر تجویز ذیل کی گئی۔ یہ کہ متعدد شرکا میں سے کوئی ایک منع کرنے کا حق رکھتا ہے کہ مشترکہ جائداد میں اس طرح دست اندازی نہ کی جائے کہ اس کی قسم میں تغیر واقع ہو مثلاً اس پر کوئی عمارت بنا کر[4]۔ یا جس سے وہ بلا شرکت احد سے کسی ایک کے قبضے میں اس طرح آجائے کہ دوسروں کے مشترکہ حقوق کا سد باب ہو[5]۔ بے شک وہ صورت کچھ اور ہوگی اگر معمولی انتظام کے سلسلے میں یہ کام ہوئے ہوں مثلاً عمارت کی زمین پر عمارت بنائی جائے یا ان مکانوں کو پٹے پر دیا جائے جن سے منافع حاصل کرنا مقصود ہو۔ [ایک ہندو کو بہ حیثیت باپ ہونے کے بہ نسبت دیگر شرکا کے شراکتی جائداد پر خاص اختیارات انتقال حاصل ہیں۔ وہ موروثی منقولہ جائداد کا ہبہ کرسکتا ہے مگر "اغراض خیر" کے لئے۔ نیز اپنی زندگی میں نہ کہ بذریعہ وصیت۔ عالیہ عدالت مدراس نے[6] یہ قرار دیا ہے کہ موروثی غیر منقولہ جائداد کے ایک جزو

---

[1] گردسامی بنام گنپتیا ۵ مدراس صفحہ ۳۳۷۔ سبرینیا بنام سدا شیو ۸ مدراس صفحہ ۷۵۔ چنیا بنام پرول ۱۳ مدراس صفحہ ۵۱۔

[2] تناام سنگھ بنام مسماۃ امراؤتی جلد ۲ سدر دیوانی صفحہ ۵۷ صفحہ ۹۲۔ موتی لال بنام مترجیت ۶ ایضاً صفحہ ۷۱ صفحہ ۸۲۔ راجہ رام تواری بنام لچھمن ۸ سدر لینڈ صفحہ ۱۵۔ گنگا بشیشر بنام پرتی ۲ الہ آباد صفحہ ۶۳۵۔ بالا بنام بالاجی ۲۲ بمبئی صفحہ ۸۲۵۔ رایا کھل ۱۶ مدراس صفحہ ۸۴۔

[3] پرتاب نرائن ۳ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۲۱۔ ۱۱ سدر لینڈ صفحہ ۲۴۴ متومرلن بنام لکشمی فیصلہ جات مدراس ۱۸۶۲ء صفحہ ۲۲۷۔

[4] جانکی بنام بھکو۔ فیصلہ جات صدر دیوانی ۱۸۵۶ء صفحہ ۱۶۱۔ اندر دیو نرائن بنام تلسی نرائن ایضاً ۱۸۵۷ء صفحہ ۷۶۵۔ گردداس بنام بیجا جلد ۱ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۰۸۔ ۱۰ سدر لینڈ صفحہ ۱۷۱۔ شیو پرشاد بنام لیلا ۱۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۸۸۔ ۲۰ سدر لینڈ صفحہ ۱۶۰۔

[5] اسٹالکرٹ بنام گوپال ۱۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۹۷۔ ۲۰ سدر لینڈ صفحہ ۱۶۸۔

[6] سندرا میا بنام ستما ۱۹۱۲ء ۱۰ لا ٹائمز ہند صفحہ ۵۶ (۲۰۰ ایکڑ میں سے ۸ ایکڑ کا ہبہ بحال رکھا گیا۔ دیکھو نوٹ نمبر ۹ مقدمۂ رایا کھل۔

کا ہبہ باپ اپنی لڑکی کے حق میں بروقت ازدواج کرسکتا ہے یا بعد میں بھی۔ اس حصہ بے میں ایسے ہبہ کا رواج ہے۔ بمبئی میں اس کے خلاف فیصلہ فرمایا گیا[1]۔ شخص اجنب کے حق میں ہبہ بھی ناجائز ہے[2]۔ دیگر قابض ارکان کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس کی تنسیخ کے لئے نالش کریں[3]۔ منقولہ موروثی کا بھی معقول حدود کے اندر باپ ہبہ کرسکتا ہے۔ مقدمہ اپن پترا میں[4]۔ عالیہ عدالت مدراس نے لڑکی یا دیگر اناث ارکان کے حق میں ہبہ بالوصیت کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ لڑکوں سے رضامندی لی گئی ہو۔ مگر اس فیصلے کی صحت پر اسی عدالت میں بمقدمہ کبسا رامی بنام راما ۱۹۲۰ء ۵۹ نظائر ہند صفحہ ۱۸۱ اعتراض کیا گیا۔ ہاں اگر اپنی زندگی میں وہ ہبہ کیا ہو تو جائز ہے]۔

جائداد حین حیاتی

ف ۳۳۷۔ بعض صورتوں میں قابض کی حیثیت محصلہ تو ہوتی ہے مگر صرف حین حیات کے لئے۔ یا چال چلن اچھا رہنے تک۔ یا بطور معاوضۂ خدمات جو وقتاً فوقتاً حکومت کے لئے۔ یا دیہ کے لئے۔ یا مماثل چیزوں کے لئے انجام دیے جانے والے ہوں۔ مثلاً بنگال میں گھاٹ والی اسامیت کے سلسلے میں قبضۂ اراضی۔ یا بمبئی میں وطن داری۔ یا مدراس میں کرنام۔ خود نوعیت اسامیت سے ظاہر ہے کہ اسے قابض منتقل نہیں کرسکتا۔ اور نہ اس کے خلاف ڈگری کی تعمیل میں اسے قرق کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس کی وفات پر وہ اس کے وارث کو مل جائے تو یہ وراثت نہیں سمجھی جاتی بلکہ جانشینی۔ اسی وجہ سے مثل اثاثے کے ایسی جائداد قابض آخر کے دیون کی ادائی کی ذمہ دار نہیں ہے۔

۲۶۰

---

[1] جنیا جہادیو پا ۱۹۳۵ء ۵۹ بمبئی صفحہ ۴۵۹۔

[2] ریاضت علی بنام اقبال رائے ۱۹۳۵ء ۱۵۷ نظائر ہند صفحہ ۵۷ لاہور۔

[3] ۴۸ نظائر ہند صفحہ ۱۸۱ مدراس۔

[4] لطمی سنگھ بنام بکرناتھ ۹ مرافعات ہند صفحہ ۱۰۴۔ جگ جیوندا س بنام امداد ۶ بمبئی صفحہ ۲۱۱۔ اننددرائے بنام کالی پرشاد ۱۰ کلکتہ صفحہ ۶۷۷۔ پیدی پاپیا بنام رامیا ۷ مدراس صفحہ ۸۵۔ خدمات کی موقوفی کے نتیجے کے متعلق دیکھو رادھا بائی بنام اننت راؤ ۹ بمبئی صفحہ ۱۹۸۔ اپاجی بنام بابوجی بنام کیشو شام راؤ ۱۵ بمبئی صفحہ ۱۳۔

ناقابل تقسیم جائداد کے قابض کے حقوق مِتاکشرا میں

ف[۳۴۳]۔ ہندوستان کے ان صوبوں میں جہاں قانون مِتاکشرا کے تحت اہتمام جائداد کیا جاتا ہے حال حال تک یہ طے شدہ رواج تھا کہ ناقابل تقسیم موروثی جائداد کا قابض خود اپنی زندگی سے ماورا اس طرح منتقل نہیں کرسکتا اور نہ اس پر کوئی بار عائد رکھ سکتا ہے کہ اس کے دیگر شرکاء پابند ہوں بجز ان مقاصد کے جو خاندان کے لئے فائدے کا باعث ہوں نہ کہ صرف خود اس کے لئے[۱]۔ اس کا قوی امکان ہے کہ اس قسم کا رواج قطع نظر قانون مِتاکشرا یا کسی اور قانون کی مدد کے بغیر پیدا ہوا ہوگا۔ اس قسم کی جائدادوں کی نمایاں مثالیں حقوق شاہی کی نوعیت کی تھیں۔ اس کے مالک دیسی حکومت میں اپنے حسب منشا بہت کچھ کیا کرتے تھے۔ اگر نظام جاگیری کے ایک مقتدر اعلیٰ نے کسی ایک رعایا کو اراضی عطا کی ہو تو فطرۃً اس کا جانشین اسے منسوخ کر دیتا تھا کیونکہ رعیت مذکور اتنی طاقتور نہیں ہوتی تھی کہ نقصان کا مقابلہ کرسکے تنسیخ کا سبب قانون کی نفاستوں کا پاس ولحاظ نہیں ہوتا تھا بلکہ محض اس بنا پر کہ اغنیار عطا کو اختیار استرداد عطا سے زیادہ باوقعت نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اکثر دیگر قبضے فوجی خدمات کے سبب دیے جاتے تھے۔ ایسی صورت میں بیشک ان اسامیوں میں سے کوئی ایک جو یکے بعد دیگرے قابض رہے ہوں اراضی کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کرسکتا تھا کہ آنے والا قابض اس ذریعے سے محروم ہو جائے جس سے وہ اپنے فرائض انجام دے سکتا تھا۔ ان میں کے ایک معتد بہ کی ابتدا مسلمان حکام کے عمل سے ہوئی۔ مسلمان حکام کا یہ عمل تھا کہ وہ اپنے اضلاع عہدہ داران مال کے حوالے کرتے تھے کہ وہ ان کا انتظام

۴۶۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اکھار گپور گھاٹ والی پر قبضہ زمیندار کے تحت ہوتا ہے نہ کہ حکومت کے تحت۔ یہ گھاٹوالی قطعاً قابل انتقال ہے۔ محض گھاٹوال کی مدت کے لئے نہیں ٹمیٹ کالی بنام اندرائے ۵ امرافعہ جات ہند صفحہ ۱۸۔ ۵ اک صفحہ ۱۷/۴۔ دیکھو آگے فقرات ۸ ۹ ۳/۱ ۴۰۱۔ اراضی متعلق بہ عہدہ جیسا کہ کرنم کے متعلق دیکھو وینکٹ جگناد بنام ویرابدریا ۴۴ م صفحہ ۶۴۳۔ پی۔ سی۔

[۱] برسفورڈ بنام رام سبا ۱۳ م صفحہ ۱۹۷۔

کریں۔ یہ لوگ رعیت سے سرکاری حصۂ فصل وپیداوار جمع کیا کرتے تھے اور خود کی حق السعی میں ایک قابل لحاظ حصہ رکھ لیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ مناصب حین حیاتی ہوئے اور اس کے بعد قابل ارث۔ اور بالآخر ان صاحبان منصب کو ان اضلاع کا مالک سمجھا گیا جن کا نظم ونسق ان کے ذمے تھا یہاں بھی اختیار انتقال کی سختی جاری رہی گو عہدہ دار نے رفتہ رفتہ اپنے آپ کو سربرآوردہ زمیندار بنا لیا۔ یہ حدبندی اس وقت تک جبتک کہ قابض کو عہدہ دار سمجھا جارہا تھا یہ سلسلۂ عہدہ ایک معمولی چیز تھی۔ جب اس قسم کی اراضیات وجائداد یں برطانوی عدالتوں کے اختیار وقابو میں آئیں تو یہ لازم ہو گیا کہ اس حق کے استعمال کو قانونی بنیادوں کے تابع کیا جائے۔ سابقہ صدی کے ابتدائی حصے میں صدر عدالت مدراس کے فیصلے وقتاً فوقتاً مختلف ہوتے رہے۔ اختلاف اور تائید دونوں کے وجوہ ایک ہی نوع کے تھے۔ مگر یہ ملحوظ رہے کہ ان فیصلوں میں اصل نظریے کو برقرار رکھا گیا۔ بالآخر ہندوؤں کی حد تک متاکشرا کے عام اصولوں پر مسئلہ زیر بحث کا انحصار کیا گیا۔ قانون متاکشرا کے عام اصول سربرآوردہ خاندان کے ان معاملات میں قیود عائد کرتے ہیں جن کا تعلق مشترکہ جائداد سے ہو۔ اصول یہ قرار دیا گیا کہ اگر ناقابل تقسیم جائداد موروثی ہو تو وہ نہ صرف ہرآیندہ قابض کی جائداد ہو گی بلکہ اس کی اور ان کی جو قابل تقسیم جائداد میں اس کے شرکا ہوتے ہوں۔ یہ صحیح تھا کہ وہ نہ تو اصلی سرمایہ سے حصہ پانے کا ادعا کرسکتے تھے اور نہ سالانہ آمدنی سے۔ مگر یہ حجت پیش کی گئی کہ جانشینی میں ان کو حقیت محصلہ ہے اور اس حقیت کو موقتی قابض اپنے حسب منشا و زائل نہیں کرسکتا ہے یہ کیا گیا کہ ان متضاد اور مابہ النزاع حقوق میں تطابق پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر قابض کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ انتقال جائداد کرسکتا ہے مگر خود اپنی زندگی کی مدت کے لئے لیکن اس سے زیادہ کے لئے نہیں۔ بجز اس کے کہ غرض انتقال ضرورت خاندان ہو۔ اس نظریے کی تائید میں یہ بتلا دیا گیا ہے کہ پریوی کونسل نے بارہا جبکہ جانشینی کے مسائل پیدا ہوئے موروثی ناقابل تقسیم جائداد کو مشترکہ جائداد تصور فرمایا۔ اور اغراض انتقال کے لئے بھی اس کو ایسا سمجھنا مساوی طور پر معقول اور درست ہوگا۔ اس طریقے سے اس نظریے کو

ئے صوبۂ مدراس کے مسلسل فیصلوں میں عمل مذکورہ الصدر قائم کر دیا گیا ہے۔ میں نے ان فیصلوں

رواج کی بنیادوں سے علٰحدہ کیا گیا اور قانون کے چند معین قضیوں پر ان کو حصر کیا گیا۔ فطری امر یہ تھا کہ اس پر حملہ کیا جائے۔

ضبطی کا اثر:—

بنگال ہائیکورٹ کے ایک مقدمے میں چیف جسٹس کاؤچ نے اس نظریے پر اپنے فیصلے میں جو حملہ کیا وہ پہلا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک ناقابل تقسیم جائداد پر (جس کی وراثت حسب قانون جیٹھائی ہوتی ہے (Law of primogeniture) غدر کے زمانے میں ایک باغی قابض تھا۔ اس کو سزائے موت دی گئی اور اس کی جائداد تحت قانون نشان ۲۵ بابت ۱۸۵۷ء ضبط کر لی گئی۔ (وسیبی فوج۔ غدر کے لئے ضبطی)۔ خاندان تابع قانون متاکشرا تھا۔ پسر باغی نے جائداد کا ادعا کیا۔ وجہ یہ بیان کی کہ اس کو اس جائداد میں پیدائش سے مشترکہ حقیت حاصل ہو چکی تھی اور یہ کہ ضبطی کا اطلاق صرف باپ کے حین حیاتی حق پر ہوسکتا ہے۔ اس حجت کو قابل پذیرائی نہ سمجھا گیا۔ چیف جسٹس نے فرمایا "وہ سوال زیر بحث کو اس طرح بدل دیا جاسکتا ہے۔ کیا قانون متاکشرا جس سے ہر لڑکے کو یکجدی یا موروثی جائداد میں پیدائش سے ملکیت حاصل ہوتی ہے اس رواج کے کہ جائداد ناقابل تقسیم ہے اور بڑے لڑکے کو وراثۃً ملتی ہے موافق ہے؟ پیدائشی ملکیت جائداد ہر لڑکے کو یہ حق دیتی ہے کہ باپ کو تقسیم پر مجبور کرے۔ یہ حق اس کے مغائر و تناقض ہے کہ جائداد ناقابل تقسیم ہے۔ باپ کے مرنے پر کل جائداد فرزند اکبر کو پہنچ جاتی ہے اور دوسروں کی پیدائشی ملکیت بے اثر۔ ایسی جائداد میں پیدائشی ملکیت ایک حق ہے جس سے چھوٹے لڑکے کبھی بھی استفادہ نہیں کرسکتے۔ نہ صرف یہ ضروری نہیں ہے کہ فرزند اکبر کے لئے جائداد محفوظ ہو بلکہ اگر چھوٹے لڑکوں کے لئے وہ اثر پذیر ہو تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کا اعادہ کرنا غیر ضروری سمجھا۔ اشاعت چہارم کے فقرات ۳۱۲/۳۱۳ میں آپ انھیں دیکھ سکتے ہیں۔ اور ان میں کے اکثر پر فیصلۂ پریوی کونسل میں بحث کی گئی ہے (مقدمۂ تپا پور ۲۲ مرافعات ہند صفحہ ۹۱)۔ دیکھو فقرہ ۳۴۱/۵۔ دیکھو جلد ۲ امور کے مرافعہ جات ہند صفحہ ۵۰۰۔ ۲ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۵۰ ۳۔ مقدمات مرافعہ صفحہ ۴۸۷۔ ۵ مقدمات مرافعہ صفحہ ۲۳۹ ۲۔ نظائر مرافعہ ۱۸۹۸ء صفحہ ۶۰۵۔ ان فیصلوں کو بعد میں غلط قرار دیا گیا۔

اس کا امتناع لازم آئے گا۔ قانون مٹاکشرا کے اس جزو کو رواج کے مطابق نہیں کیا جاسکتا۔ اور ہم یہ فیصلہ کرنا مناسب خیال کرتے ہیں کہ اس جائداد پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔" سچ پوچھو تو مدعی کا دعوے یہ ہے کہ صرف فرزند اکبر اپنے باپ کے ساتھ مالک مشترک ہوتا ہے۔ قانون مٹاکشرا ایسا نہیں ہے یا تو کل لڑکے مالکان مشترک ہوتے ہیں یا کوئی بھی نہیں ہوتا۔ بڑے لڑکے کا صرف یہ حق ہے کہ اس کے باپ کے مرنے پر وہ وارث ہو۔[1]

پرورشی عطیوں کے اثرات

۳۳۹ ٹیکم راج موقوعہ چھوٹا ناگپور[2] کے مقدمے میں پھر وہی سوال پیدا ہوا۔ راجہ کے مرنے پر اس کے جانشین نے ان عطیوں کو منسوخ کرانا چاہا جو متوفی نے دیگر ارکان کی پرورش کے لئے دیے تھے۔ مٹاکشرا قانون کا سوال پیدا ہی نہیں ہوا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ جہاں تک اس کا اطلاق مقدمۂ مذکور پر ہو سکتا تھا مقدمۂ بنگال قانون کا تابع تھا۔ استدلال یہ تھا کہ "جس عطیے سے اس قسم کا راج قائم کیا گیا خود اس کی نوعیت یہ بتلا رہی ہے کہ ہر مالک عطیہ کو صرف محدود حقوق دیے گئے"۔ اس کے متعلق شہادت پیش نہیں کی گئی کہ اصلی اور ابتدائی عطیے سے کوئی خاص شرائط ملحق تھے۔ اور معلوم یہ ہوا کہ اس قسم کے انتقالات رواجاً اس خاندان میں ہوا کرتے تھے۔ عدالت نے دعوے کو یہ کہتے ہوئے نامنظور کیا:۔

"جائداد ناقابل تقسیم ہے۔ یہ کہ اس وجہ سے وہ جائداد فرزند اکبر کو پہنچتی ہے اور بس۔ اس سے زیادہ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس کا ناقابل تقسیم ہونا اس طرح اثر پذیر ہو سکتا ہے کہ معمولی قانون میں اس سے زیادہ مداخلت کر سکے۔ معمولی قانون کے تحت اس کے حق انتقال پر صرف چند خاندانی رواج کے باعث حد بندی کی جاسکتی ہے۔ خاندانی رواج عام قانون کو اپنے قابو میں رکھتا ہے اور اس پر اسے ترجیح ہوتی ہے۔" قانون

---

[1] ٹھاکر کا پناتھ بنام گورنمنٹ ۱۳ بنگال لارپورٹ صفحہ ۴۴۵ صفحہ ۴۵۸ صفحہ ۴۶۰۔ ۲۲ سدرلینڈ صفحہ ۱۷ عدالت نے فی الواقعی یہ معلوم کیا کہ نالش پر میعاد مانع ہے۔

[2] امرے ادنیا دپ بنام جدب لال ۵ ک صفحہ ۱۱۳ صفحہ ۱۱۶ پر اس قانون کا ذکر ہے جس کا اطلاق خاندان پر ہوگا۔

بنگال میں بیشک ایسا ہی ہو سکے گا۔ مرافعے میں اس فیصلے کو مصدق کیا گیا۔ جوڈیشل کمیٹی نے خود اپنے سابقہ فیصلے کا حوالہ دیا۔ یہ فیصلہ پشیٹ راج کے مقدمے میں صادر کیا گیا۔ حوالہ دینے سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ کسی جائداد کے محض ناقابل تقسیم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ناقابل انتقال بھی ہے۔ لیکن یہ کہ اس کا ناقابل انتقال ہونا خاندانی رواج پر منحصر ہوگا۔ اور خاندانی رواج کا ثابت کیا جانا ضروری ہے[1]۔ یہ مقدمہ بھی قانون بنگال کے تحت تھا۔

بعد کے ایک مقدمے میں متاکشرا خاندان کے متعدد ارکان میں نزاع پیدا ہوئی۔ یہ خاندان پجاریوں کا تھا۔ چھوٹا ناگپور کے راجہ نے خاندان مذکور کو ایک عطیہ دیا تھا اس عطیے کو عام طور سے پترو پترودک (Putro Putrodik) کہتے تھے۔ اسے قابل ارث عطیہ کہا جاتا تھا۔ ایسے عطیے میں متاکشرا خاندان کے کل ارکان حصہ پاتے تھے اور جو باپ سے بیٹے کو وراثتاً مثل دیگر موروثی جائداد پہنچتا تھا۔ ان میں کے ایک رکن نے یہ ادعا کیا کہ بعد کے آنے والے راجہ نے متذکرہ عطیے کو منسوخ کر کے کل جائداد اس رکن کو عطا کر دی تھی۔ ہائیکورٹ نے تجویز کی کہ ایسا استرداد خلاف قانون تھا۔ چیف جسٹس گرتھ نے فرمایا۔ "اس واقعے سے کہ راج ناقابل تقسیم ہے یہ امتناع لازم نہیں آتا قابض مہاراجہ زمین دوامی عطا نہیں کر سکتا[2]۔ یہاں بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ چھوٹا ناگپور کا راج کسی اور قانون کا تابع تھا مگر یہ کہ بنگال کا۔ مقدمۂ سابق میں جسٹس متر کی رائے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ضلع میں جو زیر بحث ہے اسی قانون کا اطلاق ہوگا[3]۔

۴۶۳

---

[1] ادتیا دب بنام جادب لال ۸ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۴۸۔ انند لال بنام مہاراجہ دیہرائے گرد کا ذکر کیا گیا ۵ م و ر مرافعات ہند صفحہ ۸۲۔

[2] نرائن کھوٹیا بنام کشے ناتھ ۵ ک صفحہ ۴۶۱۔

[3] ۵ ک صفحہ ۱۱۶ جس مقدمے پر آگے بحث کی گئی ہے اس میں معلوم ہوتا ہے کہ ۵ کلکتے کے مقدمے کے متعلق غلط فہمی ہوئی۔ سر رچرڈ کاوچ اسے خاندان متاکشرا کا مقدمہ کہتے ہیں گویا کہ وہ قانون متاکشرا کا تابع تھا ۱۵ مرافعات ہند صفحہ ۶۵) عطیے کا جواز اور اس کا اثر قانونی معطی کے قانون پر منحصر تھا۔ معطی لہم کے درمیان قانون متاکشرا کی حکومت ہوگی۔

مقدمہ رانی سرتاج کنواری۔
جلد ۱۵ امرائنہ جات ہند صفحہ ۱۵۔
۱۰ الہ آباد صفحہ ۲ بے ۲ ۱۸۸۸ء

ف ۳۴۰ ۱۸۸۸ء میں پھر بھی پریوی کونسل نے ایک مقدمے میں جو قانون مٹاکشرا کا تابع تھا فیصلہ صادر کیا۔ اس فیصلے نے گزشتہ کل فیصلوں کی اصل میں جڑیں پکڑیں۔ مہولی دجو شمالی۔ مغربی صوبوں میں واقع ہے)، کے راجہ نے اپنی جائداد کے سترہ نہایت ہی زرخیز گاؤں اپنی چھوٹی زوجہ کے حق میں دواماً منتقل کر دیئے۔ اس کے لڑکے نے استقرار کی نالش کی۔ یہ کہ ہندو قانون کے مطابق راجہ کو کوئی حق نہ تھا وہ کسی حالت میں بجز اس کے کہ اپنے حین حیات قبضۂ جائداد سے مستفید ہو" اور اسے اختیار نہ تھا کہ اس جائداد کا کوئی جزو منتقل کرے۔ بیشک اس ادعا کے درست ہونے کے متعلق نہایت وسیع الفاظ میں اعتراف کیا گیا۔ مگر زیر بحث قضیے کو عدالت نے صحیح طور پر الفاظ ذیل میں بیان فرمایا:۔ " بہ الفاظ دیگر مدعی اس کا دعویدار ہے کہ اس کے مقدمے کا تصفیہ ہندو قانون کے ان اصولوں کے مطابق کیا جانا چاہیئے جن سے مشترکہ خاندانوں اوران کی جائداد کا فیصلہ کیا جاتا ہے بجز اس کے کہ اور بجز اس حد تک کہ نوعیت جائداد وان کے اطلاق کی اجازت نہ دے۔" جوڈیشل کمیٹی کے سابقہ فیصلوں کی جانچ کرنے کے بعد عدالت نے فرمایا: " اگر ہم نے یہ تجویز صحیح طور پر کی ہے کہ مہولی راج کی جائداد مشترکہ خاندان کی جائداد ہے تو پھر کوئی ایک رکن گو اس کی حیثیت باپ کی ہو یا کرتا کی اسے یا اس کے کسی جزو کو کل کی رضامندی کے بغیر منتقل نہیں کرسکتا ضروری اخراجات خاندان یا شدید اخراجات کے لئے ایسا کیا جاسکتا ہے۔ ہندو قانون کا بہرکیف یہی نظریہ ہے اور اس عدالت نے جہاں تک کہ ہم واقف ہیں اسے ہمیشہ سے فیصلوں کے طول وطویل سلسلوں میں اور مسلسل طور پر تسلیم کیا ہے۔ ان سے گریز کرنے میں ہمیں تامل ہے۔" جوڈیشل کمیٹی کے مرافعے میں ان فیصلوں کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا جو مدراس نے اس عنوان پر کئے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ان فیصلوں نے اس استدلال میں کوئی اضافہ نہیں کیا جس پر الہ آباد ہائیکورٹ نے اعتماد و بھروسا کیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ فیصلے اہم تھے کیونکہ ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کس وسعت اور اصرار کے ساتھ ان فیصلوں کا سلسلہ جاری رہا جنھیں اب غلط قرار دیا گیا۔ یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ

جوڈیشل کمیٹی کو ذیل کے واقعہ کے متعلق توجہ دلائی گئی۔ یہ کہ مقدمۂ ضبطی (دیکھو فقرہ ۲۳۸ نوٹ ۶) کے سوا وہ کل نظائر جن پر اعتماد کرنا ظاہر ہے حقیقتاً یا تو قانون بنگال سے متعلق تھے۔ یا کمسوبۂ ذاتی جائداد کے انتقالات سے۔ حکامان عالیمقام نے فرمایا۔ "ایک جدی یا موروثی جائداد پر جو ملکیت تحت قانون متاکشرا پیدائش سے حاصل ہوتی ہے حکامانِ عالیمقام کی رائے میں حق تقسیم سے اس طرح ملی ہوئی ہے کہ ملکیت ہوتی ہی نہیں جبکہ حق تقسیم موجود نہ ہو۔ جس طرح اس مقدمے میں ببوگن (Babuana) وظیفہ کا حق ہے اسی طرح ہنسپور کے مقدمے میں[1] بھی وظیفۂ مذکور کے پانے کا حق حاصل تھا مگر یہ نہیں خیال کیا گیا کہ اس سے حقیت مشترک پیدا ہوئی جس سے انتقال کا امتناع لازم آتا۔ رسم یا رواج سے فرزند اکبر باپ کی وفات پر کل جائداد کو پاتا ہے۔ جیسا کہ جائداد پر انفرادی قبضہ ہونے سے وہ اس جائداد کا وارث ہوتا ہے۔ اس طریقۂ جانشینی کو خاندان مشترکہ کے حقوق سے منطبق کرنا دشوار ہے۔ نیز یہ قرار دینا بھی مشکل ہے کہ ملکیت مشترکہ ہے جس سے انتقال ممنوع ہو جاتا ہے جبکہ قابض جائداد کو پسر نہ ہو اور اس کا فیصلہ کرنا ضروری ہو کہ کون جانشین ہوگا تو دشواری ایسی نہ ہوگی" "وجیسا کہ حکامان عالیمقام کی رائے ہے اگر فرزند اکبر جائداد میں باپ کا شریک حصہ دار نہ بنے اور وہاں قانون متاکشرا ابھی رائج ہو و نیز صرف فرزند اکبر کے وارث ہونے کا رواج بھی ہو تو جائداد کا ناقابل انتقال ہونا رواج ثبتہ پر منحصر ہوگا یا چند خاص صورتوں میں نوعیت قبضہ واسامیت پر" "اگر ان واقعات کی شہادت نہ دی جائے جن سے انتقال کا عمل میں آنا اغلب ہوتا ہو تو شہادت انتقال کے عدم کو اس رواج کا ثبوت نہیں سمجھا جاسکتا کہ جائداد ناقابل انتقال ہے" [پرتاب چندر بنام جگدیش چندر سنہ ۱۹۱۷ء ۲۰۱ نظائر ہند صفحہ ۵۹۹۔ راجہ مہاسادو سدن کشنا باسی سنہ ۱۹۲۸ء ۱۲۱ نظائر ہند صفحہ ۴۶۲ جس میں گوپال پرشاد سے اختلاف کرتے ہوئے قرار دیا گیا کہ اوڑیسہ کا کلاجت محل جسے پاٹیا قلعہ کہتے تھے قابل انتقال ہے۔]

---

[1] ۱۲ اسم افعہ جات مور صاحب صفحہ ۱۔ اس میں راج منتقل کنندہ کا کمسوبۂ ذاتی تھا (صفحہ ۳۴) اور لہذا متاکشرا میں بھی اس کو پورا پورا اختیار حاصل تھا۔

مدراس میں اتباع کیا گیا۔

واسمو۔ بیشک اس فیصلے کا اتباع ہائیکورٹ مدراس نے کیا مگر بادل ناخواستہ۔ شیواگنگا کے زمیندار نے ۲۰ سال کے لئے ایک کان کا پٹہ دیا تھا۔ بیٹے نے مرحوم باپ کے عطا کردہ پٹہ کی تنسیخ کے لئے نالش کی۔ ہائیکورٹ نے تجویز کی "کہ معاملہ ایسا نہ تھا جیسے ہندو خاندان کا کرتا منعقد کرسکتا تھا کیونکہ خاندانی جائداد پر اس کے اختیارات محدود ہوتے ہیں اور ان کے استعمال میں اسے معمولی احتیاط اور عاقبت اندیشی کو کام میں لانا پڑتا ہے" پریوی کونسل کے حالیہ فیصلوں کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے فرمایا۔ "یہ فیصلے اس اصول کے براہ راست مغائر ہیں جس پر اس صوبے میں زمیندار کے حق انتقال کے متعلق کل فیصلوں کا سلسلہ منحصر ہے۔ ہمیشہ سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ ناقابل تقسیم زمینداری کے قابض کے افعال اور انتقالات منسوخ کئے جائیں گے اگر ان کا منشا یہ ہو کہ اس کی زندگی کے بعد بھی وہ نافذ رہیں اور اگر وہ نیک نیتی پر مبنی نہ ہوں نیز اگر خاندان کے لئے مضر ہوں" تاہم جوڈیشل کمیٹی کی سند کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے انھوں نے ایک تنقیح کی ہدایت کی جائے کہ آیا امتناع انتقال کے لئے کوئی خاندانی رواج پیش کیا جاسکتا ہے۔ بیشک کوئی ایسا رواج ثابت نہیں ہوسکا۔ اس لئے مدعی کا دعوے خارج کیا گیا۔[1] (الف)۔

مقدمہ پتاپور۔

وہی سوال دوسری شکل میں پیدا ہوا۔ پتاپور کے راجہ نے ایک لڑکے کو متبنیٰ کیا۔ مگر شادی ہونے کے باوجود ایک عرصے تک لاولد رہنے کے بعد تبنیت کے سالہا سال بعد یہ اعلان کیا گیا کہ اس کی ایک زوجہ کو پتر پیدا ہوا۔ اس کے فوری بعد راجہ مرگیا مگر ایک وصیت نامہ چھوڑا اس وصیت نامے سے اس نے کل جائداد نابالغ پتر کے حق میں ہبہ کی اور یہ لکھا کہ یہ ہبہ متبنیٰ لڑکے کی پرورش کا تابع ہوگا۔ متبنیٰ نے نالش

[1] الف۔ پیر سفورڈ بنام رام سبا ۱۳ اام صفحہ ۱۹۷۔ روپ سنگھ بنام پربھو نرائن ۲۰ الہ آباد صفحہ ۲۲۷۔ دیکھو سوا سبرانیا بنام کرشنال ۱۸ ام صفحہ ۲۸۷۔ اس میں رواج ثابت کیا گیا کہ جائداد منتقل نہیں کی جاسکتی۔ مالک پھر بھی قانونی ضرورت کے لئے منتقل کرسکتا ہے اگرچہ کہ اس کے خلاف رواج ثابت کیا جائے۔

کیا۔ یہ کہ لڑکا فرضی تھا اور یہ کہ وصیت نامہ ناجائز۔ عدالت ابتدائی نے دونوں حجتوں کا تصفیہ بحق مدعی کیا۔ ہائیکورٹ نے بعینۂ مرافعہ وصیت نامے کی تقویت پر بحق مدعی علیہ فیصلہ کیا مگر صحیح النسبی کے سوال کو چھیڑنے کے بغیر۔ انھوں نے یہ فیصلہ فرمایا کہ پریوی کونسل نے بمقدمۂ سرتاج کنواری یہ تصفیہ کر دیا ہے کہ راجہ اپنے اسٹیٹ کا کوئی جزو بھی اجنبی کو دے سکتا تھا اس فیصلے کی اتباع میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وصیت سے بھی وہ ایسا کرنے کا مجاز تھا لہذا مدعی کو کوئی حق نہیں ہے۔ وصیت نامے سے جو سوال پیدا ہوا تھا اس کا اندراج ہم نے اس کے مناسب مقام (ف۱۸۱) میں کیا ہے۔

پریوی کونسل کے مرافعے میں یہ ناممکن تھا کہ خود اس کے فیصلے کے خلاف حجت کی جائے۔ مگر یہ استدلال کیا گیا کہ فیصلوں کے ایک سلسلے نے (جو تقریباً پچھتر سال سے ہوتے آرہے ہیں گو وہ بفرض محال سب کے سب غلط ہوں) اس اصول کے تحت کہ غلطی عام قانون ہو جاتی ہے (Communis error facit Legem) ایک نئی صورت حال پیدا کر دی ہے۔ یہ کہ اس اصول میں پریوی کونسل مداخلت نہیں کریگی۔ ذیل کا استدلال مزید پیش کیا گیا۔ یہ کہ فیصلوں میں خود ایک رواج کی شہادت موجود ہے کہ ناقابل انتقال جائداد کے قابض کے لئے امتناع انتقال لازم آتا ہے۔ بحث یہ کی گئی کہ اس رواج کا الحاق ہر اس قسم کی جائداد سے ہونا چاہئے۔ اس طرح لہذا رواج اس استثنا میں خود بخود آجاتا ہے جو جوڈیشل کمیٹی نے بمقدمۂ سرتاج کنواری بیان فرمایا۔ ان دونوں مباحث کو نامنظور فرمایا گیا۔ مقدم الذکر کے متعلق کمیٹی نے یہ فرمایا کہ مدراس کے مسلسل فیصلے وقتاً فوقتاً مختلف ہوتے رہے ہیں۔ وجوہ اختلاف وہی ہیں جن پر کہ وہ مبنی تھے۔ اور لہذا ”ان کی رائے یہ ہے کہ اس مقدمے میں انھیں نظریۂ ذیل کا اطلاق نہ کرنا چاہئے۔ یہ کہ جب فیصلوں کا ایک طویل سلسلہ ہو تو انھیں منسوخ نہ کرنا چاہئے اور اس طرح قانون کو نہ بدلنا چاہئے“ دوسری بحث کے متعلق کمیٹی نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ یہ صورت قدیم اور ایسے مسلسل رواج کی نہ تھی جس سے عمومی قانون میں ترمیم واقع ہو سکے۔ ”اس رواج نے جس پر اعتماد کیا جارہا ہے قانون کی ترمیم

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ گوپا پرشاد بنام رگھوناتھ ۳۲ ک صفحہ ۱۵۸۔

نہیں کی۔ قانون سے ہٹ کر اس کو کوئی قوت حاصل نہ تھی۔ انتقال جائداد کے خلاف کسی ایسے رواج یا رسم کا یہاں ثبوت نہیں ہے جسے ہندوستان کی عدالتوں کو مثل قوت قانون کے تسلیم کرنا ہی چاہئے[1]" اب یہ امر طے شدہ ہے کہ ناقابل تقسیم زمینداری کسی طرح بھی خاندان مشترکہ نہیں ہے۔ اور یہ کہ ہندو قانون کا کوئی ایک قاعدہ جس کا اطلاق خاندان مشترکہ پر ہوتا ہو صرف رواجاً زمینداری سے متعلق کیا جا سکتا ہے۔ رواج بھی ایسا ہونا چاہئے جسے عدالتی فیصلوں نے تسلیم کیا ہو۔ یا اس خاص زمینداری کے متعلق اس رواج کو شہادت سے ثابت کیا گیا ہو[2]۔ کالبعض ناقابل تقسیم راج کے خاندان کے چھوٹے رکن کی حقیقت محض امکان وراثت ہے[3]۔ [وینکٹ سوریا کے مقدمہ میں جو تجویز بہ تعلق متبنیت کی گئی وہ بھی ذہن نشین ہے تبنیت سے اختیار ہبہ یا اختیار وصیت زائل نہیں ہوتا۔ متبنیٰ گیرندہ معناً یہ معاہدہ نہیں کرتا کہ وہ اپنی جائداد کا ہبہ نہ کرے گا۔ یا وصیت سے نہ دے گا۔]

حق اعتراض۔ پیدائش سے مرافق کا حاصل ہونا۔	**دفعہ ۳۴۲۔** باپ کے انتقالات پر بیشک صرف وہ معترض ہو سکتا ہے جس کو اس جائداد میں اس کے ساتھ حقیت

۴۶۸

لے وینکٹ سوریا مہاپتی رام کرشنا راؤ بنام کورٹ آف وارڈس ۲۶ مرافعات ہند صفحہ ۸۳۔ ۲۲ مدراس صفحہ ۳۸۳ [?] ۲۰ مدراس صفحہ ۱۶۷ کی تصدیق کرتے ہوئے۔ مدراس میں ان فیصلوں کے متعلق بے اطمینانی ظاہر کی گئی۔ چنانچہ مقامی مجلس وضع قوانین نے مداخلت کی اور اس صوبے کی حد تک عملاً انھیں منسوخ کر دیا (مدراس ایکٹ ۲ سنہ ۱۹۰۲۔ ایکٹ ۲ سنہ ۱۹۰۳۔ ایکٹ ۱ سنہ ۱۹۰۴) قطع نظر قانون سازی کے الہ آباد اور مدراس کی تجاویز وفیصلوں کا اثر ان معاملات کے متعلق جو مذکور الصدر قوانین کے صادر ہونے سے قبل کئے گئے ہوں جوڈیشل کمیٹی کے فیصلے سے بہت کچھ گھٹ گیا ہے۔ مقدمہ عبدالعزیز خاں بنام اپا سامی نائیکر ۳۱ مرافعات ہند صفحہ ۱۔ ۲۷ مدراس صفحہ ۱۳۱۔ لیکن دیکھو اوتیا نائیکر بنام ہوروگیا چیٹیر ۲۶ مدراس صفحہ ۳۲۵ [نیز دیکھئے پرتاب چندر ۱۰۲ نظائر ہند صفحہ ۵۹۹۔ و ۱۲۱ نظائر ہند صفحہ ۶۲ ۴ بمبئی سنہ ۱۹۲۸]۔

ئے رام راؤ بنام راجہ آف پتاپورہ ۴۵ مرافعات ہند صفحہ ۱۴۸۔ ۴۱ مدراس صفحہ ۷۷۸۔ اس مفروضہ قانونی کو کہ ایسی جائداد مشترکہ خاندان کی جائداد ہے جانشینی کا تعین کرنے کیلئے تسلیم کیا گیا ہے دیکھو فقرہ ۲۶۵۔

سے للتی شور بنام رامی شور ۳۶ کلکتہ صفحہ ۴۸۱۔

مشترک حاصل ہو۔ یا تو مشترکہ حصول کے باعث۔ یا یہ سبب پیدائش)۔ جب اعتراض کی بنیاد پیدائش ہو تو یہ تبلانا ضروری ہے کہ بروقت پیدائش حق مذکور اعتراض کنندہ کو حاصل ہو چکا تھا۔ یا اس کی پیدائش سے۔ لہذا بیٹا ان انتقالات پر اعتراض نہیں کر سکتا جو باپ نے بطور جائز اس کے پیدا ہونے سے قبل کئے ہوں۔ کیونکہ صرف پیدائش ہی سے وہ اس جائداد میں حق حاصل کر سکتا ہے جو اس وقت اس کے مورث کے پاس تھی[1]۔ بنا براں اگر انتقال کے وقت کوئی ایسا شخص موجود نہ تھا جس کی رضامندی ضروری تھی[2]۔ یا اگر اس وقت کے موجودہ اشخاص نے رضامندی دی تھی تو پھر بیٹا بعد میں اس بنا پر اعتراض نہیں کر سکتا کہ اس معاملے کے لئے ضرورت نہ تھی[3]۔ مقدمۂ ذیل میں باپ نے ایسی خاندانی زمین کے بیع کا معاہدہ کیا جس پر وہ قابض نہ تھا۔ یہ کہ جو ہی قبضہ حاصل ہو جائے معاہدے کی تعمیل کی جائے گی۔ معاہدۂ مذکور کے بعد مگر قبضے سے پہلے اسے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ قرار دیا گیا کہ تعمیل مخصوص کی ڈگری کا بیٹا پابند نہیں ہے کیونکہ اسے فریق نالش نہیں بنایا گیا تھا۔ عدالت نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ اگر بعد معاہدۂ بیع مگر واقعی طور پر انتقال عمل میں آنے سے پہلے لڑکا پیدا ہوا ہوتا تو یہی فیصلہ اس صورت میں بھی مناسب ہوتا[4]۔ برخلاف اس کے اگر باپ

---

[1] چھیدن لال بنام کالو سنہ ۱۹۱۱ء ۳۳ الہ آباد صفحہ ۲۸۳۔ بھولا ناتھ بنام کارتک ۳۴ کلکتہ صفحہ ۳۷۲۔ سورج پرشاد بنام کمز لال سنہ ۱۹۲۲ء ۶۹ نظائر ہند صفحہ ۴۳۱ محض یہ حق کہ فریب کے لئے نالش کر سکتا ہے۔ یا محض یہ حق کہ عطیے کے اضافے کے لئے گورنمنٹ میں درخواست کی جا سکتی ہے۔ ایسا حق نہیں ہے جو پیدائش سے محصلہ ہو۔ چودھری اجاگر بنام چودھری پتم ۸ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۹۰۔ ۴ الہ آباد صفحہ ۱۲۰۔

[2] نارائن داس بنام دھر دیال ۵ الہ آباد صفحہ ۱۷۵۔ بشوا ناتھ پرشاد ساہو بنام گجادھر پرشاد ساہو سنہ ۱۹۱۸ء ۴۴ نظائر ہند صفحہ ۷۰۔ ۳۔ پٹنہ لاجرنل صفحہ ۱۶۸۔

[3] جادو بنام مسماۃ رانی ۵ شمالی مغربی صوبہ صفحہ ۱۱۳۔ راجہ رام تواری بنام لچھمن ۸ سدرلینڈ صفحہ ۱۶ صفحہ ۱۲۔ گردھری لال بنام کنتو لال ۱ مرافعہ جات ہند صفحہ ۳۲۱۔ ۱۵ بنگال لارپورٹ صفحہ ۱۸۷۔ ۲۲ سدرلینڈ صفحہ ۵۶۔ موہن لال بنام پرشادی لال سنہ ۱۹۲۳ء ۷۴ نظائر ہند صفحہ ۹۹۹۔ جتندرا بنام سکھ دب سنہ ۱۹۲۹ء ۱۱۵ نظائر ہند صفحہ ۸۶۔ ہر لال بہادر بنام اسیکا پرشاد سنہ ۱۹۲۵ء ۹۱ نظائر ہند صفحہ ۱۷۴۔

[4] پونم بالا بنام سندر پا ایر ۲۰ مدراس صفحہ ۳۵۴۔

نے بلا ضرورت جائداد منتقل کی ہو اور ان لڑکوں کی رضامندی کے بغیر جو اس وقت زندہ تھے تو ایسا انتقال ان کے مقابلے میں ناجائز ہوگا اور ایسے لڑکے کے مقابلے میں بھی جو معاملے کی توثیق سے پہلے پیدا ہوا ہو۔ اس کی پیدائش کے بعد اگر رضامندی دی گئی ہو تو ایسی رضامندی کا وہ پابند نہ ہوگا[1]۔ اس چیز کی وجہ بلاشبہ یہ نہیں ہے کہ بر وقت انتقال جائداد خاندانی جائداد میں غیر پیدا شدہ بیٹے کو کوئی حق حاصل ہوتا ہے۔ اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ اس کے پیدا ہونے پر اسے خاندانی جائداد میں اس وقت کی حالت کے لحاظ سے حصہ ملتا ہے۔ اگر خاندانی جائداد کے کسی جزو کے انتقال سابقہ کو اس وقت کے ارکان کی رضامندی نے جائز کر دیا تھا۔ یا وہ اس وجہ سے جائز تھا کہ انھوں نے وقت پر اس کی تنسیخ نہیں کرائی تو اس کی ملکیت جائداد (جس میں اسے پیدائش کے وقت حصہ ملتا ہے) اس طرح منتقل کئے ہوئے حصے کی حد تک کم ہو جائے گی۔ اگر انتقال ناجائز تھا تو اسے کل جائداد میں بشمول اس کے جس کو منتقل کرنے کا ادعا کیا گیا تھا حصہ ملتا ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ اس کے حقوق پر حملہ کیا گیا تھا (اس کو اس وقت کوئی حق تھا ہی نہیں) بلکہ اس لئے کہ وہ فعل خود برا تھا اور اس سے مشترکہ خاندانی جائداد میں کسی قسم کی کمی ہوئی ہی نہیں[2]۔

ایک مقدمے میں پنڈتوں نے صدر عدالت کو یہ مشورہ دیا کہ لڑکوں کے حقوق کا قاعدہ اس قدر وسیع ہے کہ کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ جب تک اس میں بچہ پیدا کرانے کی قابلیت باقی ہے وہ اپنی کل جائداد دے دلا دے۔ یہ کہ اس کا ایک چھوٹا جزو وہ منتقل کر سکتا ہے بشرطیکہ اسکے اس عمل سے اس کے اس وقت کے بچے۔ یا جو بچے پیدا ہو سکتے ہوں۔ پرورش کے ذرائع سے محروم نہ ہوتے ہوں[3]۔ بظاہر اس فیصلے کی بنیاد وہ اس ٹا متن ہے جس کا ذکر متاکشرا میں کیا گیا ہے (جلد ا باب ا فقرہ ۲۷) "وہ جو پیدا ہو چکے ہیں۔ اور وہ جو ابھی پیدا نہ کرائے گئے ہوں۔"

۴۶۹

---

[1] ہردودت بنام بیر نرائن ۱۱ سدر لینڈ ۱۰ صفحہ ۸۰۔ تلسی رام بنام بابو ۳۳ الہ آباد صفحہ ۶۵۴۔
[2] لچھمن نرائن پرشاد بنام کشن کشور چند ۱۹۱۶ ۳۸ الہ آباد صفحہ ۱۲۶۔ ۳۳ نظائر ہند صفحہ ۵۱۳۔
[3] سبا پٹن بنام جگابہا مدراس کے فیصلے بابت ۱۸۵۱ء صفحہ ۳۔

اور وہ جو ہنوز رحم مادر میں ہوں پرورش کے ذرائع چاہتے ہیں لہذا نہ تو ہبہ کیا جانا چاہیے اور نہ بیع لیکن اس حکم کو ہائیکورٹ مدراس نے ان بچوں کی حد تک جو ابھی پیدا نہ کرائے گئے ہوں محض ایک اخلاقی ہدایت تصور فرمایا اور تجویز فرمائی گئی۔ یہ کہ غیر پیدا شدہ بچے کے حقوق کا تعلق صرف اس لڑکے سے ہے جو معاملہ زیر بحث کے وقت رحم مادر میں تھا۔[1] یہ مسئلہ کہ آیا اس انتقال بالمعاوضہ کو ایک لڑکا جو اس وقت رحم مادر میں تھا بیکار کر سکتا ہے جیسا کہ وہ عطیہ یا ہبہ بالوصیت کو کر سکتا ہے ایک ایسا مسئلہ تھا جس کا تصفیہ بالآخر لڑکے کے حق میں کیا گیا گو ایک عرصے تک اس مسئلے کی یکسوئی نہیں ہوئی تھی۔[2]

متبنیٰ لڑکا انتقال جائداد تبنیت کا اختیار دینے کے بعد ۴۷۰

ف ۴۴۳۔ متبنیٰ لڑکے کی حیثیت بالکل وہی ہے جو ایک صلبی لڑکے کی ہوتی ہے۔ اس کو بھی باپ کے انتقالات پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے۔ دو مقدمات میں پنڈتوں نے رائے دی اس کے مذکور الصدر حکم پر بھروسا کیا ہے یہ کہ حکم مذکور سے وہ لڑکا بھی انتقالات کو منسوخ کرا سکتا ہے جو باپ کے عطا کردہ اختیار کے سبب تبنیٰ کیا گیا ہو۔ اگر باپ نے تبنیت سے قبل مگر اختیار دینے کے بعد جائداد منتقل کی ہو تو مذکور الصدر لڑکا ایسے انتقال کو منسوخ کرا سکتا ہے۔ وجہ یہ بیان کی گئی کہ اجازت تبنیت جو بیوہ کے قبضے میں ہو مثل استقرار حمل کے ہے۔[3] لیکن اس اصول کو اب ہم منسوخ

---

[1] یعنی وہ بچہ جو بروقت معاملہ رحم مادر میں نہ تھا اس کو حقوق مذکور حاصل نہیں ہوتے۔ یکیاسیان بنام انگنوا اربن ۴ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۳۰۷ دیکھو پارلیشٹ جلد ۱ مرافعات ہند صفحہ ۱۵۹ اس مقدمے میں پریوی کونسل نے امر زیر بحث پر کچھ کہنے سے انکار کیا اور مقدمہ ذیل میں پریوی کونسل نے احکام مذکور کو اس انتقال کے خلاف متعلق کرنے سے انکار کیا جبکہ غیر پیدا شدہ بچے انتقال پر معترض ہوں۔ بلونت سنگھ بنام رانی کشوری ۲۵ مرافعات ہند صفحہ ۵۴ صفحہ ۶۸ ۲۰ الہ آباد صفحہ ۲۶۷ صفحہ ۲۸۵۔

[2] منا کشی بنام ویرپا ۸ مدراس صفحہ ۸۹۔ سبا پتی بنام سوماسندرم ۱۶ مدراس صفحہ ۷۶۔ دلیو نرائن سنگھ بنام گنگا سنگھ ۳۷ الہ آباد صفحہ ۱۶۲۔ سری دتلا وینکٹ سبا راجو گرو بنام گتھم بنام وینکٹرا یدو ۲ مدراس لا جرنل صفحہ ۵۸۰۔

[3] رام کشن بنام سماۃ ستری متی ۳ صدر دیوانی صفحہ ۳۶۷۔ ناگا بھیمی بنام گوپو ۶ مرافعہ جات مور

سمجھ سکتے ہیں[۱]۔ اور اس میں کوئی شبہہ نہیں ہو سکتا کہ متبنیٰ لڑکے کی حقیت پہلی مرتبہ تبنیت پر پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ کہ بعد تبنیت وہ کسی ایسے معاملے کو منسوخ نہیں کرا سکتا جو بروقت وقوع جائز تھا۔ کم از کم اور بہر کیف متبنیٰ گیرندہ باپ کے خلاف تو وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا[۲]۔ بہ الفاظ دیگر مقدمۂ سدانند و نیز مقدمۂ رام بھٹ میں جن کا ذکر فوٹ ۱۱-۱۲ میں ہے یہ تجویز کی گئی کہ جو انتقال جائز تھا وہ بعد کی تبنیت سے قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔

جائداد جو موروثی نہ ہو بلکہ علٰیحدہ ہو۔ مکسوبات ذاتی۔ غیر منقولہ جائداد جو خود کی حاصل کردہ ہو

ف ۳۴۴۔ بیشک وہ باپ جو اپنے لڑکوں سے علٰیحدہ ہو گیا ہو (تقسیم کرا کے) اپنے حسب منشا نہ صرف خود کا حصہ دے سکتا ہے بلکہ وہ کل جائداد بھی جو اس نے تقسیم کے بعد حاصل کی ہو۔ کیونکہ تا بہ حد مقدم الذکر لڑکوں نے ان حقوق کو چھوڑ دیا جو پیدائش سے حاصل کئے گئے تھے۔ اور موخر الذکر کے متعلق انھیں ہرگز ہرگز ایسے حقوق حاصل نہ تھے[۳]۔ ہو سکتا ہے کہ ہر شخص بادی النظر میں یہ تصور کرے کہ مکسوبۂ ذاتی کے لئے بھی اسی قاعدے کا اطلاق ہو سکے گا اور انھی وجوہ پر مکسوبۂ ذاتی کو جیسا کہ خود الفاظ سے واضح ہے شریک ورثا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا[۴]۔ اور ایک عبارت میں وجنانیشور صراحۃً بیان کرتا ہے کہ دو بیٹے کو سکوت اختیار کرنا چاہیئے اگر باپ نے خود اس کی ذاتی طور پر حاصل کی ہوئی جائداد دیدی ہو[۵]۔ اس سے پہلے کی عبارت میں تاہم وہ کہتا ہے کہ باپ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ صفحہ ۳۲۰۔ اور عدالتی ورنا بنام کماری فیصلہ مدراس باب ۱۸۵۲ء صفحہ ۱۱۷۔

[۱] دیکھو اس سے قبل کے فقرات ۱۹۷ و ۱۹۸۔

[۲] سدانند بنام سورج منی ۱۱ سدرلینیڈ صفحہ ۴۳۶۔ رام بھٹ بنام لکشمن ۵ بمبئی صفحہ ۶۳۰۔

[۳] نارد باب ۱۳ فقرہ ۴۳ و دا دچنتامنی صفحہ ۳۱۴۔ مٹاکشرا۔ جوائی بنام جا کی فیصلہ جات مدراس ۱۸۶۲ء صفحہ ۱۔ سابقہ قانون کے متعلق دیکھو فقرہ ۲۳۶۔

[۴] مٹاکشرا ۱۔ ا باب ۴ فقرات ۱ و ۲۔

[۵] مٹاکشرا۔ باب ۵ صفحہ ۱۰۔

"جائداد غیر منقولہ کی بابت عام اس سے کہ خود کی حاصل کی ہوئی ہو یا اس کے باپ یا دیگر پیش روسے وراثتاً ملی ہو اپنے لڑکوں وغیرہ کے قابو و اختیار میں ہے"۔[1] اس کی سند میں وہ پاس کا متن مذکور الصدر کو پیش کرتا ہے۔ اسی وجہ سے فیصلوں میں نزاع پیدا ہوئی کہ آیا غیر منقولہ مکسوبۂ ذاتی باپ کے قطعی اختیار میں ہے یا نہیں۔ ۴۷۱

مدراس میں یہ قرار دیا گیا کہ وہ پورے پورے اختیار میں نہیں ہے۔ مسٹر کولبروک اور سر ٹامس اسٹرینج نے اس رائے سے اتفاق فرمایا۔[2] بمقدمہ ادھا سکھ بنام بدرہی (جلد اصوبۂ شمالی مغربی صفحہ ۱۵۳) ہائیکورٹ صوبجات شمالی مغربی نے بھی اسی طرح فیصلہ فرمایا۔ سنہ ۱۸۵۵ء میں عدالت پانڈیچری نے بلا کسی قید کے ذیل کا قاعدہ قانون قرار دیا کہ باپ اپنے حسب منشا اپنی کل جائداد مکسوبۂ ذاتی منقولہ یا غیر منقولہ قطعاً تصرف میں لانے کا مجاز ہے اگرچہ کہ یہ تصرف اس کے بچوں کے خلاف ہو۔ بعد ازاں فرانسیسی عدالتوں نے ان قواعد کو پسند کیا اور انھیں اختیار کر لیا جن سے باپ منع کیا گیا ہے کہ وہ بالکلیہ اپنے بچوں کو وراثت سے محروم نہ کرے۔ یا منع کیا گیا ہے کہ ان کے مابین غیر مساوی طریقے سے تقسیم نہ کرے۔ اس کے بعد انھوں نے اس کی جائداد کی اس کسر کے مقرر کرنے کی کوشش کی جس کو وہ دے سکتا تھا اور جو اس طرح قاعدۂ مذکور کے اطلاق سے خارج تھی۔ بغیر کسی اصول کے ۸ مقرر کر کے اسے ختم کیا۔ بقیہ کے خلاف اس کے خاندانی حقوق پر دسترس دیا گیا۔[3] برخلاف اس کے باپ کے اختیارات کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر ڈبلیو میاکناٹن کہتے ہیں "غیر منقولہ جائداد کی حد تک جو قابض سے حاصل یا واپس لی گئی ہو اس کو ہر قسم کے انتقال یا تقسیم کرنے کی جو وہ مناسب سمجھے آزادی حاصل ہے۔ صرف روحانی

---

[1] متاکشرا باب ۵ فقرہ ۲۷۔ اس کے پہلے کا فقرہ ۲۲۴۔ قدیم قانون پر فقرات ۲۵۷۔ ۲۵۸ میں بحث کی گئی ہے۔

[2] جلد ۱ دھرم شاستر مولفہ اسٹرینج صفحہ ۲۶۱۔ جلد ۲ صفحات ۴۳۶، ۴۴۱ ہینومارن بنام لکشمی مدراس کے فیصلے بابت سنہ ۱۸۶۲ء صفحہ ۲۲۷۔ کمالا بنام گنگا دھر ایضاً سنہ ۱۸۶۲ء صفحہ ۱۴۱۔ دیکھو ویناشی بنام چتمبرا ایضاً سنہ ۱۸۵۵ء صفحہ ۱۶۱۔ عدالتی۔ تاراچند بنام ریب رام ۳ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۵۵۔

[3] سر گی صاحب کا ہندو قانون صفحہ ۱۹۶، ۱۹۹۔

ذمہ داری کا تابع ہے[1]۔ بنگال ہائیکورٹ نے کل دیسی کتابوں کی پوری جانچ کرنے کے بعد اسی کو صراحتہً قانون قرار دیا۔ انھوں نے فرمایا کہ "متاکشرا کی عبارتوں میں جو نزاع بظاہر موجود ہے اس میں مطابقت پیدا ہو جائے گی اگر باپ کی مکسوبۂ ذاتی جائداد میں بیٹوں کے حقوق کو ناقص حق جس کی تفصیل نہیں ہو سکتی تصور کیا جائے[2]۔" ودا دچنتامنی جو متھلا میں نہایت مستند ہے مگر حقیقتہً وہ خود متاکشرا کے لب لباب سے کچھ ہی بڑھ کر ہے بلا کسی استثنا کے یہ کہتا ہے کہ باپ اپنی مکسوبۂ ذاتی جائداد کو اپنے حسب دلخواہ دے سکتا ہے۔ پریوی کونسل نے اس کی تصدیق بھی کر دی ہے کہ اس ضلع کے لئے یہی قانون ہے اور جب صوبجات شمالی مغربی کی صدر عدالت سے ایک مقدمے کا مرافعہ کیا گیا تو اس میں یہی فرض کیا گیا تھا کہ قانون یہی ہے[3]۔ بمبئی۔ الہ آباد اور مدراس کی عالیہ عدالتوں نے بھی یہی قاعدہ قرار دیا ہے[4]۔ بالآخر بصیغۂ مرافعہ الہ آباد ہائیکورٹ سے راست فیصلے کے لئے مقدمہ پیش ہوا اور جوڈیشل کمیٹی نے تمام احکام اور فیصلوں کی نظر ثانی پر یہ فیصلہ فرمایا کہ متاکشرا قانون کے غیر تقسیم شدہ خاندان کے باپ کو اس کی مکسوبہ غیر منقولہ جائداد پر بیع وہبہ وغیرہ کرنے کا کامل اختیار ہے۔ متاکشرا کے متضاد احکام کے متعلق انھوں نے فرمایا "یہ کل قدیم کتب قانونی اور ان کی شرحیں اس

۴۷۲

[1] جلد ۱ ڈبلیو۔ میاک صفحہ ۲ پریوی کونسل میں اس کا ذکر پسندیدہ طریقے سے کیا گیا مگر دوسرے مسئلے کے متعلق۔ گوپی کرسٹ بنام گنگا پرشاد ۶ مور صاحب کے مرافعۂ ہند صفحہ ۷۷۔ نیز دیکھو رنگما بنام اچاما ایضاً صفحہ ۳ ۱۰۔ ۷ سدر لینڈ پی۔ سی صفحہ ۵۷۔

[2] مدن گوپال بنام رام بخش ۶ سدر لینڈ صفحہ ۷۱۔ اجودھیا بنام رام سارن ایضاً صفحہ ۷۷۔ راجہ رام تواری بنام لچھمن ایضاً جلد ۸ صفحہ ۱۵ اسدانند بنام سورج منی ایضاً جلد ۱۱ صفحہ ۴۳۶۔

[3] ودا دچنتامنی صفحہ ۲۷۶ صفحہ ۲۲۹ لیکن دیکھو صفحہ ۳۰۹ بشن پرکاش بنام باوا ای۔ سی ۱۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۴۳۰۔ ۲۰ سدر لینڈ صفحہ ۱۳۷۔ ۱۰ سدر لینڈ صفحہ ۲۸۷ کے فیصلے عدالت تحت کی تصدیق کرتے ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مابہ النزاع جائداد غیر منقولہ تھی۔ نانا نرائن بنام ہری پنت ۹ مور صفحہ ۹۶ صفحہ ۱۲۱۔

[4] گنگا بائی بنام وامن جی ۲ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۳۰۸ ستیل بنام مہادیو ۱ الہ آباد صفحہ ۲۹۷۔ سبیا بنام سوریا ۱۰ ام صفحہ ۲۵۱۔ سوما سندرا مدلیر بنام گنگا بس ۲۸ ام صفحہ ۳۸۶۔

پر مائل ہو سکتی ہیں کہ مذہبی اور اخلاقی امور قابل لحاظ کو باوجود اس کے کہ وہ مثبت قانون کے امور نہ ہوں ان قواعد سے مخلوط کر دیں جو مثبت قانون کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ حکام عالیمقام کا خیال ہے یہی استنباط بہت زیادہ قرین عقل ہے کہ احکام مندرجہ متاکشرا باب ۱ دفعہ ۱ مقدم الذکر قسم کے احکام ہیں اور دفعات ۴ اور ۵ کے احکام موخر الذکر قسم کے۔[1] اور علےٰ ہذا ہر شخص اس جائداد کو دیدینے کا قطعی مختار ہے جو اس نے طرفی رشتہ داروں سے وراثۃً حاصل کی ہو۔ یا ایسے طریقے سے حاصل کی ہو کہ اس کے اخلاف کو اس میں پیدائش سے حق نہ حاصل ہوتا ہو۔[2] نیز نوعیت جائداد جو کچھ بھی ہو۔ یا وہ طریقہ کچھ ہی ہو جس سے وہ جائداد حاصل کی گئی۔ اصول یہ ہے کہ ایسا شخص جسے اولاد نہ ہو اپنے حسب دلخواہ اشخاص ذیل کے خلاف اپنی جائداد دے سکتا ہے۔ خود کی زوجہ کے خلاف۔ یا لڑکیوں کے۔ یا دور کے اخلاف کے۔ یا اس کے رشتہ داران طرفی کے ظاہری حقوق کے خلاف۔[3] اس میں شک نہیں کہ رشتہ داران طرفی کے متعلق مفروضہ ذیل ہمیشہ قائم ہوتا ہے۔ یہ کہ اس نے اس طریقے سے حاصل نہیں کیا ہے کہ رشتہ داران طرفی اس جائداد میں اس کے ساتھ شریک بنجائیں۔[4]

۴۷۳ رضامندی

۳۴۵۔ خاندانی جائداد کے منتقل کرنے کے متعلق اگر باپ کی قانونی قابلیت معدوم ہو تو شرکا کی رضامندی اس کمی کو اور عدم قابلیت کو دور کر سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ رضامندی صریح ہو۔ یا بروقت معاملہ یا بعد معاملہ ان کے عمل سے مستنبط کی جا سکے۔[5] یا اس کا

---

[1] راؤ بلونت سنگھ بنام رانی کشوری ۲۵ مرافعات ہند صفحہ ۵۴ صفحہ ۶۷۔ ۲۰ الہ آباد صفحہ ۲۶۷۔

[2] دیکھو قبل کا فقرہ صفحہ ۲۷۵۔ جگموہن داس بنام سنگل داس ۱۰ بمبئی صفحہ ۵۲۸۔

[3] ملراز بنام شالکنی ۲ مور صفحہ ۵۴۔ ناگا لچھمی بنام گوپی ۶ مور صفحہ ۳۰۹۔ نروتم بنام نرسنداس ۳ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۶۔ اجودھیا بنام کاشی ۴ شمالی مغربی صفحہ ۱۳۱ یہ کل مقدمات وصیت کے بتھے ہیں نسبت اس انتقال کے جو حین حیات کیا جاتا ہے وصیت کے انتقالات کی کم طرفداری کی جاتی ہے۔

[4] تابو منا بنام پیرومل ۱ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۵۱۔

[5] ارومو گا بنام وراما سامی فیصلۂ مدراس بابت سنہ ۱۸۶۰ صفحہ ۲۵۸۔ وٹھل بنام انت الیگاس سنہ ۱۸۶۱

قیاس قائم ہو سکتا ہے جبکہ جائز خاندانی غرض یا ضرورت کا وجود بتلایا جائے[۵۱] جبکہ جائداد تجارت میں لگائی گئی ہو یا کسی دوسرے تجارتی کاروبار میں تو منتظم جائداد کے متعلق یہ فرض کر لیا جائے گا کہ اسے اسی قسم کا اختیار حاصل ہے جو ایسے کاروبار کے چلانے والے اشخاص کو حاصل ہوتا ہے اور جس کا وہ بر سبیل تجارت عموماً استعمال کیا کرتے ہیں[۵۲] بیشک منظوری مابعد سے ابتدائی رضامندی کی کمی کی تلافی ہو جائے گی[۵۳] صورت ذیل میں ایسی منظوری مستنبط کی جائے گی جبکہ لڑکا کل واقعات کا پورا پورا علم رکھتے ہوئے اس پر قبضہ کر لے اور اس کو اپنے پاس رکھے جو جائداد منتقل شدہ کے روپے سے خریدی گئی ہو[۵۴] اس سلسلے میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا کل شرکا کی رضامندی ضروری ہے۔ اس کا جواب دوسرے سوال پر منحصر ہے جس پر ہم اس کے بعد فقرۂ ۳۵۳ میں بحث کریں گے اور دیکھیں گے کہ متعدد شرکا میں سے ایک کو اپنا حصہ دیدینے کا کس حد تک اختیار حاصل ہے۔ اگر قانون یہ ہے کہ وہ اپنا حصہ دیدے سکتا ہے تو لازماً یہ نتیجہ نکلے گا کہ جنھوں نے رضامندی دی ہے ان کے حصے پابند ہونگے۔ اختلاف کرنے والے ارکان کے حصوں پر اس انتقال کی پابندی عائد نہ ہوگی۔ اور اگر قانون اس کے خلاف ہو تو معاملے کو جائز کرنے کے لئے کل کی رضامندی ہوگی[۵۵] جبکہ دادا نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ صفحہ ۲۰۷۔ ویراسامی بنام ورد الیضاً صفحہ ۱۴۶۔ ملر بنام رگھوناتھ ۱۲ ک صفحہ ۳۸۹۔ برج راج سنگھ بنام شیودن سنگھ ۳۵ الہ آباد صفحہ ۳۳۷۔ ذیل کے واقعے سے جو قیاس پیدا ہوتا ہے اس کے متعلق وجھو گنجن چیٹی بنام سدا ایلے ۲۲ مدراس صفحہ ۱۶۴۔ یہ کہ باپ پر نالش کی گئی ہے اور اس نے خاندان کے حقوق کی اس خاص معاملے کے متعلق اچھی طرح جوابدہی کی ہے اور لڑکے اس نالش سے واقف تھے۔ ایسی رضامندی کا استنباط محض اس بنا پر نہیں کیا جا سکتا ایک شریک نے جائداد منتقل شدہ سے ادائے محاصل کے متعلق اعتراض نہیں کیا جبکہ منتقل شدہ جزو خاندانی جائداد سے الگ نہیں کیا گیا۔ کاکشی بنام چکراپنی ۳۰ مدراس صفحہ ۴۵۲۔

[۵۱] سبواناتھ پرشاد مہانا بنام جگدیپ نرائن سنگھ ۴ ک صفحہ ۳۴۲۔ سادھو سرن بنام برہم دیو ۱۹۳۱ء ۶۱ نظائر صفحہ ۲۰۔

[۵۲] بھولا بنام موہن ۵ ک صفحہ ۷۹۲۔ اسمٰعیل بھائی ۵ بمبئی صفحہ ۳۸۔ بمقدمہ ہارون محمد ۱۴ بمبئی صفحہ ۱۸۹ صفحہ ۱۹۴ نیز فقرہ ۲۳۳۔

[۵۳] لیکن دیکھو کند اسامی اساری بنام سماسکندا ۳۰ صفحہ ۱۷۷۔ گنیش ایر بنام امرتھ سامی اوایر ۲۲ مدراس لاٹائمس صفحہ ۲۴۵۔

[۵۴] گنگابائی بنام وامن جی ۲ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۳۱۸۔ عدالتی بھادیو دیال بنام کلبر بنگال لا رپورٹ ضمیمہ جلد صفحہ ۱۰۲۰۔ ۹ سدرلینڈ صفحہ ۵۱۱۔

[۵۵] سیبواسامی ۵ ۲ م صفحہ ۳۸۹ ایک نے اس سمجھوتے پر رضامندی دی کہ دوسرے بھی دینگے۔

اپنے لڑکے کی رضامندی سے جائداد منتقل کی ہو تو وہ پوتا جو بعد پیدا ہوا ہو ایسی رضامندی کا پابند ہو گا۔ لیکن جبکہ خود پوتا اس وقت موجود ہو اور اسے حق بطور حق محصلہ مل چکا ہو تو اس کے باپ کی رضامندی بذات خود اسے پابند نہیں کر سکتی[1]۔ [یہ دوسرا قضیہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیان ذیل سے خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ یہ کہ پوتے کو بنائے دعوے ہوگی اگر وہ انتقال جائداد کے وقت موجود تھا۔ باوجود باپ کی رضامندی کے اسے حق نالش ہو گا]۔

۴۷۸

ضرورت

ف ۳۴۶ حالات و واقعات جن سے ضرورت ظاہر ہوتی ہو باپ کو بہ حیثیت بزرگ خاندان خاندانی جائداد کے کسی جزو کو منتقل کرنے کا مجاز کر سکتے ہیں اور اس کا یہ عمل قابل پذیرائی سمجھا جائے گا۔ متاکشرا میں ویاس کے حکم کی (جس کا اقتباس ذیل میں کیا جاتا ہے) جو وضاحت کی گئی ہے اس سے اس اختیار کا ان صورتوں تک محدود ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ جبکہ دیگر شرکا نابالغ ہوں اور بہ ایں سبب رضامندی دینے کے قابل نہ ہوں[2]۔ ویاس کا اقتباس "فرد واحد بھی عطیہ۔ رہن۔ یا جائداد غیر منقولہ کی بیع مکمل کر سکتا ہے اگر مفلوک الحالی ہو۔ خاندان کے لئے اور خصوصاً مقاصد نیک کے لئے" نیز بنگال میں یہ تجویز فرمائی گئی ہے کہ ان اشخاص کی رضامندی ناگزیر ہے جو سن رشد کو پہنچ چکے ہوں۔ گو معاملہ خاندان کے لئے مفاد کا باعث ہو[3]۔ دوسرے مقدمات میں پھر بھی اس کے خلاف فیصلے کئے گئے اور مسٹر کولبروک کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے[4]۔

کل اسناد کا میلان اس نظریے کا مؤید معلوم ہوتا ہے کہ خاندانی جائداد کا کرتا (Karta) معناً مختار و مجاز ہے کہ جو بھی سب کے لئے بہترین ہو وہ کرے۔

---

[1] براٹک بنام گردھری ۹ سدر لینڈ صفحہ ۳۲۷۔ اگر پوتا اس وقت موجود ہو تو باوجود اس کے باپ کی رضامندی کے اسے حق دعوے حاصل ہو گا۔ اسی کلیے سے مذکور الصدر قضیۂ دوم پیدا ہوا۔

[2] متاکشرا باب ۱۔ دفعہ ۱۔ فقرات ۲۸، ۲۹۔

[3] متھورا بنام بتن ۱۳ سدر لینڈ صفحہ ۳۰۔ جلد ا دھرم شاستر اسٹرینج صفحہ ۲۰۔ نیز فقرہ صفحہ ۱۳۱۔ اس سے قبل۔

[4] جگر ناتھ بنام دوبو ۱۴ سدر لینڈ صفحہ ۸۰۔ جلد ۲ ہندو لا اسٹرینج صفحہ ۴۳۔ صفحہ ۳۴۸۔ وشمبر بنام سدا شیب ۱ سدر لینڈ صفحہ ۹۶۔ تجویز جسٹس ستوسامی ایر بمقدمۂ پونیا ۴ م صفحہ ۱۸۔

اور یہ کہ کوئی فرد محض اپنی رضامندی کو روک کر اس اختیار گرتا کو شکست نہیں دے سکتا۔[1] تقسیم خاندان کو سپرد ثالثی کر سکتا ہے اور فیصلہ ثالثی اگر اور طرح بھی جائز ہو تو خاندان اس کا پابند ہوگا۔[2] ہاں اس کا اختیار صرف خاندانی جائداد تک محدود ہے۔ اس کے ان معاہدات کی پابندی کل خاندانی جائداد پر عائد ہوتی ہے جو اس کے اختیار کے اندر ہوں۔ مگر ان سے کسی ایسے کی ذات پر یا خود ان کی جداگانہ جائداد پر پابندی عائد نہیں کی جا سکتی جس نے ان معاہدات پر دستخط نہ کی ہو۔[3]

ہندو اسٹیٹ کے منتظم کے اختیارات پر پریوی کونسل نے ایک مقدمے میں پوری طرح غور فرمایا۔ اس مقدمے کا ہمیشہ حوالہ دیا جاتا ہے کہ اس مضمون پر اس نے قانون کی یکسوئی کر دی ہے۔[4] مقدمۂ ہنومان پرشاد۔ واقعہ اس مقدمے کا یہ تھا کہ ماں ایک نابالغ وارث کی ولی کی حیثیت سے انتظام کر رہی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ایک باپ اور بزرگ خاندان کو بہت زیادہ اختیارات ہو سکتے ہیں مگر کم نہیں ہو سکتے۔ بارہا یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ اس مقدمے کے فیصلے میں جو اصول بیان کئے گئے ہیں ان کا اطلاق مساوی طور پر باپ یا دیگر مالکان مشترک پر بھی ہوتا ہے جبکہ وہ ایسی جائداد کے منتظم ہوں جو قانون مٹاکشرا کے تابع ہو۔[5] صفحہ ۴۲۳ پر حکام عالیمقام نے فرمایا:۔ ۴۷۵

[1] طرہ بنام رنگاناتھ ہولک ۱۲ اک صفحہ ۲۸۹۔ چھوٹیرن بنام نارائن داس ۱۱ بمبئی صفحہ ۶۰۵۔ بدت نرائن سنگھ بنام بجلال سنگھ ۲۹ ک صفحہ ۹۷۔ بسوا ناتھ پرشاد ماہتا بنام جگدیپ نرائن سنگھ ۴۰ ک صفحہ ۴۴۲۔ ساہو رام چندر بنام بجوپ سنگھ ۴۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۳۹۔ ۱ الہ آباد صفحہ ۳۷۴۔

[2] جگناتھ بنام منولال ۱۶ الہ آباد صفحہ ۲۳۱۔ غریب اللہ ۲۵ الہ آباد صفحہ ۴۰۷۔ کرم چند بنام رام بھیا ۱۹۲۶ء ۹۶ نظائر ہند صفحہ ۴۴۳۔

[3] شلاسیا بنام وردیا ۲۲ م صفحہ ۱۶۶۔

[4] ہنومان پرشاد ۶ مرافعہ جات سو صفحہ ۳۹۳۔ ۱۸ اسد ر صفحہ ۸۱ نوٹ۔ قابض واقعی کی صورت میں بھی یہی قواعد متعلق ہونگے گو وہ قانونی قابض نہ ہو ایضاً صفحہ ۴۱۲ شیو شنکر ۴۲ ک صفحہ ۷۷۔ فقرہ ۳۲۹ دیکھو تاکہ معلوم ہو کہ اس کی کیا حیثیت سمجھی جاتی ہے جو قابض جائداد ناقابل تقسیم سے معاملہ کرے۔

[5] دیو تری بنام دامودھر صدر دیوانی بابت ۱۸۵۹ء صفحہ ۱۶۴۳۔ تندا واریا بنام وتی امدراس ہائیکورٹ

"ہندو قانون میں نابالغ وارث کے منتظم کا اختیار ایسی جائداد کو زیربار کرنے کے متعلق جو خود اس کی نہ ہو ایک محدود اور مقید اختیار ہے۔ صرف ضرورۃً یا جائداد کے مفاد کے لئے اس کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جب اس خاص صورت میں کفالت ایسی ہو کہ ایک عاقبت اندیش مالک جائداد جائداد کے مفاد کے لئے اسے قائم ہی کرے گا تو پھر قرض دینے والے پر جو نیک نیت بھی ہو سابقہ بدانتظامی کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ صرف اس کا لحاظ کرنا ہوگا کہ فی الوقعی جائداد پر کسی قسم کا دباؤ پڑ رہا تھا کس خطرے سے بچنا ضروری تھا یا اس خاص صورت میں کس قسم کا فائدہ جائداد کو ہونے والا تھا۔[1] ہاں اگر کسی ایسی بدعملی سے وہ خطرہ پیدا ہوتا ہو یا پیدا ہوا ہو جس میں خود قرض دینے والا بھی فریق ہو تو بیشک وہ خود اپنی بدعمل سے مستفید نہیں ہوسکتا۔ اس کے حق میں اس کفالت کی تائید وارث کے خلاف نہیں کی جاسکتی اپنی کفالت کی تائید میں وہ اس ضرورت کو پیش نہیں کرسکتا جو خود اس کے فعل بیجا سے پیدا ہوئی ہو۔ لہذا قرض دینے والے پر ایسی صورت میں کوئی اثر نہیں پڑسکتا گویہ بتلایا جائے کہ اگر انتظام بہتر ہوتا تو جائداد قرضے کے بار سے آزاد رہ سکتی تھی۔" ۴۷۶

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ صفحہ ۲۹۸۔ سرینڈر بنام نندن ۲۱ سدرلینڈ صفحہ ۱۹۶۔ بیوگان جبکہ وہ محدود جائداد پر معاملت کر رہی ہوں کالیشور بنام رتن بہادر ۸ مرافعہ جات ہند صفحہ ۸ لالہ امرناتھ بنام اچپن کنور ۱۹ مرافعات ہند صفحہ ۱۹۶۔ ۱۴ الہ آباد صفحہ ۴۲۰ مہیشر بخش بنام رتن سنگھ ۲۳ ایضاً صفحہ ۵۷۔ ۲۳ کلکتہ صفحہ ۷۶۶۔ منتظم بت کے انتقالات کے لئے کنور درگا ناتھ ۴ ایضاً صفحہ ۲۵ صفحہ ۶۳۔ مجنوں کے منتظم کے وہی اختیارات ہیں گوری ناتھ ۷ سدر صفحہ ۵۔

[1] دیکھو دیوتری بنام دامودھر۔ ایک شخص جو محض منتظم ہو ایسے قرضے کی نہ تو تجدید کرسکتا ہے اور نہ اسے ادا کرسکتا ہے جس پر میعاد عارض ہوچکی ہو خود کے خلاف کرسکتا ہے۔ اور بہ دلائل قوی تر نہ تو ان کے حساب میں جائداد کو مکفول کراسکتا ہے اور نہ بیع کرسکتا ہے چنیا بنام گروناتھم ۵ مدراس صفحہ ۱۶۹۔ ونکر بنام اپاجی ۲۰ بمبئی صفحہ ۱۵۵۔ گریہ کہتے ہیں کہ بیوہ اپنے شوہر کے دیون کے لئے ایسا کرسکتی ہے دیکھو آگے فقرہ ۴۳۲۔ منیجر یا ولی ایسے قرضے کا سودا ادا کرسکتا ہے جس پر تمادی عارض نہ ہوئی ہو۔ یا قرضے کے وجود کا اقبال کرسکتا ہے گو اس سے میعاد کا جدید حساب شروع ہو جائے۔

ہاں اگر یہ ثابت کیا جائے کہ اس کا عمل بدنیتی پر مبنی تھا تو اس پر اثر پڑے گا۔ ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ قرض دینے والے پر یہ پابندی عائد ہوتی ہے کہ قرضے کی ضرورت کے متعلق تحقیق کر لے اور ان فریقین کا لحاظ کرتے ہوئے جن سے وہ معاملہ کر رہا ہے خود کو بہتر سے بہتر طریقے سے مطمئن کرے کہ اس خاص صورت میں منتظم کا عمل جائداد کے لئے مفید ہے۔ لیکن وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر اس نے اس طرح تحقیق کر لی ہو اور دیانتداری سے عمل کیا ہو تو کافی ہے۔ اس کی کفالت کے جواز کے لئے شرط ماقبل یہ نہیں ہے کہ جس ضرورت کا ادعا کیا گیا ہے وہ حقیقۃً موجود بھی رہی ہو[2]۔ اور وہ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ ایسے حالات میں اس کو یہ بھی دیکھنا چاہئیے کہ اس رقم کا استعمال کس طرح ہوا[3]۔ یہ ظاہر ہے کہ قرضہ جائداد کی کفالت پہ آسان تر شرائط پر حاصل کیا جا سکتا ہے بہ نسبت اس قرضے کے جو محض ذاتی کفالت پہ حاصل کیا جائے۔ اور یہ کہ لہذا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اپاراؤ بنام وکنا ۱۴ ایمبور صفحہ ۱۰۷۔ باسا لنگپا بنام گروسنتیا ۱۶ ایمبور صفحہ ۳۸۔ بھوسکر ٹاٹیا بنام وجالال ۱۷ ابمبئی صفحہ ۱۵۲۔ مختصراً منتظم خاندان قرضے کا اقبال کر سکتا ہے سود ادا کر سکتا ہے جزواً قرضہ اس طرح ادا کر سکتا ہے کہ میعاد سماعت میں وسعت ہو جائے ٹھاکر (اس بنام مسماۃ پتلی سنہ ۱۹۲۴ء ۸۲ نظائر ہند صفحہ ۹۶۔

[1] دیکھو نورتن بنام بہوبوری ۶ سدر صفحہ ۱۹۳۔ پرتاب بہادر بنام چتپال سنگھ ۱۹ امرافعات ہند صفحہ ۳۳۔ لالا امرتچند بنام اچین کنور ۱۹ ایضاً صفحہ ۱۹۶۔ ۱۴ الہ آباد صفحہ ۲۰۴ وجوہ ضرورت کے متعلق تحقیق کرنے پر مجبور نہیں ہے مہابیر بنام جوبا ۱۹ سدر صفحہ ۲۲۱۔ ۸ بنگال لارپورٹ صفحہ ۳۸ شیوراج بنام نشیدی ۱۴ سدر صفحہ ۲، اگر شخص اجنبی نے ولی سے جائداد خریدی ہو جبکہ ولی کو عدالت نے بیع یا رہن کی اجازت دی تھی (تحت قانون نشان ۴۰ بابت سنہ ۱۸۵۸ء دفعہ ۱۸ نابالغان بنگال) تو ایسا شخص محفوظ ہے بجز اس کے کہ وہ خود واقعی فریب کا مجرم ہو۔ سکھرچند بنام ولیتی ۵ کہ صفحہ ۳۶۳۔ نیز دیکھو قانون ۵ بابت سنہ ۱۸۸۱ء دفعہ ۹۰ (پروبیٹ) جس سے معلوم ہوگا کہ وصی کے اختیارات کیا ہیں جبکہ عدالت نے انتقال کی اجازت دی ہو۔

[2] سندرو بنام نندن ۲۱ سدر لینڈ صفحہ ۱۹۶۔ رتنم بنام گوبند راجلو ۲ م صفحہ ۳۳۹۔

[3] سندرجن بنام سیتارامین مدراس کے فیصلے سنہ ۱۸۶۱ء صفحہ ۱ اس میں بزرگ خاندان نے قرضہ تو کیا مگر بیجا صرف کیا۔

مناسب قرضے کے حاصل کرنے کے لئے محض یہ واقعہ کہ کفالت قائم کرائی گئی ایسی چیز نہیں ہے جسے ہم ناعاقبت اندیش انتظام کہیں۔ واقعی ضرورت کی حد تک مقاصد جس کے لئے قرضہ کیا جاتا ہے اکثر آیندہ سے متعلق ہوتے ہیں۔ قرض دینے والے کو شاذ صورتوں میں اس قرضے کے واقعی تصرف کو قابو میں رکھنے کے ذرائع حاصل ہوتے ہیں بجز اس کے کہ وہ انتظام میں دخیل ہو جائے۔ اسی لئے حکامان عالیمقام کے خیال میں نیک نیت دائن کو تکلیف میں ڈالنا خلاف انصاف ہوگا جبکہ اس کا عمل دیانت پر مبنی ہو اور باوجود احتیاط کرنے کے خود دھوکا کھایا ہو"۔

جب سے کہ اس اہم فیصلے کا اعلان کیا گیا ہے اصطلاحات "ضرورت" اور "جائداد کا مفاد" ساتھ ساتھ رکھے جاتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ جو کچھ بھی خاندان کے لئے ضروری ہو اس کے لئے مفید بھی ہونی چاہئے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصطلاح "مفاد" اس پر دلالت کرتی ہے کہ جائداد کی ترقی یا اس کے اضافے میں صریحاً کچھ کیا گیا۔ نہ کہ اسکے مفہوم میں محض ایک منفی فعل داخل ہے مثلاً قرضوں کی بیباقی۔ یا مفلوک الحالی اور تنگ دستی کو دور کرنا۔ واقعہ تو یہ ہے کہ کل منفصلہ مقدمات ان افعال سے متعلق ہیں جو ضرورت کے باعث وقوع میں آئے تھے اور مقصد یہ تھا کہ جائداد کی حفاظت ہو سکے پریوی کونسل کے جدید ترین مستند اعلان کو اس مضمون پر لارڈ ڈانکنسن نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ "کہیں بھی اس کا اظہار دکھائی نہیں دیتا کہ اس سلسلے میں ان اشیا کی صحیح صحیح نوعیت کیا ہونی چاہئے جنھیں الفاظ و اظہار "جائداد کا مفاد" میں شامل کیا جا سکے۔ حکامان عالیمقام یہ خیال فرماتے ہیں کہ اس کی ایسی صحیح تعریف دینا ناممکن ہے جو کل صورتوں پر صادق آسکے۔ اور وہ اس کام کے کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتے ہیں۔ امور ذیل اور اسی قسم کی چیزیں ظاہر ہے کہ منفعتیں ہونگی۔ جائداد کو تلف ہونے سے بچا کر محفوظ کر لینا۔ اس کے خلاف جو نالش کی گئی ہو اس کی جوابدہی۔ اس کی یا اس کے کسی جز کی

۴۷۷

لہ بالا نیا پاچیٹی بنام دواسکامنی پندرہ ۴۴ مراسلہ جات ہند صفحہ ۱۴۷ - ۴۰ ہم صفحہ ۱۰۹ - اس مسئلہ پر نیز دیکھو کرشنا چند رچودھری بنام رتن رام پال ۲۳ کلکتہ ویکلی نوٹس صفحہ ۴۴۵ - ۴۴۰ کلکتہ لا جرنل ۱۳۲ - رام بلاس سنگھ بنام رامید سنگھ ۵ پٹنہ لا جرنل صفحہ ۲۲۲ -

حفاظت جبکہ اسے مضرت پہنچے۔ یا دریا برد سے محفوظ رکھنا۔ دشواری ان کی تقسیم میں پیدا ہوتی ہے کہ دیکھیں اس سلسلے میں کن چیزوں کو مفید کہا جا سکتا ہے اور کن کو نہیں کہا جا سکتا۔" یہ تو ظاہر ہے کہ جن افعال کی فہرست اس عبارت میں دی گئی وہ صحیح اور حقیقی مفہوم میں ضرورت کے سبب ہی وقوع میں آئیں گے۔ ایک چیز کے متعلق اشارۃً یہ کہا گیا کہ وہ جائداد کے لئے مفید ہے حکامان عالی مقام نے اس کو آخر میں ہاتھ میں لیا مگر صرف نامنظور کرنے کے لئے کہ اس کی اجازت کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔" اس خیال کو تقویت دینے کے لئے کوئی سند پیش نہیں کی گئی کہ شبیت (Shebait) دیوتانی اراضی (Debottar Lands) کو فروخت کرسکتا ہے گو واحد مقصد اس بیع کا یہ ہو کہ اس کا زرثمن دوسرے ایسے کاروبار وغیرہ میں لگایا جائے جس سے آمدنی میں اضافہ ہو جائے۔ اور باوجود اس کے کہ جو آمدنی خود دیوتانی زمین سے مل رہی تھی وہ غالباً زیادہ محفوظ تھی اور یقیناً زیادہ مستحکم۔" مقدمۂ مذکور میں اس شبیت کے اختیار انتقال کی وسعت کا حوالہ دیا گیا جس کے زیر انتظام دیوتانی اراضی ہوں لیکن بنیاد ذیل پر استدلال اور فیصلہ فرمایا گیا۔ یہ کہ اسی قسم کے اصولوں کا اطلاق کیا جائے گا جن سے مشترکہ خاندانی جائداد کے منتظم کے حقوق انتقال میں ترتیب پیدا کی جاتی ہے اور جن اصولوں سے اس کے حقوق کا تعین ہوتا ہے۔ اس تشبیہ کے جواز کو اکثر دوسرے مقدمات میں تسلیم کرلیا گیا ہے[1]۔ [لارڈ اٹکنسن کی عبارت بالا

---

[1] درگا ناتھ رائے کنور بنام رامچندر سن ۴۴ مرافعات صفحہ ۷۵۔ ۲۷ک صفحہ ۱۴۱۔ شیو شنکر گر بنام رام شیوک چودھری ۲۴ک صفحہ ۷۶۔ ابھی رام گوسامی بنام شیام چرن نندی ۳۶ مرافعات ہند صفحہ ۱۴۸۔ ۳۶ک صفحہ ۱۰۰۳۔ مرو گسا ہم پلے ۴۴ مرافعات ہند صفحہ ۹۸۔ ۴۰ مدارس صفحہ ۴۰۲ [جدید شبیت یا سنت کا اختیار انتقال نابالغ وارث کے منتظم کے اختیار سے مشابہ ہے (ہنومان پرشاد) وہ بھی صرف ضرورت کے وقت یا جائداد کے مفاد کے لئے دیوتانی جائداد منتقل کرسکتا ہے۔ زیادہ آمدنی کی غرض سے وہ جائداد کو بیع کرکے دوسرے کاموں میں نہیں لگا سکتا دوامی پٹہ نہیں دے سکتا۔ دیکھو دیا چند رودتی سلسلہ ۱۹۲۶ء ۵۰ الہ آباد صفحہ ۱۶۱ ہینت جے کرشن ایضاً صفحہ ۷۶۔ اگر ذیلی کاشتکار نے شبیت کے بالمقطع پٹہ دیا ہو تو مندر پابند نہ ہوگا۔ شری شری گوپال شہ بدر مہادیو سلسلہ ۱۹۳۳ء ۲۴۔ الہ آباد صفحہ ۲۵۔

نے اختلاف آرا پیدا کیا۔ ہنومان پرشاد کے الفاظ (جائداد کے مفاد کیلئے) کے مختلف مفہوم لئے گئے ہیں۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ کوئی معاملہ باعث مفاد جائداد نہیں کیا جا سکتا بجز اس کے کہ اس کی نوعیت مدافعت کی ہو یعنے جائداد کو تلف ہونے سے بچایا جائے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اگر وہ معاملہ ایسا ہو کہ ہر محتاط اور عاقبت اندیش مالک۔ یا امین اسی طرح کرتا تو سمجھا جائے گا کہ وہ کام جائداد کے لئے مفید تھا (دیکھئے جدید نظائر جگت نرائن بنام متھورا داس ۱۹۲۸ء ۱۱۹ نظائر ہند صفحہ ۴۸۴۔ مہابیر پرشاد بنام املا پرشاد ۱۹۲۴ء ۷۹ ایضاً صفحہ ۱۷۔ ناگنداس بنام محمد ۱۹۲۲ء ۴۶ ایضاً صفحہ ۲۴۳۔ راگھو بنام زاگا ۱۹۲۹ء ۱۱ ایضاً صفحہ ۵۵۵)۔ مگر بمقدمہ جگت نرائن اجلاس کامل نے نظریہ مذکور سے اختلاف فرمایا بلکہ معیار احتیاط اور عاقبت اندیشی قائم کیا گیا۔ اجلاس کامل نے فرمایا کہ مقدمات ذیل میں واقعات کے تحت فیصلہ بالکل صحیح تھا (بھگوان داس بنام مہادیو ۱۹۲۳ء ۱ نظائر صفحہ ۹۵۹۔ شنکر بنام بچو ۱۹۲۵ء ۸۶ ایضاً صفحہ ۷۶۹)۔ تیسرے مقدمے کے متعلق (انسپکٹر سنگھ بنام کھرک سنگھ ۱۹۲۸ء ۱۱۲ نظائر صفحہ ۱۰۸) کوئی رائے ظاہر نہیں کی گئی۔ اس مقدمے میں یہ تجویز فرمائی گئی تھی کہ نئے کاروبار کو شروع کرنے کے لئے اگر منیجر نے رہن کیا ہو تو نابالغ ارکان اس کے پابند نہ ہونگے)۔

۸۷۸

ضرورت جو بیع کے لئے قابل پذیرائی ہو۔

ف ۳۴۷۔ مقدمہ ہنومان پرشاد مقدمہ رہن تھا نہ کہ مقدمہ بیع۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ دونوں صورتوں میں وہی اصول متعلق کئے جائیں گے۔ ہمیشہ کی کہاوت عاقبت اندیشی یہ ہے کہ جب کبھی ممکن ہو جٹ سے قرضہ ادا کرے نہ کہ کسی حصہ جائداد کی فروخت سے[1]۔ اور رہن سے نہ کہ بیع سے رقم نکالنا زیادہ اونچے درجے کی احتیاط سمجھی جائے گی۔ برخلاف اس کے اگر رہن کی شرح سود بہت زیادہ ہو تو بیع کر دینا بہتر ہوگا بہ نسبت تجدید کے[2] ہر صورت میں سوال سوال واقعہ ہوگا کہ آیا

[1] بخش بنام دھوتیا ۳ بنگال لا رپورٹ (نظائر مرافعہ) صفحہ ۲۳۔ ۲۴ ۱۲ اسد ر صفحہ ۳۴۷۔
[2] موتھورا بنام بوتن ۱۳ اسد ر صفحہ ۳۰۔

معاملہ ایسا تھا کہ ایک عاقبت اندیش اور محتاط مالک خود اپنے فائدے کے لئے اس کو منعقد کرتا۔ صورتہائے ذیل میں روپیہ حاصل کرنے کے لئے جائداد کے کسی جزو کی بیع درست سمجھی جائے گی اگر احتیاط عاقبت اندیشی یا ضرورت پر مبنی ہو[1]۔ ایسے قرضوں کے ادا کرنے کے لئے جن کی پابندی خاندان پر ہو۔ حکومت کے مطالبات کی بیباقی کے لئے[2]۔ جبکہ ان کی پابجائی آمدنی جائداد سے نہ ہوسکتی ہو۔ خاندان کی پرورش کے لئے سرادھ کریاکرم اور شادی کے رسوم ادا کرنے کے لئے[3] اور جب قابل پابندی دیون موجود ہوں اور ان کی پابجائی اور بیباقی کسی اور طرح سے نہ ہوسکتی ہو تو ان کے ادا کرنے کے لئے بیع صحیح سمجھی جائیگی اگرچہ اس وقت واقعی طور پر دائنین کی نالشات کے سبب کوئی دباؤ اور شدید نہ ہو[4] کیونکہ کرتا نہ تو اس کا پابند ہے کہ جائداد کو نالشات کے صرفے سے زیر بار کرے اور نہ اسے ایسا کرنا بھی چاہیئے۔ بیشک بہ دلائل قوی تر ایسے معاملات صحیح سمجھے جائیں گے جبکہ ڈگریاں موجود ہوں اور کسی وقت بھی ان کا نفاذ جائداد کے مقابلے میں ہوسکتا ہو عام ازینکہ وہ ڈگریاں یکطرفہ ہوں یا

---

[1] بشمبر بنام سد شہب اسد پلیڈ صفحہ ۶۰ م سکا رام بنام کشنا بائی نظائر ادھیری صاحب صفحہ ۱۲۹ سرادن بنام عنیاء مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۱۷۳ بالاجی بنام کرشناجی ۲ بمبئی صفحہ ۶۶۶۔ نرسمیا بنام نرسیا میسور صفحہ ۱۷۔ دیکھو کلر بنام مہادیال ۵ ویمن صاحب کی رپورٹ صفحہ ۸۲ جہاں یہ کہا گیا ہے کہ معاملہ بہ تقاضائے ضرورت کیا جانا چاہیئے۔ محض مفید ہونا کافی نہیں۔ نواسے کی شادی کے اخراجات کے لئے بطور جائز خاندانی جائداد پر کفالت نہیں ہوسکتی اسوتیا بنام سبریا ۴ میسور چیف کورٹ صفحہ ۲۶۳ اور نہ غیر صحیح النسب لڑکی کی پرورش کے لئے پرورتی بنام گنپت راؤ ۱۸ بمبئی صفحہ ۱۷۷۔ قابل پابندی قرضوں کے متعلق بینی رام بنام مان سنگھ ۳۴ الہ آباد صفحہ ۴۔ ناتھو بنام کندلال ۳۴ الہ آباد صفحہ ۲۴۲۔

[2] غریب اللہ ۳۰ مرافعات ہند صفحہ ۱۰۵۔ ۲۵ الہ آباد صفحہ ۴۰۷۔

[3] کاشی ناتھ شاستری بنام ویراچرلو ۳۴ مدراس صفحہ ۲۲۴۔ بھاگیرتی بنام جوکھو رام ۳۲ الہ آباد صفحہ ۳۷۵۔ سندر بائی بنام شیو نرائن ۳۲ بمبئی صفحہ ۸۱۔

[4] کیہاؤ بنام روپ سنگھ ۳ شالی مغربی صفحہ ۴ دھواہیر ۲۲ مدراس لا جرنل صفحہ ۴۳۸۔

۴۷۹ اور طرح کی[۱] اور وہی حالات اور واقعات جن سے ایک جزو کا بیع صحیح سمجھا جاسکتا ہو کل جائداد کی بیع کے لئے بھی صحیح سمجھے جائیں گے گو غالباً قوی تر شہادت کی ضرورت ہو گی۔ اگر خاندانی جائداد کی کفالت پر اونچی شرح سود پر روپیہ قرض لیا گیا ہو۔ یا شرائط سخت ہیں۔ تو ان پر ثبوت ذیل کا بار ہوگا جو اس معاملے کی تائید میں ہوں۔ نہ صرف یہ بتلانا ہو گا کہ قرض لینے کی ضرورت لاحق تھی بلکہ اسی قسم کی اونچی شرح سود پر اور مماثل شرائط پر قرض لینا معقولیت کے خلاف نہ تھا۔ اور اگر یہ نہ ثابت کیا جائے کہ اس شرح اور شرائط مندرجۂ رہن پر قرض لینے کی ضرورت نہ تھی۔ تو پھر وہ شرح سود اور وہ شرائط قائم نہیں رہ سکتے[۲] عدالت اس معاملے کی تصدیق تو کرے گی مگر شرح سود میں تخفیف کرکے۔ یا ان شرائط سے آزاد کردے گی جو ناواجبی طور پر سختی کا باعث ہو رہے تھے۔ بمقدمۂ جیپال سنگھ بنام لچھمن سنگھ (۱۹۳۳ء لکھنؤ صفحہ ۶۵۷) میں بھی اس فیصلے کی تصدیق فرمائی گئی جس کا ذکر اس سے قبل نوٹ ۱۳ میں کیا گیا۔

موروثی قرضے۔ باپ کو خود اپنے قرضوں کی بیباقی کیلئے بیع کرنے کا حق

۳۴۸ متاکشرا کا یہ اصول ہے کہ لڑکوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے باپ پر خاندانی جائداد کے انتقال کی صورت میں نگرانی رکھیں۔ اس کا اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے کہ اصول مذکور دوسرے اصول ذیل کے باعث تقریباً کالعدم ہو گیا ہے۔ یہ کہ باپ کی وفات کے بعد بیٹوں کا یہ فرض ہے کہ اس کے دیون کی بیباقی کریں اگرچہ کہ ضرورت کے بغیر قرضے کئے گئے ہوں۔ اور اس اصول کو جسے پریوی کونسل نے وضع کیا بہ دلائل منطقی وسعت دینے سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ خود اپنے قرضوں کے ادا کرنے کے لئے باپ خاندانی جائداد کو بیع کرنے کا مجاز ہے۔ گو قرضہ خاندان کے مفاد کے لئے

---

[۱] پرمیشر بنام مسماۃ گل بی ۱۱ اسد ر صفحہ ۴۷۶۔ شیوراج ۱۴ الیضاً صفحہ ۲۰۷۔

[۲] نظیر بیگم بنام راؤ رگھوناتھ۔ ۵ نظائر ہند صفحہ ۴۴۳ الہ آباد۔ ہرو ناتھ رائے چودھری بنام اودر سنگھ ۸ امرافعہ جات ہند صفحہ ۱۰۸۔ اک صفحہ ۱۱۳ نندرام بنام بھوپل سنگھ ۳۴ الہ آباد صفحہ ۱۲۶۔ جدید ترین۔ رام بھجادن پرشاد بنام ناتھورام ۱۹۲۳ء نظائر ہند صفحہ ۹۳۳۔ ۳ فی صدی

نہ کیا گیا ہو۔ مگر جس کی بیباقی کا اخلاقی وجوب بیٹوں پر عائد ہوئے۔ اصول ہیں اس وقت بلا شبہہ تنازع ہے۔ ان میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے شاید اس وقت کے قانون کا پتہ چلانا ہوگا جبکہ اس قسم کا تنازع نہ تھا اور اسی طرح مطابقت پیدا کی جا سکتی ہے۔ جبکہ خاندان ایک جدی حالت میں باقی تھا جیسا کہ قبل ازیں میں نے فقرہ ۲۴۰ میں کہا ہے اس وقت بزرگ خاندان محض منتظم شراکت نہ تھا۔ وہ خاندان کا حاکم مختار ہوتا تھا نیز اس کے مقبوضات کا خاندان کی جائداد اسی کی جائداد ہوتی تھی خود اسکے قرضے خاندان کے قرضے ہوتے تھے سماج کی اس ابتدائی حالت میں غالباً شاذ صورتوں میں ایسا ہوتا ہوگا کہ قرضے کئے جائیں اور ان کے لئے جائداد کے فروخت کرنے کی ضرورت لاحق ہو۔ ہاں اگر اس قسم سے بیع کرنا ناگریز ہوتا تو یہ چیز بزرگ خاندان کے انتظامی امور کے اندر سمجھی جاتی تھی۔ اگر وہ بلا ادا کرنے کے مرجاتا تو پسماندگان اسے ادا کرتے تھے۔ اس کے معلوم کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی کہ آیا مشترکہ مفاد کے لئے وہ قرضے کئے گئے تھے یا اصلی مدیون کے خاص مقاصد کے لئے۔ قرضوں کے ادا کرنے کے متعلق مذہبی اور دیوانی ذمہ داری کے خیال سے اس کی شہادت فراہم ہوتی ہے کہ برہمنی نظریے اس قانون میں داخل ہونے لگے تھے جو قانون سابق میں محض فطری انصاف پر مبنی تھا۔ یہ مماثل نظریہ بھی کہ متوفی مدیون کی روح کو آرام حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے دیون بیباق نہ کر دیے جائیں بہ لحاظ زمانہ دیر میں پیدا ہوا۔ وجوب زیر بحث کا مذہبی نظریہ۔ نظریۂ دیوانی کے ساتھ ساتھ باقی رہ سکتا تھا کیونکہ اس سے اس ذمہ داری کے لئے جس کو یوں

۴۸۰

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ماہانہ سود در سود کی افیصدی سادہ سود سے تخفیف کی گئی۔ رادھا کشن بنام جگ سہاہو ۱۹۲۴ء ۸ نظائر صفحہ ۷۹۱۔ سندرمل بنام ستیا کنگر سلہان ۱۹۲۸ء ۱۰۸ نظائر صفحہ ۳۳۷۔ جہادیو بنام بسیسور ۱۹۲۳ء ۴ نظائر صفحہ ۶۹۵۔ پرمیشور بنام راج کشور ۱۹۲۴ء ۸ نظائر صفحہ ۳۴۔ سکھ لال بنام مرادی ۱۹۲۶ء ۹۵ نظائر صفحہ ۱۰۱۹۔ درگا پرشاد بنام چودھری سنگھ ۱۹۳۵ء ۶۲ ک صفحہ ۳۳۲۔ ۱۸ افیصدی سود در سود کی تخفیف کی گئی۔

لے گردھری لال بنام کنتو لال جلد ۱۴ مرافعات ہند صفحہ ۳۲۱۔ ۱۴ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۸۷۔ ۲۲ سدرلینڈ صفحہ ۵۶ فقرہ ۳۰۶۔ نیز دیکھو راج کشور بنام مدن گوپال ۱۹۳۳ء ۱۴۳ نظائر صفحہ ۲۴۹ لاہور۔

بھی تسلیم کیا جا چکا تھا مزید تہدید پروسٹرس حاصل ہوا۔ احکام قدیم جن میں یہ مذہبی نظریہ بیان کیا گیا ہے تبلاتے ہیں کہ نظریہ مذکور خاندانی جگڑ بند کے کمزور ہونے سے قبل پیدا ہوا تھا۔ مثلاً بیٹوں کو اس کا مجاز کرنے سے کہ جائداد میں اپنے ہم درجے کی حیثیت حاصل ہے اور یہ حق دے کر کہ وہ باپ کو روک سکتے ہیں جبکہ وہ اس جائداد پر کوئی لین دین کر رہا ہو لیکن اس ترقی مابعد کے باوجود فطری انصاف رسائی اور سہولت نے ان دیون سے ایک خاص پابندی منسوب کی جو خاندان کے قائم مقام اور قانونی بزرگ کے کیے ہوئے ہوں۔ مذہبی وجوب کے نظریے کو زیادہ وقعت اور اہمیت حاصل ہوتی گئی۔ دنیاوی وجوب کے کمزور ہونے سے مذہبی وجوب کو اسی تناسب سے اہمیت ہوتی گئی۔ فطرۃً میلان یہ ہوگا کہ ان متضاد حقوق میں مطابقت پیدا کی جائے کیونکہ حقوق کا یہ تنازع اہم ہوتا جا رہا تھا۔ مطابقت پیدا کرنے کی غرض سے بیٹوں کو اجازت دی گئی کہ خاندانی جائداد کے معاملات میں وہ باپ کو روک سکتے ہیں۔ مگر قبل اس کے کہ وہ گفت و شنید وغیرہ پختہ ہو کر معاہدات کی شکل اختیار کر لی ہو اور ان معاہدات سے دوسروں کو حقوق حاصل ہو گئے ہوں۔ اگر مرافق پسر (آبائی جائداد میں) اور دائن یا خریدار کے مرافق میں (جس کا ادعا باپ کے افعال کے باعث پیش ہو) تنازع پیدا ہو تو بطور جائز یہ تصفیہ کیا جاسکتا ہے کہ مرافق موخر الذکر کو (یعنے دائن کا) فوقیت حاصل ہونی چاہیئے اور اسکا نفاذ دہری تہدید سے کیا جائے گا کیونکہ وہ قابض ہوتا ہے اور اس قسم کے حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ جبکہ مرافق بالمقابل شریک طرفی کا ہو تو فیصلہ برعکس ہوگا کیونکہ ایسے شخص پر (یعنے طرفی رشتہ دار) اس کا وجوب نہیں ہوتا کہ وہ مدیوں کی ذمہ داریوں کو بیباق کرے۔[1]

امور خیر کے لئے عطیے

انتقالات کے جائز ہونے کی ایک اور وجہ خیر عطیوں سے متعلق ہے گو ایسے عطیے بلا ضرورت کئے گئے ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ برہمنوں نے ایسے عطیوں کو خاندان کے حامم مفاد کا باعث سمجھا۔ یہ کہ ایسے عطیوں سے لازماً مذہبی ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اس مضمون پہ مفصل بحث اس باب میں کیجائے گی جو مذہبی اوقاف سے

۴۸۱

[1] تجویز جسٹس متو سامی آیر مقدمہ پونپا ناصر ہو ابنگرم صفحہ ۳۳۔ اور تجویز چیف جسٹس ٹرنر ایضاً صفحہ ۱۸۔

متعلق ہے (فقرہ ۳۴۴)۔

ف ۳۴۸۔ الف۔ ایک اور قسم کے انتقالات کو تسلیم کیا گیا ہے گو ضرورت کے بغیر کئے گئے ہوں۔ دلہنوں کو بیاہ کے موقع پر تحفے دینا بہت عام ہے اور اکثر ہند و قانون کی کتابیں باپ یا دیگر قرابتداروں پر یہ وجوب عائد کرتی ہیں کہ اس طرح تحائف دینا چاہئے[1]۔ عموماً اس قسم کے تحفے جواہرات کی صورت میں ہوتے ہیں یا دیگر منقولہ جائداد کی۔ چنانچہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ بجائے جواہرات یا دیگر منقولہ جائداد دینے کے اگر باپ نے غیر منقولہ جائداد عطا کی ہو جو حالات کے لحاظ سے معقول ہو تو ایسا انتقال قائم رکھا جائے گا۔ قرار دیا گیا ہے کہ اس واقعے سے تحفہ شادی کے کچھ وقت بعد دیا گیا تھا کوئی فرق نہیں ہوتا عام ازینکہ باپ نے ایسا کیا ہو یا دوسرے شخص نے جو اس کا جانشین ہوا ہو۔ اگر باپ کے مرنے کے بعد شادی ہوئی ہو تو وہ لوگ بھی دلہن کے لئے ایسے تحائف سے مناسب انتظام کر سکتے ہیں جنھوں نے باپ کی جائداد پائی ہو[2]۔

ضرورت کا بار ثبوت

ف ۳۴۹۔ جو لوگ ایسے شخص سے معاملہ کریں جسے جائداد میں صرف محدود حقیت حاصل ہے اور جو اس کا جھوٹا ادعا کرے کہ بہتر اور بہت زیادہ حقیت دیرہا ہے وہ قانوناً ظاہر ہے اس پر مجبور ہیں کہ واقعات کو ثابت کریں جن سے ایسا انتقال جائز سمجھا جائے۔ مگر ثبوت کی نوعیت اور وسعت جس کا پیش کرنا ان پر واجب ہے واقعات مقدمہ کے لحاظ سے بدلتی رہے گی۔ ہنومان پرشاد کے مقدمے میں یہ بحث کی گئی تھی کہ یہ تبلانے سے کہ کرتا کو رقم دی گئی اور یہ واقعہ ہے کہ اس نے دستاویز جاری کی ثبوت کا بار باقی نہیں رہتا۔ اور اس بحث کی تائید میں صدر عدالت آگرہ کی ایک رائے عدالتی کا اقتباس کیا گیا[3]۔ اس پر جوڈیشل کمیٹی نے یہ رائے زنی

[1] منو باب ۹ صفحہ ۱۹۴۔ نادر باب ۱۳ صفحہ ۸۔ متاکشرا۔

[2] سندر رامیا بنام ستیاہ ۳۵ م صفحہ ۶۲۸ چدرا من ساہو بنام گوپی ساہو ۳۴ ک صفحہ ۱۔ بچو بنام منگونی بائی ۱۳۶ ب صفحہ ۳۷۳۔ نیز دیکھو کملسی اہل بنام ہلکراپنی ۳۰ م صفحہ ۴۵۲۔ نارائن بنام رام لنگا ۳۹ م صفحہ ۵۸۷۔ تیرا جایر بنام سرینواسس جایر ۴۰ م صفحہ ۱۱۲۲۔

[3] بمبئی میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ اگر کرتا نے قرضہ لیا ہو تو قانون میں کوئی ایسا قیاس خود بخود قائم

کی کہ ''اس قسم کے مقدمات ذیل میں یہی راستہ اختیار کرنا بہت ہی صحیح ہوسکتا ہے
اس کی نوعیت یہ تھی کہ ایک زندہ باپ کے لڑکے اس نالش میں جو ایک دائن کے
خلاف رجوع تھی اس کی ساز باز کا شبہ کرتے ہوئے اس کفالت سے آزاد ہونیکی
کوشش کر رہے تھے جو باپ نے موروثی جائداد پر عائد کی تھی۔ باپ کی بدعملی
بیان کی گئی۔ یہ فضول خرچی کر کے اس نے جائداد تلف کی ہے
کفالت کو منسوخ کرانے کے لئے یہی وجہ پیش کی گئی۔ اب اس کا اظہار کرنا ہی چاہئے
کہ قرض دینے والے سے اس کی توقع کرنا قرین عقل ہے کہ وہ ان حالات کو ثابت
کرے جو اس کے مخصوص قرضے سے متعلق ہوں لیکن یہ توقع کرنا قرین عقل نہیں
ہے کہ اس کو مالک موروثی جائداد کے سابقہ اچھے عمل اور اس کی کفایت شعاری
کا بھی علم ہونا چاہئے۔ یا یہ کہ وہ اسکو ان امور کے ثبوت سے تیار رہ کر آنا چاہئے
باپ کے سابقہ چال چلن سے بہ ظن غالب اس کے لڑکے اور اسی خاندان کے
ارکان زیادہ واقف ہوسکتے ہیں۔ شخص اجنب کو ان کا ایسا علم نہیں ہوسکتا لہذا
اس عدالتی رائے (Dictum) کی تائید اس عام اصول سے ہوسکتی ہے کہ
واقعات کے ادعا اور ثبوت کو اس فریق سے مانگنا چاہئے اور اسی سے اس کی
امید کی جاسکتی ہے جس کو اس کا بہتر علم ہو۔ نیز ایسی نالشات میں اس کا ہمیشہ
خطرہ لگا رہتا ہے کہ باپ اور بیٹوں نے علکر دائن کو فریب دینے کے لئے ساز باز
کی ہو۔ بنا برآں مذکور الصدر عدالتی رائے کی تائید اس بادی النظری سبب
سے بھی ہوسکتی ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ ایسے مقدمات میں جیسا کہ یہ مقدمہ ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نہیں ہوتا کہ قرضۂ مذکور مقاصد خاندانی کے لئے کیا گیا تھا سوبیر و بنام نارائن راؤ ۸ ابمبئی صفحہ ۵۲۰
گنپت رائے بنام منی لال ۴۳ الہ آباد صفحہ ۱۳۵۔ ہاں جب حساب رواں کے سبب بقایا بطور قرضہ ہو تو دائن کیلئے یہ ثابت
کرنا ضروری نہیں ہے کہ ان میں کی کس مد کیلئے رقم لی گئی تھی۔ یہ بتلانا کافی ہوگا کہ خاندان کو خاندان کی زندگی کیلئے ہمیشہ رقم
کی ضرورت ہوا کرتی تھی یا تجارتی ضروریات کیلئے۔ اور یہ کہ کرتا کے کہنے کے سبب رقم دی گئی تھی کہ ان مقاصد کے لئے
رقم کی ضرورت لاحق تھی کرشنا رامیا بنام واسدیوا ۲ بمبئی ۸۰۸۔ مالال بنام گوری سنہ ۱۹۲۲ء ۲۲ نظائر صفحہ ۴۸۵ سوتم رام
سنہ ۱۹۲۷ء ۵۰ انظائر صفحہ ۷۸۵۔ خزانہ ل بنام جگنا تھ سنہ ۱۹۲۳ء ۴۷۔ نظائر صفحہ ۴۸۴۔

کس پر ثبوت کا بار ہوتا ہے۔ حکام مابعنقام یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ایک ایسا سوال ہے
جس کا جواب نہ تو عام الفاظ میں دیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا جواب ایسا ہو سکتا ہے
جس میں لچک نہ ہو۔ وہ قیاس بھی حالات کے لحاظ سے مختلف ہوگا اور تغیر پذیر جو بطور
مناسب قائم کیا جانا چاہیئے۔ اس کا انحصار حالات پر ہونا چاہیئے اور اس کی ترتیب
واقعات وحالات کے تحت کی جانی چاہیئے۔ مثلاً۔ اگر خود مرتہن جس سے معاملہ کیا گیا
اپنے حق میں ایک ایسی کفالت پیش کرے جو محدود اختیار کے شخص کی پیدا کی ہوئی
ہو اور لازماً وہ اس کے محدود حق انتقال سے واقف رہا ہو تو اس سے بطریق معقول
ذیل کی توقع کی جاسکتی ہے۔ یہ کہ اسے ان واقعات کا ادعا کر کے ثابت کرنا چاہیئے
جن کا بہتر علم قیاساً اسی کو ہوسکتا ہو نہ کہ نابالغ وارث کو۔ بہ الفاظ دیگر اسکا یہ کام ہے
کہ ان واقعات کو ثابت کرے جو جائداد کی ضروریات کے متعلق اس سے بیان
کئے گئے ہوں اور ان وجوہ کو بھی ثابت کرنا ہوگا جو اس کے فوری قرضے کے
محرک ہوئے[1]۔ اس کا اظہار بھی ضروری ہے کہ بیانات منتظم وارث کے خلاف
شہادت قرار دیئے گئے ہیں بشرطیکہ وہ قرضے کے وقت بطور اصلیت معاملہ اور بطور
اعلانات کارندہ اسی وقت کئے گئے ہوں گو اصل لئے بطور واقعہ ان کا انتخاب نہ کیا ہو۔
اور جیسا کہ ہمیں اس کی اطلاع ملی ہے کہ ایسا بادی النظری ثبوت عام طور پر دائن اور
وارث کے درمیان کلکتے کے سپریم کورٹ میں طلب کیا جاتا ہے۔ یہ اس وقت
جبکہ دائن اس کی کفالت کو وارث کے خلاف نافذ کرارہا ہو۔ اس طرح ثبوت طلب
کرنے کو وہ صحیح سمجھتے ہیں اور معقول بھی۔ تاہم یہ ظاہر ہے کہ ایسا ثبوت اس سے طلب
کرنا بعید از عقل ہوگا جو اصلی فریق نہ تھا۔ خصوصاً وقت کے اور استفادے کے گزرنے
کے بعد ونیز ظاہری طور پر ایسے سکوت کے بعد جو رضامندی کے مماثل ہو[2]۔ بنابراں
جیسا کہ کفالت کے ایک جزو کے متعلق یہاں صورت پیدا ہے اگر پرانی کفالت کی

۱۳

[1] مرتہن کے وارث کی نالش، ارشان عودی کے خلاف، بیوہ کے جاری کئے ہوئے رہن کے نفاذ کیلئے
دیکھو ہنیشر بخش ۲۳ مرافعات ہند صفحہ ۷، ۵۔ ۲۳ ک صفحہ ۷۶۶۔

[2] مرو گیسم پلے ۴۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۹۸۔ ۴۴ م صفحہ ۲۰۴۔

بجائے نئی کفالت پیدا کی جائے۔ اور یہ ثابت ہو کہ پرانی کفالت کے لئے مورث کا قرضہ سابقہ بدل تھا (جس پر سابق میں اعتراض نہیں ہوا تھا) تو اس قسم کا قیاس جس کے لئے مرافعہ حجت پیش کر رہا ہے معقول ہو گا۔ ظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ مجلس وضع قوانین نے دفعہ ۴۱ قانون انتقال جائداد (ایکٹ ۴ سنہ ۱۸۸۲ء) میں تجاویز مذکور الصدر کا خلاصہ کیا ہے۔ وہ جب کوئی شخص جسے صرف خاص حالات میں جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے تبدیل ہوتے رہتے ہوں جائداد غیر منقولہ منتقل کرنے کا اختیار ہو ایسی جائداد ان حالات کا وجود ظاہر کر کے بالمعاوضہ منتقل کرے اور منتقل الیہ نے ان حالات کے دریافت کرنے کی بطور مناسب کوشش کر کے نیک نیتی سے عمل کیا ہو تو جہاں تک کہ منتقل الیہ اور منتقل کنندہ اور ان اشخاص کا تعلق ہے جن پر اس انتقال کا اثر پڑتا ہے ان حالات کا وجود تسلیم کیا جائے گا۔" [جدید۔ رہن لینے والا نابالغ کے ولی کو ترغیب دیکر کہ عدالت سے درخواست کر کے قرضہ نکالے اپنی ذمہ داری سے بچ نہیں سکتا۔ اس کو تحقیق کرنا ہی پڑیگا کہ ضرورت قانونی تھی کہ نہیں (۷ الف)۔ مرتہن منتقل الیہ کو یہ ثابت کرنا ہو گا کہ وہ معاملہ کرنا کے اختیار میں تھا (۷ ب)]۔

رہن نامہ یا بیع ناموں کے وہ بیانات جو انتقالات زیر بحث پر اثر ڈالتے ہوں

لہ ہنومان پرشاد ۶ مور ۸ ۱۴ ر ۲۰ ۴۔ ۸ مدراس صفحہ ۱۸ نوٹ۔ تہنداوار یا بنام ولے الدراس ہائیکورٹ صفحہ ۹۸۔ ۵ والی بنام منداا ۲ ایضاً صفحہ ۷۰۔ ۴ سراونابنام متی ۶ ایضاً صفحہ ۱۲۷۔ ۳ لالہ جنسی دھر بنام کنور بندیسری۔ ا مور صفحہ ۴۶۵ مہیشور سادو تسور بنام کنج بہاری ۳ شمالی مغربی صفحہ ۸۔ جیہ دھری بنام بیدوجو سندر ۱ مدراس صفحہ ۷۷ سکھر چند بنام دلیپتی ۵ کلکتہ صفحہ ۳۶۳ کنڈی بنام صراشنگ ۷ A صفحہ ۱۷ اہم لال سنگھ بنام دیوتراش ۸ ایضاً صفحہ ۶۰ ۲ گرد سامی بنام گنبتیا ۵ مدراس صفحہ ۳۳۷۔ اگر باپ کے انتقال کو بیٹا لے سود کرنا چاہتا ہو یا مخرب اخلاق یا خلاف قانون کا ادعا کر کے قرضوں سے بچنا چاہتا ہو تو ان امور کا بار ثبوت اسی پر ہو گا سبرامنیا بنام سداشیو ۵۰ مدراس صفحہ ۵۰۷ دیکھو فقرہ ۲۰۳ (۷ الف) دتاتریا گوبند ھانڈ کر ۱۳۴ انظائر صفحہ ۶۹۷ سنہ ۱۹۳۲ (۷ ب) مورج بخش سنگھ سنہ ۱۹۳۲ ۱۳۵ انظائر صفحہ ۳۷۹۔

بذات خود ان واقعات کی شہادت نہیں ہیں جنھیں وہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ ان واقعات کو قائم کر دینے کے لئے طریق دیگر کچھ اور حالات کو ثابت کرنا ہی چاہئے۔ مگر ثبوت کی مقدار ہر مقدمے کے خاص حالات پر منحصر ہوگی۔ اور اگر وقت کے گذرنے یا دیگر اسباب سے ان بیانات کی تائید میں صرف خفیف شہادت کی توقع کی جاسکتی ہو۔ وہ بیانات اس شہادت کے مطابق ہوں تو بیانات کو قابل پذیرائی سمجھا جاسکتا ہے۔ اس مضمون پر پریوی کونسل نے حال میں بہ الفاظ لارڈ ٹمباسٹر ذیل کا اعلان فرمایا ہے اور وہ نہایت مستند ہے:۔

"یہ اچھی طرح تسلیم کر لیا گیا ہے..... کہ ان واقعات کے ثابت کرنے کے لئے جن کا ذکر ان بیانات میں ہو صرف ان بیانات پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا۔ فی الحقیقت یہ ظاہر ہے کہ اگر اس قسم کے ثبوت کی اجازت ہوتی تو ورثائے عودی کے حقوق کو ہمیشہ شکست ہوتی۔ کیونکہ بہ احتیاط تمام وہ بیانات دستاویز میں داخل کر دیئے جاتے معمولی حالات کے تحت۔ اور قطع نظر قانون موضوعہ کے بیانات مندرجۂ دستاویزات شہادت ہو سکتے ہیں مگر صرف فریقین دستاویز انتقال اور ان اشخاص کے لئے جو ان کے ذریعے سے دعویدار ہوں۔

"لیکن ایسی صورت میں جیسی کہ موجودہ صورت ہے ہمارا یہ خیال نہیں ہے کہ ان بیانات کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ اس کے متعلق کوئی ناقابل تغیر مقررہ قاعدہ وضع کیا جاسکتا ہے کہ ایسے بیانات کس قسم کی وقعت کے مجاز ہیں۔ اگر بروقت اجرائے دستاویزات یا اس کے قریب زمانے میں دستاویزات کی صحت معرض بحث میں لائی گئی تھی تو وہ بیانات صرف خفیف طور پر ملحوظ رکھے جانے کے مستحق ہوں گے اور یقیناً ان بیانات کو بطور ثبوت واقعات قبول نہ کیا جانا چاہئے۔ مگر جوں جوں وقت گزرتا جائے اور ابتدائی فریقین معاملہ اور وہ کل لوگ جو امور متعلقہ پر شہادت دے سکتے تھے ضعیف ہو گئے ہوں یا مر گئے ہوں تو ان بیانات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہو جاتی ہے اور ان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو

[1] برج لال بنام اندرا کنور ۳۶ صفحہ ۱۸۷ (پی۔ سی)۔

حالات مقدمہ کے بظن غالب مطابق ہوں۔ کیونکہ یہ بات اچھی طرح یاد رہے کہ جس ضرورت کے باعث دستاویز قابل پذیرائی تھی اس کے جواز کو ثابت کرنے کے لئے ضرورت کا فی الواقعی ثبوت ضروری نہیں۔ صرف یہ ضروری ہے کہ اس ضرورت کے پیدا ہونے کے متعلق خریدار سے لیا جانا چاہیئے کہ ضرورت لاحق ہے۔ اور یہ کہ خریدار نے دیانتداری سے کام لیا اور خود کو اس کی صحت سے مطمئن کرنے کے لئے اس نے مناسب تحقیق کی تفصیل زیر بحث بیان مذکور کی واضح شہادت ہے۔ اگر حالات ایسے ہوں کہ بطور معقول یہ باور کیا جا سکتا ہو کہ تحقیق کی صورت میں سچے واقعات کی تصدیق ہو سکتی تھی اور واقعی طور پر تحقیق کئے جانے کا ثبوت ناممکن ہو گیا ہو تو بیان مندرجۂ دستاویز ایسے حالات کی معیت میں دستاویز کی تائید کے لئے کافی شہادت ہو گا۔ اگر اس کے خلاف قرار دیا جائے تو نتیجۃً یہ تصفیہ کرنا ہو گا کہ جیسے جیسے حقیت قدیم ہوتی جائے وہ بہت زیادہ کم قوت ہوتی جائیگی یہ ایں معنی کہ بالآخر محض وقت کے گزر جانے سے کوئی ایک معاملہ ناقابل پذیرائی ہو جائے گا گو اس وقت جبکہ وہ ہوا تھا وہ معاملہ بالکل جائز اور مبنی بر دیانت تھا۔ پریوی کونسل کے ملاحظے میں مقدمہ یہ تھا کہ بیوہ نے جائداد منتقل کی اسی مضمون پر بحث اور نزاع تھی۔ لیکن جن اصولوں کو بیان فرمایا گیا ان کا اطلاق عالمگیر ہے۔ ہر اس انتقال پر ان کا اطلاق ہو گا جو محدود مالک نے کیا ہو۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد سے ان کا اطلاق ایسے انتقال پر ہونے لگا ہے جو خاندان مشترکہ کے کرتا نے کیا ہو[2]۔

ڈگری کی صورت میں	ف ۳۵۰۔ ایک مسئلے کے متعلق بادی النظر میں فیصلوں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہ اشخاص ذیل پر ثبوت کا بار

لہ گنگا چندر دھر بسواس بنام جگت کشور اچاریہ چودھری ۳۴ مرافعات ہند صفحہ ۲۴۹-۴۲ کلکتہ صفحہ ۱۰۲۔ ھھبہ بی لال بنام گوبند ۱۹۲۴ء ۱۸ نظائر صفحہ ۳۱۔ رام نرائن بنام نند رانی ۱۹۳۵ء ۱۴ نظائر صفحہ ۸۶۸ ٹھاکر سنگھ بنام مساۃ اتم ۱۹۲۹ء ۱۰ نظائر صفحہ ۴۴۹ رائے راجیشوبالی ۱۹۳۳ء ۱۵ نظائر صفحہ ۲۴۶۔

سلہ اننت رام ۴۸ A صفحہ ۱۷۱ اپی سی۔ رادھارام بنام امرچند ۱۹۲۳ء ، ، نظائر ہند صفحہ ۲۲۳

کس قدر ہوگا۔ ایک تو اس خریدار پر جس نے تحت ڈگری جائداد خریدی ہو۔ دوسرے اس پر جس نے منتظم جائداد کو قرض دیا ہو کہ ڈگری بیباق کرے۔ تیسرے اس پر جس نے جائداد کا ایک جزو منتظم سے اس لئے خریدا ہو کہ منتظم کو اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے روپیہ ملے۔ کیا ایک ایسی ڈگری کا پیش کرنا جو نیک نیتی پر مبنی ہو بذات خود ضرورت کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے؟ یا خریدار یا دائن پر لازم ہے کہ وہ آگے جاکر یہ بتلائیں کہ ڈگری ایسے مقصد کے لئے صادر کی گئی تھی جس کی پابندی جائداد پر عائد ہوتی ہے؟ فیصلوں کا یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ ڈگری پر اعتماد کرنیوالا یہ سمجھنے کا مجاز ہے کہ صحیح طور پر ڈگری صادر ہوئی تھی اور یہ کہ جو کچھ بھی اس ڈگری کے سبب ہوا وہ بھی درست طور پر کیا گیا۔ ڈگری کی نوعیت پر اس کے معلوم کرنے کا انحصار ہے کہ اس سے اسے کس حد تک فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ نیز اس شخص پر جس کے خلاف ڈگری دی گئی تھی اور ان کارروائیوں پر اس کا انحصار ہوگا جو تعمیل ڈگری میں کی گئیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ڈگری بادی النظر میں ایک ایسی ہو سکتی ہے جو اس کو پابند کرے جس کے خلاف وہ نافذ کرائی گئی محض اس واقعے سے کہ وہ صادر ہوئی یہ ہو سکتا ہے کہ صرف شخص مذکور ہی اس کا پابند ہو۔ یا ایسی ہو سکتی ہے جو اس کو پابند نہ کرے بجز اس کے کہ دوران مقدمہ میں کچھ ثابت کیا گیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ کچھ ثابت ہوا ہو یا نہ ہوا ہو[1]۔ علاوہ ازیں ڈگری کی شکل اور وہ کارروائیاں جو اس کے تحت کی گئی ہوں یہ بتلا سکتی ہیں کہ دائن نے اپنے مدیون پر خاندان کے قائمقام کی حیثیت میں نالش کی تاکہ خاندان کی جائداد پر پابندی ہو اگرچہ کہ بظاہر اور صرف رسماً مدیون پر نالش کی گئی تھی۔ اس کے خلاف دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دائن نے اس کو اچھا سمجھا ہو کہ اپنے دعوے کو اصلی مدیون اور اس مدیون کے حقوق کی حد تک محدود کرے اگرچہ کہ اسے یہ چارۂ کار حاصل رہا ہو کہ اپنے دعوے کو کل خاندان اور اس کی جائداد کے مقابلے میں نافذ کرائے[2]۔ جب ڈگری باپ کے

۴۸۶

---

[1] سورج نرائن سنگھ ۴۲ A صفحہ ۵۶۶۔

[2] رادھا کرشنا چندرجی بنام رام بہادر ۴۳ مدراس لاجرنل صفحہ ۷۰ پی سی۔

خلاف ہو تو اس سے قطعی طور پر یہ بات قائم ہو جاتی ہے کہ قرضہ اس سے واجب الوصول تھا۔ اور بجز اس کے کہ قرضے کی بنیاد مخرب اخلاق کام ہو اس کے بیٹوں کے خلاف اس سے زیادہ کوئی چیز ضروری نہیں جیسا کہ ہم نے اس سے قبل دکھایا یہ بتلانا ضروری نہیں کہ قرضہ خاندان کے لیئے باعث مفاد تھا۔ جب ایسی ڈکری کے تحت جائداد نیلام ہو تو خریدار مجبور نہیں ہے کہ ڈکری سے ہٹ کر یہ معلوم کرے کہ آیا ڈکری دینے میں عدالت راہ راست پر تھی۔ یا دینے کے بعد عدالت تعمیل ڈکری میں اس جائداد کو نیلام کرنے میں حق بجانب تھی[1]۔

معاملات جو ڈکری پر مبنی ہوں۔

بیشک اسی قاعدے کا اطلاق ہو گا جبکہ نابالغ کے ولی نے اس ڈکری کی ایفا اور بیباقی کے لیئے جو نابالغ کے خلاف صادر ہوئی تھی بیع کی ہو اور نابالغ اس بیع کو منسوخ کرانا چاہے[2]۔ یا جبکہ معاملے پر وارث معترض ہو (ایسا وارث جو شریک خاندان نہ ہو) تو قاعدہ مذکور کا اطلاق ہو گا کیونکہ اس پر اس شخص کے قرضے ادا کرنا لازم ہے جس کی جائداد اس نے وراثت میں لی ہے (فقرہ ۳۲۷) ہاں اگر

---

[1] مدن متھا کر بنام کنتو لال جلد ۱ امراغات ہند صفحہ ۳۶۱۔ صفحہ ۳۴۴۔ ۱۴ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۸۷۔ ۲۴ سدر صفحہ ۵۶ فقرات ۳۱۳ و ۳۲۲۔ بھاگیت پرشاد بنام مساۃ گرجا کنور ۱۵ امراغات ہند صفحہ ۹۹۔ ۱۵ اک صفحہ ۱۷۔ دیکھو متعدد مقدمات جو اس فیصلے کے بعد آئے۔ بھونا بنام روپ کشور ۲ شملی صفحہ ۸۹۔ بدری بنام کنتی ۲۳ سدر صفحہ ۶۰۔ کلدیپ بنام بجیت ۲۴ ایضاً صفحہ ۲۳۱۔ شیو پرشاد بنام سورج جنتی ایضاً صفحہ ۲۸۱۔ پستو بنام رام پرمیشر ایضاً صفحہ ۳۶۴۔ انوراگی بنام بگوبتی ۲۵ سدر صفحہ ۱۵۔ بھو رام شہباے بنام ہیابیر ایضاً صفحہ ۱۸۵۔ ۱۹ جد جبین بنام ٹنکو ایضاً صفحہ ۱۱۔ لچھمی بنام اسمن ۲ ک صفحہ ۲۱۲۔ ۲۵ سدر صفحہ ۱۹۴ سوا سنکر بنام پاروتی ۴۴ م صفحہ ۹۶۔ اس کے متعلق کہ کس حد تک بیٹوں کو رہن نالش میں فریق بنانا ضروری ہے جو باپ کے خلاف اس کی بیع یا رہنوں کے نفاذ کے لیئے دائر کی گئی ہو۔ یا اس سے واجب الوصول قرضہ پانے کے لیئے کی گئی ہو دیکھو فقرات ۳۱۹ و ۳۲۱۔ اس کے متعلق کہ کس حد تک بیٹوں کے خلاف ڈکریاں قطعی ہیں دیکھو فقرات ۳۲۲ و ۳۲۴۔

[2] شیوراج بنام نکشیدی ۱۴ مدراس صفحہ ۶۲۔

شریک ہندو خاندان کے خلاف ڈگری دی گئی ہو تو صورت دوسری ہوگی اس کے خلاف ایسی ڈگری قطعی طور پر جائز ہوگی۔ اور اس کی زندگی میں اس کا نفاذ کرایا جاسکتا ہے۔ جائداد شراکتی میں اس کے حق کے خلاف تعمیل شروع کر کے اسے فروخت کیا جاسکتا ہے۔ (ق ۳) لیکن چونکہ اسکے قرضے کی پابندی اس کے دیگر شرکا پر نہیں ہوتی یا ان کے حصۂ جائداد پر اس لئے اس ڈگری سے جو اس کے خلاف ہو کوئی مزید ذمہ داری پیدا نہیں ہوسکتی بجز اس کے قرضہ ان کی رضامندی سے یا ان کے مفاد کے لئے کیا گیا تھا (ق ۳۳) اس سے اس کے قرضے کا تعین ہوتا ہے اور بس۔ اگر یہ مقصود ہو کہ قرضے کی بیباقی بلاواسطہ یا بالواسطہ دیگر ارکان کے حصص سے ہو تو دائن کو یہ ثابت کرنا چاہئے کہ قرضوں کی نوعیت بھی ایسی تھی کہ بطور جائز وہ اشخاص بھی اس کے پابند ہیں جنھوں نے خود ذاتی طور پر قرضے نہیں کئے[1] یہ ثبوت ایسی نالش میں دیا جانا چاہئے جس میں خاندان کے ارکان مشترک فریق ہوں۔ اور جس میں وہ ان دعاوی کا مقابلہ کرسکتے ہیں جو ان کے خلاف پیش کئے گئے ہوں۔ اگر خاندان کے رکن منتظم نے ایسی دستاویز جاری کی ہو جس کے دوسرے ارکان پابند ہوتے ہوں تو صحیح طریقہ یہ ہے کہ ان سب پر نالش کی جائے۔ دائن اپنے حسب دلخواہ صرف اس پر نالش کرسکتا ہے جس نے کہ دستاویز جاری کی تاکہ بحیثیت جاری کنندہ دستاویز اس کی ذمہ داری نافذ کرائی جائے۔ لیکن اگر اس نے یہ طریقہ اختیار کیا ہو تو تعمیل صرف مدیون جاری کنندہ کے حصے پر ہوسکے گی۔ وہ اس کا نفاذ دیگر ارکان کے خلاف (جبکہ وہ مدیون کے لڑکے نہ ہوں) محض یہ ثابت کر کے نہیں کرا سکتا کہ معاملہ مذکور کا انعقاد خاندان کے مفاد کے لئے کیا گیا تھا۔ اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسے زیادہ چارۂ کار حاصل تھا جس سے اس نے فائدہ نہیں اٹھایا۔

[1] دین دیال بنام جگدیپ نرائن ۴ مرافعات ہند صفحہ ۲۴۷۔ ۳ ک صفحہ ۱۹۸ دیکھو فقرہ ۳۱۴۔ آرموگن ۵ م صفحہ ۱۲۔ سبرامنن بنام سبرامنن ایضاً ۱۲۵۔ دراسامی بنام ابترت ۸ م صفحہ ۱۳۶۔ ویرا راگما ۸ م صفحہ ۲۰۸ گرویا بنام تہما ۹ م صفحہ ۲۱۶۔ ابیلک رائے بنام روبی رائے ۱۱ ک صفحہ ۲۹۸۔ مرودی نرائن بنام بیلا چند ۶ بمبئی صفحہ ۵۶۴۔ کشن سنگھ بنام موریشور ۷ بمبئی صفحہ ۹۱۔ دولار چند بنام لالہ چھابل ۱ مرافعات ہند صفحہ ۱۴۲

برخلاف اس کے اس کے اس منتظم پر جس نے خود اپنے نام سے لیکن منتظم ہونے کی حیثیت سے دستاویز قرضہ لکھی ہو اور یہ مسلمہ ہو کہ قرضۂ مذکور اغراض خاندان کے لئے کیا گیا) اس دستاویز کے لئے قائم مقامانہ حیثیت میں نالش کی جا سکتی ہے۔ اور یہ ثابت ہو لیتے پر کہ اس نے اپنے اختیار کے اندر یہ کام کیا تھا تو ڈگری دی جائے گی اور اس ڈگری کی پابندی کل جائداد پر ہو گی نہ کہ صرف اس کی حقیت پر[1]۔ مقدمات کی ایک اور قسم ہے جن میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ ایک رکن کے خلاف نالش کل خاندان کے خلاف نالش سمجھی جانی چاہیئے۔ بایں معنے کہ ڈگری ان کل کو پابند کرتی ہے اور اسکی تعمیل کل کے حصوں کے خلاف شروع کی جا سکتی ہے[2]۔ ایک مقدمے میں واقعہ یہ تھا کہ متعدد بھائیوں کو ایک اراضی میں مشترکہ حق مقابضت حاصل تھا۔ مگر صرف منتظم خاندان بحیثیت مالک رجسٹر کیا گیا تھا۔ اس پر لگان کے بقایا کے لئے نالش کی گئی۔ اور بہ صیغۂ تعمیل اس کا حق حقیت او رمرافق نیلام کئے گئے۔ قرار دیا گیا کہ کل حق مقابضت خریدار پر منتقل ہو گیا۔ چیف جسٹس گارتھ نے فرمایا:۔ "اگر کارروائیوں سے یہ امر واضح ہو کہ جو کچھ کہ فروخت کیا گیا اور جو کچھ فروخت کرنا مقصود تھا وہ صرف مدیون ڈگری کی حقیت ہے تو بیع و نیلام اسی حقیت تک محدود ہونا چاہیئے۔ ایسا ہی ہونا چاہیئے اگرچہ کہ ڈگری دار پوری حقیت کو فروخت کر سکتا تھا اگر ایسا

---

[1] ہری وٹھل بنام جیرام وٹھل ۱۴ ممبئی صفحہ ۵۹۷ دیکھو فقرہ ۳۳۳ جبکہ معاہدۂ منتظم کا یہ ادعا ہو کہ صرف منتظم پابند ہو گا کوئی اور نہیں دیکھو کشوری ۲۶ الہ صفحہ ۴۷۔

[2] بسیسر بنام لچھمی سر ۶ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۳۳۔ ۵ کلکتہ لا رپورٹ صفحہ ۷۷۴۔ دیو بنام رام ۸ مہر ۲ صفحہ ۲۶ ۷۴۷۔ رام سیوک بنام رگھوبر ۳ (A) صفحہ ۲۷۔ رادھا کشن بنام بجیا ایضاً صفحہ ۸۱۱۔ A گنگا باجا بنام راج بنسی ایضاً صفحہ ۱۹۱ رام نرائن بنام بھوانی ایضاً صفحہ ۱۲۴ (FB) ہری سرن ہومیتہ بنام بجویا نیشوری دیبی ۵ مرافعات صفحہ ۱۹۵ ،۱۶ کلکتہ صفحہ ۴۰۔ کھدیرو شانو بنام پرتاپ چندر ۲۰ کلکتہ صفحہ ۱۱۔ نرندر ۱۰ کلکتہ بنام بھیو بندر ۱۳ کلکتہ صفحہ ۴۷۲۔ شیو شنکر رام بنام جادو کنور ۱۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۱۶ صفحہ ۴۸۳ ۳۶ A۔ ابھیدت سنگھ بنام راگھو سنہ ۱۹۲۶ ۱۹ نظائر ہند صفحہ ۹۷۲ جانسٹن بنام گوپال سنگھ سنہ ۱۹۳۱ ۱۲۳ نظائر صفحہ ۶۲۸۔

کرنے کے لئے اس نے مناسب کارروائی کی ہوتی۔ یا باوجود اس کے کہ تحت نیلام خریدار کل حق کا قبضہ کرسکتا تھا۔ ہاں اگر برخلاف اس کے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ مدیون ڈگری پر بحیثیت قائم مقام نالش کی گئی تھی یعنے اس حیثیت سے کہ کل حق مقابضت کی وہ نیابت کررہا ہے تو یہ سمجھا جانا چاہئے کہ نیلام سے کل حق مقابضت منتقل ہوگیا۔ یہی صورت اس وقت بھی ہوگی جبکہ نیلام کا مقصد یہ تھا کہ کل حق مقابضت نیلام ہوجائے۔ گو اس نیلام کا بظاہر یہ ادعا ہو کہ صرف مدیون ڈگری کے حق اور مرافق کا نیلام ہے۔ عدل گستری اور انصاف رسانی کے تحت نیلام کل مقابضت کا ہونا چاہئے۔ اور اگر کارروائیوں کی ظاہری شکل پر مسئلہ مشتبہ ہو۔ یا اگر کارروائیوں کا ایک جزو دوسرے سے مغائر معلوم ہو تو عدالت کو چاہئے کہ نفس امر زیر بحث کو دیکھے نہ کہ کارروائیوں کی شکل یا زبان کو[1] (نیز دیکھو فقرات ۳۱۴ / ۳۲۱)۔

جبکہ دوسرے سرمایے پر دسترس ہو۔

ف ۳۵۱ یہ کہا جاتا ہے کہ اگر قرضہ موروثی ہو اور اس کی پابجائی کے لئے جائداد فروخت کی جائے تو خریدار کا یہ فرض نہیں ہے کہ معلوم کرے کہ آیا دوسرے ذرائع سے قرضے کی بیباقی ہوسکتی تھی[2]۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا اطلاق صرف اس وقت ہوسکتا ہے جبکہ بیع کے لئے بظاہر ضرورت لاحق ہو۔ جس مقدمے میں یہ قاعدہ قرار دیا گیا تھا عدالت نے کہا " نہ یہ کہا گیا کہ کن ذرائع سے اس کی پابجائی ہوسکتی تھی "۔

منتظم کا فضول اسراف

بنگال کے ایک مقدمے میں صدر عدالت نے ایک اصول قرار دیا جو تقریباً ۴۸۹ اس کا الٹا تھا۔ انھوں نے فرمایا:۔ "یہ بتلایا جاسکتا ہے کہ قرضے کی ظاہری غرض سرکاری مالگزاری کا ادا کرنا تھی لیکن اس کا ثبوت بھی اطمینان بخش طریقے سے پہنچانا چاہئے کہ ایسا قرضہ قطعی ضروری تھا کیونکہ خود جائداد کے ذرائع مسدود ہوچکے تھے۔

---

[1] جیولال سنگھ بنام گنگا پرشاد ۱۰ الٰہ آباد صفحہ ۹۹۶ صفحہ ۱۰۰۱۔ کومبی بنام لکشمی ۵ مدراس صفحہ ۲۰۱ صفحہ ۲۰۵۔
[2] اجے بنام گردھری ۴ شمالی مغربی صوبے صفحہ ۱۱۰۔

نیز یہ کہ مالک جائداد کی فضول خرچی اور تلون مزاجی کے سبب قرضہ نہیں کیا گیا۔ یہ ثبوت ضروری ہے تاکہ اس قرضے کی پابندی ان پر عائد کی جاسکے جن کو اس جائداد پر پسماندگی کے حقوق حاصل تھے[1]"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں قانون یک گونہ سختی سے وضع کیا گیا ہے۔ اس شخص کا جو جائداد خاندان مشترکہ کے منتظم سے معاملہ کرتا ہے یہ کام ہے کہ وہ اس معاملے کی جس میں مصروف ہورہا ہے موزونیت اور ضرورت کا لحاظ کرے نہ کہ محض ادائے قرضہ کی موزونیت اور ضرورت کا جو اس معاملے کا ایک عذر اور بہانہ ہوتا ہے۔ اگر قرضہ درست نہ ہو۔ یا غیر ضروری ہو اور قرض دینے والا اس سے واقف ہو تو بلاشبہہ معاملہ ناجائز ہوگا۔ اگر قرضے کا دینا صحیح اور ضروری ہونے کے باوجود معاملہ ناجائز ہوسکتا ہے بجز اس کے کہ قرض دینے والے کو یہ سمجھنے کی معقول وجہ ہو کہ اس قرضے کی بیباقی بغیر اس کی مدد کے نہیں ہوسکتی۔ مالک کا اسراف اور اس کی تلون مزاجی صرف یہ بتلانے کے لئے اہم ہے کہ غرض معاملہ صحیح نہ تھی۔ یا یہ کہ اس کے لئے ضرورت کا وجود نہ تھا[2]۔

ادائے قرض کا ثبوت

جب ایک مرتبہ یہ قائم کردیا جائے کہ قرضہ تھا اور اس کو ادا بھی کیا جانا چاہئے تھا۔ یہ کہ وہ بلا بیع یا قرض کے ادا نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے بعد اگر معاملے کے جواز پر نزاع یہ ہو کہ قبل ازیں قرض ادا کیا جاچکا ہے یا اس میں سابق ہی اس میں تخفیف ہوچکی ہے تو جو شخص ایسا ادعا کرے اس پر اس کے ثبوت کا بار منحصر ہوگا۔ ادائی ایک مثبت واقعہ ہے محض اس وجہ سے کہ قرضہ قدیم ہے اس کو یونہی فرض نہیں کیا جاسکتا[3]۔

---

[1] دامودرن بنام برجو بھاپتر صدر دیوانی ۱۸۵۵ء صفحہ ۴۰۲۔
[2] بابو سنگھ بنام بہاری لال ۳۰ الہ آباد صفحہ ۱۵۶ تلسی رام بنام بیشناتھ پرشاد ۱۹۲۵ء ۵۰ انظائر ہند صفحہ ۸۸۵۔
[3] کاؤلے و نیکٹ بنام کلکٹر مچھلی بندر ۱۱ مدراس صفحہ ۱۹۱ مقدمہ ۳۳۹۔ ۳ صدر پانی سپی صفحہ ۱۶۱۔

منیجر کا اختیار

ف ۳۵۲ جائداد خاندان مشترکہ کے منیجر کے اختیارات) ایسا منیجر جو باپ نہ ہو) ان ہی اصولوں کے تابع ہیں جو قبل ازیں قرار دیے گئے [1] بیشک اس کے ذاتی قرضوں کی پابندی شرکا پر عاید نہیں ہے (جیساکہ باپ کے قرضوں کی اس کے بیٹوں پر ہوتی ہے)۔ لہذا انتقالات جو اس نے ایسے قرضوں کے ادا کرنے کیلئے کیے ہوں شرکا پر قابل پابندی نہ ہوں گے۔ اس کے لئے بھی یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ بہ نسبت غیر منقولہ کے منقولہ پر اسے بہت زیادہ اختیارات ہیں۔ بجز اس کے کہ بہ لحاظ نوعیت اختیارات وہ پیدا ہوتے ہوں اور اس طریقے کی حد تک جو عموماً ہوتا ہے۔ اس کے دیگر شرکا بھی اس کے خود کے پیدا کی ہوئی اراضی میں کوئی ادعا نہیں کر سکتے۔

اپنے حصے کو دیدینے کا حق شریک خاندان

ف ۳۵۳ اب تک ہم خاندانی جائداد کے انتقالات از قسم ذیل پر بحث کر رہے تھے۔ ایک رکن خاندان بیع کرتا ہے یا کفالت پیدا کرتا ہے اور یہ ادعا کرتا ہے کہ اس بیع یا بار کے دوسرے شرکا ان کے حصص اور خود کا حصہ پابند ہیں۔ اب ہم متاکشرا خاندان کے ایک رکن کے اس حق کی جانچ کرنا چاہتے ہیں کہ کس حد تک وہ اپنے حصے کو منتقل کرنے کا مجاز ہے۔ انگریز قانونداں کے لئے ایسے حق کا وجود مسلمہ ہے۔ قدیم ہندو قانون میں اس کا یقین ہے کہ اس قسم کا کوئی حق مسلمہ نہ تھا۔ بنگال میں جیساکہ آپ آگے چلکر دیکھیں گے ایسا حق قطعی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ لیکن دوسرے صوبوں میں اس عنوان کے تحت۔ دو امور میں مکمل اختلاف ہے۔ ایک تو ایسے حق کے وجود کے متعلق اور دوسرے اس کے استعمال کی حدود کے بارے میں۔ قانون متاکشرا کا نظریہ ایسے حق کے خلاف ہے ہم نے قبل ازیں فقرہ ۲۷۰ میں اصول ذیل کو بیان کر دیا ہے۔ یہ کہ اس قانون

---

[1] اور دیکھو فقرات ۳۳۲ و ۳۴۶۔ محض باپ کے نہ ہونے سے بیٹے کو انتقال یا رہن کے اختیارات حاصل نہیں ہوتے۔ وہ تو منیجر کو حاصل ہوتے ہیں۔ پٹیل بسری ۱۲ بمبئی صفحہ ۳۶۳ بلبا تارٹوڈ کے کاروں کے اختیارات انتقال کے متعلق دیکھو کو بہی بنام لکشمی ۵ م صفحہ ۲۰۱۔ کابینی بنام نرائن ۹ م صفحہ ۲۶۶۔

کے تحت تمام شرکا جائداد کے مالکان مشترک ہیں۔ مگر صرف ارکان کارپوریشن میں حصہ دار ہوتے ہیں لیکن حصے نہیں ہوتے۔ خاندانی کارپوریشن بغیر تغیر باقی رہتی ہے لیکن اس کے ارکان میں مسلسل گھٹاؤ اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ تقسیم تک کسی کا کوئی معین حصہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس وقت تک یہ کہنا ناممکن ہے کہ ہر ایک کا کیا حصہ ہوگا ایک دن جبکہ ایک رکن مرجائے حصہ زیادہ ہوگا اور دوسرے دن جب ایک رکن پیدا ہو تو کم ہو جائے گا۔[1] ارکان کے حق تقسیم کو رفتہ رفتہ اور بادل ناخواستہ قبول کیا گیا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس حق کے سبب خاندانی جائداد کے منافعوں میں حصہ لینا منقطع ہوجاتا ہے اور آئندہ منفعتوں میں حصہ نہیں لیا جاسکتا۔ اگر آئے دن رکن خاندان کو اپنے حصے کے فروخت کرنیکی اجازت ہو اور مجبور نہ ہو کہ خود کو خاندان سے تقسیم کر کے علیحدہ کرلے۔ تو اسے تقسیم کے فوائد تو حاصل ہونگے مگر اس کی زحمتوں کا سامنا کرنے کے بغیر۔ وہ جائداد کے ایک ایسے جزو سے جو کبھی بھی اس کا نہ ہوا تھا بلا شرکت احدے استفادہ کرسکے گا۔ جائداد خاندان میں کمی ہوجائے گی اور اس طرح خاندان کو نقصان ہوگا۔ ساتھ ساتھ اس کا یہ حق باقی رہے گا کہ خاندان کے افراد کی محنت و مشقت سے جو کچھ فوائد آئندہ حاصل ہوں ان سے مستفید ہو۔ اس میں شک نہیں کہ بعد میں تقسیم ہونے سے اس رقم کو محسوب کیا جائے گا جو اس طرح دے دی گئی تھی۔ لیکن ہندو قانون کے قواعد میں خاندانی اتحاد کا جاری رہنا مضمر ہے نہ کہ اس کے ٹکڑے ہونا۔ تقسیم ہونے تک ایسا شخص غیر معمولی فائدے میں رہے گا۔ اس کی مثال ایسے شریک کی ہوگی جو اپنے حسب دلخواہ اپنے سرمایے کو اس تجارت سے ہٹالینے کا ادعا کرے مگر خود کو ہٹالینے کے بغیر۔

مشترکہ جائداد میں شریک کے حقوق۔

قبل تقسیم بھی ایسے انتقالات مخرب نظام خاندان ہونگے۔ اس نظام میں یہ مسلمہ ہے کہ ہر رکن خاندان کو اس کے سرمایے سے ہر چیز اسی تناسب سے دی جاتی ہے جو اس کے لئے ضروری ہو جتنی مرتبہ بھی ایسی ضرورت پیدا ہو۔ ہر سال کا دہ

[1] سدا برت پرشاد بنام فلدش کنور ۳ بنگال لاء رپورٹ (F.B.) ۴۴-۱۲ سد (F.B.) صفحہ ۱۔

بچا یا جو صرف نہ ہوا ہو کل کے فائدے کے لئے اصل سرمایے میں داخل کر دیا جاتا ہے انفرادی جمع وخرچ کے نظام کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ ہر رکن کا کوئی کھاتہ نہیں کھولا جاتا۔ اخراجات کے خانے میں اس کے اخراجات نہیں لکھے جاتے اور بلحاظ آمدنی کوئی رقم اس کے حساب میں جمع نہیں کی جاتی۔ ہاں اگر ہر رکن کو اپنے حصے کے دیدینے کی اجازت ہو تو ایسا انتظام ضروری ہوگا۔ اور سالانہ حساب لینے پر یہ ہوسکتا ہے کہ یہ معلوم ہو کہ آمدنی کی جس مقدار کا وہ مجاز تھا اس کے اخراجات کی بجاآوری کے لئے وہ مقدار کافی نہ تھی۔ اس وقت الجھن پیدا ہوگی۔ یا تو یہ ہوگا کہ غیر تقسیم شدہ خاندان کا رکن قطعاً پرورش پانے کا مستحق نہیں ہے۔ یا بطور خیرات نہ کہ بطور حق اسکی پرورش کی جائے گی۔ سب سے آخر میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ بلا تقسیم کے انتقال کی اجازت دینے سے شراکت میں غیر اشخاص اس کے ارکان کی رضامندی کے بغیر لازماً داخل ہوجائیں گے اور حق پسماندگی زائل ہوجائے گا جس کے وہ ایسا نہ ہونے کی صورت میں مستحق ہوتے ہیں۔

۴۹۲

اس کا اختیار انتقال

ف ۳۵۴۔ ان کتابوں میں جو زمانۂ قدیم میں اس مضمون پر لکھی گئی ہیں کچھ بھی نہیں پایا جاتا۔ انھوں نے اس امر پر توجہ ہی نہ کی۔ کیونکہ اس طرح کسی چیز کا واقع ہونا ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ کل کی رضامندی لے کر بھی خاندانی جائداد کا انتقال غالباً نہایت ہی شاذ واقعہ تھا۔ لیکن جوں جوں ایک سے دوسرے پر جائداد منتقل ہونے لگی تو ان حالات کی بھی صراحت شروع ہوگئی جن سے انتقال صحیح سمجھا جاسکے۔ ویاس کہتے ہیں:۔ "شرکا کی رضامندی کے بغیر کسی ایک شریک کو نہ چاہیئے کہ کوئی بھی جائداد غیر منقولہ جس پر خاندان کا اشتراکی قبضہ ہو فروخت کرے یا دیدے۔ مگر واحد شریک بھی غیر منقولہ جائداد دے سکتا ہے۔ رہن یا بیع کرسکتا ہے جبکہ تکلیف کا وقت ہو۔ یا خود اس کے گھریلو امور کی تائید کے لئے۔ اور خصوصیت سے مذہبی فرائض کی انجام دہی کے لئے[1] یہ بھی ظاہر کردینا ضروری

[1] جلد اڈا انجسٹ صفحہ ۵۵۴۔ جلد ۲ صفحہ ۱۸۹۔

ہے کہ خود اپنے خاص فائدے کے لئے خود اپنا حصہ بھی منتقل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ نارد آٹھ قسم کی ایسی مشترکہ چیزوں کا ذکر کرتا ہے جو نہ دی جانی چاہییں اگرچہ کہ تقسیم شدہ بھائیوں کو وہ صراحتاً اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے حصوں کو اپنے حسب دلخواہ دے سکتے ہیں۔[1] اور مصنف ددھا د چنتامنی ان احکام پر تبصرہ اور ان کو پسند کرتے ہوئے خود کی یہ دلیل پیش کرتا ہے "کیونکہ عقل سلیم کے مطابق کسی کو ان پر کوئی حق نہیں ہے"۔ دوسرے فقرے میں وہ یہ اضافہ کرتا ہے:۔ "جو متعدد اشخاص کی ملک ہے اسے ان کی رضامندی سے دیا جا سکتا ہے۔ مشترکہ موروثی جائداد کل ورثا کی مرضی سے دی جا سکتی ہے"۔[2] [حصے کو دینے کا اختیار۔ غالباً یہ کل فقرات باپ یا منتظم کے اختیار سے متعلق ہیں۔ متاکشرا اور میوکھ نے حق انتقال کو بیان کیا ہے مگر بہ ظاہر وہ باپ کے اختیار کی صورت بحیثیت اس کے کہ کل خاندان کی نیابت کرتا ہے بیان کرنا چاہتے ہیں۔[3] ان کو اس کا گمان بھی ہونا ظاہر نہیں ہوتا کہ کوئی ایک فرد خود اپنے لئے کچھ کر سکتا ہے۔ مسٹر ڈبلیو۔ میاکناٹن نے بھی بلا پس و پیش اسی نظریے کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: "مشترکہ موروثی جائداد میں جو حصہ ایک شریک کا ہو سکتا ہے اسے دینے سے شریک منع کیا گیا ہے۔ اور ایسا فعل اس جگہ جہاں کہ متاکشرا کے نظریے رائج ہیں (جو تقسیم تک کسی کے علحدہ حق کو تسلیم نہیں کرتے۔ یا اصول (Factum Valct) کی بنا پر) بلاشک و شبہہ خلاف قانون اور ناجائز ہوگا"۔[4] برخلاف اس کے مدراس صوبے کا حال لکھتے ہوئے مسٹر ایلس یہ خیال کرتے ہیں کہ خود منتقل کنندہ کے حصے کی حد تک بیع جائز ہوگی۔[5] معلوم یہ ہوتا ہے کہ مسٹر کولبروک کو اس مسئلے کے متعلق یقین نہ تھا۔ ان کے مختلف

۴۹۳

---

[1] نارد حصہ دوسرا فقرات ۴، ۵۔ فقرات ۴۲، ۴۳۔ در ہیپتی ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۹۸۔

[2] ددھا د چنتامنی صفحہ ۲۷۶، صفحہ ۷۷۔

[3] متاکشرا فقرات ۲۷، ۳۲۔ میوکھ ۳، ۵۔

[4] جلد اول ڈبلیو میاکناٹن صفحہ ۵۔

[5] ۲ اسٹرینج ہندو لا صفحہ ۳۵۰۔

خیالات کا نتیجہ حسب ذیل معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہ ایک شریک وارث نے اگر خود اپنے حصے کا ہبہ کیا ہو تو وہ ناجائز ہوگا۔ اور یہ کہ اگر سختی کے ساتھ دیکھا جائے تو بیع یا رہن بھی ناجائز ہوگا۔ لیکن یہ کہ صورت موخر الذکر میں "عدل گستری اس کی مقتضی ہوگی کہ خریدار کے نقصان کی تلافی کی جائے۔ تلافی کا طریقہ یہ ہوگا کہ کل یا کافی جزو کی تقسیم کرائی جائے تاکہ بائع کے حصے سے خریدار کے روپے کی یابجائی ہو سکے"۔ سر تامس اسٹرینج نے اس خیال اور رائے کو اختیار کر لیا تھا اور بحیثیت حاکم عدالت اس پر انھوں نے عمل بھی کیا۔[1]

تعمیل میں حصہ قرق کیا جاسکتا ہے۔

ف ۳۵۵ ظن غالب یہ ہے کہ پہلی مداخلت اصلی قانون میں اس وقت واقع ہوئی جبکہ بذریعہ تعمیل قرضوں کو نافذ کرایا گیا۔ بہ دلائل و براہین اگر دیکھا جائے تو بیشک جو کام کہ براہ راست بیع سے نہ کیا جاسکتا ہو تو بالواسطہ اس کام کی اجازت نہیں دیجاسکتی۔ بالواسطہ مثلاً ڈگری دار کی مداخلت سے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے قبل ازیں دیکھ لیا ہے ہندو قانون نے قرضے کے وجوب سے تقدس اور ثواب منسوب کر دیا ہے۔ اور اس کے سبب باپ کو اس قابل کر دیا کہ وہ اپنے دائنین کے توسط سے اپنے بیٹوں کے حق کو زائل کر سکتا ہے گو صریح انتقال جائداد کر کے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ فطری تغیر یہ ہوگا کہ تمام شرکا سے اس اصول کو متعلق کیا جائے۔ تاکہ دائن کو اجازت مل جائے کہ کسی ایک کا حصہ (مشترکہ جائداد میں) اس کے قرضے کی بیباقی کے لئے قرق کرا سکے۔ چند فیصلے ایسے بھی ہیں جن میں یہ طے کیا گیا ہے کہ مثاکشرا قانون میں اس کی بھی اجازت نہیں ہو سکتی[2]۔ لیکن تمام صوبوں میں بارہا اس کا الٹا قاعدہ قرار دیا گیا ہے اور پریوی کونسل نے بھی اسے منظور کر لیا ہے[3]۔

یہ طے شدہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اس ڈگری کے تحت جو منفرد شریک کے

۴۹۴

[1] ص ۲ اسٹرینج ہندو لا صفحہ ۴۴۳ صفحہ ۹۴ ۳ صفحہ ۲۲۴ صفحہ ۴۳۹۔

[2] جلد ا سٹرینج ہندو لا صفحہ ۲۰۰ صفحہ ۲۰۲۔ شاشلا بنام رام سامی ۲ ایم۔ سی صفحہ ۲۳۳ آگے صفحہ ۲۵۷۔

[3] نانا بنام ... صفحہ ۴۰۔ بھائیدو پرشاد ۶ سدر صفحہ ۲۱۔

خلاف خود اس کے قرضے کی بابت صادر ہوئی ہو وائٹن مدیون کی حین حیات خاندانی جائداد میں اس کی منفرد حقیت کا نیلام کرا سکتا ہے[1]۔ ان فیصلوں پر قبل ازیں (فقرہ ۳۳۰) بحث کی جا چکی ہے جو یہ تبلاتے ہیں کہ بعد وفات مدیون ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا یقین کرنے کے لئے کہ تحت ڈگری جس نے نیلام میں جائداد خریدی ہو اس کا حق فی الواقعی کس طرح نافذ کیا جا سکتا ہے مزید دشواری ہو سکتی ہے۔ بنگال میں ہر رکن کو قبل تقسیم یہ حق حاصل ہے کہ اپنا حصہ مشخص کرے اور دوسروں کی بلا شرکت اس پر قابض رہے۔ یہ اس لئے کہ وہاں شرکا کا قبضہ نیم علحدگی کی شکل میں ہوتا ہے۔ [خریدار کا حق]۔ بنا برایں یہ قرار دیا گیا ہے کہ عدالتی نیلام میں جس نے ایک رکن کے حقوق خریدے ہوں وہ خریدار قبضہ لینے کا مجاز ہے گو خاندانی گھر کے صرف ایک حصے پر اسے قبضہ مل سکتا ہو۔ دوسرے ارکان کے لئے یہ چارۂ کار ہے کہ مدیون کے حقوق نیلام میں خرید لیں[2]۔ لیکن ان صورتوں میں جن میں کہ قانون متاکشرا متعلق ہوتا ہو صورت حال کچھ اور ہے۔ قانون متاکشرا میں کوئی رکن یہ کہنے کا حق نہیں رکھتا کہ کوئی خاص حصۂ جائداد بلا شرکت احدے اس کا حصہ۔ صریح معاہدے کے بعد البتہ ایسا کہہ سکتا ہے۔ لہذا خریدار جس نے عدالتی نیلام میں جائداد خریدی ہو کسی خاص حصۂ جائداد پر قبضہ حاصل کرنے کا ادعا

---

[1] دلیو دا بنام چدمبرا فیصلہ جات مدراس ۱۸۵۵ء صفحہ ۲۳۴۔ سبرابادو بنام گوپا دچلو ایضاً بابت ۱۸۶۵ء صفحہ ۲۴۷۔ ویرا اسامی بنام ایاسامی ۱ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۴۷۱ و اسدیو بنام ونکٹیش ۱۰ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۱۸۹۔ پانڈورنگ بنام بھاسکر ۱۱ ایضاً صفحہ ۷۲۔ اود ارام بنام رامو ایضاً صفحہ ۷۶۔ گور پرشاد بنام شیو دین ۴ شمالی مغربی صفحہ ۱۳۷۔ دین دیال بنام جگدیپ ۴ مرافعات ہند صفحہ ۲۴۷ ۔ ۳ ک صفحہ ۱۹۸۔ جس میں جگدیپ بنام دین دیال کو منسوخ کیا گیا ۱۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۰۰۔ ۲۰ سدر صفحہ ۴۷۱۔ وینکٹ رامین نام وینکٹ سبرامنی ام صفحہ ۲۵۸۔ سورج بنسی کنور بنام شیو پرشاد ۶ مرافعات ہند صفحہ ۸۸۔ ۵ ک صفحہ ۱۴۸ جالیدر بنام رامہ لال ۴ ک صفحہ ۲۲۷۔ رائے نرائن بنام نوت ایضاً صفحہ ۸۰۹۔ خریدار کی حیثیت شریک کی نہیں ہوتی جس کی رضا مندی آیندہ معاملات متعلق بہ جائداد کے لئے ضروری ہو بالب بنام سندرا A صفحہ ۴۲۹ گنراج بنام شیوزور ۲ ایضاً صفحہ ۸۹۸۔

[2] رام تنو بنام الیشر چند رصدر دیوانی ۱۸۵۵ء صفحہ ۸۸۵۔ ا کنور بنام شاما سندری ۲ سدر صفحہ ۲۰۔ ایشا نچندر بنام نند کمار ۸ سدر صفحہ ۲۳۹۔

نہیں کر سکتا[1]۔ جیسا کہ ایک مقدمے میں جوڈیشل کمیٹی نے کہا:۔ "کوئی شبہہ قائم نہیں کیا جا سکتا کہ ایسا حصۂ جائداد ہے اور یہ کہ ڈگریدار اس کو لے سکتا ہے۔ وہ مختص بہ وجود اور معین ہے۔ مگر اس خاص طریقے کے تحت صحیح طور پر وہ ایسی چیز نہیں جو قرق ہو سکے۔ ہاں مالک کے خلاف راست کارروائی کر کے اسے قرقی اور انفرا ایسور کے ذریعے کیا جا سکتا ہے"[2]۔ اسی بنا پر جوڈیشل کمیٹی نے ذیل کے امور طے کئے۔ اس نالش میں جس میں خریدار کو قبضہ حاصل نہ ہوا ہو صحیح ڈگری یہ ہو گی کہ خریدار کے حق کا استقرار کیا جائے۔ یہ حکم کہ خریدار کو مدیون کا غیر تقسیم شدہ (یہ تبلایا جائے کہ وہ کتنا ہے) حصہ حاصل ہو گیا۔ یہ کہ ایسے حصے کی وسعت کا تعین کرنے کے لئے تقسیم کا ایسا اختیار دیا جاتا ہے جو مدیون کو اپنی زندگی میں حاصل تھا۔ یہ کہ دیگر شرکا کے قبضے کی تصدیق کی جاتی ہے۔ ایسی کل کارروائیوں کے تابع دیگر شرکا میں سے کوئی ایک اپنے ایسے حق کو نافذ کرا سکتا ہے جو خریدار نے لے لیا ہو۔ اور اگر خریدار نے قبضہ حاصل کر لیا ہو تو ایسی صورت کے لئے جوڈیشل کمیٹی نے تجویز ذیل کی۔ یہ کہ شرکا میں سے جو بھی مدعی ہو اسے چاہئے کہ کل خاندانی جائداد کا قبضہ حاصل کرے اور اس امر کا استقرار کرائے کہ خریدار کو شریک وارث (یعنی مدیون) کی حقیت حاصل ہو گئی اور یہ کہ کارروائیاں کر کے مجاز ہے کہ اس حقیت کا تعین بذریعہ تقسیم کرائے[3]۔ اگر منتقل الیہ اس حصے کو پانے کا مجاز ہو جو اس کے منتقل کنندہ کو تقسیم پر مل سکتا تھا۔ اور دیگر شرکا نے منتقل شدہ مختص جائداد کے واپس پانے کے لئے نالش کی ہو تو مذکور الصدر منتقل الیہ اس پر اصرار کرنے کا مجاز ہے کہ جو دادرسی مدعیان کو عطا کی جا سکتی ہے وہ ان کے تقسیم پر راضی ہونے پر مشروط ہونی چاہئے۔ یہ تقسیم منتقل کنندہ کے حق کی حد تک محدود ہو گی تاکہ منتقل الیہ کے حق کی حفاظت ہو اور وہ نافذ ہو سکے[4]۔ بمبئی میں جو مقدمات پیش ہوئے ہیں ان میں ہائیکورٹ نے یہ قرار

---

[1] کالی بنام شیوکرن ۲۲ سدر صفحہ ۲۱۴۔ کالپا بنام وینکٹیشن ۲ بمبئی صفحہ ۶۷۶۔ سنجیا بنام شمبوگا ۸ ۲ م صفحہ ۶۸۴۔ پانڈو وٹھوجی بنام امارابھی ۴۳ بمبئی صفحہ ۴۷۲۔

[2] سید تفضل بنام رگھوناتھ ۱۴ امور صفحہ ۴۰۵۔

[3] سورج بنسی کنور بنام شیو پرشاد ۵ ک صفحہ ۱۴۸ صفحہ ۱۷۴۔ ہردے نرائن بنام رودرا پرکاش ۱۰ ک صفحہ ۲۶ ۴ صفحہ ۶۳۷۔

[4] رام کشور کیدر ناتھ بنام جین نارائن رام راجپال ۴۰ ک صفحہ ۹۶۶ (پی سی)۔

دیا ہے کہ خریدار نیلام اپنے حقوق صرف ایک طریقے سے نافذ کرا سکتا ہے وہ نالش کر سکتا ہے کہ مدیون کا حصہ جو بھی اس کل جائداد میں ہو وہ تقسیم کے ذریعے اسے دیا جائے۔ ایسی نالش میں بیشک کل ارکان خاندان کو فریق بنانا ہوگا۔ تقسیم کی ڈگری کی تعمیل کرانے میں جہاں تک عدالت دوسروں کے حقوق کی حد تک دے سکتی ہے اس کی کوشش کرے گی کہ خریدار کو بھی وہ مختص حصہ مل جائے جسے مدیون نے ابتداءً رہن یا بیع کیا ہو[1]۔ صرف ایک حصۂ جائداد کی تقسیم کے لئے خریدار نالش نہیں کر سکتا کیونکہ پوری جائداد کا حساب ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ مدیون کا حق اگر کوئی ہے تو کس قدر[2]۔ ہائیکورٹ مدراس نے یہ قرار دیا ہے کہ ایسی نالش دوسرے خریدار کے خلاف قابل سماعت ہے[3]۔ [مقدمہ رام موہن لال بنام مولچند اور کلکتے کے مقدمہ نرانی چرن چکربرتی ۱۹۳۵ء ۶۲ ک صفحہ ۵۵۵ میں یہ قرار دیا گیا کہ عام تقسیم کی نالش ضروری نہیں بلکہ مختص جائداد کی تقسیم کے لئے نالش کی جا سکتی ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ یہ فیصلے مشتبہ اسناد ہیں] جبکہ اس بارے میں کوئی نزاع نہ ہو کہ مدیون بصیغہ تعمیل کس حصے کا مجاز ہے اور وائن اس حصے پر قبضہ پا چکا ہو تو جس کارروائی سے وائن کو یہ چیز حاصل ہوئی اس

۴۹۶

۱؎ سنجیا بنام شنموگا ۲۸ م صفحہ ۴۸۴۔ اگر وائن کی نالش سے قبل تقسیم جائداد ہو چکی ہے اور جو جائداد رہن کی گئی تھی وہ کسی اور رکن خاندان کے حصے میں دی گئی ہو تو ایسی صورت میں رہن زیر بحث اس جائداد سے ملحق ہو جائے گا جو راہن کو تقسیم پر دی گئی ہو۔ ہیم چندر بنام ٹکو سونی ۳۰ ک صفحہ ۵۳۳۔ امولک بنام چندن صفحہ ۴۸۴۳۳۔ مدراس کے مقدمے نے اس اصول کو بیع سے بھی متعلق کیا ہے لیکن دیکھو سباپتی پلے بنام تھنداوارایا وو اپلر ۴۳ م صفحہ ۳۰۹۔ داوا صاحب بنام محمد سلطان صاحب ۴۴ م صفحہ ۱۶۷ جس میں یہ قرار دیا گیا کہ اس اصول کا اطلاق عدالتی نیلام کے خریدار پر نہیں ہو سکتا یا اس خریدار پر بھی نہیں ہو سکتا جس نے اصلی خریدار سے خریدا۔

۲؎ پانڈورنگ بنام بھاسکر ۱۱ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۷۲ اودارام بنام رانو ایضاً صفحہ ۷۶۔ نارائن بنام راجہ رام ۲۸ بمبئی صفحہ ۲۰۱۔ لیل چھا بنام جا ۲۲ سدر صفحہ ۱۱۶۔ جالپیا ر بنام رام لال ۴ ک صفحہ ۲۲۳۔ ۲۳۲۔ ماروتی بنام لیلاچند ۶ بمبئی صفحہ ۵۶۴۔ وینکٹ رامانا بنام میرا لابائی ۱۳ م صفحہ ۲۷۵۔ بالائی کونن بنام مارد کونن ۲۰ م صفحہ

۳؎ ابوماروتن بنام تھرو بلی ۴۳ م صفحہ ۹۶۔ بمقدمہ رام موہن لال بنام مولچند ۲۸ A صفحہ ۱۳۹ اسکے برعکس رائے قائم کی گئی۔

کے لئے دیگر ارکان میں تقسیم ہونا ضروری نہیں بجز اس کے کہ وہ اس کے متمنی ہوں[1] - [یہ الفاظ دیگر حق تقسیم کے متعلق مدراس اور بمبئی میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ خریدار مذکور صرف اس جائداد کی تقسیم کرانے کا مجاز نہیں ہے بجز اس کے کہ دیگر شرکا رضامند ہوئے ہوں] شریک البتہ خریدار پر اس حصے میں سے جو منتقل کیا گیا اپنا حصہ پا لنے کے لئے نالش کرسکتا ہے پوری جائداد کی تقسیم کا ادعا کرنا ضروری نہیں[2]۔ بمبئی میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ تقسیم سے پہلے بھی ایک شریک کے مرافق کا خریدار دوسرے کے ساتھ اسامی مشترک ہوتا ہے[3]۔ اس طرح اگر اس نے اس جائداد پر قبضہ پا لیا ہو جس پر اس سے قبل مدیون قابض ومتصرف تھا تو دوسرے شرکا اسے محض مداخلت بیجا کنندہ تصور نہیں کرسکتے۔ اگر وہ بحیثیت اسامیان مشترک رہنا چاہتے ہوں تو وہ اسے مجبور کرسکتے ہیں کہ وہ اپنے حصے سے اس طرح استفادہ کرے کہ ان کے استعمال میں مداخلت نہ ہو۔ اگر وہ ایسی حالت میں رہنے کے متعلق معترض ہوں تو انھیں چاہئے کہ تقسیم کی نالش کریں[4]۔

مدراس کے مقدمات مابعد میں اس نظریے کو قبول نہیں کیا گیا اور یہ قرار دیا گیا کہ خریدار اسامی مشترک نہیں ہے بلکہ وہ اپنے حقوق تقسیم سے نافذ کرانے کا مجاز ہے[5]۔

بالعموم انتقال جائداد کے متعلق اختلاف

دفعہ ۳۵۶۔ یہ قرار دے کر کہ ڈگری کی تعمیل میں ایک رکن کا حصہ فروخت کیا جاسکتا ہے یہ قرار دینا کہ وہ خود بھی فروخت کرسکتا ہے نہایت آسان ہے۔ اسی لئے تعجب اس کا ہے وہ جو مقدم الذکر کو قبول کرتے ہیں کس طرح دوسرے

۴۹۷

---

[1] مرار راؤ بنام سیتارام ۲۳ بمبئی صفحہ ۱۸۴۔

[2] رام چرن بنام اجودھیا پرشاد ۸ صفحہ ۵۰۔ چیا سنیاسی بنام سوربارا ز ۵۰ م صفحہ ۱۰۹۔ سبرامنیا چیٹر بنام پدمانابھا چیٹر ۱۹ م صفحہ ۲۶۷۔ ہنمنداس رندیال بنام ولبھداس ۴۳ بمبئی صفحہ ۱۷۔

[3] نارو گوپال بنام پارگاودا۔ ۴۱ بمبئی صفحہ ۳۴۷۔

[4] مہابالیا بنام تمیا ۱۲ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۱۳۸۔ باباجی بنام واسدیو ۱ بمبئی صفحہ ۹۵۔ کلپیا بنام وینکٹیش ۲ بمبئی صفحہ ۶۷۶۔ پٹیل ہری بنام حکم چند ۱۰ بمبئی صفحہ ۳۶۳ یہ رائے اسکے مغائر ہے جو پانڈو بنام گاما ۴۳ بمبئی صفحہ ۴۷۲ میں دی گئی تھی۔ دیکھو نوٹ ۹۲۔

[5] منجیا بنام شانموگا ۳۸ م صفحہ ۶۸۴۔ مہاراجہ بوبلی بنام وینکٹ رانسجلو نائڈو ۳۹ م صفحہ ۲۶۵۔

اصول سے انکار کر سکتے ہیں۔ بنگال۔ تاہم ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بنگال اور شمالی مغربی صوبوں کے ہائیکورٹ انکار کرتے ہیں اور مدراس اور بمبئی کے ہائیکورٹ اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بنگال میں ابتداءً خود ڈگری دار کا حق تسلیم نہیں کیا جاتا تھا سنہ ۱۸۷۱ کے ایک فیصلے میں اس سے انکار کیا گیا تھا۔ اور اس فیصلے کی ناراضی سے مرافعہ نہیں کیا گیا[1]۔ بالآخر پریوی کونسل نے بصیغہ مرافعہ اس حق کو قائم کر دیا۔ اس مرافعے میں بعد کا فیصلہ سنہ ۱۸۷۳ منسوخ کیا گیا[2]۔ بنابراں مسلسل فیصلوں نے ایک ایسا عمل شروع کیا جو نظریہ کے مطابق تھا۔

ف ۳۵۷ ۔ مدراس اور بمبئی کے قدیم فیصلوں نے شریک کے حق کی نفی کی۔ یہ کہ شریک اپنا حصہ منتقل نہیں کر سکتا۔ مگر ڈگری دار کے حق کو تسلیم کر لیا گیا تھا اور اسی وجہ سے شریک کا حق مماثل بالآخر تسلیم کر لیا گیا۔ مدراس۔ مدراس میں سب سے پہلا مقدمہ جس کا فی الواقعی فیصلہ کیا گیا وہ سنہ ۱۸۱۳ کا ہے جو سر ٹامس اسٹرینج کے اجلاس پر تھا۔ اس مقدمے میں واقعہ یہ تھا کہ وہ غیر تقسیم شدہ بھائیوں میں سے ایک نے اپنے خاص مقاصد کے لئے خاندانی جائداد رہن کر دی تھی۔ اولاً دوسرے بھائی نے اس امر کے استقرار کی نالش کی تھی کہ جائداد میں اس کے حصے پر اس رہن کی پابندی نہیں ہے۔ اس نالش میں حساب اور تقسیم کی ڈگری صادر ہوئی۔ مرتہن نے دعویٰ عکسی دونوں کے خلاف دائر کیا کہ زر رہن ادا کیا جائے اور جائداد مرہونہ کا نیلام ہو۔ اس میں یہ ڈگری دی گئی کہ یہ نالش دوسرے بھائی کے مقابلے میں خارج کی جاتی ہے۔ یہ کہ راہن کا حصہ رہن مذکور کا پابند ہے۔ اس رقم کی ادائی کے لئے جو رہن کے سبب واجب الادا ہو۔ لیکن یہ کہ اس جائداد کا کوئی جزو فروخت نہ کیا جانا چاہئے جو رہن اور بانڈ میں شامل تھی۔ تاانکہ ابتدائی ڈگری میں جو ہدایت حساب اور تقسیم کے متعلق دی گئی تھی وہ مکمل ہو جائے۔ مسٹر کولبروک کے ملاحظے میں یہ کارروائیاں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کوٹا بالا بدرا پترو بنام کھترادوس ۱۲ مدراس لا جرنل صفحہ ۲۷۵۔

[1] بھائیرو پرشاد بنام باسٹو ۱۶ اسدرلینڈ صفحہ ۱۳۱۔

[2] دین دیال بنام جگدیپ مرافعات ہند صفحہ ۲۴۷، ۳ کلکتہ صفحہ ۱۹۸۔

۴۹۸

پیش کی گئیں اور انھوں نے ان کارروائیوں کو پسند تو کیا مگر اس شبہے کے تابع کہ آیا خود منتقل کنندہ کے حصے کی حدتک بھی یہ بار جائز تھا۔[1] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدراس کی صدر عدالت نے ۱۸۵۳ء میں یہ تجویز فرمائی کہ شرکا میں سے ایک نے اگر بیع کی ہو تو ایسی بیع اس کے حصے کی حدتک تقسیم کے بغیر بھی جائز ہوگی۔[2] برخلاف اس کے تلیشری کورٹ کے ایک پنڈت کی رائے شامل مسل ہے جو اس شبہے کی موئید ہے جو مسٹر کولبروک نے ظاہر کیا تھا۔ سوال کیا گیا "کیا ایسے خاندان کا ایک جو صرف دو اشخاص پر مشتمل ہو نصف دے سکتا ہے اور اس کے شریک کے حصے کو چھیڑنے کے بغیر" اس کے جواب میں اس نے جواب دیا۔ "وونارد کے متن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سابق میں تقسیم کا ہونا ضروری ہے اور یہ تقسیم کل کے اتفاق سے ہونی چاہئے۔ بنابراں اپنے اختیار تمیزی سے اپنے حصے کی حدتک دیدینا جائز نہیں ہے"۔[3] ۱۸۵۹ء اور ۱۸۶۰ء کے تین مقدمات میں صدر عدالت نے اس اصول کا اتباع کر کے یہ قرار دیا کہ غیر تقسیم شدہ رکن کی کی ہوئی بیع خود اس کے حصے کی حدتک بھی جائز نہیں بجز اس کے کہ ضرورت ایسی شدید ہو۔[4]

ہائیکورٹ مدراس کی منظوری۔

دفعہ ۳۵۸۔ ان حالات میں سوال ہائیکورٹ مدراس کے ملاحظے میں آیا۔ ارکان خاندان غیر منقسمہ کے دو بھائیوں میں سے ایک نے خاندانی جائداد کے دو مکانوں میں سے ایک کو خود اپنے ذاتی قرضے کے لئے رہن کیا تھا۔ اس کے بعد اس پر ملارٹ کے ہرجے کے لئے نالش کی گئی اور فیصلہ بھی اس کے خلاف صادر ہوا۔ ڈگریدار دائن نے تعمیل شروع کرائی اور تحت حکمنامہ شرف نے مدیون کے اس حق کو قرق اور بیع کیا جو مرہونہ مکان میں اسے حاصل تھا نیز دوسرے مکان میں بھی۔ خریدار

[1] راما سامی بنام شیشلا ۲۔ ین۔ سی صفحہ ۴۲۳ صفحہ ۲۴۰ (۴۷)۔
[2] چناپیل بنام شوکن فیصلہ جات مدراس ۱۸۵۳ء صفحہ ۲۲۰۔
[3] ۲ جلد ۲ اسٹرینج ہندو لا صفحہ ۴۵۱۔
[4] رام کٹی بنام کالا تورائن فیصلہ جات مدراس ۱۸۵۹ء صفحہ ۶۷۔ کنک سبیا بنام شیشلا ایضاً ۱۸۶۰ء صفحہ ۱۷۔ سندرا بنام نیگراج ایضاً صفحہ ۶۷۔

نے دونوں بھائیوں پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے نالش کی۔ چیف جسٹس اسکاٹ لینڈ نے یہ فیصلہ کیا کہ رہن اور تعمیل کی ایک ہی کیفیت تھی۔ یہ کہ منتقل کنندہ کے حصے کی حد تک جائز تھا۔ اور یہ کہ ورڈ کری دار یا خریدار شریک خاندان صرف اس حصے کا مجاز ہے جو اسے تقسیم ہونے کی صورت میں منفرد اً مل سکتا تھا۔ ایسے حصے کی رقم بیشک خاندان کی حالت پر منحصر ہوگی [۱]۔ مدراس میں اس فیصلے کو اس وقت سے اب تک نہایت مستند سمجھا جاتا ہے اور بارہا اس کا اتباع کیا گیا ہے [۲]۔ [جدید نظائر مختص جائداد کا منتقل الیہ یا غیر منقسمہ حقیت کا منتقل الیہ عام تقسیم کی صورت میں اس کا محق ہے کہ وہ جائداد اس کے نام پر منتقل کردی جائے بشرطیکہ دیگر شرکا کے حق میں ناانصافی نہ ہوتی ہو] [۳] اور عدالت نے حکم دیا کہ باپ اس حصے سے زیادہ منتقل نہ کرے جو غیر منقسمہ جائداد میں اسے حاصل تھا البتہ ان انتقالات میں مداخلت کرنے سے انکار کیا گیا جو اس کے حصے کے اندر معلوم ہوتے تھے [۴]۔

۴۹۹

اختیار کی وسعت:۔

ان کل مقدمات میں منتقل الیہ کے حین حیات معاملہ نافذ کرایا گیا تھا اور یہ اصول

---

[۱] ویرا اسامی بنام اپا سامی ا مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۳۷۹۔ قانون انتقال جائداد دفعہ ۴۴۔ لیکن اگر سکونتی مکان کا منتقل الیہ (جو مکان غیر منقسمہ خاندان سے متعلق ہو) اجنبی ہو تو وہ مشترکہ قبضے یا ایسے مکان کے مشترکہ استفادے کا مجاز نہ ہوگا۔

[۲] پدا متولتی بنام تمارنیڈی ۲ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۲۷۰۔ پالانی ولپا بنام منار وایضاً صفحہ ۴۱۶۔ رایا چرلو بنام وینکٹ رامنیا ۴ ایضاً صفحہ ۶۰۔ ایاگری وینکٹ رامیا بنام ایاگری رامیا ۵ ۲۵م صفحہ ۶۹۰ (F.B.) جینو بلے بنام کالی متوچٹی ۳۵م صفحہ ۴۷ (F.B.) مثلاً ایک شریک دوسرے کے حق میں اپنے حصے سے دست بردار ہوسکتا ہے پدیا بنام رامالنگم ۱۱ مدراس صفحہ ۶۔ ۴ ملیبار قانون میں تقسیم کی اجازت نہیں ہے اس لئے اس قانون میں حق انتقال کوئی چیز نہیں ہے بیاری بنام بیتا ۴۲ ام صفحہ ۲۸۔

[۳] دھولا بھائی بنام لالہ دھولا ۱۹۲۲ ء ۴۶ نظائر ہند صفحہ ۱۱۵۔ کندا اسامی ۱۹۲۷ ء ۹۶ نظائر صفحہ ۹۹۳۔ گری لال بنام گنگا ۱۹۳۱ ء ۱۳۱ نظائر ہند صفحہ ۸۸۶۔

[۴] کنو کرتی ۴۴م صفحہ ۲۵۱۔

بیان کیا گیا کہ چونکہ خود منتقل کنندہ تقسیم کرا سکتا تھا اس لئے عدالت اسے مجبور کرے گی کہ "وہ داخن کو وہ تمام چارہ کار دے جن کا وہ خود شے معاملہ کے متعلق مجاز ہوتا"[1]۔ اسوقت بھی اسی قاعدے کا اطلاق کیا گیا جبکہ وفات کے باعث تقسیم ناممکن ہوگئی تھی۔ باپ نے جائداد کا ایک جزو اپنی زوجہ کو رجسٹر شدہ دستاویز کے ذریعہ دیا تھا اور قبضہ بھی دیدیا تھا۔ یہ جزو کل کے نصف سے بھی کم تھا اس کے مرنے کے بعد اس کے اکلوتے لڑکے نے اس کی تنسیخ کے لئے نالش کی۔ عدالت نے اس بحث کو سننے سے بھی انکار کیا کہ ایسے عطیے کے متعلق باپ کا اختیار کیا ہے "کیونکہ یہ قانون طے شدہ ہے کہ ایک ہندو اپنے اختیار کے اندر ہبہ کرسکتا ہے اور اس مقدمے میں متوفی نے کوئی کام اس سے زیادہ نہیں کیا"[2]۔ یہ مقدمہ اصول ذیل کے سبب منسوخ کیا گیا یہ کہ خریدار جس نے قیمت دی ہے اسے حق دیا گیا ہے کہ تقسیم کرائے۔ یہی حق محض معطی لہ یا موہوب لہ کے پہلے پیدا نہیں ہوسکتا[3]۔ قیمت دینے والے خریدار کے حق پر اس کے بائع کے مرنے سے اثر نہیں پڑتا۔ برخلاف اس کے عالیہ عدالت نے یہ تجویز فرمائی کہ کوئی شریک ہندو خاندان اپنے منتقل الیہ کو جائداد مشترکہ کا کوئی مختص حصہ نہیں دے سکتا اگرچہ کہ ایسا جزو خود اس کے حصے سے کم ہو۔ جائداد کے ہر حصے میں ہر شریک غیر منقسمہ حصے کا قابض ہوتا ہے۔ اور اسی لئے جو کچھ بھی ایک رکن فروخت کرسکتا ہے وہ اس کا حق یا مرافق ہے جو اسے اس حصے میں حاصل ہے[4]۔ ٥٠٠

غیر منقسمہ حصے کے متعلق ہبہ بالوصیت ناجائز ہے

ف ٣٥٩ مذکورالصدر فیصلے اس سے پہلے صادر ہوئے تھے جو کہ بنگال کے اجلاس کامل نے صادر کیا تھا۔ اس کا بیان اس کے بعد فقرہ ٣٦٣ میں آئیگا۔

لہ ۲ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۴۱۷۔

سلہ وینکٹ پتی بنام بچھمی ۶ مدراس جرنل۔

سلہ بابا بنام تمارم صفحہ ۳۵۷۔ پنوسامی بنام تھاتا ۹ م صفحہ ۲۷۳۔ رامنا بنام وینکٹ ۱۱ م صفحہ ۲۴۶۔ روتالا رنگا وھن بنام پی۔ راما سامی ۲۷ م صفحہ ۱۲۳۔

سہ وینکٹ چلا بنام چنیا ۵ م ہائیکورٹ صفحہ ۱۹۶۔ سنیا بنام شنمگا ۸ م صفحہ ۴۸۴۔

تاہم اس فیصلے کے بعد بھی وہی سوال مکرر اٹھایا گیا سوال یہ تھا کہ آیا باپ موروثی جائداد کو ہبہ کر سکتا ہے اور اگر کر سکتا ہے تو کیا ایسا ہبہ بالوصیت اس کے اکلوتے لڑکے کے مقابلے میں جائز سمجھا جا سکتا ہے۔ دو امور پر بحث کی گئی۔ اولاً یہ کہ باپ اپنی زندگی میں خود اپنا حصہ (متعلق بہ جائداد خاندان) دید ے سکتا تھا۔ ثانیاً یہ کہ اس کا جاری کردہ ہبہ بالوصیت اس حد تک جائز ہے جس تک کہ سادہ ہبہ ہو سکتا تھا عدالت نے پہلے نظریے کو منظور کیا لیکن دوسرے سے انکار۔ بنگال ہائیکورٹ نے یہ رائے قائم کی تھی کہ تقسیم سے تشخص ہونے تک کوئی بھی اپنا حصہ منتقل نہیں کر سکتا۔ اس نظریے کا حوالہ دینے کے بعد عدالت نے فرمایا: "اگر لفظ (حصہ) سے مختص حصہ مقصود ہو تو بلا شک یہ استدلال درست ہے کہ تقسیم سے قبل کوئی شریک اپنا حصہ دوسرے پر منتقل نہیں کر سکتا کیونکہ تقسیم سے قبل اس کی تشخیص نہیں ہو سکتی کہ وہ کس قدر ہے۔ علیٰ ہذا مدراس میں بھی یہی قانون ہے کہ تقسیم سے پہلے کوئی شریک جائداد مشترکہ کے کسی مختص حصے کو مثل اپنے موافق کے منتقل نہیں کر سکتا۔ اگر اس روشنی میں غور کیا جائے تو وہ دشواریاں غائب ہو جائیں گی جن سے ہائیکورٹ کلکتہ متاثر ہوئی تھی۔ اس شخص کو جس کے حق میں شریک حصہ منتقل کیا گیا ہے تقسیم پر وہی ملے گا جو شریک مذکور کا حصہ قرار پائے۔ حاصل کرنے کے وقت اور تعین اور علیحدہ کئے جانے تک جو کچھ بھی وہ اس طرح حاصل کرے وہ اسی طرح گھٹاؤ بڑھاؤ کا تابع ہوگا جس طرح کہ وہ شریک کا حصہ باقی رہنے کی صورت میں تابع ہوتا۔ مناسب اور صحیح وقت پر بلا کسی دشواری کے حصے کی تشخیص کی جا سکتی ہے۔ نہ تو اس صوبے کے مروجہ ہندو قانون کے تحت اور نہ عام اصولوں کی بنیاد پر یہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اس قسم کا حق ناقابل انتقال ہے۔ تیسرے مسئلے کے متعلق ہماری رائے ہے کہ وصیت زیر بحث نافذ نہیں کرائی جا سکتی۔ مرتے وقت حق عود اس حق کے متناقض ہوتا ہے جو وصیت سے پیدا ہو۔ اس وقت چونکہ حقیت بر بنائے قاعدہ عودی مرجح ہوتی ہے اسی لئے وہ پہلے نافذ ہوتی ہے اور حقیت بر بنائے وصیت کلیتہً نظر انداز کی جاتی ہے۔"[1]

۵۰۱

[1] وٹلا بٹن بنام یاٹینما م ہائیکورٹ صفحہ ۶۔

بمبئی کے فیصلے

ف ۳۶۰ بمبئی میں فیصلوں نے تقریباً وہی راستہ اختیار کیا ہے جو مدراس میں کیا گیا۔ ابتدائی مقدمات شریک کے حق انتقال کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے یہ فیصلے فرمائے گئے تھے کہ دو غیر منقسمہ بھائیوں میں سے ایک بھائی کا کیا ہوا بیع یا رہن خود اس کے حصۂ جائداد غیر منقسمہ کی حد تک بھی ناجائز ہے[1]۔" بعد کے مقدمات میں معلوم یہ ہوتا ہے کہ صدر عدالت بمبئی نے یہ رائے ظاہر فرمائی کہ خریدار حصہ شریک تقسیم کی نالش کرسکتا ہے اور اس طرح اس حصے کو حاصل کرسکتا ہے جو اس نے خریدا ہے گو اگرچہ عدالت مذکور نے یہ قرار دیا تھا کہ ہندو خاندان کے شریک کے حصے کا خریدار تقسیم سے قبل اس جائداد کے کسی خاص حصے کے قبضے کے لئے۔ نہ تو نالش کرسکتا ہے اور نہ یہ کہنے کا مجاز ہے کہ وہ حصہ بلا شرکت احد سے اس کا ہے[2]۔" سپریم کورٹ اور بعد میں ہائیکورٹ نے غیر منقسمہ رکن کے اس حق کو کہ وہ اپنا غیر منقسمہ حصہ بیع یا رہن کرسکتا ہے اور اس رواج کو بھی کہ اسے ایسا کرنا چاہئے۔ میر مجلس ویسٹراپ نے اس بسیط فیصلے میں جو ۱۸۷۳ء میں کیا گیا تھا کل سابقہ فیصلوں کو جمع فرمایا ہے[3]۔ انھوں نے اس کا اعتراف فرمایا کہ متاکشرا کا اصلی قانون (اور میتھلا اور بنارس جو رواج اس سلسلے میں قائم ہوا ہے) اس قاعدے کے مطابق ہے جو بنگال کے اجلاس کامل نے قرار دیا ہے لیکن یہ فرمایا کہ مغربی ہند میں اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے۔ انھوں نے اسناد پر نظر ڈالنے کے بعد یہ کہتے ہوئے ختم فرمایا: "پابندی نظائر کے اصول نے سر بارنس پیکاک (Sir Barnes Peacock) اور ان کے ساتھیوں کو

---

[1] بالوجی بنام وینکپا بمبئی سلکٹ رپورٹ صفحہ ۲۱۶۔ باجی بنام پانڈورنگ فیصلہ جات مارس حصۂ دوم صفحہ ۹۳۔ لیکن دیکھو بمبئی سلکٹ رپورٹ صفحہ ۲۴ کا فتویٰ جس میں اس حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔

[2] واسدیو بنام وینکٹیش ۱۰ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۱۵۶ جہاں مقدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔

[3] واسدیو بنام وینکٹیش ۱۰ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۱۳۹ کا اتباع۔ فقیرپا بنام چنپا ایضاً صفحہ ۱۶۲ اجلاس کامل انگاپن بنام گنپا بھٹ ۵ بمبئی صفحہ ۶۷۳۔ پانڈورنگ نرائن بنام بھگونداس آتمارام سیٹھ ۴۴ بمبئی صفحہ ۳۴۱۔

اس کی ترغیب دی کہ وہ سختی سے ان صوبوں میں متاکشرا کے نظریۂ انتقال کی پابندی کریں جو ان کے اختیارات کے تابع ہیں اور جہاں کہ اس مقالے کو مستند سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان کے اس حصے میں ہم خود کو اس نظریے سے ہٹ کر فیصلہ کرنے پر مجبور پاتے ہیں۔ نظریۂ مذکور ہندو شریک خاندان کے اس حق سے انکار کرتا ہے کہ وہ نہ تو بدل قیمتی کے لئے اپنا غیر منقسمہ حصۂ جائداد خاندانی بیع کرسکتا ہے نہ اس پر بار عاید کرسکتا ہے اور نہ اور طرح منتقل کرسکتا ہے۔ اسناد مذکور الصدر ہم کو نتیجۂ ذیل کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ کہ اس صوبے میں قاعدۂ ذیل مسلمۂ قانون سمجھا جانا چاہئیے۔ ہندو خاندان کے شرکا میں سے کوئی ایک تقسیم سے پہلے اور دیگر شرکا کی رضامندی حاصل کرنے کے بغیر بدل قیمتی کے لئے خاندانی جائداد کا غیر منقسمہ حصہ بیع رہن یا اور طرح منتقل کرسکتا ہے۔ نیز یہ کہ ایسا حصہ اس کے دائن کے فیصلے کی تعمیل میں جو اس کے خلاف صادر ہوا ہو قرق کرایا جاسکتا ہے۔ ہندوستان کے اس حصے میں عدالتوں نے ایک مدت دراز سے مسلسل طور پر اسی طرح فیصلہ کیا ہے اور فیصلوں کے اس سلسلے پر اکثر حقیتیں بنی کی گئی ہیں۔ لہذا اگر ہم اس کے برعکس فیصلہ کریں تو بیشتر حقیتوں پر مضر اثر پڑے گا۔ ہماری نظر میں فیصلے پر جمے رہنا بہتر ہے بہ نسبت اس انحراف کے جو متاکشرا کے خاص نظریۂ حق انتقال سے کیا جائے۔"

بمبئی کی عدالت اس حق کو طریقۂ ذیل سے نافذ کراتی ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا حساب فہمی اور تقسیم کی ڈگری دی جاتی ہے[1]۔ خریدار قبضۂ مشترک کا مجاز نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا استقرار کیا جاتا ہے کہ اس کو بائع کا مرافق حاصل ہوگیا ہے۔ اس کو اس کے بعد آزادی حاصل رہتی ہے کہ اپنے حقوق کو جدید نالش تقسیم کے ذریعے نافذ کرائے[2]۔

ہبہ یا ہبہ بالوصیت ناجائز ہے | **ف ۳۶۱** گو عالیہ عدالت بمبئی ایسے خریدار

۵۰۲

---

[1] دیکھو فقرہ ۳۵۵۔

[2] پانڈو بنام گومارامی ۴۳ بمبئی صفحہ ۲۷۴۔ نیز پانڈورنگ بنام بھگوانداس ۵ ھ نظائر ہند صفحہ ۳۴۴۵۔ ایشورپا بنام کرشنا ۷ ھ نظائر ہند صفحہ ۳۳۴۔

کے حقوق کی موئید ہے جس نے قیمت دی ہے تاہم وہ ایسے منتقل الیہ کو کسی خاص رعایت کا مستحق نہیں قرار دیتی جس نے بدل نہ دیا ہو۔ وہ یہ قرار دیتے ہیں کہ غیر منقسمہ شریک نہ تو اپنے حصے کا زندگی میں ہبہ کر سکتا ہے اور نہ وصیت سے اسے دے سکتا ہے۔ ان دونوں امور میں وہ ہائیکورٹ مدراس سے متفق ہیں۔ بلا شک اس کی وجہ یہ ہے کہ ہبہ کی صورت میں تقسیم کی ڈگری کا انحصار کسی نصفتی حق پر نہیں ہو سکے گا۔ تاہم ہائیکورٹ نے اپنے فیصلے کو ذیل کی صریح وجہ پر مبنی کیا۔ یہ کہ غیر منقسمہ خاندانی جائداد کے شریک کے حصے کو حکام ہر طرح اور ہر صورت میں قابل انتقال قرار دینے پر مائل نہیں ہیں۔ صرف اس حد تک ایسے حصے کو قابل انتقال قرار دے سکتے ہیں جس حد تک کہ وہ ان نظائر کے باعث جن کا کہ حوالہ دیا گیا اور صوبہ بمبئی کے روایات سپریم کورٹ و روایات صدر عدالت کے سبب خود کو مجبور پاتے ہیں[2]۔ پریوی کونسل نے تا حال حصہ شریک خاندان کے ہبہ کے جواز کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمایا گو حکام عالیمقام کی ذہنیت کا رجحان نسبتہً اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے[3] لیکن حال ہی حکام عالیمقام نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ اگر شریک خاندان کل شراکتی جائداد ہبہ کرنا چاہتا ہو تو معطی لہ یا موہوب لہ کو خود اس کا حصہ بھی نہیں مل سکتا ہے[4]۔

حصے کی وسعت کا تعین کس طرح کیا جاتا ہے

ف ۳۶۲۔ جیسا کہ مدراس اور بمبئی کی عدالتوں نے قرار دیا ہے اگر شریک سے خرید نے والے کے

[1] گنگو بائی بنام رامنا ۳ بمبئی ہائیکورٹ (مرافعہ جات) صفحہ ۶۶۔ تکارام بنام رامچندر ۶ ایضاً صفحہ ۲۴۹۔ اودارام بنام رانو ۱۱ ایضاً صفحہ ۷۶۔ ورنداون بنام یاسونا ۱۲ ایضاً صفحہ ۲۲۹۔ کالو بنام باسو ۱۹ بمبئی صفحہ ۸۰۳۔ سیتارام پنڈت بنام ہری بائی پنڈت ۳۵ بمبئی صفحہ ۱۰۹۔ پاروتی بائی بنام بھگونت وشوناتھ بیچاٹک ۳۹ بمبئی صفحہ ۵۹۳۔

[2] ۱۲ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۲۳۱۔

[3] لکشمن بنام رامچندر ۷ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۹۵ صدر کورٹ ۵ بمبئی صفحہ ۴۸۔

[4] رادھاکنت لال بنام نظما بیگم ۴۵ کلکتہ صفحہ ۷۳۳ پی سی۔ وصیت کے ذریعے انتقال کیلئے دیکھو وینکٹ نارائن پلے ۲۲ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۲۵ و ۹ مدراس صفحہ ۱۰۷۔ اس قاعدے کی تصدیق کی گئی جس کا ذکر فقرہ ۳۵۹ میں ہے۔

حقوق کا تعین صرف تقسیم کے ذریعے کیا جا سکتا ہو تو مزید سوال ذیل پیدا ہوگا۔ خاندانی جائداد میں اس کا تعین کرنے کے لئے کہ اس کے مرافق کی مقدار کیا ہوگی کونسی تاریخ محسوب کی جانی چاہئے؟ مثالاً فرض کیجئے کہ واقعات حسب ذیل ہوں۔ منجملہ دو بھائیوں کے ایک بھائی اپنے خاص مفاد کے لئے خاندانی جائداد پر رہن کار بار عائد کرے اور مزید تین بھائی کے پیدا ہونے تک رہن باقی رہے۔ اور باپ مر جائے۔ اس کے بعد دائن اپنے دعوے کو نافذ کرانے کے لئے نالش کرے۔ کیا دائن کو جائداد کی ایک ثلث پر حق ہوگا جو کہ رہن کے وقت اس کے مدیون کا مرافق تھا۔ یا صرف ایک خمس پر جو مرافق نالش کے وقت اس کا ہے؟ مدراس ہائیکورٹ کے اجلاس کامل نے ایک مرتبہ موخرالذکر رائے پر عمل کیا[1]۔ بعد کے اجلاس کامل نے اس رائے سے اختلاف فرمایا۔ اور فرمایا کہ اصولاً اور پریوی کونسل کی سابقہ رائے عدالتی (Dicta) کے مطابق حسب احکام متاکشرا مروجہ مدراس غیر تقسیم شدہ ہندو خاندان کا رکن اپنے اس مرافق کو منتقل کرنے کا حق رکھتا ہے جو بروقت انتقال اس کا ہو اور یہ کہ منتقل الیہ نالش مابعد میں اسی مقدار کے حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے۔ نیز شرکا کی کمی بیشی سے نہ تو ایسا مرافق بڑھ سکتا ہے اور نہ گھٹ سکتا ہے[2]۔ ہائیکورٹ بمبئی نے بھی ایک مرتبہ حسب ذیل تجویز فرمائی۔ یہ کہ تقسیم سے پہلے دوسرے شرکا کی پیدائش کے سبب خریدار کا حصہ گھٹ جا سکتا ہے[3]۔ مگر اس کے بعد سے اسی عدالت نے اس رائے سے اختلاف فرمایا ہے[4]۔ مدراس اور بمبئی دونوں میں یہ طے شدہ ہے کہ قیمتی انتقال کا نفاذ بعد وفات منتقل کنندہ بذریعۂ نالش اسی حد تک ہو سکتا ہے جس حد تک کہ اس کی زندگی میں نالش ہونے کی صورت میں ہوتا[5]۔ پریوی کونسل نے بمقدمۂ مہادیو پرشاد بنام

۵۰۴

[1] رنگا سامی بنام کرشنا این ۱۴ مدراس صفحہ ۴۰۸۔
[2] جنو بلے کالی موتو چٹی ۳۵ مدراس صفحہ ۴۷ اجلاس کامل۔
[3] گرو لنگپا بنام نندپا ۲۱ بمبئی صفحہ ۷۹۷۔
[4] نارو گوپال بنام پاراگوڈا ۴۱ بمبئی صفحہ ۳۴۷۔
[5] الامیلا بنام رنگا سامی ۷ مدراس صفحہ ۵۸۸ صفحہ ۵۹۰۔ رنگا سامی بنام کرشنا این ۱۴ مدراس صفحہ ۴۰۸ ایا گری

مہربان سنگھ[1]۔ برعکس فیصلہ فرمایا۔ یہ مقدمہ اودھ کا تھا اور اس صریح وجہ پر فیصلہ کیا گیا کہ مقدمہ مذکور بنگال کورٹ کے قاعدے کا تابع ہے جس عدالت کی یہ تجویز ہے کہ متاکشرا قانون میں غیر منقسمہ خاندان کے کل انتقالات جو اس نے اپنے حصے کے متعلق کئے ہوں ناجائز ہیں۔ [جدید نظائر کے فیصلے تقسیم پر منتقل الیہ وہ حصہ پائیگا جو اس کے منتقل کنندہ کا بروقت انتقال تھا۔ مثلاً زید، بکر۔ اور۔ عمرو ہندو شراکت کے ارکان ہیں۔ زید کا حصہ فروخت کیا جاتا ہے اور اسے خالد خریدتا ہے۔ بکر بعد نیلام مرجاتا ہے۔ خالد۔ زید اور عمرو پر تقسیم کی نالش کرتا ہے۔ خالد ایک ثلث پائیگا نہ کہ نصف۔ بکر کا حصہ زید اور عمرو پر عود کرے گا۔ مگر اس اصول کا اطلاق صرف اس جزو پر ہوتا ہے جو منتقل کنندہ کا حصہ ہو۔ جائداد کے واقعی مدات کے متعلق یہ قرار دیا گیا ہے کہ خریدار کو حصہ دیتے وقت اس کل جائداد کو ملحوظ رکھا جائے گا جو بروقت نالش موجود ہو۔ مونو کمار ستا پتیر بنام شیو نرائن پلے سنہ ۱۹۳۳ء ۵۶ مدراس صفحہ ۵۳۴]

بنگال اور صوبہ جات شمالی مغربی میں برعکس نظریہ

ف ۳۶۳ جب ہم صوبہ جات بنگال و شمالی مغربی کی عدالتوں پر متوجہ ہوتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نظریۂ قدیم پر کلیۃً عدالتہائے مذکور متفق ہیں۔ میتھلا کے ایک مقدمے میں دو مرتبہ پنڈتوں سے استصواب کیا گیا کیونکہ ایک پنڈت کی دیانتداری پر اشتباہ پیدا ہوا تھا۔ اس میں اعلان فرمایا گیا کہ دو مشترکہ غیر تقسیم شدہ جائداد کا ہبہ عام از یں کہ وہ اصلی ہو یا ذاتی جائز نہیں ہے۔ خود واہب کے حصے کی حد تک بھی کیونکہ جائداد کی وضاحت اور یقین کرلینے تک نہ تو ایسی جائداد بیع کی جا سکتی ہے اور نہ اور طرح دی جا سکتی ہے۔ وضاحت اور تعین تقسیم کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا[2]۔ دوسرے مقدمات میں جو اسی ضلع کے تھے اسی مسئلے پر صراحۃً فیصلہ فرمایا گیا[3]۔ دوسرے اضلاع کے مقدمات میں بھی جو متاکشرا کے تابع تھے اسی قاعدے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بنام ایا گری ۲۵ م صفحہ ۶۹۰۔ جیون بنام رام گوبند ۵ الیضاً صفحہ ۱۶۳۔

[1] ۱۷ امراقعہ جات ہند صفحہ ۱۹۴۔ ۱۸ اک صفحہ ۱۵۷۔

[2] نندرام بنام کاشی ۳ صدر دیوانی صفحہ ۲۳۲ صفحہ ۳۱۰۔ جلد ۱۸ ارس صفحہ ۱۷۔ ۴ صدر صفحہ ۷۰۔

[3] شیوچرن بنام جمن ۶ صدر دیوانی صفحہ ۱۷۶ صفحہ ۲۱۴۔ شیو سہائے بنام سری کشن ۷ الیضاً صفحہ ۱۰۵۔

پر عمل کیا گیا[1] چونکہ مدراس و بمبئی کے عالیہ عدالتوں کے بعض متضاد فیصلے ہونے تھے اس لئے سنہ ۱۸۶۹ء میں اس مسئلے کے متعلق بنگال ہائیکورٹ کے اجلاس کامل سے استصواب کیا گیا۔ کل سابقہ فیصلوں اور احکام مندرجہ کتب قانون کی تفصیلی جانچ کی گئی اور عدالت نے جواب دیا کہ اپنے دیگر شرکاء کی رضامندی کے بغیر قانون متاکشرا کا تابع حصہ دار خود کے لئے روپیہ حاصل کرنے اپنا غیر منقسمہ حصہ منتقل کرنے کا مجاز نہیں ہے خاندان کے مفاد کے لئے رقم حاصل کرنا اور چیز ہے۔ عدالت نے یہ فرمایا کہ صرف "اسناد کے اس سلسلے کو منسوخ کرنے کے بعد جس کے سبب تقریباً نصف صدی سے قانون کا طے شدہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور جس قانون کے اصول کے مطابق یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان اصولوں کا بھی مفہوم لیا گیا ہے اور بنابراں ان پر سبہ عمل بھی ہوتا ہے[2] اس کے خلاف نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے پریوی کونسل نے اس فیصلے کو تابہ حد بنگال۔ اودھ اور صوبہ جات شمالی مغربی[3] تسلیم قرار دیا ہے۔ نتیجۃً ان ممالک میں انتقال قطعی کالعدم ہے اور خود منتقل کنندہ شریک کا حصہ ایسے معاملے سے منتقل نہیں ہوتا۔ ایک رکن مشترک کل شراکت کے حق میں اپنے مرافق سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) صفحہ ۱۲۲ مسماۃ روپنا۔ بنام رے ریوٹی صدر دیوانی ۱۸۵۶ء صفحہ ۴۴۴۔

[1] شیو سرن بنام شیو سوہائے ۴ صدر دیوانی صفحہ (۱۵۸) صفحہ (۲۰۱)۔ کاسی دت بنام سودابرت ۳ صدر لینڈ صفحہ (۲۱۰) ان فیصلوں کو دیکھو جو صوبۂ شمالی مغربی کی عدالت کے ہیں اور جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ سودابرت پرشاد بنام پھول بخش کنور ۳ بنگال لارپورٹ اجلاس کامل صفحہ (۴۲)۔ ۱۲ سدر لینڈ صفحہ (۱) اور للتی کنور بنام گنگا ، ین ۔ ڈبلیو پی صفحہ (۲۷۷) الٰہ آباد ہائیکورٹ نے ان فیصلوں کو پسند اور ان کا اتباع کیا۔ شالی بنام رام پرشاد ۲ الٰہ آباد صفحہ (۲۶۷)۔ راما نند بنام گوبند سنگھ ۵ ایضاً صفحہ (۴۸۴) معلوم یہ ہوتا ہے کہ عدالت نے یہ بھی قرار دیا ہے کہ اگر کسی رکن نے اپنا حصہ منتقل کیا ہو تو وہ دوسرے رکن کے مماثل انتقال پر معترض نہیں ہوسکتا گنراج بنام شیو زور ۲ الٰہ آباد صفحہ (۸۹۸)۔

[2] سدابرت پرشاد بنام پھول بخش کنور ۳ بنگال لارپورٹ اجلاس کامل صفحہ (۳۱)۔ ۱۲ سدر لینڈ اجلاس کامل صفحہ (۱)۔

[3] ناتھو بنام ۴ بنگال لارپورٹ (مرافعہ) صفحہ (۱۵) ہنومان بنام بابوکشن ۱۵ ایضاً صفحہ (۳۵۸) پھول کشن کنور بنام لال جگیسر ۱۴ سدر لینڈ صفحہ (۳۴۰) بصیغۂ نظر ثانی ۱۰ سدر لینڈ صفحہ ۴۸۔ دوسرے مسئلے کی وجہ سے منسوخ کیا گیا ۳ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۰۷ ک صفحہ ۲۲۶۔ ۲۵ سدر لینڈ صفحہ ۲۸۵ بنسی لال بنام شیخ اولاد ۲۲ سدر لینڈ

دست بردار ہو سکتا ہے مگر وہ کسی واحد رکن کے حق میں خود اپنے مفاد کے لیے اپنے حصے کو منتقل نہیں کر سکتا ہے[۱]

منتقل الیہ کے حقوق **ف ۳۶۴** بنگال میں بھی نا ہم اور اجلاس کامل کے فیصلے کے وقت سے عدالت نے فریقین کے حقوق پر بحث کی ہے۔ ان کے حقوق کا تصفیہ اس طریقے سے فرمایا ہے کہ بعض حالات میں اس سے تقریباً وہی نتیجہ نکلتا ہے جو کہ مدراس اور بمبئی کے نظریے سے فطری طور پر نکالا جا سکتا ہے[۲] اس مقدمے میں (یعنی بمقدمۂ مہابیر پرشاد) مدعی علیہ نمبر (۲) نے جو کہ باپ بھی تھا اور مشاکشرا خاندان کا کرتا بھی خاندانی جائداد مدعی علیہ نمبر ۱ کے پاس ایسی ضرورت کے لئے رہن کی جو قانونی نہ تھی۔ بڑے لڑکے نے خود کی جانب سے اور نابالغ لڑکے کی جانب دستاویز زیر بحث کی تنسیخ کے لیے نالش کی۔ عدالت نے شہادت سے یہ معلوم کیا کہ مدعی نے معاملۂ مذکور کے متعلق رضامندی دی تھی۔ بنابراں صرف نابالغ کے موافق کی بحث رہ گئی تھی۔ شہادت سے یہ ظاہر نہیں ہوا کہ نابالغ کو معاملے سے کسی طرح بھی فائدہ ہوا تھا۔ اولاً عدالت نے یہ فرمایا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) صفحہ ۵۵۲ - چندر کمار بنام ہر بنس سہائے ۱۶ کلکتہ صفحہ (۱۳۷) مہادو پرشاد بنام ہربان سنگھ ۱۷ مرافعاجات ہند صفحہ (۱۹۴) ۱۸ کلکتہ صفحہ (۱۵۰) بال گوبند داس بنام نراین لال ۲۰ ایضاً صفحہ (۱۱۶) ۱۵ الہ آباد صفحہ (۳۳۹) بھاگرتی بنام شو بھیک ۲۰ ایضاً صفحہ (۳۲۵) کالی شنکر بنام نواب سنگھ ۳۱ ایضاً صفحہ (۵۰۷) لیکن دیکھو شیوا جی راؤ بنام وسنت راؤ ۳۳ بمبئی صفحہ (۲۶۷)۔

[۱] چندر کشور بنام واجپیت ۱۶ الہ آباد صفحہ (۳۶۹)۔

[۲] مہابیر پرشاد بنام رامید ۱۲ بنگال لا رپورٹ صفحہ (۹۰) ۲۰ سدرلینڈ صفحہ (۱۹۲) اتباع بمقدمۂ جمونا پرشاد بنام گنگا پرشاد ۱۹ کلکتہ صفحہ (۴۰۱) دیکھو اودارام بنام رانو ۱۱ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ (۷۶) جب کہ رکن جو نیلام کی تنسیخ کا مدعی ہو عدم قابلیت کے سبب خود تقسیم کی نالش نہ کر سکتا ہو تو کسی صورت میں بھی حق تنسیخ نیلام نافذ نہیں کرایا جا سکتا۔ رام سہائے بنام لالہ لالجی ۸ کلکتہ صفحہ (۱۴۹) رام سندر بنام رام سہائے ایضاً صفحہ (۹۱۹) ایسا حق ذاتی ہوتا ہے اور یہ ایسی سبب ایسے شخص کے وارث کو حاصل نہیں ہو سکتا جس شخص نے کہ تنسیخ انتقال کی نالش شروع کرنے کے بعد مر گیا ہو۔ بدارت سنگھ بنام راجہ رام ۴ الہ آباد صفحہ (۲۳۵)۔

۵۰۶

غیر مشروط طریقے پر تنسیخ کا نتیجہ حسب ذیل ہوگا" یہ کہ عود کرنے پر جائداد سے خاندان مشترکہ استفادہ کرے گا جیسا کہ رہن اور بیع سے قبل ہو رہا تھا۔ اور لازماً حسب احکام قانون متاکشرا انتظام جائداد بھی اسی آدمی کو ملے گا (مدعی علیہ ۲) جس نے کہ مدعی علیہ نمبر(۱) سے اس مصنوعی ضمانت پر جو رہن سے حاصل ہو رہی تھی مبلغ تین ہزار روپیہ وصول کیا۔ نصفت اور دیانتداری کے اصول کما حقہٗ اس کے مویدنہیں معلوم ہوتے"۔ نیز یہ کہ فیصلہ اجلاس کامل نے (دیکھو نوٹ ۱۱ اس کے پہلے) جس نے کہ اس کا قطعی تصفیہ کردیا کہ دستاویز منسوخ کی جاسکتی ہے یہ کہنے سے احتراز کیا کہ کن شرائط پر ایسی دادرسی عطا کی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد عدالت نے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ کسی وقت بھی باپ (مدعی علیہ ۲) تقسیم کا ادعا کرسکتا ہے۔" اور بدیہی طور پر مدعی علیہ نمبر(۱) تصفیقی اصول کے تحت باپ کے خلاف اس پر مصر ہونے کا مجاز ہے کہ اس کا حصہ پیش کیا جائے اور دوسروں کے مفاد کے لئے اس کو حاصل کرسکتا ہے۔ باپ نے ان کی رقم یہ ظاہر کرکے حاصل کیا کہ اسے جائداد خاندان مشترکہ پر مواخذہ عاید کرنے کا اختیار تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت اسے یہ اختیار حاصل نہ تھا۔ لہذا وہ کم از کم اپنی غلط بیانی کی تلافی کرنے پر مجبور ہے اس کو چاہئے کہ جہاں تک وہ کرسکتا ہو اس جائداد پر اپنے انفرادی مالکانہ حق کو اس طرح استعمال کرے کہ تلافی ہوسکے۔ خلف اکبر پر بھی اصلاً اسی استدلال کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ اس نے رہن کی تکمیل میں باپ کی مدد کی مجموعی طور پر لہذا ہماری یہ رائے ہے کہ مدعیان کو دو امور ذیل کی ڈگری دی جانی چاہئے۔ یہ کہ مدعیان جائداد کو خاندان مشترکہ کے لئے واپس پائیں۔ اور یہ کہ اس ڈگری میں یہ استقرار بھی شامل رہنا چاہئے کہ واپس پانے کے بعد خاندان اس جائداد پر قابض رہے اور مشخصہ حصص میں اس سے استفادہ کرے۔ یعنی ایک ثلث باپ کا ہو (مدعی علیہ ۲) ایک ثلث خلف اکبر کا (مدعی) اور ایک ثلث دوسرے لڑکے کا جو نابالغ ہے۔ نیز اس میں اس کا بھی اعلان و استقرار کیا جانا چاہئے کہ باپ اور خلف اکبر کے حصص پر مشترکاً اور منفرداً مدعی علیہ نمبر ا کا مبلغ تین ہزار روپیہ واپس پانے کے لئے حق ہونا چاہئے یہ وہ رقم ہے جو مدعی علیہ نمبر ا نے مدعی علیہ نمبر ۲ کو دی تھی تاریخ قرضہ سے ادائے قرضہ تک رقم مذکور پر ۶ فی صدی سود محسوب کیا جانا چاہئے"۔

۵۰۷

جوڈیشیل کمیٹی	جوڈیشیل کمیٹی نے (بمقدمہ دینیدیال بنام جگدیپ

۱۴ مرافعہ جات ہند صفحہ (۲۵۵) ۳ ک صفحہ (۱۹۸) اس فیصلے کے لئے فرمایا۔ "جو قانون کہ اس طرح بیان کیا گیا ہے اس میں اور وہ جو مدراس اور بمبئی میں رائج ہے ان دونوں میں اصلاً بہت ہی کم اختلاف دکھائی دیتا ہے جو کچھ اختلاف ہے وہ یہ کہ مقدم الذکر کا اطلاق اس رائے اور نظریے پر منحصر ہو سکتا ہے جو حکام کسی خاص مقدمے کے نصفوں (یعنی حقوق متعلق بہ مقدمہ) کے متعلق قائم کریں۔ برخلاف اس کے موخر الذکر نے ایک وسیع اور عام قاعدہ حقوق داین کے متعلق قایم کیا ہے" (دیکھو فقرہ (۳۵۵)۔ مقدمہ مہابیر پرشاد کے قاعدہ من بعد پریوی کونسل نے پسند فرمایا ¹ اور بعد کے مقدمات میں اس پر عمل ہوتا آیا ہے ² بورڈ کے ایک جدید فیصلے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس قاعدے کا اطلاق ان صورتوں تک محدود کیا گیا ہے۔ جن میں صریح غلط بیانی یقینی طور پر ثابت کی جائے۔ حکام عالی مقام نے یہ تصفیہ کرنے سے انکار فرمایا کہ تمام صورتوں میں ایسا بیان مضمر ہوا کرتا ہے۔ اور چنانچہ فرمایا "قطع نظر اس کے کہ اس خاص مقدمے کا (یعنی مقدمہ مہابیر پرشاد) تصفیہ صحیح طور پر ہوا تھا یا نہ ہوا تھا یہاں اس کا لحاظ کرنا ضروری نہیں کیونکہ فاضل حکام نے اپنے سلسلۂ فیصلہ کو یہ فرض کرتے ہوئے جاری رکھا۔ کہ جس بیان کا حوالہ دیا گیا ہے وہ اس میں موجود تھا۔ واقعات کو دیکھنے کے بعد حکام عالی مقام اس تجویز سے اتفاق کرتے ہیں کہ ایسے بیان کے متعلق شہادت اگر کوئی تھی بھی تو بہت ہی کم۔ مگر یہ کہ فیصلہ اس پر مبنی تھا کہ ایسا بیان موجود تھا۔ نیز بجز اس کے کہ فاضل حکام نے یہ قرار دیا ہوتا کہ اس بیان سے تصفیق حق پیدا ہوا ان کے فیصلے کا مفہوم حسب ذیل ہوگا۔ یہ کہ پھر اس رہن میں جو خاندان مشترکہ کے بزرگ کا کیا ہوا ہو خاندانی مشترکہ جائداد پر راہن کے مرافق کی حد تک دسترس حاصل ہو سکتا ہے۔ خاص حالات کی موجودگی میں جیسا کہ مقدمۂ محولہ میں تھے جو کچھ بھی واقع ہو مگر قانون عام ایسا نہیں ہے³"

۵۰۸

¹۔ بھادیو پرشاد بنام مہربان سنگھ ۱۷ مرافعہ جات ہند صفحہ (۱۹۴)۔ ۱۸ ک صفحہ (۱۵۷)۔
²۔ مثلاً بمقدمۂ جھونا پرشاد بنام گنگا پرشاد ایضاً اس کے پہلے۔
³۔ لچھمن پرشاد بنام سرنام سنگھ 39 A صفحہ (۵۰۰) پریوی کونسل۔

پریوی کونسل کا یہ فیصلہ اور اس کے بعد کے فیصلے[1] سے بظاہر اس قاعدے کا اطلاق محدود ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح محدود ہو جاتا ہے کہ متاکشرا کا سخت تر نظریہ عود کرے بجز اس کے کہ خاص حالات پائے جائیں جیسا کہ صریح بیان کا مختص واقعہ بظاہر نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے بعد سے مقدمۂ مہابیر پرشاد[2] کے متعلق یہ نہیں سمجھا جاسکے گا کہ فیصلۂ مذکور نے ایک ایسا قاعدۂ قانون وضع کیا ہے جو ہر صورت میں متعلق ہو سکے جب کہ جائداد کا منتقل کرنے والا شریک خاندان مر گیا ہو اس قسم کا نصفی حق کسی صورت میں بھی نافذ نہیں کرایا جاسکتا۔ اس واقعے کے وقوع کے ساتھ ہی (یعنی اس کے مرتے ہی) اس کا حصہ ایسے اشخاص پر عود کر جاتا ہے جو متوفی کے قرضوں اور وجوبات کے ذمہ دار نہیں ہیں[3]۔

انتقال کے خلاف چارہ کار

ف ۳۶۵ ایک رکن خاندان کا چارۂ کار ان انتقالات کے خلاف جو دوسرے رکن نے کیا ہو اس میں شک نہیں اس رائے پر منحصر ہوتا ہے جو عدالت نے ایسے انتقالات کے جواز کے متعلق قایم کی ہو۔ اس قانون کے مطابق جو مدراس اور بمبئی میں نافذ و رائج ہے ایسے انتقالات خود منتقل کنندہ کے حصے کی حد تک جائز ہیں۔ گو انتقالات سے کچھ اور منتقل کرنا ظاہر ہوتا ہو۔ چونکہ ایسے انتقال کی قطعی تنسیخ کے لئے کوئی نالش قابل پذیرائی نہیں ہو سکتی اس لئے ہندو شراکت کا رکن کل جائداد کے قبضے کے لئے نالش کر کے ڈگری حاصل کر سکتا ہے۔ منتقل الیہ اس حصے کے متعلق جو اس کو انتقال سے دیا گیا ہو اپنا حق علٰحدہ نالش تقسیم کے ذریعے قایم کر سکتا ہے[3]۔ ہاں جب منتقل الیہ نے مشترکہ جائداد کے کسی مختص حصے پر بلا شرکت احدے قبضہ کر لیا ہو تو دوسرے شرکا کی نالش پر وہ بے دخل کر دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ تقسیم ہونے تک کل جائداد میں ہر ایک کو غیر منقسمہ حقیت حاصل رہتی ہے بلاشک

۵۰۹

---

۱ انت رام بنام کلکٹر ایٹا۔ ۴۰ A صفحہ (۱۷) پی سی۔
۲ مہادیو پرشاد بنام مہربان سنگھ ۱۷ مرافعہ جات ہند صفحہ (۱۹۴)۔ ۱۸ اک صفحہ (۱۵۷)۔
۳ قبل ازیں ف ۳۵۵۔

وہ مشتری جو ایک شریک حصہ دار کے توسط سے دعویدار ہو اس سے بہتر حالت میں نہیں رہ سکتا جس کے تحت وہ دعویدار ہو[1] اور اگر خاندان غیر منقسمہ کے ایک رکن نے ہبہ رہن یا انتقال یا ہبہ بالوصیت سے خاندانی جائداد کے دینے میں تجاوز کیا ہو یعنی اس سے زیادہ منتقل کیا ہو جس کا قانون نے اسے مجاز کیا تھا) تو باوجود اس کے کہ بے دخلی نہ ہوئی ہو دیگر ارکان کو حق حاصل ہے کہ وہ اس معاملے کو خلاف قانون قرار دلائیں اور جس حد تک کہ وہ ناجائز ہے اسے منسوخ کرائیں[2] اور ایسی نالش میں انتقال زیر بحث منسوخ کیا جائے گا۔ تنسیخ کلیتہً ہوگی یا جزاً۔ اس کا انحصار اس پر ہوگا کہ آیا مقدمۂ مذکور پر نظریۂ بنگال منطبق ہو سکتا ہے یا نظریۂ مدراس و بمبئی۔ یہ دلائل قوی ہر ایسے بیع کو جو خاندان کے لئے قطعی فریب تھا اور جس سے مشتری واقف تھا تمام عدالتیں منسوخ کریں گی۔ کیونکہ جس حق کے ذریعے اس کو نافذ کرایا جا سکتا تھا وہ قطعاً ناقابل پذیرائی ہو جائے گا۔[3] اس کا ذکر قبل ازیں کر دیا گیا ہے[4] کہ ایسی نالش میں جو شریک خاندان نے کی ہو ڈگری کس طرح مرتب کی جائے گی۔

خود ان قواعد کے مطابق جو بنگال کی عدالتوں نے بنا لئے ہیں باپ کے کئے ہوئے انتقال کا ثبوت پہنچنے پر بیٹا یہ درخواست کرنے کا مجاز نہیں ہے کہ رجسٹری میں اس کے باپ کے نام کے بجائے خود اس کا نام درج کیا جائے۔ وہ یہ بھی درخواست کرنے کا مجاز نہیں ہے کہ صرف اس کے حق میں قبضہ اور ملکیت کی ڈگری دی جائے یہ کہ یہ عمل

---

[1] وینکٹ چیلا بنام چنیان مدراس ہائیکورٹ صفحہ (۱۶۶) فقرات (۲۹۹ اور ۳۵۵)۔

[2] کنو کرنی بنام وینکٹ رام داس ۴ مدراس جیورنل صفحہ (۲۵۱) کامتھ نارائن بنام رام لال ۳ سدر لینڈ ص ۱۰۶ راجہ رام تواری بنام لچھمن ۸ سدر لینڈ صفحہ (۱۶) رتنو بنام لالجی ۲۴ سدر لینڈ صفحہ (۳۹۹)۔ چنا سنیاسی بنام ثریاہ ۵ م صفحہ (۱۹۶)۔ استقراری ڈگریوں کے لئے دیکھو درانگا بنام کتنا ناشیر ۲ مرافعہ جات ہند صفحہ (۱۶۹) - (۱۵) بنگال لا رپورٹ صفحہ (۸۳)۔ ۲۳ سدر لینڈ صفحہ (۳۱۴) میعاد سماعت کے لئے دیکھو قانون ۱۵ بابت ۱۸۷۷ء ضمیمہ (۲) ف ۱۲۶۔ راجہ رام تواری بنام لچھمن پرشاد ایضاً اس کے قبل۔

[3] راؤجی بنام گنگا دھر بٹ ۴ بمبئی صفحہ (۲۹) سداشیو بنام دھکو بائی ۵ بمبئی صفحہ (۴۵۰)۔

[4] قبل ازیں ف ۳۵۵۔ اس سوال کے متعلق بھی کہ آیا جزاً تقسیم کے لئے نالشات مشتریان کر سکتے ہیں یا شرکا۔

اس کے بجائے کیا کیا جائے جو سابق میں بزرگ خاندان کو حاصل تھا[1] لیکن شل مدراس اور بمبئی کے وہ غیر منقسمہ خاندان کی جانب سے کل جائداد کے قبضے کے لئے نالش کرنے کا مجاز ہے۔ اس سے کوئی بحث نہیں کہ کل جائداد میں انتقال کرنے والے کا حصہ بھی داخل ہے۔ خریدار کارروائی کر کے بذریعہ تقسیم اس حصے کا تشخص کراسکتا ہے[2]۔

۵۱۰

تنسیخ انتقال بر حقوق

دفعہ ۳۶۶ تاہم اس سے یہ بات خود بخود پیدا نہیں ہوتی کہ خاندان کا کوئی ایک رکن ایسے انتقال کو بلا شرائط منسوخ کراسکتا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ بیع کو منسوخ کرانے والے فریق کو چاہئے کہ اس رقم کی جو کہ مشتری نے دی تھی اس حد تک بازیابی کرے جس حد تک کہ رقم مذکور سے خود اس کو فائدہ ہوا ہے یا تو مشترکہ سرمایہ میں شامل کرنے سے یا ان مواخذات کی ادا میں خرچ کرنے سے جن سے وہ اس جائداد پر جو اس کے قبضے میں تھی مواخذات مذکور کے متعلق حق قایم کرنے کا مجاز ہوتا تھا[3] بنگال کے مقدمے میں[4] عدالت اجلاس کامل سے مسئلہ ذیل کے متعلق استصواب کیا گیا۔ "اگر لڑکے نے اپنی موروثی جائداد خریدار سے یہ ثبوت دے کر واپس لی ہو کہ بیع کو قانوناً جائز کرنے والی ضرورت معدوم تھی اور یہ کہ انتقال کے بارے میں اس کا سکوت بالرضا نہ تھا تو کیا ایسا لڑکا قانون متاکشرا کے تحت منتقل شدہ جائداد کا قبضہ واپس پانے سے پہلے زرثمن واپس کرنے پر نصفتی طور پر مجبور ہے" میر مجلس پیکاک نے جواب دیا کہ "ایسے حالات کا ثبوت معدوم ہونے پر جس سے خریدار کو لڑکے سے رقم

---

[1] چتور بنام بھکو صدر دیوانی سنہ ۱۸۵۰ء صفحہ (۲۸۲) کا نتھو نراین بنام پریم لال ۳ سدرلینڈ صفحہ (۱۰۲) ان مقدمات کو دیکھو جن کا ذکر لالتی کنور 7. N.W.P. صفحہ (۲۷۰) میں ہے۔

[2] ہنومان بنام باہو کشن ۸ بنگال لا رپورٹ صفحہ (۳۵۸)۔ ۱۵ سدرلینڈ اجلاس کامل صفحہ (۶) دینبدیال بنام جگدیپ نراین ۴ مرافعہ جات صفحہ (۲۴۷) ۳ کلکتہ صفحہ (۱۹۸)۔ ہردے نراین بنام رودر پرشاد ۱۱ مرافعہ جات ہند صفحہ (۲۶)۔ ۱۰ کلکتہ صفحہ (۶۲۶) دیکھو بھول شن کنور بنام للتا جگیشور ۱۰ سدرلینڈ صفحہ (۴۸) جہاں خود کے حصے کے متعلق نالش کرنے کے حق کا ذکر ہے۔

[3] پھر بھی دیکھو مرایا بنام رنگا سامی ۲۳ مدراس صفحہ (۸۹)۔

[4] مدھو بنام کلبر ۹ بنگال لا رپورٹ ضمیمہ جلد صفحہ (۱۰۱۸)، ۹ سدرلینڈ صفحہ (۵۱۱) ہنومان بنام بھوبن کشن

واپس پانے کا نصفی حق حاصل ہونا ہو لڑکا اس کا مجاز ہوگا کہ زرثمن یا اس کا کوئی جزو واپس دینے کے بغیر قبضہ حاصل کرے۔ ہم کو المضاعف یہ کہنا چاہئے کہ اگر حسب اطمینان عدالت یہ ثابت ہو جائے کہ زرثمن جائداد مشترکہ میں شامل کر لیا گیا تھا اور یہ کہ اس سے لڑکے کے حصے کو فائدہ ہوا تو پھر وہ جائداد سے اپنا حصہ نہیں پا سکتا بجز اس کے کہ اپنے حصے سے زرِثمن کا جزو واپس کر دے۔ اس لئے اگر یہ ثابت کیا جائے کہ بیع کا مقصد یہ تھا کہ جائز مواخذے کی رقم جس کا پابند لڑکا بھی تھا ادا کی جائے اور یہ کہ زرثمن جائداد کو مواخذے سے آزاد کرنے کے لئے صرف کیا گیا تو فطری طور پر خریدار اس کا مجاز ہوگا کہ مواخذہ دار کی حیثیت حاصل کر لے۔ گو مواخذہ ایسا ہو کہ مواخذہ دار اس کی فوری ادا کے لئے مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ اور یہ کہ لڑکے کے حق میں موروثی جائداد کے واپسی کی ڈگری یا خود اس کے حصے کی ڈگری جو بھی صورت ہو قابل پذیرائی ہوگی مگر وہ خریدار کے اس حق کی تابع ہونا چاہئے کہ اس کو مواخذہ دار کی قائمقامی حاصل ہو جائے مجھے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدعی علیہ پر اس کے ثبوت کا بار رہیگا کہ زرثمن اس طرح خرچ کیا گیا تھا۔ میں اس تصفیے سے متفق نہیں ہوں جس کا حوالہ دیا جا چکا ہے اور جس میں یہ کہا گیا ہے کہ شہادت اس کے خلاف معدوم ہونے کی صورت میں یہ فرض کیا جانا چاہئے کہ باپ نے جو رقم حاصل کی تھی وہ مشترکہ خاندان کے سرمایے کا جز بن گئی تھی۔ اگر جائداد فروخت کر کے باپ کو رقم حاصل کرنے کا حق نہ تھا اور بیٹا ایسی بیع کو منسوخ کرانے کا مجاز ہو تو یہ ثابت کرنے کا بار کہ بیٹے کے حصے کو زرثمن سے فائدہ ہوا اس شخص پر ہوگا کہ جس کی حجت ہو کہ جائداد کو واپس پانے سے قبل بیٹے کو چاہئے کہ زرثمن واپس کرے۔ اگر یہ ظاہر ہو کہ واقعات سے آگاہ رہ کر اس نے زرثمن سے مستفید ہونے پر رضامندی دی تھی

511

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میں (۸) بنگال لا رپورٹ صفحہ (۳۵۰) میں اتباع کیا گیا۔ ۱۵ سدرلینڈ اجلاس کامل صفحہ (۶) مکندی بنام سرب سکھ A ۱ ۸ صفحہ (۴۱۷) بیجپال بنام گنگا ۲۵ A صفحہ (۵۹) مولوی محمد شمس ال بنام سیوکھ رام (۳) مرافعہ جات صفحہ (۷) صفحہ (۱۷)۔ اجت سنگھ بنام بیجائے بہادر (۱۱) مرافعہ جات صفحہ (۲۱۱) مقابلہ کرو دنلاک بنام الوردی کمپنی (۱۶) .Q.B.D صفحہ (۱۵۶)۔

لہ مدن گوپال بنام رام بخش (۶) سدرلینڈ صفحہ (۷۱)۔

تو یہ واقعہ اس کی شہادت ہوگا کہ وہ بیع پر راضی تھا۔[1]

نالش جو منتقل الیہ نے کی ہو۔ جب کہ رکن خاندان نے بیع یا رہن کی تنسیخ کے لئے نالش نہ کی ہو بلکہ منتقل الیہ نے کی ہو جس نے ایسی حقیت حاصل کی ہو جس کے عطا کرنے کا منتقل کنندہ مجاز نہ تھا تو ایسا منتقل الیہ اس رکن خاندان کے خلاف حقیت مذکور کو نافذ نہیں کرا سکتا جو منتقل کنندہ کے فعل سے انکار کرنے کا مجاز ہو۔ وہ اس شرط کے ساتھ بھی ڈگری حاصل نہیں کر سکتا کہ اس کی تعمیل صرف اسی وقت ہونی چاہئے جب کہ مدعی علیہ معاوضہ ادا کرنے سے قاصر رہے۔ بفرضہ اگر اس کو معاوضے کا ادعا ہو تو وہ خاص نصفتوں پر مبنی ہونا چاہیے۔ نصفتیں ایسے حالات سے پیدا ہونا چاہئے جن کا اطلاق ان اشخاص پر ہو سکے جن سے کہ معاوضہ طلب کیا جا رہا ہے۔[2]

انتقال جو باپ نے کیا ہو ف ۳۶۷ مقدمۂ مذکور میں بنگال ہائیکورٹ نے جس نظریے کو قایم کیا ہے وہ اب بھی اچھا قانون ہے جب کہ ایسے شریک نے انتقال عمل میں لایا ہو جو باپ نہ ہو اور شکایت کرنے والے بیٹے نہ ہوں بلکہ دیگر شرکاء۔ لیکن اس مقدمے کے حقیقی واقعات کے تحت اور گردھاری لال بنام کنتو لال فقرہ (۳۰۹) کے فیصلے کے وقت سے اب دوسرے قاعدے اور تجویز کا اطلاق ہوگا۔ اگر سابقہ قرضے کے لئے انتقال عمل میں آیا تھا تو اس کی پابندی کل لڑکوں پر قطعی ہوگی جب کہ انتقال اس وجہ سے منسوخ کیا گیا ہو کہ وہ نہ تو سابقہ قرضے کے سلسلے میں تھا اور نہ خاندانی ضرورت کے لیے تو بہتر رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ لڑکے اس بدل کو واپس کرنے کے ذمہ دار نہیں جو خریدار نے نقدی میں باپ کو دیا تھا۔ کیونکہ بیع کے منسوخ ہونے اور خریدار کا معاوضۂ مذکور کو واپس پانے کا

۵۱۲

---

[1] گنگا بائی بنام وامن جی (۲) بمبئی ہائیکورٹ صفحہ (۳۱۸)۔
[2] نظام الدین بنام انودی پرشاد ۱۸ A صفحہ (۳۷۳)۔

مجاز ہونے تک یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ باپ کا ایسا قرضہ موجود ہے جس کے ادا کرنے کا وجوب اس کے لڑکوں پر عائد ہے اس صورت میں بھی اس کا انحصار کہ آیا لڑکا ذمہ دار ہوگا نوعیت قرضہ پر ہونا چاہیئے۔ نیز ان اصولوں پر جو اس کی والیسی سے متعلق ہیں اور جن پر سابقہ باب میں بحث کی جا چکی ہے[1]۔ تاہم کلکتے میں یہ تجویز فرمائی گئی ہے کہ اگر انتقال کی غرض سابقہ قرضے کی ادائی تھی تو لڑکے پورا زرثمن ادا کر کے اس کو منسوخ کرا سکتے ہیں۔ تنسیخ بیع پر بدل کا نقدان ہوگا اور اس وجہ سے وہ ایک ایسا قرضہ ہوگا جس کے ادائی کی ذمہ داری باپ پر بمقابلہ خریدار عاید ہوگی۔ بنابراں ایسے قرضے کے لئے وہ (یعنی لڑکے) اور ان کے حصص متعلقہ جائداد بالآخر ذمہ دار ہوں گے۔ اگر جائداد جو بیع کی گئی تھی اس سے زیادہ نہ ہو جو باپ کو تقسیم پر ملتی تو عدالت اسے فوراً خریدار کو دیدے سکتی ہے۔ اس طرح فیصلہ کرتے وقت اس کا بھی اعلان کر سکتی ہے کہ باپ کے اس حصے پر بیٹوں کا نہ تو کوئی دعویٰ ہو سکتا ہے اور نہ اس پر حقوق[2]

شریک وارث کے ذاتی قرضے کے لئے

ف ۳۶۸ جب کہ منتقل کنندہ کے ذاتی قرضے کی ادائی کے لیے جائداد بیع کی گئی تھی تو یہ خیال کیا گیا تھا کہ بیع کے منسوخ کئے جانے پر زرثمن کے واپس کرنے کی کوئی ذمہ داری نہیں تھی۔ اور نہ اس سے کوئی فرق ہوتا ہے کہ مدعی علیہ خالی الذہن خریدار نیلام تھا۔ تحقیق کر لینے کا اسے موقع حاصل تھا۔ اس کو اس انتہائی خطرے کا علم رہنا چاہئے تھا کہ وہ ایک ایسی حقیت کو خرید رہا ہے جو ابتداءً غیر منقسمہ مشترکہ خاندان کے رکن واحد سے جو متاکشرا قانون کا تابع تھا خریدی گئی تھی[3] علی ہذا جب کہ اس کا اعلان و استقرار کیا گیا ہو کہ

۵۱۳

[1] سرنیواس آئینگار ۴۴ مدراس صفحہ (۸۰۱)۔ مدن گوپال (۳۹) A صفحہ (۸۵۴) کلارو کوٹیاه ۳۳ مدراس لاجرنل صفحہ (۴۵۱)۔
[2] کنور ہیمنت بنام سندر داس ۱۱ کلکتہ صفحہ (۳۹۶)۔
[3] ناتھو بنام چھادی ۱۴ بنگال لا رپورٹ (مرافعہ) صفحہ (۱۵) ۱۲ سدرلینڈ صفحہ (۲۴۴)۔

ارکان خاندان کے حقیقتوں کے مقابلے میں بہ استثنا منتقل کنندہ کی حقیت کے بے اثر ہے تو ایسے ارکان زرثمن کا کوئی جزو واپس کرنے کے پابند نہیں[1] ہیں اسی وجہ سے جائداد کی ترقی میں جو صرفہ ہوا ہو اس کو ایسا شخص واپس نہیں پاسکتا جس نے فریب سے واقف رہ کر خریدا ہو یا جس نے فریب کا علم ہونے کے بعد رقم خرچ کی ہو لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ صورت مختلف ہوگی جب کہ محض اس وجہ سے بیع منسوخ کی گئی ہو کہ وہ بائع کے اختیار سے ماورا تھی[2]

جب کہ بیع جزاً قابل پذیرائی ہو

تنسیخ پر حقوق

ف ۳۶۹ - ایک درمیانی صورت یہ ہے کہ کل جائداد کا بیع حق بجانب نہ ہو بلکہ جزکا بیع حق بجانب ہوتا ہو یا جب کہ بدل کا ایک جزو ایسے مفید مقاصد خاندان میں صرف کیا گیا ہو کہ اس کے متعلق بمقابلہ اس رکن خاندان کے جو معاملے کو منسوخ کرانا چاہتا ہو خریدار کو حق بقفتی حاصل ہو جائے - ایک مقدمے میں[3] لڑکے نے مشروط دستاویز بیع کی تنسیخ کے لئے نالش رجوع کی تھی - اس کے باپ اور باپ کے بھائی نے دستاویز زیر بحث جاری کی تھی اور اس کا اثر صرف اس کے باپ کے حصۂ جائداد پر ہو رہا تھا - معلوم یہ ہوا کہ رقمی قرضے کے لئے دستاویز جاری کی گئی تھی - اس رقم کا ایک جزو قانونی ضرورت کے تحت لیا گیا تھا - مگر بقیہ کے لئے ایسی ضرورت معدوم تھی معاوضے کی رقم کا ایک جزو قانونی ضرورت کے لئے لیا اور صرف کیا گیا تھا بنابراں اصل صدر امین نے دستاویز کو اراضی کے ایک جزو کی حد تک اسی تناسب سے جائز اور بقیہ انتقال اراضی کی حد تک کالعدم تصور کیا - سر بارنس پیکاک (Sir Barnes Peacock) میر مجلس نے اس اصول کی صحت کو

---

[1] وبرابھدرا بنام گرودینکٹ ۲۲ مدراس صفحہ (۳۱۲) -

[2] سداشیو بنام دکھوبائی ۵ بمبئی صفحہ (۴۵۰) -

[3] راجہ تو ار بنام لچھمن ۸ بنگال لاء رپورٹ (رسالہ کمرا فعہ) ۱۱۸/۱۲۵ - ۱۲ سدرلینڈ صفحہ (۴۷۸) -

مشتبہ سمجھا۔ اور اشارۃً یہ فرمایا کہ ایسی صورت میں معقول تر طریقہ حسب ذیل ہوگا۔ مدعی علیہ کے یہ ثابت کرنے پر کہ جزو قرضہ کے لئے قانونی ضرورت تھی عدالت کو یہ ڈگری صادر کرنی چاہئیے کہ دستاویز منسوخ کی جائے اور مدعی قبضہ واپس پائے مگر اس رقم کے ادا کرنے پر جو جائز طور پر ضروری مقاصد مسلمۂ قانون کے لئے کی گئی تھی۔ یا یہ ڈگری کہ بقدر تناسب دستاویز منسوخ کی جائے۔ تاہم کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا کیونکہ ضروری فریقین کے نہ ہونے کے باعث کوئی وادرسی عطا نہیں کی جا سکتی تھی۔ بعد کے مقدمات جو عام قاعدہ وضع کیا وہ حسب ذیل معلوم ہوتا ہے اگر ضرورت کے باعث بیع صرف جزاً حق بجانب ہو تو اعتراض کنندہ شریک خاندان کی نالش پر وہ منسوخ کیا جائیگا شرطیہ ہوگی کہ وہ خریدار کو معاوضے کا وہ جزو واپس دیدے صرف جس کے لیے ایسی ضرورت ثابت کی گئی ہو جو قابل پذیرائی ہو[1]۔ ہاں اگر خرید و فروخت نیک نیتی پر ہو اور خریدار زرثمن کے نسبتاً خفیف جزو کی حد تک ضرورت ثابت نہ کر سکے تو بیع باقی رکھا جائے گا مگر خریدار کو ایسی صورت میں چاہیے کہ قیمت کے اس جزو کو ادا کرے جو قابل پابندی نہ تھا[2]۔ [جدید۔ جب کہ جزاً ضرورت قانونی تھی تو عالیہ عدالت کلکتہ نے مشروط تنسیخ کا حکم دیا۔ یہ کہ وارث عودی کے اس رقم کے ادا کرنے پر جو ضرورت قانونی پر صرف کی گئی تھی۔ شادی کمار پال ۱۹۳۵ء ۱۵۶ نظائر ہند صہ ۲۰۹ کلکتہ]۔ مدراس اور بمبئی میں کرتا کے انتقال جائداد خاندان کا اثر اس کے حصے پر پڑتا ہے۔ اگر بدل کا صرف ایک جزو خاندان پر قابل پابندی ہو تو اعتراض کنندہ شریک خاندان تفصیلی تقسیم کے بعد

۵۱۴

---

[1] ان مقدمات کو دیکھو جن کا ذکر صہ ۵۶۳ میں کیا گیا ہے۔ مقدمات مذکوران انتقالات سے متعلق ہیں جو بیوہ کے کیے ہوئے ہوں مگر اصول وہی ہیں۔

[2] نلارام رائے بنام بگلانند ۱۴ اک ون صہ ۸۹۵۔ تھالا گرا رامانی بنام کالاگری گنگیا ۲۷ م ل ج صہ ۱۳۲۔

اپنا حصہ واپس پا سکتا ہے بشرطیکہ وہ خریدار کو معاوضے کا حصہ بقدر تناسب ادا کرے۔ معاوضے کے جائز اور ناجائز اجزا کل جائداد پر بقدر حصہ رسدی تقسیم کیے جائیں گے[۱]۔ اگر انتقال بطور رہن یا مواخذہ ہو تو کفالت اس رقم تک محدود ہوگی جو قابل پابندی ثابت ہو[۲]۔

علیٰ ہذا گو مواخذۂ زیر بحث خاندانی اغراض کے لیے پیدا نہ کیا گیا ہو پھر بھی عدالت زرِ ثمن کے واپس کرنے پر مجبور کرے گی اگر تاخیر یا سکوت ایسا ہو کہ دستاویز کو بلا کسی شرط کے منسوخ کرنا عدل و انصاف کے مغائر ہو[۳]۔

واپس کرنے کے ایجاب کی ضرورت

ف ۳۷۔ جب کہ چند مقدمات میں عدالت کی یہ رائے ہوئی کہ مدعی کو زرِ ثمن کی واپسی کا ایجاب کرنا چاہیے تھا اور عرضی دعوے میں اس قسم کا کوئی ایجاب نہ تھا تو مقدمہ خارج کیا گیا۔ مدعی کو آزادی دی گئی کہ دوسری طرح مرتب کر کے جدید نالش رجوع کرے[۴]۔ یہ مسئلہ محض ۵۱۵ بلیڈنگ کا معلوم ہوتا ہے۔ اگر ان حالات کے ادعا اور ثبوت کا بار جن سے کہ مدعی علیہ رقم واپس پانے کا مستحق ہوتا ہو اسی پر ہو تو جیسا کہ سر بارنس پیکاک نے فرمایا کوئی بھی یہ خیال کر سکتا ہے کہ مدعی کے لیے صحیح طریقہ حسب ذیل ہوگا۔ دستاویز کی تنسیخ کا اس بنا پر دعویٰ کرے کہ وہ ضرورت قانونی کے لیے جاری نہیں ہوئی تھی۔ یا یہ کہ اس کے جاری کرتے وقت خاندان کی رضامندی حاصل نہیں کی گئی تھی۔ اور مدعی علیہ

۱۔ وادی ولم بنام ناٹیسم ۷ ۳ م صفحہ ۴۳۵۔

۲۔ بھگوا دیال سنگھ بنام دبی دیال ساہو ۳۵ ک صفحہ ۴۲۰ پ۔ سی۔

۳۔ سورب بنام شیو گو بند ۱۱ بنگال لا رپورٹ ضمیمہ صفحہ ۲۹۔

۴۔ ۱۱ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۴۱۶ ایضاً ضمیمہ صفحہ ۲۹۔ دیکھو درگا پرشاد بنام نوازش جلد ۱۸ صفحہ ۵۱۹۔ سنگم سٹی سنجیوی ۱۳ م صفحہ ۱۵۳۔

ان حالات کو ثابت کر کے جن سے اس کے رقم واپس پانے کا حق قائم ہوتا ہو اس نالش سے برات حاصل کرے۔ مدراس کے ایک مقدمۂ مابعد میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے[1]۔ بمقدمۂ مدن گوپال بنام رام بخش[2] واقعہ یہ تھا کہ مدعی نے عمداً بنائے دعوئی یہ بیان کی کہ اتلاف اور اسراف کے باعث قرضہ لیا گیا۔ مگر اس ادعا کو ثابت نہ کر سکا۔ عدالت نے تنسیخ دستاویز اور زرثمن واپس دینے کی اجازت سے انکار کیا۔

واصلات

ف ۳۷۔ الف۔ جب کہ ہندو شریک خاندان اپنا حصہ بیع کر دے۔ یا جب کہ اس کا حصہ اس وجہ سے منتقل ہو کہ اس نے کل جائداد کے منتقل کرنے کا معاملہ کیا تھا تو خریدار کو تاریخ خریدی سے واصلات کی ڈگری نہیں دی جا سکتی بلکہ صرف ابتدائی ڈگری کی تاریخ سے جو اس کی نالش تقسیم میں صادر ہوئی ہو۔ کیونکہ وہ ایسا می مشترک نہیں ہوتا بلکہ محض اس کا مجاز ہوتا ہے کہ اپنے حقوق کو بذریعۂ تقسیم نافذ کرائے[3]۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ قبل بیع شریک نے تقسیم کر لی تھی تو صورت جداگانہ ہو گی[4]۔ شریک جس نے تنسیخ انتقال کی نالش کی ہو صرف اس تاریخ سے واصلات حاصل کر سکتا ہے جب سے کہ اس نے معاملے کو صریحاً اور بلا شک مسترد کیا ہو[5]۔ [جدید۔ تاریخ خریدی اور تاریخ نالش تقسیم کے مابین کا واصلات نہیں دلایا جا سکتا۔ ترمبک بنام پانڈورنگ۔ ا سنہ ۱۹۲۰ع ۵ نظائر ہند صد ۵۸۲۔ ہاں اگر بلا منقسمہ جائداد خاندان کی حیثیت منقسمہ ہوگئی ہو تو

---

[1] پاپاراپادو بنام رتھما، ۳۷ م صد ۲۷۵۔
[2] ۶ سدرلینڈ صد ۷۱۔
[3] مہاراجہ بوبلی بنام وی۔ نائڈو ۳۹ م صد ۲۶۵۔
[4] ونجاپوری گوندن بنام چاچھا موتو گوندن ۳۵ مدراس لا جرنل صد ۲۰۹۔
[5] یھرگوناتھ شنبی بنام نرسنگ تواری ۳۹ صد ۶۱۔

خرید ار ارکان قابض سے واصلات طلب کرسکتا ہے سوارا مامرتی بنام وینکیا ۱۹۳۴ء ۵۸ انطائر ہند صفحہ ۱۰۸۶۔

بنگال قانون کے اصول بظاہر متضاد

ف ۳۷۱۔ جب ہم بنگال کے اس قانون پر متوجہ ہوتے ہیں جو جمتو وہان (Jimuta Vahana) نے قرار دیا ہے تو مذکور الصدر کل امتیازات فوراً غائب ہو جاتے ہیں۔

ہم نے قبل ازیں (ف ۲۵۹) اس طریقے کو بتلادیا ہے جس سے ایسے مروجہ قانون بنارس کے اس اصول سے کہ بیٹے کو ملکیت پیدائش سے حاصل ہوتی ہے برأت حاصل کی۔ اس نے برعکس اصول قایم کیا۔ یہ کہ لڑکا اپنے باپ کا محض ممکنہ وارث ہے۔ یہ کہ اس سے زیادہ وہ نہیں پاسکتا جس کا چھوڑنا اس کا باپ پسند کرے۔ نظریہ جس میں اس کا اعتراف تھا کہ موروثی جائداد کے انتقالات جو باپ نے کیے ہوں مخرب اخلاق تو ہیں مگر یہ بھی دعویٰ تھا کہ وہ جائز بھی ہیں ایک ایسا نظریہ تھا جس کا قطرۃً انگریز مقننین کے دماغوں پر گہرا اثر تھا۔ اس دعوے کو کہ وہ جائز بھی ہیں قبول کرنا ان کے لیے فطری امر تھا مگر اعتراف مذکور سے انھیں پریشانی ہوئی۔ اسی وجہ سے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ڈبلیو۔ میاکناٹن نے اس طرح سے قانون بنایا جو حقیقۃً متاکشرا کو دہرانے سے زیادہ نہ تھا۔ اور سرہائیڈ ایسٹ (Sir Hyde East) نے ۱۸۱۶ء میں تقریباً یہی رائے قایم کی (ف ۲۶۰) پنڈتوں نے بار بار جمتو وہان کے نظریوں کے مطابق فتاوے صادر کیے۔ لیکن یہ فتاوے متضاد معلوم ہوتے تھے کیونکہ ان کا اطلاق واقعات کے مختلف حالات پر کیا گیا تھا یعنے انتقالات پر اور تقسیم پر۔ انگریز مقنن کے لئے یہ امر بدیہی تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی جایداد کو غیروں کو دے سکتا ہے تو اپنے لڑکوں کو بھی دے سکے گا۔ اور یہ کہ اگر

ظاہری تضاد

۵۱۶

ہر چیز ایک ہی لڑکے کو دوسروں کو محروم کر کے دے سکتا ہے تو یہ دلایل قوی تر سبب کو جس تناسب میں وہ چاہے دے سکتا ہے۔ لیکن ایک ہندو پنڈت نے ایک کارروائی کو انتقال اور دوسرے کو مثل تقسیم کے سمجھا۔ اس نے جمتوواہان کے ایک مجموعۂ احکام کو یہ بتلانے کے لیے پیش کیا کہ مقدم الذکر کارروائی جائز تھی اور دوسرے مجموعے کو وہ بھی جمتوواہان سے یہ بتلانے کے لیے کہ موخر الذکر ناجائز تھی۔ قانون کی بالآخر یکسوئی ہونے تک کافی الجھنیں پیدا ہوئی تھیں۔ یہ واقعہ تعجب خیز نہیں ہے۔ بنگال میں باپ کے اس حق کے متعلق کہ وہ اپنے لڑکوں کے مابین غیر مساوی تقسیم کر سکتا ہے اب بھی یہ بات بہ مشکل کہی جا سکتی ہے کہ قانون کی یکسوئی ہو چکی ہے۔

انتقالات جو باپ نے کیے ہوں۔

ف ۳۷۲۔ سب سے قدیم مقدمہ جس کی رپورٹ شایع ہوئی وہ سنہ ۱۷۹۲ء کا ہے۔ زمیندار نودیا (Nuddea) نے اپنی کل موروثی زمینداری اپنے خلف اکبر کو بطور عطیہ[1] دے دی تھی۔ اس عطیے کی عدالت نے تائید کی۔ دستاویز میں یہ ذکر تھا کہ زمینداری ناقابل تقسیم تھی۔ جب یہ بات تھی تو عطیہ بے ضرورت تھا۔ ملک کے مختلف مقامات کے متعدد پنڈتوں کی رائے کا طلب کرنا بیان کیا جاتا ہے۔ ان کی اکثریت نے یہ اعلان کیا کہ زمینداری کا عطیہ بحق خلف اکبر مع اس بندوبست کے کہ چھوٹوں کو بھی ملے جائز تھا علاوہ ازیں کہ سابق میں زمینداری تقسیم سے مستثنیٰ تھی یا نہ تھی۔ صدر عدالت نے اس رائے کو

۵۱۷

[1] اس دستاویز کو بعض مرتبہ وصیت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور بعض وقت دستاویز ہبہ کے نام سے فی الواقعی وہ وصیت معلوم ہوتی ہے۔

پسند کیا۔ مسٹر کولبروک نے بطور ضمیمہ اس مقدمے پر ایک نوٹ دیا ہے جس میں وہ
پنڈتوں کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں یہ کہ ان کی رائے جمیتوواہان کے نظریوں کے
مطابق ہے وہ یہ کہتے ہوئے ختم کرتے ہیں: "اُس مقدمے میں صدر عدالت کے
عہدہ داران عدالت کی رائے نہیں لی گئی مگر اسے بطور نظیر قبول کر لیا گیا ہے اور اس سے
باپ کے اختیار کی یکسوئی ہوگئی ہے کہ وہ اپنی جائداد کو واقعی طور پر دیدے سکتا ہے
گو اس کا یہ عمل قانون امتناعات کے مغائر ہو اور عام ازیں کہ ہبہ سے ایسا کیا جائے یا
وصیت سے یا تقسیم حصص سے[1]۔" ۱۸۰۰ء میں سپریم کورٹ نے اس فیصلے کا اتباع فرمایا۔
راجہ نوبی کشن اور نیمی چرن ملک کے[2] وصیتوں کو عدالت مذکور نے
جائز قرار دیا۔ بہر صورت مقدم الذکر مقدمے میں غیر منقولہ موروثی جائداد
اس طرح دی گئی تھی کہ اس سے موصی کے لڑکوں پر مضر اثر پڑ رہا تھا۔
۱۸۱۲ء میں صدر عدالت نے اپنے پنڈتوں سے مشورہ کرنے کے بعد
قرار دیا کہ بڑے بیٹے کے حین حیات چھوٹے بیٹے کے حق میں باپ کا
اپنی کل جائداد کو (اصلی ہو کہ ذاتی۔ موروثی ہو کہ غیر موروثی) ہبہ کر دینا
جائز ہے گو مخرب اخلاق۔ کل موروثی جائداد کے ہبہ کو جو اراضی کے
شکل میں ہو منع کیا گیا[3] باوجود اس کے ۱۸۱۶ء مقدمہ بھوانی چرن بنام
ورثائے رام کنت[4] کے سبب قانون پھر بدل گیا۔ اس مقدمے پر
بعد ازاں فقرہ ۱۹۴۰ میں تفصیلی بحث کی جائے گی۔ یہاں اس قدر
بتلا دینا کافی ہے کہ وہ ایسا مقدمہ تھا جس میں باپ نے لڑکوں کے
مابین غیر مساوی تقسیم کی تھی۔ عملاً پنڈتوں نے یہ طے کیا کہ بحیثیت تقسیم

۱۔ ایسانچند بنام ایشورچند صدر دیوانی صفحہ ۲۔ صدر عدالت کا فیصلہ جلد ۲ اسٹرینج ہندو لا
ص ۲۴۷ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۲۔ یف۔ میاکناٹن ص ۳۵۶ مت ۲۴۔

۳۔ رام کمار بنام کشن کنکر ۲ صدر دیوانی ص ۴۲ مت ۵۲۔ یف میاکناٹن ص ۲۷۷۔

۴۔ ۲ صدر دیوانی ص ۲۰۲ ص ۲۵۹۔ یف میاکناٹن۔ ص ۲۸۳ ص ۲۹۴۔

وہ ناجائز تھی کیونکہ مساوات معدوم تھے۔ یہ کہ مثل ہبہ کے اس کی تائید نہیں کی جاسکتی کیونکہ قبضے کی حوالگی معدوم تھی نتیجۃً تقسیم منسوخ کی گئی۔ اس کے فوری بعد ایک طول وطویل نوٹ ہے جس میں پنڈتوں کے آرا کی جانچ پڑتال کی گئی ہے۔ یہ وہ آرا ہیں جو پنڈتوں نے اس مقدمے اور صدر عدالت کے دو سابقہ مقدمات میں دی تھی اور لکھنے والا اشارۃً یہ کہتا ہے کہ جہاں تک موروثی جائداد کا تعلق ہے غالباً ان مقدمات کے فیصلے صحیح طور پر نہیں ہوئے۔ بریں ہمہ یہ ظاہر ہے کہ پنڈتوں نے اس نقطۂ نگاہ سے اتفاق نہ کیا ہوگا۔ کیونکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ۱۸۲۱ء میں انھوں نے باپ کے کیے ہوئے ہبہ کی تائید میں اپنی رائے ظاہر فرمائی۔ باپ نے ایک موروثی تعلقے کا ہبہ اس کے گیارہ لڑکوں میں سے ایک کے حق میں کیا تھا۔ اور ۱۸۲۹ء میں انھوں نے اس بیع کی تائید کی جو زمیندار نے اپنے لڑکے کے حین حیات موروثی تعلقے کے متعلق عمل میں لایا تھا۔ انھوں نے اصول ذیل قرار دیا کہ "مروجہ قانون بنگال باپ کا حق ملکیت موجود رہنے تک بیٹے کے حق کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور بنا بر اں مقدمہ مذکور میں چونکہ رام شنکر (باپ) کا حق متعلق بہ اراضی ہنوز موجود تھا موہن چند (بیٹے) کو اس پر کوئی

بیٹوں کے حقوق

۵۱۸

لہ۔ غالباً یہ متضاد آرا ۱۸۰۰ء میں سر ہائیڈ ایسٹ کے ملاحظے میں تھے جب کہ انھوں نے (Cossinaut Bysack V. Hurroosoondry) (جلد ۲ مور کے خلاصے) میں اپنا فیصلہ صادر فرمایا۔ اس فیصلے میں انھوں نے دو متضاد احکام کے مجموعے کا ایک دوسرے کے مقابلے میں توازن کیا ہے ان کا یہ احساس (Evident Consciousness) بھی بدیہی ہے کہ وہ ایک ایسے بھول بھلیاں میں آگئے تھے جس کے راستے سے وہ واقف نہ تھے۔

لہ۔ راوج کرسنو بنام نرائنی چرن لیف میاکناٹن۔ صد ۲۶۳ ضمیمہ ۸۔

دعوی نہیں ہو سکتا تھا[۱] بالآخر ۱۸۳۱ء میں بہ عدالت اعلی بنگال (Supreme) وہی سوال پیدا ہوا اور صدر دیوانی کے حکام سے استصواب کیا گیا۔ انھوں نے صداقت نامۂ ذیل جواباً روانہ کیا:
جن امور کے متعلق ہم سے استصواب کیا گیا ہے ان پر کامل غور وفکر کرنے کے بعد ہماری متفقہ رائے ہے کہ صدر دیوانی عدالت صرف نظریۂ ذیل قرار دے سکتی ہے اور یہ نظریہ عدالت کے فیصلوں و نیز رسم ورواج کے مطابق ہے کہ ایک ہندو جس کے لڑکے ہوں موروثی غیر منقولہ جائداد موقوعہ صوبۂ بنگال بیع یا رہن لڑکوں کے بلا رضامندی کر سکتا ہے۔ نیز یہ کہ لڑکوں کی بلا رضامندی وہ بذریعۂ وصیت ان کے اس جائداد کو وراثۃً پانے کو منع کر سکتا ہے یا اس میں تبدیلی یا اور طرح اس پر اثر ڈال سکتا ہے۔ ان امور کے متعلق جو استصواب میں بھیجے گئے تھے اس وقت سے یہ صداقت نامہ بنگال کے قانون کے لیے قطعی سمجھا جاتا ہے[۲] اور اس واقعے سے کوئی فرق نہیں ہوتا کہ جائداد ناقابل تقسیم ہے اور صرف بڑے لڑکے پر منتقل ہوتی ہے[۳]۔ بنگال کے مالک جائداد کے[۴]

۱۔ کملا (S. D. 4)۔
۲۔ جگموہن بنام نیمو۔ مارٹن ص ۹ موتی لال بنام متر جیت ۶ صدر دیوانی ص ۷۳، ص ۸۵۔ اس کے بعد ایک نوٹ دیا ہوا ہے کہ اس صداقت نامے سے بھوانی چرن کا مقدمہ منسوخ ہو جاتا ہے۔ حقیقۃً کوئی ایسی بات واقع نہیں ہوئی۔
۳۔ دیکھو تجویز عدالت بہ مقدمۂ رام کشور بنام بھو بنموئی صدر دیوانی ۱۸۵۹ء ص ۲۵۰ بصیغۂ نظر ثانی صدر عدالت نے تصدیق کی۔
۴۔ ا د ے ۵ کلکتہ ص ۱۱۳۔ تارا ین بنام لکھنا تھ ۶ ک ص ۱۶۱۔

۵۱۶ اس حق کے متعلق بے شک کبھی بھی شبہہ نہیں تھا کہ وہ جائداد کو اس طرح دیدے سکتا ہے کہ سوائے خود کی اولاد کے دیگر رشتہ داروں پر اس سے مضر اثر پڑتا ہو۔ مثلاً وہ اپنی بیوہ کو تقسیم پر حصہ پانے سے محروم کرسکتا ہے[۱]

حقوق شرکا ف ۳۷۳۔ ان اشخاص کے متعلق جو بنگال میں شرکا ہوتے ہیں یعنے حقیقی یا عموزاد بھائیوں وغیرہ کے متعلق بھی کوئی دشواری نہیں یعنے ان لوگوں کے متعلق جنھوں نے وراثت کے سبب مشترکا جائداد پائی ہو یا جنھوں نے مشترکاً حاصل کی ہو۔ بنگال میں ہر شریک معین حصے کا مختص ہوتا ہے (ف ۲۶۵) گو کل جائداد کے غیر مشخصہ جزو کا۔ اس کا یہ حق وراثۃً اناث یا دیگر رشتہ داروں کو ملتا ہے گویا کہ اس کی تقسیم ہوگئی ہے اور ہر مرد مالک جائداد اس کو اسی طرح دیدے سکتا ہے جیسا کہ وہ علٰحدہ جائداد تھی یا مکسوبہ ذاتی۔ اور تقسیم کے وقوع پر ایسے انتقالات کا لحاظ مثل اس کے حصے کے کیا جائے گا۔ لیکن بلا شک کوئی بھی اپنے حصے سے زیادہ منتقل نہیں کرسکتا بجز اس کے کہ دوسروں کی رضامندی حاصل کی گئی ہو۔ یا ضروری مقاصد کے لیے[۳]

---

[۱]۔ لیف۔ یم صف ۳۶۔ بھوانی ۳ صدر دیوانی صف ۱۳۸ صہ ۱۸ اشیو داس ایضاً صف ۳۴۳۔ تارانی چرن ایضاً صف ۳۹۷۔ متبنٰے کے لیے دیکھو صف ۱۶۵۔

[۲]۔ وبند راکمار ۷ اک صف ۸۸۶۔

[۳]۔ راج بلب بنام مسماۃ بنکٹا اصدر دیوانی صف ۴۴ صف ۵۹۔ پران ناتھ بنام کالی شنکر ایضاً صف ۴۵ صف ۶۰۔ انند چند بنام کشن ایضاً ۱۱۵ صف ۱۹۲۔ دیکھو مسٹر کولبروک کے نوٹ۔ رام کنکی بنام بلچند جلد ۳ صدر دیوانی صف ۱۷ صف ۲۳ کونلا بنام رام ہری جلد ۳ صدر دیوانی صف ۱۹۶ صف ۲۴۷ سخاوت نر لوک ایضاً جلد ۵ صف ۳۳۸ صف ۳۹۷۔ ۲ میاکناٹن صف ۲۹۱ صف ۲۹۴ صف ۲۹۶ صف ۳۰۶ نوٹ صف ۳۱۳۔

اور علی ہذا بنگال میں غیر منقسمہ شریک اپنے حصے کو پیٹے پر دے سکتا ہے اور اپنے پٹہ دار کو قبضہ بھی دلا سکتا ہے[1] لیکن چونکہ باپ کی جائداد میں باپ کے حین حیات لڑکے کو کوئی حق نہیں ہوتا اس لیے ایسی جائداد کا بیع جو اس نے باپ کی زندگی میں کیا ہو کلیتہً باطل ہوگا۔ چنانچہ یہ تجویز فرمائی گئی ہے کہ اگر خریدار نے قبضہ حاصل کر لیا ہو تو لڑکا اس جائداد کو اپنی حقیت بحیثیت وارث پیدا ہونے پر خریدار سے واپس پا سکتا ہے[2]۔ ہاں خریدار کو زرِ ثمن واپس پانے کا حق حاصل رہے گا۔

انتقال کے خلاف اقرار

ف ۳۷۴۔ ہائیکورٹ الہ آباد میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ شریک خاندان کا یہ معاہدہ کہ وہ اپنا حصہ کسی اور پر منتقل نہیں کرے گا بلکہ صرف دوسرے شریک پر جائز ہے۔ ایسے معاہدے کا نفاذ کرایا جا سکتا ہے اور یہ کہ اس قرارداد کے خلاف اگر کسی غیر کے حق میں جائداد منتقل کی گئی ہو تو ایسا انتقال دوسرے شرکا کی نالش پر منسوخ کیا جا سکتا ہے[3] ۵۲۰ اس تجویز کا جزو مقدم الذکر بے شک شبہے سے دور ہے، لیکن یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ آیا جزو موخر الذکر کا اتباع ایسی عدالتیں بھی کریں گی جو شریک کے اس حق کو تسلیم کرتی ہیں کہ وہ اپنا حصہ دیدے سکتا ہے۔ کیا رکن خاندان کے اس معاہدے کو کہ وہ اپنے معمولی حقوق جائداد استعمال نہیں کرے گا ایسے اجنبی شخص کے خلاف نافذ کرایا جا سکتا ہے جس نے ایسے معاہدے سے لاعلم رہ کر

---

[1] رام دیبول بنام مترجیت ۱۷ ؁ سدرلینڈ صفحہ ۴۲۰ ۔میاکڈ انلڈ بنام لالہ شب ۱۲ الہ آباد صفحہ ۱۶۔

[2] گنگا نارائن بنام بلرام ۲ مورڈائجسٹ صفحہ ۱۵۲۔

[3] لکھمی بنام توری ۱ A صفحہ ۶۱۸ ۔لچھمن بنام کاٹیشر ۲ صفحہ ۸۲ دیکھو آگے فقرات ۴۲۶ و ۴۸۶۔

معاملہ کیا ہو؟ بہ الفاظ دیگر کیا ایسا معاہدہ دیگر ارکان خاندان کے حق میں معاملۂ امانت سے بڑھ کر سمجھا جائے گا۔ اصولاً ایسی امانت ایسے خریدار کے مقابلے میں بے اثر ہوگی جس نے قیمت دی ہو اور جسے امانت کی اطلاع نہ ہو[1]۔ ایسے معاہدے کے متعلق یہ قرار دیا گیا ہے کہ اس خریدار کے مقابلے میں بے اثر ہوگا جس نے تعمیل ڈگری کے نیلام میں جائداد خریدی ہو[2]۔

ہبہ کے مقدمات

۳۷۵ ۔ سابقہ فقرات میں کہیں بھی ہبہ اور انتقال بہ بدل قیمتی میں کسی قسم کا امتیاز نہیں کیا گیا۔ یہ یاد ہوگا کہ مدراس اور بمبئی کے عدالتہائے عالیہ شریک خاندان کو اپنا حصہ قیمتی بدل کے لیے منتقل کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن بطور ہبہ اجازت نہیں دیتے (فقرات ۳۵۸، ۳۶۱)۔ ہائیکورٹ بنگال کی رائے کے مطابق ایسے خریدار کو حقوق حاصل ہو سکتے ہیں جس نے قیمت دی ہو مگر موہوب لہ یا معطی لہ کو حقوق حاصل نہیں ہوتے جب کہ صرف بر بنائے ضرورت کسی معاملے کی تائید کی جا سکتی ہو تو بے شک ہبہ ہرگز جائز نہیں ہو سکتا غالباً ایک استثنائی صورت ایسے عطیوں کے لیے ہو سکتی ہے جو جائداد کے چند حصوں سے متعلق ہوں اور جن کی غرض کار خیر ہو۔ باب ۱۲ مذہبی عطیوں سے متعلق ہے۔ اس باب میں اس مضمون پر تفصیلی بحث کی جائے گی جب کہ جائداد قطعاً اس کے مالک کے اختیار تصرف میں ہو تو وہ اسے ایسی آزادی سے دے سکتا ہے جیسا کہ وہ اسے فروخت یا رہن کر سکتا ہے[3]۔ مثلاً بنگال کے

---

[1] کنا پشارودی بنام کومبی ا۔جن ۴ م صفحہ ۱۴۱؛ علی حسن بنام دھرچا ۱۴ ا صفحہ ۵۱۸ یترمبک جیواجی بنام سکھارام ۱۲ بمبئی صفحہ ۵۹۹ ۔

[2] گولک ناتھ بنام متھورا ۲۰ ک صفحہ ۲۷۳ ۔

[3] سانیادین بنام درمارا جین فیصلہ جات مدراس ۱۸۵۳ء صفحہ ۲۹۱ ۔ اور دیکھو ان اسناد کو جو فقرہ ۳۴۷ کے تحت دیئے ہوئے ہیں۔ ۲ ڈائجسٹ صفحہ ۱۵۹ ۔

قانون میں باپ کی جائداد یا کسی اور شخص کی مکسوبۂ ذاتی ۔ اس کا یہ اختیار ایک حد تک ان اشخاص کے دعاوی کا تابع ہوتا ہے جو اس سے نان و نفقہ پانے کے مجاز ہوں[1] ۔ اور جب کہ ہبہ کو جائز سمجھا جا رہا ہو یہ ہو سکتا ہے کہ اس سے شرائط وابستہ کئے گئے ہوں ۔ مثلاً یہ کہ معطی کو اس کے حین حیات معطی لہ پرورش کرے ۔ اور یہ کہ اس کے مرنے کے بعد اس ہبہ کے عوض اس کا کریاکرم (Exequial Ceremonios) کیا جائے[2] ۔ یہ کہ معطی لہ ان دعاوی سے دست بردار ہو جائے جو معطی کے مقابلے میں ہوں اور بت کے پوجا پاٹ کے اخراجات کی بجا آوری کی جائے[3] ۔ یہ کہ ایک خاص واقعے کے وقوع پر جائداد دوسرے کو ملے[4] ۔ علیٰ ہذا مرض الموت کا ہبہ (donatio mortis causa) اس شرط کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے کہ وہ معطی کے صحت پانے کی صورت میں مسترد ہو جائے گا[5] ۔ لیکن وہ ہبہ ناجائز ہوگی جس سے ایسی ملکیت جائداد پیدا کی گئی ہو جو ہندو قانون میں ممنوعہ ہو یا جس سے قانون مذکور لاعلم ہو[6] ۔ شرائط جو نوعیت عطیہ کے لیے متناقض ہوں مثلاً انتقال جائداد کا امتناع[7] یا امتناع تقسیم ناجائز ہیں[8] ۔

مشروط ہبہ

521

ناجائز

---

[1] ۔ اس کی وسعت کے لیے دیکھو آگے فقرہ ۴۶۱ ۔

[2] ۔ رام نراین بنام مسماۃ ست بنسی ۳ صدر دیوانی صہ ۳۲۷ ۔ ۵۰۳ ۔

[3] ۔ مہادیب چندر بنام راماسندری صدر دیوانی سنہ ۱۸۵۳ء صہ ۱۰۳ ۔ گوکل ناتھ بنام ایشوریشن ۱۴ اک صہ ۲۲۲ ۔

[4] ۔ سورج منی داسی بنام دینو بندو ۹ (M. I. A.) صہ ۱۲۳ عدالت سے ٹگور بنام ٹگور ۴ بنگال لا رپورٹ صہ ۱۹۲ ۔

[5] ۔ وسالچھمی ۶ مدراس ہائیکورٹ صہ ۲۷۰ ۔

[6] ۔ ٹگور صہ ۱۰۳ ۔ ۹ (B. L. R.) صہ ۳۷۷ ۔

[7] ۔ منصو کمار جیٹی بنام انتھنی ۱۰ الہ آباد ۲۸ م صہ ۸۶۷ ۔

[8] ۔ دیکھو ۴۲۶ ۔ یف ۔ بم صہ ۳۲۷ ۔ وینکٹ رامنا بنام برامنا م M. H. C صہ ۳۴۵ ۔

علیٰ ہٰذا کل ایسے شرائط ناجائز ہیں جو مخرب اخلاق یا خلاف قانون ہوں۔ جب کہ ہبہ اور طرح جائز ہو تو خود ہبہ جائز ہوگی البتہ شرائط جو متناقض ہوں۔ یا ناجائز یا مخرب اخلاق بے اثر ہوں گے۔ جب کہ شرط ناجائز بدل ہبہ ہو اور اس طرح اس کا جزو لاینفک تو دونوں (یعنے شرط اور خود ہبہ) بے کار ہو جائیں گے[1]۔ جب کہ ہبہ یوں بھی اس طرح مکمل ہوگئی ہو کہ جائداد قطعی طور پر معطی سے معطی لہ پر منتقل ہوگئی ہو تو شرائط جو بعد میں اضافہ کیے جائیں قطعاً باطل ہیں۔ کیونکہ اس شخص کو ایسا کرنے کا حق باقی نہیں رہا جو شرائط عائد کرنے کی کوشش کر رہا ہے[2]۔ اگر الف کے حق میں ہبہ کیا جائے اور یہ شرط عائد کی گئی ہو کہ باقیماندہ جائداد (یعنے الف کے مرنے کے بعد) ب کو ملے اور ایسا ہو کہ ہبہ بحق الف باطل ہو تو جو ملکیت جائداد ب کے لیے پیدا کی گئی تھی وہ مستعجل ہو کر (accelerated) فوراً نافذ ہو جاتی ہے[3]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) امیر الدولہ بنام نبتری ۶ ایضاً صفحہ ۳۵۶۔ ٹھاکر کا بلنا نتھ بنام گورنمنٹ ۱۴ B. L. R. صفحہ ۴۵۷ ۔ ۲۲ سدرلینڈ صفحہ ۱۷۔ انا تھا بنام ناگا موتو ۳م صفحہ ۲۰۔ گوکل ناتھ ۳ الک صفحہ ۲۲۲۔ علی حسن بنام دھرجا ۳ A صفحہ ۵۱۸۔ نارائن بنام کنن ۷م صفحہ ۳۱۵۔ بھرو بنام بیر بیشری ۷ بھیرتا ۲ میسور صفحہ ۱۲۲۔ قانون انتقال جائداد (سنہ ۱۸۸۲ء) دفعات ۱۰ / ۱۲۔ پٹے میں ایسی شرط کے لیے دیکھو دینکتر و یا بنام شیورم مت ۷ بمبئی صفحہ ۲۵۶۔ تلما دھب بنام نراتم ۱۷ کلکتہ صفحہ ۸۲۶۔ رہن میں مکنی بنام متن بھوٹ ۵م صفحہ ۱۸۶ دیکھو ٹگور بنام ٹگور ا ورنیا و لا ریورٹ ۲ پی سی صفحہ ۴۷ تقسیم نہ کرنے کے لیے معاہدہ دیکھو صفحہ ۸۶۔

[1] رام سروپ بنام مسماۃ بیلا ۱۱ I. A. صفحہ ۴۴ ۔ ۶ A صفحہ ۲۱۳۔ قانون انتقال جائداد دفعات ۲۵ و ۱۸۔ ڈگڈیل ۳۸ چانسری ڈویژن صفحہ ۱۷۶۔ فدمہ مور ۳۹ ایضاً صفحہ ۱۱۶۔

[2] رام سروپ ایضاً اوپر۔

[3] اجودھیا بخش بنام مسماۃ رکمن کنور ۱۱ I. A. صفحہ ۱۔ قانون انتقال جائداد دفعہ ۱۲ دیکھو دفعہ ۱۶

الف کے حق میں ہبہ اس شرط کے ساتھ کہ اس کا استفادہ بلوغ کے بعد تک ملتوی رہے تو اچھا ہے مگر شرط خراب۔ بجز اس کے کہ کسی دوسرے کو اس درمیان میں جائداد دی گئی ہو[لے] اور بے شک ایسے انتقال پر بھی اسی اصول کا اطلاق ہوگا جو قیمت کے لیے ہو۔ (جدید دیکھئے سراجو بالا ۱۹۳۱ء سہ ۱۳ انظائر ہند صـ ۵۴۸۔ امراؤ سنگھ بنام بالدلبو سنگھ ۱۹۳۳ء سہ ۳۴ انظائر ہند صـ ۶۱۵)۔

قبضہ

ف ۳۷۶ نظریہ یہ ہے کہ ہندو قانون کے تحت بلا قبضے کے ہبہ ناجائز ہے[لے] اس نظریے کو جس اعتماد اور بھروسے سے بیان کیا جاتا ہے کسی اور کو اس طرح بیان نہیں کیا جاتا۔ تاہم جسے حقیقت میں ہندو قانون کہا جاتا ہے وہ قانون کسی ایسے قاعدے پر جو بطور خاص ہبہ سے متعلق ہو بہت ہی کم زور دیتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ برہمن مقننین نے ہمیشہ سے عطیوں اور ہبہ کی طرفداری کی ہے۔ کیونکہ وجہ ظاہر ہے کہ عموماً برہمنوں کے حق میں ایسا کیا جاتا تھا۔ قانون ہبہ پر قدیم رشیوں نے بحث کی ہے مگر اس خاص حوالے کے ساتھ کہ وہ منسوخ کیے جاسکتے ہیں۔ اس کا انحصار غرض ہبہ پر ہوتا ہے یا واہب کے خاص حالات پر۔ وراہسپتی کہتا ہے: "جو چیزیں آٹھ امور ذیل کی بابت دیے گئے ہوں واپس نہیں لیے جاسکتے۔ شعرا۔ گویّے وغیرہ سے سن کر لطف اندوز ہونے کے لیے۔ اشیائے مبیعہ کی قیمت کے لیے۔ دلھن یا اس کے خاندان کو جو چیز شادی کے سلسلے میں دی گئی ہو۔

لے۔ گورے شیو گر بنام ریوٹ کارنک ۱۳ ب۔ صـ ۶۴۳۔ گوردن داس بنام بائی منکور ۲۶ ب صـ ۴۴۹۔

لے۔ برطانوی ہند کے ان حصوں میں جہاں کہ قانون انتقال جائداد کا اطلاق ہوتا ہے قانون مذکور کے دفعات ۱۲۳ و ۱۲۹ متعلق ہوں گے۔

محسن کو بہ سلسلۂ اعتراف احسان جو چیز بن بطور تحفہ شخص محق کو فطری محبت
یا دوستی کے سبب دی جائیں۔ جو کچھ بھی کسی نے غصے کی حالت میں
یا بہت زیادہ مسرت میں۔ یا لاپروائی سے۔ یا حالت مرض نابالغی۔
یا دیوانگی میں۔ یا خوف کے زیر اثر۔ یا ایسے نے دی ہو جو نشے میں
تھا۔ یا بہت ہی ضعیف تھا۔ یا ذات باہر شخص نے۔ یا مخبوط الحواس نے
یا ایسے شخص نے دی ہو جو رنج یا درد میں مبتلا تھا۔ یا جو کچھ تعمیل کو دیں
دیا گیا ہو۔ ان تمام کو باطل قرار دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز ایسے بدل
کے لیے دی گئی ہو جس کی تعمیل نہ ہوئی ہو۔ یا خراب آدمی کو غلطی سے
اچھا آدمی سمجھ کر۔ یا فعل ناجائز کے لیے تو مالک اسے واپس لے سکتا
ہے۔[1] کیتناین کہتا ہے کہ "وہ جس نے مرشد سے وعدہ کر کے تحفہ
نہ دیا ہو بطور قرضہ اس کے دینے پر مجبور کیا جانا چاہیے اور سب سے
پہلے اس جرمانے کے ادا کرنے کا مستوجب ہوتا ہے" اور ہریت (Harita)
وسیع الفاظ میں یہ قرار دیتا ہے کہ "قانوناً جو وعدہ
زبانی کیا گیا ہو مگر عملاً اس کی تعمیل نہ کی گئی ہو اس دنیا اور آنیوالی دنیا
دونوں میں ایسا قرضہ ہے جیسے ضمیر سے تعلق ہے"[2] ایک مقدمے میں
جس کی رپوٹ مسٹر میاکناٹن نے کی ہے[3] پنڈت کے پاس جو واقعات
بھیجے گئے اس میں یہ بیان تھا کہ "واضح طور پر یہ ظاہر نہیں ہے کہ
معطی لہ نے کبھی بھی دی ہوئی جائداد کا قبضہ حاصل کیا"۔ اس کے
فتوے نے یہ کہا کہ عطیہ واپس نہیں ہو سکتا۔ سند میں منو کا اقتباس
کیا گیا کہ "دختر کی تقسیم ایک ہی مرتبہ ہوتی ہے۔ دوشیزہ کی صرف

۵۲۳

---

[1] ۲ ڈائجسٹ ۴۳، ۱۷ و ۱۹۰۷۔ نارد حصہ ۲ باب ۴۔ کیتناین ۲ D ۱۹۷۔ منو باب ۸۔
گوتم ۲ D ۱۶۲۔ دفعہ ۱۲۶ T. P. A.۔

[2] ۲ D صفحہ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔

[3] جلد ۲ ڈبلیو میاکناٹن۔ صفحہ ۲۴۹۔ مقدمہ نمبر ۱۳۔ نیز دیکھو باب ۲۵ صفحہ ۲۴۳۔

ایک وقت شادی کر دی جاتی ہے۔ اور صرف ایک مرتبہ کوئی کہہ سکتا ہے "میں دیتا ہوں" ان تین امور کو اچھے لوگ ایک مرتبہ کرتے ہیں اور مسترد نہیں کرتے۔" اس میں شک نہیں کہ پنڈت نے یہ بھی جواب دیا کہ عطیے کے بغیر بھی معطی لہ جائداد کا اس بنا پر مجاز ہو سکتا ہے کہ اس کو کرتم شکل[1] (Kritima form) میں متبنی کیا گیا ہے۔ یا گنو لک نے لزوم قبول کو بہت زیادہ نمایاں طریقے سے پیش کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "ہبہ کا قبول کیا جانا علی الاعلان ہونا چاہیے۔ بالخصوص جائداد غیر منقولہ کی صورت میں۔ جو کچھ بھی قانوناً دیا جا سکتا ہو اور جس کے دینے کے لیے معاہدہ ہوا ہو ہبہ کیے بعد واپس نہ لیا جانا چاہیے"۔ اس حکم نے جواز ہبہ کے لیے قبضے کو ضروری قرار دیا ہے۔ اس حد تک معلوم یہ ہوتا ہے کہ یا گنو لک نے ہبہ کو اور دوسرے طریقۂ انتقالات کو ایک ہی حیثیت دے رکھی ہے اس سے پہلے کی عبارت میں[2] وہ کہتا ہے "بر بنائے حقیت حاصل کرنا قبضے سے قوی تر ہے بجز اس کے کہ قبضہ اسلاف سے آیا ہو۔ لیکن حقیت سے حصول جائداد بلا قبضے کے بے سود ہے۔ گو قبضے کی مدت تھوڑی ہی ہو"۔ مصنف مٹاکشرا[3] نے کل مضمون پر بہت ہی طول وطویل بحث کی ہے۔ دو عنوانات کے تحت۔ قبضہ بلا حقیت اور حقیت بلا قبضہ ہبہ کے متعلق وہ کہتا ہے "اپنے خود کے حق سے دست بر داری اور دوسرے کے لیے حق کا پیدا کرنا ہبہ ہے۔ اور دوسرے آدمی کا حق پیدا ہوتا ہے جب کہ وہ دوسرا اس ہبہ کو قبول کرے کوئی اور صورت نہیں ہے۔ قبول کے تین ذرائع ہیں۔ ذہنی۔ زبانی یا جسمانی۔ ۳۲۴

[1] یا گنو لک ۲ صفحہ ۱۷۶۔
[2] ر صفحہ ۲۷۔
[3] مٹاکشرا باب ۲ فقرات ۵ و ۶ جن کا ترجمہ ولیم میکناٹن نے کیا ہے صفحہ ۲۱۲ صفحہ ۲۱۷۔

ذہنی قبول یعنے عزم تصرف۔ زبانی قبول یعنے الفاظ ذیل کا اظہار "یہ میری ہے یا مثل میری ہونے کے"؛ جسمانی قبول کے طریقے چند در چند ہیں۔ مثلاً "مس کر کے"۔ زمین کی صورت میں قبول تھوڑے سے قبضے کے ساتھ ساتھ ہونا چاہیے کیونکہ اس کے پیداوار سے استفادے کے بغیر جسمانی قبول ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسا نہ ہو تو ہبہ۔ بیع۔ یا دیگر انتقال مکمل نہ سمجھا جائے گا۔ لہذا حقیت جو پیداوار کے استفادے پر مشتمل ہو اور جسمانی قبول معدوم ہو اس حقیت سے کمزور ہو گی جو اس کے ساتھ ہو یا جن میں ایسی جسمانی قبولیت ہو۔ لیکن یہ صورت صرف اس وقت پیدا ہو گی جب کہ ان دونوں میں سے یہ معلوم کرنا مشکل ہو کہ کسے ترجیح ہے۔ لیکن جب اس کا تعین ہو جائے کہ بہ لحاظ وقت کونسی چیز اول ہے اور کونسی بعد ہے تو محض مرجح حق سے قوی تر ثبوت ملے گا۔ یا تاویل حسب ذیل ہو سکتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دستاویزات۔ قبضے اور گواہوں پر شہادت مشتمل ہوتی ہے۔ اس کو تمہید میں بطور عام قاعدے کے بیان کرنے کے بعد احکام ذیل پیش کیے گئے ہیں تا کہ یہ معلوم ہو کہ جب

لہ۔ انگریزی قانون میں یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ معطی لہ نے ہبہ کو قبول کر لیا۔ یہ قیاس باقی رہتا ہے تاایں کہ اس کا اختلاف ظاہر ہو گو معطی لہ واقف نہ ہو کہ ہبہ ہوا ہے۔ یہ قرار دیا گیا ہے کہ اس قیاس کا اطلاق ہو گا گو معطی نے یہ خواہش کی ہو کہ معطی لہ کے واقف ہونے سے پہلے کہ ہبہ کیا گیا ہے وہ مسترد کرے گا۔ دیکھو تجویز جسٹس لنڈلے ۲۱ (Q. B. D.) صفحہ ۵۴۱۔ ہاں جب حوالگی ضروری ہو محض دینے اور قبول کرنے کے الفاظ جنھیں معطی نے معطی لہ پہ ظاہر کیا ہو اور معطی لہ نے معطی سے تو بغیر حوالگی کے جائداد منتقل نہیں ہوتی جیسا کہ منقولہ کے زبانی ہبہ ہیں۔ (Cochrave V. Moore 25 Q. B. D. 57.)

تینوں قسم کی شہادت مجتمع ہوجائے تو کس کو فوقیت حاصل ہوگی۔ احکام یہ ہیں، حقیت اس قبضے سے قوی تر ہے جو موروثی جانشینی کے بغیر ہو اور جب کہ کچھ بھی قبضہ نہ ہو وہاں صرف حقیت کافی نہیں ہے۔" بظاہر وجنشور کی رائے میں تکمیل ہبہ کے لیے قبول ضروری تھا کیونکہ ہندو مقنن کی رائے کے مطابق جائداد حالت التوا میں نہیں رہ سکتی۔ ایک سے دوسرے پر منتقل ہی نہیں ہوتی یہاں تک کہ دوسرا اسے لے۔[1] رہن یا بیع سے قبول خود بخود لازم ہوتا ہے کیونکہ وہ ایسی کارروائی ہے جس میں دو فریق ہوتے ہیں۔ ہبہ کی صورت میں اس قسم کی کوئی چیز بطور مفروضہ موجود نہیں ہوتی۔ لیکن واقعی جسمانی قبول کی حد تک یا جیسا کہ وہ اسے تھوڑا سا قبضہ کہتا ہے وہ ہبہ کو بیع یا دیگر انتقال کی حیثیت دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ ان تینوں کے متعلق قبضے کی شہادت اہم ہوتی ہے تاکہ دعاوی متنازعہ کے مابین جب کہ ایسی نزاع موجود ہو ترجیح کا تعین ہو سکے۔ جب کہ ایسی نزاع موجود نہ ہو تو عام قاعدے کا اطلاق ہوگا "گرو۔ ہبہ یا بیع کی صورت میں پہلے معاہدے کو زیادہ تقویت حاصل ہوتی ہے"۔[2] ۵۲۵

ناممکمل ہبہ نافذ نہیں ہو سکتا

۷۷۳۔ یہ قاعدہ کہ جواز ہبہ کے لیے قبضہ واقعی ضروری ہے۔ ہندو قانون کے کسی خاص نظریے سے پیدا نہیں ہوا۔ غالباً اس عام اصول سے پیدا ہوا جو تمام نظام ہائے قانون میں پایا جاتا ہے۔ یہ کہ وعدہ بلا بدل نافذ نہیں کرایا جا سکتا گو فعل بلا بدل جب مکمل ہوجائے مسترد نہیں ہو سکتا۔[3] اس حد تک ہماری عدالتوں میں قدیم سے اس نظریے کو تسلیم کیا گیا ہے اور

---

[1] گوروندا س ۲۶ بمبئی صفحہ ۴۴۹۔
[2] مثاکشرا باب ۳ فصل ۲ ف ۶ جلد ا ڈبلیو میکناٹن صفحہ ۲۰۰۔
[3] کالیداس 11 I. A. صفحہ ۲۲۳۔

بہت زمانے سے اس پر عمل کرایا جاتا ہے[1]۔ انگریزی نظریہ عمدالتہائے نصفت یہ ہے کہ امانت کا اعلان غرض امانت کے حق میں نافذ کرایا جا سکتا ہے گو وہ قانونی انتقال کے مثل نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ آیا اس نظریے کو وسعت دے کر مقدمات ہندو قانون سے متعلق کیا جا سکتا ہے۔ اس کا ہنوز تصفیہ نہیں ہوا[2]۔ اس کا بالکل یقین ہے کہ پجاری کو آئندہ عطیہ دینے کے وعدے کو دنیاوی عدالتیں نافذ نہیں کریں گی گو وہ پجاری نہایت ہی مقدس ہو[3]۔ اگر معطی نے ہبہ کی تکمیل کے لیے جو کچھ اس کے امکان میں تھا کر دیا ہو۔ اور شخص ثالث اس ہبہ کو پوری طرح موثر نہ ہونے دینے کی کوشش کرے تو یہ واقعہ کہ قبضہ نہیں دیا گیا اس نالش میں جواب نہیں ہو سکتا جو معطی لہ نے

---

[1] جلد ۲ ہندو قانون مولفہ اسٹرینج صفحہ ۴۲۶۔ ۲ ڈبلیو میاکناٹن صفحہ ۲۲۳۔ مقدمہ ۳۶۔ کشٹو سندری بنام کشٹو موتی۔ مارشل صفحہ ۳۶۷۔ شام سنگھ بنام مسماۃ امراو تی ۲ صدر دیوانی صفحہ ۷۶ صفحہ ۹۲۔ ہرجیون بنام نارن ہریابی ۴ بمبئی ہائیکورٹ (مرافعہ) صفحہ ۳۱۔ واسدیو بنام نرائن ۷ ب صفحہ ۱۳۱۔ اباجی گنگا دھر بنام کمتا ۱۸ بمبئی صفحہ ۶۸۸۔ راما مرتھا بنام گوپال ۱۹ م صفحہ ۴۳۳۔ قانون انتقال جائداد (نشان ۴ سنہ ۱۸۸۲ء) دفعہ ۱۲۲ معطی لہ یا اس کی جانب سے قبول کی ضرورت بتلاتی ہے مگر معطی کے حین حیات قبول ہونا چاہیے اور جب کہ وہ ہنوز دینے کے قابل ہو۔ اگر معطی لہ قبل قبول مر جائے تو ہبہ کالعدم ہو گی۔ لیکن دفعہ ۱۲۹ سے مذکورۂ بالا احکام کا اطلاق ہندو قانون پر نہیں ہوتا اور نہ اس پر اثر پڑتا ہے۔

[2] وینکٹ شلا بنام تھاتما ۴ M. H. C. صفحہ ۴۶۰۔ ہربائی بنام جان محمد ۷ ب صفحہ ۲۲۹۔ بھاسکر پرشوتم بنام سرسوتی بائی ۱۷ بمبئی صفحہ ۴۸۶۔ گوروند اس ۲۶ ب صفحہ ۴۴۹ صفحہ ۴۷۲۔

[3] مینجنا دھیا بنام تنگما فیصلہ جات مدراس سنہ ۱۸۶۱ء صفحہ ۲۴۔ نرسنگ بنام مہنت صدر دیوانی سنہ ۱۸۵۷ء صفحہ ۱۰۰

مخل ہونے والے کے خلاف رجوع کی ہو[1]۔

قبضہ کسے کہیں گے

ف ۳۷۸۔ تکمیل ہبہ کے لیے معطی کو چاہیے کہ ظاہری ثبوت ملکیت معطی لہ پر منتقل کر دے[2]۔ ہاں اگر تبدیل قبضہ نوعیت معاملہ کے مطابق ہو تو کافی ہوگا۔ لہذا جب کہ ایسی زمین ہبہ کی جائے جو اسامیوں (tenants) کے قبضے میں ہو تو معطی لہ کا لگان وصول کرنا کافی ہوگا۔ گو ایسے شخص کے ذریعے وصول کیا جائے جو سابق میں معطی کے کارندے کی حیثیت سے لگان وصول کر رہا تھا۔ یا دستاویز ہبہ اور اسامیان کی جاری کردہ (Counterpart lease) کا معطی لہ کے حوالے کرنا کافی ہوگا[3]۔ بنا بر اں غیر حاضر شخص کے حق میں ہبہ کی جا سکتی ہے اگر اس کا قبول کیا جانا یقینی ہو۔ لیکن اگر اس کا علم نہ ہو کہ آیا وہ اسے قبول کرے گا یا نہیں تو معطی کا حق

۵۲۶

---

[1] کالیداس بنام کنیالال - ۱۱ مرافعہ جات ہند صـ ۲۱۸ - ۱۱ ک صـ ۱۲۱ - بچھو صـ ۱۸۷ جہاں اس مقدمے کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ مقدمات شرع اسلام میں اس کا اتباع کیا گیا محمد بخش بنام حسینی بی بی ۱۵ I. A صـ ۸۱ ۱۵ ک صـ ۶۸۴ - شیخ محمد بنام زبیدہ جان ۱۶ .I. A صـ ۲۰۵ - ۱۱ A صـ ۴۶ - بالمکند بنام بھگوان ۱۸۵ A ۱۹ -

[2] - دستاویز ہبہ کی محض رجسٹری کر دینا کافی نہیں۔ کچھ نہ کچھ قبضہ یا معطی لہ کا قبول ضروری ہے لکشمنی بنام تنیانند - ۲۰ ک صـ ۴۶۴ اس مقدمے میں واقعہ یہ تھا کہ معاملہ مذکور قانون انتقال جائداد کے نفاذ سے قبل ہوا تھا۔ قانون مذکور کے بعد سے اس قسم کا جسمانی قبضہ ضروری نہیں جبکہ رجسٹری شدہ دستاویز کے ذریعے انتقال جائداد اور اعلان امانت عمل میں لایا گیا ہو۔ رنگناتھ بنام بھاگیرتی ۲۹ م صـ ۴۱۲ معطی کا کسی طرح بھی ملکیت کو جاری رکھنا ہبۂ کامل کے متناقض ہے نواب ابراہیم علی خاں بنام امۃ الزہرا ۲۴۱ .I. A صـ ۱ A. 19 صـ ۲۶۷ -

[3] - بنک آف ہندوستان ۵ بمبئی ہائیکورٹ صـ ۸۳ - تونناتن ۶ مدراس ہائیکورٹ صـ ۱۹۴ - ہرجیون ۴ بمبئی ہائیکورٹ صـ ۳۱ - من بہاری بنام نونہد ۴ A صـ ۴ کلیانی بنام نرائن ۹ م صـ ۲۶۷ - التوری بیگم بنام نظام الدین ۲۱ .A صـ ۱۶۵ -

جاری رہے گا۔[1] بنگال کے ایک پنڈت نے چنانچہ بیان کیا کہ گو معطی نے قبضہ باقی رکھا ہو گا ہبہ جائز ہو گی اگر دستاویز میں بہ صراحت یہ کہا گیا ہو کہ وہ اس جائداد پر عاریتہً بہ اجازت معطی لہ قابض ہے[2] اسی باعث یہ قرار دیا گیا ہے کہ جب کہ معطی لہ قبضہ لینے کے قابل نہ ہو مثلاً یہ کہ وہ نابالغ یا فاترالعقل ہو تو معطی کا قبضہ کافی ہو گا۔ ایسی صورت میں صراحتہً یہ کہنا چاہیے کہ معطی لہ کے لیے امانتہً یہ قبضہ ہے[3] اور اگر معطی لہ قبل ہبہ تنہا قابض تھا یا معطی کے ساتھ مشترکاً تو بلا جدید حوالگی کے اس کے قبضے کا جاری رہنا کافی ہو گا۔[4] علیٰ ہذا جب کہ متعدد معطی لہم میں سے یوں بھی قابض ہو تو سب کی جانب سے اس کے حق میں ہبہ کا اعلان بغیر قبضہ دینے کے کافی ہے۔[5] غیر مادی حق کا ہبہ کافی ہو گا اگر وہ ایسے طریقے سے کیا جائے جو انتقال شئے نالش (choses in action) کے لیے کافی ہوتا ہے۔[6] مذکورالصدر اصول سے خود بخود یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ معطی لہ اس وقت جب کہ ہبہ نافذ ہو رہی ہے موجود اور ہبہ کو قبول کرنے کے قابل ہونا چاہیے عام ازیں کہ ہبہ متعلق بہ زمانۂ حال ہو یا بہ زمانۂ مستقبل۔[7] صرف دو استثنائی اشکال حسب ذیل ہیں:

۵۲۷

[1] جسٹس میاکفرسن نے سری کرشن کے فیصلے کا بہ مقدمہ کرشنا رمانی بنام انند ۳ بنگال لاء رپورٹ صہ ۲۹۱ پسند کرتے ہوئے ذکر فرمایا۔

[2] شیو داس ۳ صدر دیوانی صہ ۲۳۴۔

[3] رواج پنجاب صہ ۷۵۔ ۲ ڈبلیو میاکناٹن صہ ۲۴۳۔

[4] میاجی بنام ہمتا منتخب رپورٹ بمبئی صہ ۸ صہ ۸۹۔ شیخ ابراہیم بنام شیخ سلیمان ۹ بمبئی صہ ۱۴۶۔ یہ اس کے پہلے کے مقدمے کا شرع اسلام کے تحت فیصلہ کیا گیا شرع اسلام اور ہندو قانون متفق ہیں۔ [5] بائی خوشحال بنام لکھما ناء بمبئی صہ ۴۵۲۔

[6] جلیا بنام بسمارم صہ ۲۳۔ خورشید جی بنام پینجی ۱۲ ب صہ ۵۷۳۔

[7] یہ وہ وقت ہے جب کہ فی الواقعی دینے کا عمل ہو رہا ہو یعنے تاریخ ہبہ

ایک تو اس بچے کے متعلق جو ہنوز رحم مادر میں ہو اور دوسرے اس متبنے کے متعلق جو شوہر کے مرنے کے بعد اس کی اجازت کے تحت متبنیٰ لیا گیا ہو۔ قانونی مفروضے سے ایسے اشخاص وفات معطی کے وقت موجود سمجھے جاتے ہیں[۱]۔ ایسے بت کے حق میں جو موصی کے مرنے کے وقت موجود نہ ہو ہبہ جائز ہے[۲]۔

ایسی جماعت کے حق میں ہبہ جن میں کے چند لینے کے قابل نہ ہوں

ف ۳۷۹۔ اس اصول کے سبب جس کا اس سے پہلے ذکر کیا گیا ایک قسم کے مقدمات پیدا ہوئے ہیں جن کے متعلق اسناد میں خفیف سا تضاد معلوم ہوتا ہے۔ انگلستان میں اصول ذیل طے شدہ ہے کہ جب ہبہ یا ہبہ بالوصیت ایک جماعت اشخاص کے حق میں کیا جائے اور ان میں کے چند لینے کے قابل نہ ہوں تو کل کے لیے وہ معاملۂ انتقال بےکار ہو جائے گا۔ یہ اصول انگریزی قانون کی کسی اصطلاحی باریکی پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ معطی کا منشا یہ تھا کہ کل مساوی طور پر مستفید ہوں۔ اور یہ کہ یہ معلوم کرنا ناممکن ہے کہ اس کے خواہشات کا کیا رنگ ہوتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جب کہ زندہ اشخاص کے مابین ہو۔ اگر وصیت سے ہو تو موصی کے وفات کا وقت۔ حاصل کرنے کے وقت سے بحث نہیں۔ اگر باقیماندہ کی تملیک ہو تو تاریخ تملیک۔ دیکھو ٹگور بنام ٹگور ۹ بنگال لارپورٹ صـ ۳۹۹ ۱۸ اسدرلینڈ صـ ۳۵۹۔ سوداسنی بنام جگیش ۲ک صـ ۲۶۵۔ کھیرو دامنی بنام درگامنی ۴ک صـ ۴۵۵۔ بائی سمو مائی بنام دوسامو راجی ۵ ابمبئی صـ ۴۴۳۔ آگے و ۳۸۴۔ رنگناتھ ۲۹ مـ صـ ۴۱۲۔

[۱] ٹگور بنام ٹگور سپ بنگال لارپورٹ (اودھ) صـ ۱۰۳۔ پریوی کونسل میں مرافعہ ہونے پر جلد ۹ بنگال لارپورٹ صـ ۳۷۷ صـ ۳۹۷ صـ ۴۰۲ صـ ۴۰۴ ۱۸ اسدرلینڈ صـ ۳۵۹۔

[۲] بھوتی ناتھ بنام رام لال ۷ ۴ک صـ ۱۲۸۔ اطلاس کامل۔ چٹر بھوج بنام چیٹرجی ۳۳ A صـ ۲۵۳۔ اگر بت یقینی نہ ہو تو ہبہ کالعدم۔ بھیندن لال ایضاً صـ ۷۹۳۔

اگر اس کو اطلاع ہوئی ہوتی کہ اس کے منشا کے موافق وہ پورے نہ ہوں گے[1]۔
اس قاعدے کا اطلاق ہندوستان کے متعدد مقامات میں کیا گیا ہے۔
چنانچہ ان مقدمات میں یہ تجاویز فرمائے گئے ہیں کہ جب ایسی جماعت اشخاص کے حق میں جائداد ہبہ کی جائے جن میں سے چند کے حق میں بوجہ بعد (remoteness) باطل ہو، یا جن میں کے چند اسے سے لے نہ سکتے ہوں کیونکہ جس وقت اس ہبہ کا نفاذ ہونا چاہیے تھا وہ اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے تو ایسا ہبہ کل کے لیے کالعدم ہوگا۔
اگر پہلے سے اس کا امکان تھا کہ ارکان جماعت پیدا نہ ہوئے ہوں گے تو قاعدۂ مذکور کا اطلاق ہوگا گو اس جماعت کے کل ارکان ہبہ یا ہبہ بالوصیت کے نافذ ہونے سے پہلے پیدا ہو چکے ہوں۔ کیونکہ یہ قاعدہ اٹل ہے کہ ممکنہ واقعات کو ملحوظ رکھنا چاہیے نہ کہ ان واقعات کو جو فی الواقعی ہوں۔ اور یہ واقعہ ہبہ کے جواز کے لیے مہلک ہے کہ وہ ایسے مقاصد پر مشتمل ہوتا ہوگا جو بہت ہی بعید ہیں[2]۔ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ جوڈیشل کمیٹی نے اس قاعدے کے وجود کو ہندوستانی مقدمات میں

۵۲۸

[1] لیک بنام رابنسن جلد ۲ Merivali's ch. Re صفحہ ۳۶۳ صفحہ ۳۹۰ پرکس بنام مورلے ۵ اپیل کیسس صفحہ ۱۴۳۔ عدالت عالیہ کلکتہ M. I. A. ۸ صفحہ ۷۹
[2] برہمامیا بنام جگیش چندر ۸ بنگال لارپورٹ صفحہ ۲۰۔ سوداسنی بنام جگیش ۲ ک صفحہ ۲۶۲۔ کھیرودیتی بنام درگامنی ۴ ک صفحہ ۴۵۵۔ جیرام بنام ردوربائی ۹ بمبئی صفحہ ۴۹۱ صفحہ ۵۰۸۔ جوربائی بنام کیلی بائی ۵ بمبئی صفحہ ۳۲۶۔ جارمن کی کتاب وصیت اشاعت پنجم صفحہ ۲۳۲۔ اگر کسی جائداد کے انتقال کی ناجوازی کا پہلو یہ ہو کہ فلاں خاص شخص کو بچے ہونے کا امکان ہے تو اس امر کی شہادت داخل نہیں کی جا سکتی کہ سن کے بڑھنے کے سبب آیندہ اولاد کا ہونا ناممکن ہو گیا ہے مقدمہ ڈاسن ۳۹ چانسری ڈویژن صفحہ ۱۵۵۔ کسی اور جسمانی قابلیت کے متعلق بھی اسی قاعدے کا اطلاق ہوگا۔

اس کے صحیح اطلاق کی حد تک) ایک مقدمے میں تسلیم فرمایا۔ اگرچہ ان کی یہ رائے تھی کہ دستاویز کی صحیح تاویل کرنے میں زیر بحث انتقال قاعدے میں نہیں آتا تھا۔[1] مجلس وضع قوانین نے خود قاعدے کو صراحتاً ان انتقالات سے متعلق کیا ہے جو نظریۂ استمرار کے باعث ناجائز ہوں یعنے جن سے استمرار کے قاعدے کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ دوسری صورت اس قاعدے کے اطلاق کی حسب ذیل ہے: مثلاً جب کہ مسلسل متعدد محدود حقیتیں ان اشخاص کے لیے پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جو انتقال کے وقت موجود نہ ہوں اور یہ حقیتیں سابقہ حقیت محصلہ کے ختم پر شروع ہوتی ہوں۔[2] یہ کہ آیا کل دیگر صورتوں سے اس قاعدے کو متعلق نہ کرنے کا ارادہ تھا امر استدلال یا امر استنباط ہے۔

جماعت کے معنے

ف ۳۸۰ ۔ مسٹر جارمن نے اپنی کتاب "وصیت" (Jarman on Wills) جلد ا کے صـ ۲۳۲ پر لفظ جماعت کی اس قاعدے کے معنے میں حسب ذیل تعریف کی ہے:-

"عرف عام میں ایسے متعدد اشخاص سے جماعت کی تشکیل ہونا کہا جاتا ہے جب کہ انھیں کوئی نہ کوئی عام اصطلاح سے نامزد کیا جا سکتا ہو مثلاً بچے۔ پوتے۔ بھانجے۔ بھتیجے۔ لیکن قانونی زبان میں اس سوال کا انحصار کہ آیا ہبہ جماعت کے حق میں ہے خود طریقۂ ہبہ پر ہوتا ہے نہ کہ ملحوظات بالا پر یعنے یہ کہ وہ ایک مجموعی رقم کا ہبہ ان اشخاص کے حق میں ہے جن کی تعداد ہبہ کے وقت غیر یقینی ہے۔ ان کا تعین کسی آیندہ تاریخ پر ہوتا ہے۔ اور وہ جو مساوی طور پر یا کسی اور

۵۲۹

---

[1] کنور تر کیشور بنام کنور شو شی ۱۰ .I. A صـ ۶۰ ۔ ۹ ک ا صـ ۹۶۰ ۔

[2] قانون انتقال جائداد دفعہ ۵ ۔ قانون وراثت ۱۸۶۵ء دفعہ ۲ - ۱۰۲ - ہندو قانون کے کسی اصول میں ان دفعات کے سبب تبدیلی نہیں ہوئی۔ قانون ۳ ۱۸۸۲ء قانون ۲۱ ۱۸۷۰ء دفعہ ۳ ۔ النگا منجوری بنام سونامنی ۸ ک صـ ۶۳۷ ۔

مساوی اور معین تناسب میں لینے والے ہوں[1] ہر ایک کے حصے کی مقدار اس تعداد اشخاص پر منحصر ہوتی ہے جو بالآخر معلوم ہو۔ جب کہ کل افراد کے نام دیئے ہوئے ہیں تو قاعدے کا اطلاق نہ ہوگا کیونکہ اس وقت ہر ایک کے متعلق معطی کا منشا واضح ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر مقصد یہ ہو کہ وہ مثل اسامیان مشترک کے اسے لیں اور چند کی حد تک ہبہ نافذ نہ ہو سکتی ہو تو دیگر اشخاص اپنا مقررہ حصہ لیں گے۔[2] اگر منشا یہ ہو کہ وہ مشترکاً پائیں جو لوگ لینے کے قابل ہیں وہ کل پانے کے مجاز ہیں[3] اور نہ اس کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کہ عطا شدہ منفعت بہ لحاظ اپنی قسم کے ان اشخاص پر منحصر نہ ہو جو بالآخر یہ ثابت کریں کہ انھیں حصہ پانے کا حق ہے۔ مثلاً خاندانی مکان میں رہنے والے[4] جب کہ مختارانہ اور علیٰ سبیل البدل ہبہ کیے گئے ہوں جن میں کا ایک اس وقت جب کہ دستاویز نافذ ہوتی ہو اچھا ہبہ ہو اور دوسرا باطل وکالعدم۔ تو مقدم الذکر نافذ ہوگا اور موخرالذکر نظر انداز کیا جائے گا۔[5]

بعد کے فیصلے۔ رائے اشنچند بنام مسماۃ اسمید اکنور

ف ۳۸۱ ۔ ہندوستان میں نظریۂ مذکور الصدر کے عالمگیر اطلاق کے متعلق بعد کے فیصلوں سے شبہہ پیدا ہوتا ہے۔ پہلا مقدمہ جوڈیشل کمیٹی کا فیصلہ ہے۔ بلا شک جو کچھ بھی اس فیصلے میں قرار دیا گیا

---

[1] جیمس بنام لارڈ ونفرڈ۔
[2] نندی سنگھ بنام سیتارام I. A.16 صہ ۴۴ ۔ ۱۶ اک صہ ۶۷۷ ۔
[3] کرشنا ناتھ بنام آتمارام ۱۵ اب صہ ۵۴۳ ۔
[4] مقدمہ ہاروے ۲۹ چانسری ڈویژن صہ ۲۸۹ ۔ رائے کشوری بنام دیبندرناتھ I. A.15 صہ ۳۷ ۔ ۱۵ اک صہ ۴۰۹ ۔

وہ قطعی ہے۔[1] اس مقدمے میں واقعہ یہ تھا کہ متاکشرا قانون کے تابع خاندان غیر منقسمہ میں ارکان ذیل زندہ تھے۔ ماتادیال۔ اس کا لڑکا اودے نرائن اور اودے نرائن کا اکلوتا لڑکا ستروجت۔ اودے نرائن کی عیاشی اوباشی اور اسراف سے محفوظ رکھنے کی خاطر ماتادیال نے بہ رضامندی اودے نرائن (جسے مبلغ پانچہزار روپے بھی دیے گئے) بحق ستروجت نرائن بشمول اس کے بھائیوں کے جو پیدا ہو چکے ہوں یا جو بعد میں پیدا ہوں جائداد منتقل کی۔ اس ہبہ کے جواز پر متعدد اعتراض پیش کیے گئے منجملہ ان کے ایک اعتراض کی بنیاد یہ تھی کہ اودے کے آیندہ ہونے والے لڑکے چونکہ نہیں لے سکتے تھے اس لیے خود ستروجت کے حق میں ہبہ ناجائز تھی کیونکہ وہ جماعت پسران اودے کا ایک رکن تھا۔ اس نقطۂ نگاہ کی تائید میں دفعہ ۱۰۲ قانون وراثت (قانون ۱۰ ۱۸۶۵ء) کا حوالہ دیا گیا۔ کمیٹی نے اس کے متعلق (یعنے قانون وراثت) یہ جواب دیا کہ زیر بحث ہبہ احکام دفعہ کے تحت نہیں آتا ہے۔[2] حکام عالی مقام نے عام سوال کے متعلق یہ تجویز فرمائی کہ ہبہ جماعت کے حق میں نہ تھا۔ بلکہ خود ستروجت کے حق میں بحیثیت ایک شخص کے کیا گیا تھا۔ منشا یہ تھا کہ وہ ایسے مقصد کے لیے فوراً نافذ ہو جو مقصد اس ہبہ کے اس طرح نافذ نہ ہونے کی صورت میں فوت ہو جائے گا۔ مزید منشا یہ تھا کہ اگر اس کو کبھی بھی چھوٹے بھائی ہوں تو وہ اس ہبہ کے منافع سے استفادہ کریں

---

[1] رائے لشچند I. A. 11 ۱۲۴ - ۶ A ص ۵۶۰۔

[2] اس پر بہت ہی شک معلوم ہوتا ہے کہ آیا قانون ۱۰ ۱۸۶۵ء کی دفعہ ۱۰۲ کا کسی طرح بھی ہندو وصیتوں پر اطلاق ہو سکتا ہے (دیکھو (Hindu Wills Act) کا فقرہ استثنائیہ) دیکھو تجویز جسٹس ولسن ۱۲ اک ص ۶۶۹ ہبہ یا دیگر انتقالات مابین زندہ اشخاص پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

یہ منشا پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ محض اس بنا پر یہ فیصلہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ کل معاملہ کالعدم ہے۔ انھوں نے فرمایا۔[1] "ایسی صورتیں شاذ نہیں ہیں جن میں ایک عدالت تاویل و تعبیر یہ معلوم کرنے کے بعد کہ معطی جائداد کی کل تجویز نافذ نہیں کی جا سکتی۔ اس منصوبے کے جزو کو نافذ کرانا بہ نسبت یہ فیصلہ کرنے کے بہتر سمجھے گی کہ وہ کل کا کل نافذ نہ ہو۔ اس مقدمے میں بہ احسن الوجوہ یہ قرار دیا جا سکتا ہے کہ ستروجت کل جائداد پائے جب کہ اس کے ہونے والے ممکنہ برادران ہبہ سے استفادہ کرنے کے قابل نہ ہوں۔ وہ موجود ہے اور اس قابل کہ ہبہ کو حاصل کرے۔ وہ ایک فرد ہے جس کی بابت دستاویز میں ذکر ہے۔ اگر محض دستاویز ہوتی تو ہر صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا۔ کیا موسومہ شخص جو ایسی جماعت کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہو جس کا عام الفاظ میں ذکر ہو اس جماعت میں ضم ہو گا یا نہیں۔ لیکن صرف دستاویز نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس قسم کے کام کیے گئے ہیں کہ دستاویز کے بغیر بھی ان سے ہندوستان میں انتقال جائداد عمل میں آ سکتا ہے۔ صاحب ضلع (کلکٹر) کی کتابوں میں ستروجت کا نام مثل واحد قابض جائداد کے داخل کیا گیا۔ اور اس کا ولی اولاً اپنے نام سے اور بعد میں اس کے وارث کی حیثیت سے قبضہ حاصل کرتا ہے۔ واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فریقین اپنے قانونی اختیار سے ماورا کچھ کرنا چاہتے تھے اور یہ کہ انھوں نے دستاویز ہبہ میں غیر دانشمندانہ زبان استعمال کی ہے۔ حکام عالی مقام یہ قرار دیتے ہیں کہ اس واقعے سے ان کے منصوبے (plan) کا وہ اہم جزو ناجائز نہ ہونا چاہیے جو تعبیر دستاویز کے مطابق و موافق ہے اور جو واقعی انتقال جائداد کے سبب صاف طور پر ثابت ہے۔"

---

[1] ۱۱۰ I. A. ص ۱۷۸؛ ۶ A. ص ۵۷۳

کلکتے کے فیصلے

ف ۳۸۲۔ کلکتے کے ایک بالکل ایسے ہی مقدمے میں[1] اس فیصلے کا اتباع کیا گیا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک آدمی نے بذریعۂ دستاویز ہبہ کچھ جائداد مسمیان رام لال اور شام لال کو دی۔ اس شخص کے لڑکے مسمی مدھو ب کے یہ دو نابالغ لڑکے تھے۔ ہدایت یہ تھی کہ وہ اور ان کے برادران اخیافی جو آیندہ کسی وقت پیدا ہوں اس جائداد کو اپنے مابین بحصص مساوی تقسیم کر لیں۔ اس کے بعد اس نے اس کا انتظام کیا کہ دونوں پوتے جن کے نام دیے ہوئے تھے قابض ہو جائیں اور ان کے اسما کی رجسٹری بھی کرا دی گئی۔ انتظام یہ کیا گیا کہ پیدا ہونے والے برادران اخیافی کے حقوق اس قبضے سے ختم نہ ہونے پائیں۔ بربنائے سند قبیلہ پریوی کونسل عدالت نے قرار دیا کہ جن اشخاص کی تخصیص کی گئی تھی ان کی حد تک ہبہ جائز ہے گو ان کے لیے جو بعد میں پیدا ہونے والے ہوں بے اثر۔ تاہم جسٹس ولسن نے (J., Wilson) کل ہندوستانی اور انگریزی اسناد کی تفصیلی جانچ کرنے کے بعد نتیجۂ ذیل اخذ فرمایا (صفحہ ۶۸۱) یہ کہ (Leake v. Robinson) کے قاعدے کا اطلاق انگلستان میں صرف ایسی ہبہ متعلق یہ جماعت پر ہوتا ہے جس پر بعد کا وصایا ہو۔ اور یہ کہ قانون وراثت ہند دفعہ ۱۰۲۔ اور قانون انتقال جائداد دفعہ ۱۵ کا یہ منشا واضح ہے کہ ہندوستان میں بھی اس قاعدے کا صرف مماثل صورتوں میں استعمال کیا جانا چاہیے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی رائے ظاہر فرمائی۔ یہ کہ مقدمۂ رائے بشنچند کا فیصلہ ان نتائج ویز کے مغائر تھا جو مقدمات سودامنی اور کھیرو دامنی میں کیے گئے تھے اور یہ کہتے ہوئے ختم فرمایا (صفحہ ۶۸۵) کہ ان وجوہ سے اگر ضرورت ہو تو میں کلیتہً اس نظریے سے اختلاف

[1] رام لال سیٹھ ۲ اک صفحہ ۶۶۳ ۔ بھوپانا دینی ۳۴ ک صفحہ ۶۴۶ صفحہ ۶۵۸ ۔

کرنے پر تیار ہو جاؤں گا جو ان مقدمات میں قایم کیا گیا تھا اور بطور عام قاعدے کے یہ تجویز کروں گا کہ اگر جماعت کے حق میں ہبہ ہو اور اس جماعت میں کے چند اس کو لینے کے قابل نہ ہوں یا نا قابل ہو جائیں اور جب کہ کوئی اور اعتراض اس ہبہ کے متعلق نہ ہو تو ایسی ہبہ کو ان ارکان جماعت کے فائدے کے لیے نافذ کرایا جانا چاہیے جو لینے کے قابل ہوں۔ تاریخ ہبہ یا وفات موصی کے وقت ہنوز پیدا نہ ہونے سے نا قابلیت ہوسکتی ہے۔ جو بھی صورت ہو۔"

مدراس اور بمبئی کے فیصلے
(Madras & B'bay)

ف ۳۸۳ ۔ اس میں شک نہیں کہ فیصلے کا آخری حصہ محض عدالتی رائے (Obiter dictum) تھی۔ اس کے باوجود مدراس اور بمبئی کی عدالتوں نے ان خیالات اور آرا کا جو فیصلۂ مذکور میں ظاہر کیے گئے ہیں بدرجۂ اتم اتباع کیا ہے۔ ایک شخص کو اس کی زندگی تک کے لیے جائداد عطا کی گئی تھی۔ اور اس کی وفات پر (بمقدمۂ مدراس اس کے بھائیوں کو۔ اور بمقدمۂ بمبئی اس کے بچوں کو) ایسے اشخاص کو جو جماعت تھے۔ ان کا ذکر اس طرح کیا گیا تھا کہ ان میں وہ اشخاص بھی مساوی طور پر داخل ہوسکتے تھے جو موصی یا تملیک کنندہ کی زندگی میں پیدا ہوئے ہوں یا زندگی کے بعد۔ ہر مقدمے میں جائداد کا دعویدار فی الواقعی دستاویز کے نافذ ہونے سے پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ ۵۳۲
اور اس تاریخ کے بعد کوئی اور پیدا نہیں ہوا تھا۔ عدالت نے فیصلۂ کلکتہ کے مطابق یہ قرار دیا کہ وہ اس جائداد کے پانے کا مجاز تھا۔[1]

[1] منجما بنام بدبالیا ۱۲ مدراس صفحہ ۳۹۳۔ رنگناد بنام بھاگارتی ۲۹ م صفحہ ۴۱۲۔ منگلداس بنام تربھوونداس ۱۵ ب صفحہ ۶۵۲۔ نزی بھوونداس بنام گنگاداس ۱۸ ب صفحہ ۷۔ کرشناراؤ بنام بینیا بائی ۲۰ ب صفحہ ۵۷۱۔ کھیمچی جیرام بنام مورارجی ۲۲ ب صفحہ ۵۳۳۔ گوردنداس بنام بائی منکور ۲۶ ب صفحہ ۴۴۹ صفحہ ۴۶۸۔ دوسری طرف جسٹس اسٹانلی نے اس مسئلے کی بابت جو قانون بیان کیا اس کے لیے دیکھو

عالیہ عدالت بمبئی نے اپنی رائے کی مزید تائید میں جسل ماسٹر آف رولس (Jessel M. R.) کے الفاظ کا حوالہ دیا جہاں وہ کہتے ہیں "میں یہ خیال کرتا ہوں کہ موصی کے اس منشا کی تاویل کا ایک سہل طریقہ ہے اور وہ یہ ہے:۔ یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ موصی کے دو منشا تھے۔ ایک اصلی اور دوسرے ثانوی۔ اس کا اصلی منشا یہ ہے کہ جماعت کے کل اشخاص پائیں اور ثانوی منشا یہ ہے کہ اگر سب نہ لے سکتے ہوں تو وہ ضرور لیں جو لے سکتے ہیں"۔ اس مقدمے میں جو جسل ماسٹر آف رولس کے ملاحظے میں تھا موصی نے کچھ جائداد "میرے مرحوم بھائی جوزف کولمن (Joseph Coleman) کے ان بچوں کو جو میرے بعد زندہ رہیں یا جو میری موجودگی میں مر گئے ہوں مگر اولاد چھوڑ کر اور جو اولاد میرے مرنے کے وقت زندہ رہے بحصص مساوی" دی تھی۔ موصی کی وفات کے وقت جوزف کے چار بچے زندہ تھے۔ اور ایک مر چکا تھا مگر اس کے بچہ تھا جو موصی کی وفات کے وقت زندہ تھا۔ ماسٹر آف رولس نے فرمایا کہ ان کا ارادہ اس بچے کے لیے انتظام کرنے کا تھا جو اولاد چھوڑ کر فوت ہوا تھا مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ انتظام کس طرح کیا جائے۔ ہبہ کا وہ جزو لہذا نافذ نہ ہوا۔ لیکن ثانوی منشا اس تجویز سے پورا کیا گیا کہ چار بچے خود کے مابین حصہ پائیں۔ لیک بنام رابنسن کے نظریے کا اس مقدمے میں اطلاق نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس بچے کی حد تک جو موصی سے پہلے مر چکا تھا اس مقدمے کے فیصلے کا اصول بالکل مختلف تھا۔

ف ۳۸۳ الف۔ اس اصول کو اب جوڈیشل کمیٹی نے پسند فرمایا ہے جو جسٹس ولسن نے قرار دیا تھا۔ حکام عالی مقام نے ان کے فیصلے سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) راجو موئے بنام ترائے کولھو ۹ ۲۱ک صفحہ ۲۶ صفحہ ۲۷۶۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ ف ۳۷۹ میں اس کے پہلے بیان کیا گیا۔

۱۔ مقدمہ کولمیان سہ چانسری ڈویژن صفحہ ۱۶۹۔

کلیتہً اتفاق کا اظہار فرمایا ہے اور اس فیصلے کی ایک عبارت کا حوالہ دے کر پر زور الفاظ میں اس پر توجہ کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی ہے۔ چنانچہ حکام عالی مقام فرماتے ہیں۔ "یہ کوئی جدید نظریہ نہیں ہے کہ انگریزی عدالتوں کے مقررہ قواعد بغیر دستاویزات انگریزی کے لیے اس حیثیت سے ان معاملات میں متعلق نہیں کیے جا سکتے جو اس ملک کے دیسی اشخاص کے مابین ہوئے ہوں۔ انگریزی قواعد تعبیر ایک خاص قانون جائداد اور ایک مصنوعی نظام انتقال جائداد کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے گئے ہیں۔ ایسے قواعد کو اہل ہنود کے دستاویزات کی تاویل میں استعمال کرنا بہت ہی غور طلب ہے کیونکہ ہندو اشخاص اکثر و بیشتر معاملات کو مختلف نگاہ سے دیکھتے ہیں، مختلف طریقے سے غور کرتے ہیں اور ان کی زبان بھی انگریزوں سے مختلف ہے نیز قواعد زیر بحث انھوں نے کبھی سنا ہی نہیں۔"[1]

۵۲۳

استعمال اختیار

ف ۳۸۴ ۔ بمبئی میں وہی سوال مختلف شکل میں ان مقدمات میں پیدا ہوا جب کہ ایک اختیار وصیت سے عطا کیا گیا تھا اس اختیار کی غرض غیر معین تھی۔ ان مقدمات میں یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ اس اختیار کو ایسے شخص کے حق میں استعمال کیا جا سکتا ہے جو موصی کے مرنے کے وقت زندہ نہ تھا۔ ایک مقدمے میں فی الواقعی اختیار کو اس طرح استعمال بھی کیا گیا تھا۔ مقدمۂ اول میں[2] موصی نے اپنے بھائی جمنا داس کو اپنا تعمیل کنندۂ وصیت مقرر کیا اور اپنی جائداد متعدد امانتوں کے لیے چھوڑی۔ یہ امانتیں ایسے شخص یا اشخاص کے لیے قایم کی گئی تھیں جس کو جمنا داس کسی دستاویز

---

[1] بھاگا بتی بنام کالی چرن ۳۸ .I. A صـــ ۵۴ ۔ ۳۸ ک صـــ ۴۶۸ ۔ رادھا پرشاد ملک بنام رانی منی داسی ایضاً صـــ ۱۸۸ ۔

[2] جور بائی بنام کبلی بائی ۵ اب صـــ ۳۶۶ ۔ ۱۶ بمبئی صـــ ۴۹۲ صـــ ۴۹۹ ۔

یا تحریر سے مقرر کرے۔ جمنا داس نے اس جائداد کو بذریعۂ وصیت اپنی لڑکیوں مسماۃ کابلی اور موتی کے لیے چھوڑی۔ ان میں کی موتی موصی کے مرنے کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ جسٹس فیارن نے یہ قرار دیا کہ تحت وصیت نامہ جمنا داس کو قطعی ملکیت جائداد حاصل ہو چکی تھی۔ لہذا یہ سمجھا جائے گا کہ کابلی اور موتی نے اس سے جائداد حاصل کی نہ کہ موصی سے اور بہ ایں سبب دونوں لڑکیوں کے حق میں وصیت جائز تھی۔ عالیہ عدالت میں مرافعہ کیے جانے پر قرار دیا گیا کہ جمنا داس کو کبھی بھی ملکیت حاصل ہی نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ امین کی جائداد بہ شمول ایک اختیار کے تھی۔ اور اس اختیار کو استعمال کیا جا سکتا تھا مگر "ان قیود کے تابع جو ہندوؤں کا قانون وصیت خود موصی پر عائد کرتا ہے یعنے یہ کہ موتمن لہم کا تقرر حین حیاتی اسامی کی زندگی میں کیا جانا چاہیے تاکہ مامور لہ کا جب کہ اس کے حاصل کرنے کا وقت آپہنچے تعین ہو سکے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایک ایسا شخص ہونا چاہیے جو موصی کے مرنے کے وقت زندہ تھا"۔ اس فیصلے کا اتباع ہائیکورٹ نے بعد کے مقدمے میں[1] کیا۔ اس میں عدالت سے یہ استدعا کی گئی تھی کہ موصی کی جائداد کا اہتمام اور وصیت کی تعبیر کرے۔ اس نے اپنے جائداد کے انتظام کے لیے امانت قایم کی تھی۔ اس دستاویز کا آخری فقرہ حسب ذیل تھا۔ "لیکن اگر میری لڑکی مامو (Mamu) کے بطن سے کوئی بچے پیدا نہ ہوں تو مامو اور میری زوجہ موتی وہو (Motivahu) کے مرنے کے بعد یہ امانت کالعدم ہو جائے۔ اور جائداد ایسے اشخاص کو دی جائے جن کو حوالے کرنے کے متعلق میری لڑکی مامو بذریعۂ وصیت ہدایت کرے"۔ جسٹس فیارن نے مثل سابقہ مقدمے کے قرار دیا کہ وصیت نے مامو کو قطعی مالک بنایا۔ یہ کہ اختیار کے متعلق سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ مامور لہ مامو سے حاصل کرے گا۔ عدالت مرافعہ نے اپنے سابقہ فیصلے کا اتباع کیا مگر مامو کے

۵۳۴

[1] اس کے بیشتر کے ایک مقدمے میں تقریباً اسی قسم کا استقرار کیا گیا۔ اس کے لیے دیکھو ۲۴ I.A. صہ ۹۱۔

اختیار محصلہ کے استعمال کو ڈگری میں فقرۂ ذیل اضافہ کر کے محدود کیا" اور یہ عدالت مزید براں استقرار کرتی ہے کہ اس شخص کے حق میں ہبہ جو موصی کے مرنے کے وقت موجود ہو جس کو دینے کے متعلق مدعیہ ماموبائی بذریعۂ وصیت ہدایت کرے جائز ہے۔ وصیت مذکور کے فقرۂ ۸ میں اس ہبہ کا ذکر ہے" پریوی کونسل میں مرافعہ ہونے پر فیصلے کی تصدیق کی گئی لیکن چونکہ محدود کرنے والے فقرے میں اختیار کے متعلق ایسے الفاظ داخل کر دیے گئے تھے جو وصیت میں نہ تھے اس لیے اس فقرے کو بذریعۂ استقرار ذیل بدل دیا گیا" یہ کہ جن عطیوں کا ذکر علی الترتیب ان فقرات میں ہے ایسے اشخاص کے لیے جائز عطیے ہیں جن کے لیے ماموبائی وصیت کر کے ہدایت کرے مگر جہاں تک کہ یہ ہدایت کی جا سکتی ہو کہ وہ ان اشخاص کے حوالے کی جائیں جو فی الواقعی یا قانون کے تصور میں موصی کی وفات کے وقت موجود تھے۔ نہ اس سے آگے اور نہ اس کے خلاف۔ یہ کہ یہ عدالت نہ تو اس کا تعین کر سکتی ہے اور نہ کرتی ہے کہ اگر اور جہاں تک ہو سکتا ہو ایسے اختیارات بطور جائز استعمال نہ کیے جائیں تو ان اختیارات کے تابع کن پر جائداد علی الترتیب منتقل ہو گی[1]"۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس فیصلے نے جسٹس اسٹارلنگ[2] کی رائے کو منسوخ کر دیا۔ یہ کہ جب موصی کا یہ منشا تھا کہ امانتیں ایک دستاویز میں درج ہوں تو حدود کے جواز کا تعین کرنے کے لیے ہمیں چاہیے کہ تاریخ دستاویز کو دیکھیں نہ کہ وفات موصی کی تاریخ کو" انگریزی قانون کا یہ قاعدہ ہے کہ محض اس وجہ سے اختیار (powers) ناجائز نہیں سمجھا جا سکتا کہ ناجائز طریقے سے

---

[1] اس کے پیشتر کے ایک مقدمے میں تقریباً اسی قسم کا استقرار کیا گیا اس کے لیے دیکھو ۲۴ I. A. ص ۹۱۔

[2] تریبوونداس بنام گنگاداس ۱۸ بمبئی ص ۷۔

۵۳۵ استعمال کیا جائے گا۔ اور جب اس کا استعمال جزاً جائز اور جزاً ناجائز ہو تو ناجائز جزو اگر علیحدہ ہو سکتا ہو ترک کیا جا سکتا ہے اور جائز حصے کو بحال رکھا جا سکتا ہے[۱] صریح تجویز بھی موجود ہے کہ اگر ہندو قانون میں اختیارات (powers) داخل کیے گئے ہوں تو اس حد تک مسئلۂ اختیارات انگریزی قاعدۂ مذکور کا تابع ہوگا۔

دائنین کے مقابلے میں جائز

ف ۳۸۵ ۔ جب ایک مرتبہ حوالگی سے یا حوالگی کے مثل کسی عمل سے ہبہ کی تکمیل کی جائے تو خود معطی اور اس کے قائم مقامان پابند ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے دائنین کے خلاف بھی جائز ہوتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ نیک نیتی سے ہبہ کیا گیا ہو نیک نیتی سے یعنے اس ارادۂ صادق کے ساتھ کہ جائداد منتقل ہو۔ اور نہ کہ محض فریبانہ تدبیر سے کہ حقیقی ملکیت پوشیدہ رہے[۲]

حوالگی کی ضرورت جبکہ انتقال بدل کے ساتھ ہو

ف ۳۸۶ ۔ ایک اور سوال کے باعث متعدد اور متضاد فیصلے وجود میں آئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب انتقال جائداد بطور ہبہ نہ ہو بلکہ بطریق رہن یا بہ طریق بیع اراضی تو حوالگی قبضہ کس حد تک ضروری ہے۔ ایسا معاملہ بغیر قبضے کے بھی بے شک بہ مقابلۂ منتقل کنندہ جائز اور قابل نفاذ ہوگا۔ لیکن مسئلۂ مذکور کی اہمیت اس وقت پیدا ہوگی جب کہ اشخاص ثالث کے حقوق متعلق ہوں۔ مثلاً جب کہ وہی جائداد دو مرتبہ رہن یا بیع کی گئی ہو اور آخری منتقل الیہ کو قبضہ دیا گیا ہو۔ اگر پہلا انتقال بلا قبضے کے جائز ہو تو پہلا منتقل الیہ

---

[۱] ۔ اسٹارک بنام ڈاکنس جلد ۔ اچالنسری ڈویژن صـ۳۵ ۔ نیز دیکھو (Sugden on Powers 182 Vol. I, Jarm on wills 260, 5th ed.)

[۲] ۔ نارد سم و ۲/ ۱۳ ۔ ۱۷ ۔ نیز دیکھو ۱۸/ ۲۳ و ۲۷ ۔

اراضی سے بید خلی کے لیے نالش کر سکے گا اگر قبضہ ضروری تھا تو اس کے لیے صرف یہ چارہ کار ہوگا کہ منتقل کنندہ کے خلاف تعمیل مختص یا ہرجے کی نالش کرے۔ ان عبارتوں میں جن کا اقتباس منڈ و مصنفین سے فقرہ ۷۶ ۳ میں کیا گیا بہت کچھ مواد ہے۔ ان کی تاویل اس طرح کی جا سکتی تھی کہ کسی مختص انتقال کے نفاذ کے لیے قبضے کی فی الواقعی حوالگی ضروری ہے۔ مگر فطری طور پر بہتر توضیح یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ (یعنی منڈ و مصنفین) دو مختلف امور کا حوالہ دیتے ہیں۔ ایک تو قبضے کا اثر ثبوت حق کے لیے اور دوسرے حق کے زائل کرنے کے لیے قبضے کا اثر مثلاً نارد میں ہے:۔ "تحریری ثبوت۔ گواہان اور قبضہ شہادت کے وہ تین اقسام ہیں جن پر حق متعلق بہ جائداد منحصر ہوتا ہے (اور جس کے ذریعے سے) دائن قرضہ واپس پا سکتا ہے۔ دستاویز ثبوت دائمی ہے۔ گواہان جب تک کہ وہ زندہ ہیں اور قبضہ بعد مرور مدت۔ جس کا کوئی آدمی قابض نہ ہو وہ خود اس کی نہیں ہے اگرچہ تحریری ثبوت ہو اور باوجود اس کے کہ گواہان زندہ ہوں خصوصاً غیر منقولہ میں یہی ہوتا ہے"۔ لیکن دوسرے مصرع میں وہ بتلاتا ہے کہ وہ اس کے متعلق کہہ رہا ہے جسے قانون میعاد سماعت کہیں گے کیونکہ وہ اس مدت کا تعین کرتا ہے جس کے بعد قبضے سے واپس پانے کا حق زائل ہو جاتا ہے اور آگے وہ کہتا ہے:۔ "جہاں قبضہ موجود ہو مگر کسی قسم کی حقیت نہ ہو وہاں حقیت حقوق ملکیت عطا کرتی ہے نہ کہ محض قبضہ۔ حقیت قوی ہونے پر قبضہ جائز ہو جاتا ہے حقیت مثبتہ کے بغیر وہ ناجائز ہی رہتا ہے۔" بالآخر یہ کہتے ہوئے وہ ختم کرتے ہیں کہ "کل کاروباری معاملات میں وہ عمل باقی رہتا ہے جو سب سے آخر میں ہوا ہو۔ لیکن ہبہ۔ گرو۔ یا خریدی کی صورت میں اس فعل کو زیادہ طاقت ہوتی ہے جو پہلے کیا گیا ہو۔" بعد کے ایک حکم میں وہ کہتے ہیں:۔ "جس پر کوئی شخص بلا حقیت کے قابض ہو اسے نہ چاہیے کہ

۵۳۶

منتقل کرے[1]۔" پروفیسر ولسن نے سر ریف۔ میا کناٹن کے ان افکار پر جو انھوں نے ہندو قانون پر ظاہر کیے ہیں ایک مقالہ لکھا ہے۔ اس مقالے میں احکام مذکورہ و دیگر احکام پر تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے۔ عالیہ عدالت مدراس نے مسئلۂ تقسیم نامکمل کے استصواب میں اس مقالے کو مع مزید احکام کے جانچا ہے۔ ڈاکٹر ولسن نے اپنے خیال کو بہ طریق ذیل بیان کیا ہے۔ "لہذا ہماری نظر میں یہ بات بالکل صاف ہے کہ ہندو قانون اور عقل سلیم ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ ایک شخص اپنے حقوق چھوڑ دے سکتا ہے اگر اس کی خوشی ایسی ہی ہو۔ اور اگر تلون مزاجی سے غیر معقول مدت کے لیے ان حقوق کو چھوڑ دیا گیا ہو تو انھیں ضبط کر کے اس دست برداری کی سزا دینی چاہیے۔ ہاں جب قانونی کارروائیاں مخالفت۔ حادثے۔ فاصلے یا بیماری کے سبب وہ اس وقت قبضہ لے نہ سکے جب کہ وہ اولاً ایسا کر سکتا تھا تو اسے ایسی چیز سے محروم نہ کرنا چاہیے جو قانوناً اس کی ہے۔" اس پر عالیہ عدالت مدراس نے یہ اضافہ کیا کہ "ہمیں یہ نظریہ لفظ بہ لفظ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جو قانون کے کتب لکھنے والوں سے اخذ کیا جا سکتا ہے[2]۔"

۵۳۷

مدراس کے فیصلے

ف ۳۸۷۔ مدراس کی عدالتوں نے ہمیشہ یہ فیصلے کیے ہیں کہ وہ بیع جو مالک نے بلا قبضہ حوالے کرنے کے کیا ہو۔ بیع مابعد کے مقابلے میں جائز ہے گو اصلی مالک نے ایسی بیع ثانی میں قبضہ بھی دے دیا ہو۔ اور یہ کہ پہلا مشتری بمقابلۂ بائع

---

[1] ۔ مثاکشرا باب ۳ فصل ۲ دفعہ ۶ جلد ا ڈبلیو میا کناٹن صفحہ ۲۰۰۔ قانون انتقال جائداد کی دفعہ ۵۴ یہی قاعدہ بیان کرتی ہے۔

[2] ۔ ولسن صاحب کے تصانیف باب ۵ صفحہ ۸۸۔ لکشمی بنام نرسما ۳ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۴۲۔ صفحہ ۴۶۔ تصدیق M.I.A. ۱۳ صفحہ ۱۱۳ ۔ ۱۲ سدرلینڈ پی۔ سی صفحہ ۴۲۔

اور بمقابلہ مشتری ثانی بیدخلی کی نالش کرسکتا ہے اُسی اصول پر کہ پہلے مشتری پر منتقل کر دینے کے بعد مالک زمین کے پاس کچھ تھا ہی نہیں جو وہ منتقل کرسکتا[1]۔ ان دو مقدمات کے متعلق جو پریوی کونسل کے ملاحظے میں تھے[2] کچھ عرصے تک یہ فرض کیا جاتا تھا کہ

پریوی کونسل کے فیصلے

ان کے فیصلوں سے قاعدۂ ذیل قرار دیا گیا۔ یہ کہ بیع ناجائز ہوگا اولاً اگر بائع قبضہ نہ دے سکتا ہو۔ اور ثانیاً اگر وہ قبضہ نہ دے۔ اس کتاب کی ایک سابقہ اشاعت میں میں نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ان مقدمات میں سے ایک نے بھی فیصلۂ ذیل نہیں کیا۔ یہ کہ دستاویز جس کا منشا یہ ہو کہ فی الوقت مختص قطعۂ اراضی کا انتقال عمل میں آئے ناجائز ہوگی اگر اس کے تحت قبضہ نہ دیا گیا ہو۔ جوڈیشل کمیٹی نے دونوں مقدمات میں یہ تجویز فرمائی کہ دستاویز کا منشا یہ نہ تھا کہ اس طرح نافذ ہو۔ نیز دونوں مقدمات میں مختص قطعۂ جائداد بیع نہیں کی گئی تھی بلکہ ایسی چیز بیں حصہ بیع کیا گیا تھا جو بعد میں حاصل کی جانے والی تھی قبل اس کے کہ خریدار یہ کہہ سکتا کہ اس کو کسی معین کھیت یا گھر پر حق دعوٰی تھا فریقین کے مابین کچھ کیا جانا باقی رہ گیا تھا۔ جب کہ بعد کے مقدمے میں وہی سوال پیدا ہوا تو[3] پریوی کونسل نے یہی رائے اور نظریہ قائم کیا۔ روماستدری نے

۵۳۸

---

[1] ولایودا بنام سوارام فیصلہ جات مدراس سنہ ۱۸۶۲ع صفحہ ۲۷۷۔ ویرابھدرا بنام ہری رام ۳ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۳۸۔ واسدیو بھٹ بنام نرسماہ ۵ م صفحہ ۶۔ راماسامی بنام ماری متو ۶ م صفحہ ۴۰۴۔ بنیاگوندن بنام متوگوندن ۱۷ م صفحہ ۱۴۶۔ عدالتی ڈگری کے سبب پے در پے ایک ہی جائداد اگر بیع کی گئی ہو تو ترجیح کا انحصار تاریخ نیلام پر ہوگا نہ کہ تاریخ صداقت نامہ پر۔ وگدو بنام نجین سنگھ ۸ بمبئی صفحہ ۳۷۵۔

[2] پرلہاسین بنام بابو بدھو ۱۲ .M.I.A صفحہ ۳۰۶-۳۰۱ | ۳۰۹ بنگال لارپورٹ (پی سی) صفحہ ۱۱۰ ۱۲ اسدرلینڈ (پی سی) صفحہ ۶ بھویوستدری بنام ایشرچندر ۱۱ بنگال لارپورٹ صفحہ ۳۶۔ ۱۸ اسدرلینڈ صفحہ ۱۴۲۔ کملا بنام بیچو کوئی ۱ .M.I.A صفحہ ۳۸۶ ۳۹۵ سے مقابلہ کرو۔

[3] کالیداس بنام کنہیالال ۱۱ .I.A صفحہ ۲۱۸۔ ۱۱ اک صفحہ ۱۲۱ محمد بخش بنام حسینی بی بی ۱۵ .I.A صفحہ ۸۱ ۱۵ اک صفحہ ۶۸۴ میں اتباع کیا گیا۔

رتن ہوتی کو جائداد دی اور اُسے قبضہ بھی دے دیا۔ اس جائداد کے مرافق کے متعلق بالآخر یہ تصفیہ کیا گیا کہ وہ صرف رتنموتی کی زندگی تک کے لیے ہے۔ ۱۸۶۴ء میں رتنموتی کی حقیت صیغۂ تعمیل میں نیلام کی گئی اور اب سے کنہیالال نے خریدا جس نے بھی قبضہ حاصل کر لیا۔ وہ (R) ۱۸۶۷ء میں فوت ہوئی۔ ۱۸۷۶ء میں روما سندری نے اسی جائداد کو کالیداس کی زوجہ کے حق میں ہبہ کیا۔ نہ تو روما سندری نے اور نہ معطی لہ ثانی نے کنہیالال سے کبھی بھی قبضہ واپس لیا معطی لہ ثانی (یعنے کالیداس کی زوجہ) نے تعمیل کنندۂ وصیت نے پہلے معطی لہ کے خریدار کے خلاف واپسی قبضہ کی نالش کی۔ خود معطی کو بہ حیثیت مدعی علیہ شریک کیا گیا۔ یہ حجت کی گئی کہ دوسری دستاویز ہبہ کلیتہً ناجائز تھی کیونکہ معطی قابض نہ تھا اور معطی لہ کو کسی قسم کا قبضہ کبھی بھی نہیں دیا گیا تھا۔ جوڈیشل کمیٹی نے اس استدلال کے خلاف فیصلہ فرمایا۔ محولۂ بالا دو فیصلوں کا ذکر کرنے کے بعد وہ صفحہ ۲۳۲ پر فرماتے ہیں:۔ "ان فیصلوں میں سے کسی ایک کا بھی موجودہ مقدمے پر اطلاق نہیں ہو سکتا۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ شرائط معاہدۂ بیع کے تحت مدعی قبضے کا مجاز نہیں ہے۔ شرائط ہبہ کے تحت اس مقدمے میں مرافع قبضے کا مجاز ہے۔ حکام عالی مقام کو اس کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی کہ کس لیے ہبہ یا جائداد کا معاہدۂ بیع اس طرح عملاً موثر نہ ہونا چاہیے کہ معطی لہ یا خریدار کو قبضہ حاصل کرنے کا حق حاصل ہو جائے۔ عام ازیں کہ جائداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔ اگر بہ لحاظ نوعیت وہ معاملہ ایسا نہ ہو کہ اس کو نافذ کرنا مصلحت عامہ کے خلاف ہوتا ہو تو ایسا ہونا ہی چاہیے۔ یہ عمل ہندو قانون کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ مرافع علیہ نے جس اصول کے تحت بحث کی ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک کہ مرافع علیہ اصل مالک کو قبضے سے روک سکے گو تشدد کر کے یا ناجائز طریقے سے وہ مالک معطی لہ کو حقیت نہیں دے سکتا۔"

کلکتے کے فیصلے | **دفعہ ۳۸۸**۔ اس مدت کے مابین جو ان فیصلوں میں

ہوئی فطری طور پر کلکتے اور بمبئی کی عدالتوں کے فیصلوں میں کافی تضاد واقع ہوا۔ مقدم الذکر عدالت کا رجحان ہمیشہ اس نظریے کے خلاف رہا کہ انتقال یا بدل کی تکمیل کے لیے قبضہ ضروری ہے۔ پریوی کونسل کے ابتدائی فیصلوں سے پہلے جن مقدمات کا تصفیہ کیا گیا ان میں صدر عدالت اور بنگال ہائیکورٹ نے یہ قرار دیا کہ ایک شخص جو قابض نہ ہو مگر جس کو حق قبضہ حاصل ہو اپنی حقیت شخص ثالث پر منتقل کر سکتا ہے۔ اور یہ کہ موخر الذکر (یعنے شخص ثالث) اس حقیت پر ہر اس شخص کے خلاف بید خلی کی نالش کر سکتا ہے جس کی حقیت کمتر ہو[1]۔ پریوی کونسل کے فیصلوں کے بعد ہائیکورٹ میں پھر وہی سوال پیدا ہوا۔ اور انھوں نے (ہائیکورٹ نے) یہ قاعدہ قرار دیا کہ جو ڈیشنل کمیٹی کی عدالتی رائے (obiler dictum) کو خاص مقدمات کے واقعات کے تابع سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ جب کہ بائع خاموشی اور امن کے ساتھ قابض تھا اور اس کے بعد بید خل کیا گیا تو ہائیکورٹ نے فیصلہ فرمایا کہ حقیت کی بیع کے ساتھ حق بید خلی بھی حاصل ہو گیا[2]۔ اس کے بعد کے مقدمات میں بھی یہی فیصلہ کیا گیا۔ ان مقدمات میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ بائع قابض نہ تھا۔ مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ آیا سابق میں وہ قابض تھا[3]۔ سنہ ۱۸۸۲ء میں اس مسئلے کے متعلق اجلاس کامل سے استصواب کیا گیا کیونکہ اس سے پہلے ایک فیصلہ اصول مذکور کے خلاف ہوا تھا[4]۔

---

[1] ۔ سر بو نرائن بنام مہاراج صدر دیوانی سنہ ۱۸۵۸ء صفحہ ۶۰۔ پران کرشنا بنام بیسو مبر ۲ B.L.R. صفحہ ۲۰۷۔ دلو منی ۲ سدر لینڈ صفحہ ۱۳۸ منسوخ کیا گیا۔ قمر الدین بنام شیخ بھدرو ۱۱ سدر لینڈ صفحہ ۱۳۴۔

[2] ۔ بھگن بنام مسماۃ فاربتی ۲۲ سدر لینڈ صفحہ ۹۹۔ گنگا ہری بنام راگھو برام ۱۴ B.L.R. صفحہ ۳۰۷۔ ۲۳ سدر لینڈ صفحہ ۱۳۱۔ ننیانند بنام شاما چرن ۲۳ سدر لینڈ صفحہ ۱۶۳۔

[3] ۔ اودلک بنام اودلک ۲۵ سدر لینڈ صفحہ ۴۸۔ بسیسور بنام جائے کشور ایضاً صفحہ ۲۲۳۔

[4] ۔ نارائن چندر بنام داتارام ۸ ک صفحہ ۵۹۷ منسوخ کیا گیا دلونا تھ ۷ ک صفحہ ۷۵۳۔

اجلاس کامل نے بلا تامل اپنی رائے ظاہر فرمائی : "کہ ہندو قانون کے تحت حوالگی قبضہ اس خریدار کی حقیت مکمل کرنے کے لیے ضروری نہیں ہے جس نے قیمت دی ہو"۔ ایسے شخص کا کیا ہوا بیع جو قابض اس وجہ سے نہ ہو کہ دشمن دعویداروں نے مخالفانہ قبضہ رکھا ہے دفعہ ۱۳۵ قانون انتقال جائداد (نشان ۴ سنہ ۱۸۸۲ء) کے مفہوم میں دعویٰ قابل ارجاع نالش کا بیع نہیں ہے[۱]۔ دوسرے مقدمات میں یہ قرار دیا گیا کہ ایسے شخص کے کیے ہوئے انتقالات جو قابض نہ تھا ناجائز ہیں۔ ان مقدمات میں بنگال ہائیکورٹ کا یہ ادعا تھا کہ پریوی کونسل کے ابتدائی فیصلوں کی پیروی کی جا رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فیصلہ جات مذکور کے صحیح معنے کے مطابق درست فیصلے کیے گئے۔ مختص قطعات اراضی حقیقۃً بیع نہیں کیے گئے تھے بلکہ ایسی جائداد کی تقسیم کے معاہدات تھے جو اس وقت معرض نالش میں تھی۔ ایسے معاہدات صاف ظاہر ہے کہ مصلحت عامہ کے مغائر تھے[۲]۔ ایک اور مقدمے میں اسی قسم کا فیصلہ صادر کیا گیا۔ اس مقدمے میں صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی بھی منتقل کنندہ اس جائداد پر قابض نہ تھا جو اس نے منتقل کی تھی[۳]۔ ۵۴۰

بمبئی کے فیصلے

ف ۳۸۹ ۔ بمبئی میں رواج اور فیصلوں کا سلسلہ قبضے کے لزوم کا طرفدار رہے۔ قبضہ ضروری ہے تاکہ ہر قسم کے انتقال کو مابعد خریدار نیک نیت اور بلا اطلاع کے مقابلے میں جواز حاصل ہو۔ بعد کے چند فیصلے دو مقدمات پر یوی کونسل کے مفروضہ سند پر مبنی ہیں۔ ان مقدمات کا قبل ازیں حوالہ دیا جا چکا ہے[۴]۔ مگر ان آرا (Dicta) سے پہلے اور

---

[۱] ۔ مدن موہن ۱۳ اک صفحہ ۲۹۷ ۔ [۲] ۔ تارا سندری بنام کلکٹر میمن سنگھ ۱۳ B.L.R. صفحہ ۴۹۵ ۔ ۲۰ سدر لینڈ صفحہ ۴۴۶ ۔ بڈھن ۲۲ سدر لینڈ صفحہ ۵۳۵ بشوناتھ ۲۳ سدر لینڈ صفحہ ۱۶۵ ۔

[۳] ۔ رام کھیلاون بنام مسماۃ اودھ ۲۱ سدر لینڈ صفحہ ۱۰۱ ۔

[۴] قبل ازیں صفحہ ۳۸۷ ۔ گردھر بنام داجی ، بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۴ ۔ کاچو بنام کچو با ۱۰ ایضاً صفحہ ۴۹۱ ۔

ان کے قطع نظر بھی تجاویز رائج تھے۔ اس مضمون پر ہائیکورٹ نے کل قانون کی
ایک مقدمے میں نظرثانی کی۔ اس مقدمے میں واقعہ یہ تھا کہ مالک زمین نے
ایک ہی دن میں دو معاملات بیع کیے اس نے بذریعۂ دستاویز بیع اس
زمین کو ایک ایسے فریق کے ہاتھ بیع کیا جس نے زرثمن کا ایک جزو ادا کیا
تھا۔ اور اسی دن دوسری دستاویز بیع سے دوسرے فریق کے ہاتھ بیع کیا
جس نے کل زرثمن ادا کر دیا تھا۔ اور اسے قابض بھی کر دیا گیا۔ پہلے
مشتری نے بائع اور دوسرے مشتری کے خلاف نالش کی۔ پریوی کونسل
کے فیصلوں کا حوالہ تو دیا گیا مگر ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ان پر بہت کم بھروسا
کیا گیا۔ دیسی اسناد اور عدالتہائے صوبۂ بمبئی کے فیصلوں کی طول وطویل
جانچ کرنے کے بعد بحق مدعی علیہ فیصلہ صادر کیا گیا۔ وجہ فیصلہ نہایت وسیع تھی۔
یہ کہ ایسے خریدار مابعد کے مقابلے میں جسے اطلاع نہ ہو بلا قبضے کا بیع جائز نہیں
ہے[۱]۔ چیف جسٹس ویسٹراپ نے بعد کے ایک مقدمے میں فرمایا: "اس وقت
سے جب سے کہ رپورٹ کا آغاز ہوا ہمارے بمبئی کی رپورٹوں میں
ایسے مقدمات موجود ہیں جن سے بہ حیثیت مجموعی یہ آسانی بطور عام قاعدے
کے یہ قرار دیا جا سکتا ہے گو اسے اٹل قاعدہ نہیں کہا جا سکتا کہ معطی یا
منتقل الیہ کے لیے ہندوؤں اور مسلمانوں میں انتقال جائداد غیر منقولہ
کے لیے قبضہ ضروری سمجھا جاتا ہے۔ عام ازیں کہ انتقال بطور ہبہ ہو۔
یا بطور بیع یا رہن"۔ چیف جسٹس نے مذکور الصدر عام قاعدے کے
مستثنیات کا بھی ذکر فرمایا۔ ایسی صورتیں منتقل کنندہ یا ان رضاکاروں
کے مابین پیدا ہوتی ہیں جو منتقل کنندہ یا منتقل الیہ کے توسط سے
دعویدار ہوں۔ وہ صورتیں جن میں منتقل الیہ ثانی نے قبل کے انتقال
بلا قبضہ کی اطلاع کے ساتھ یہ حیثیت حاصل کی ہو۔ یا جن میں اسے
ذیل کے واقعے کے سبب معناً اطلاع ہو چکی ہو۔ یہ کہ دستاویز ثانی کے

---

[۱] للوبائی بنام بائی امرت ۲ بمبئی ص ۲۹۹۔ ہاشا بنام راگھو ۶ بمبئی ص ۱۶۶۔

جاری ہونے سے قبل اسے اس کی اطلاع ہو چکی تھی کہ پہلے انتقال کی کسی ایک قانون ذیل کے تحت رجسٹری ہو چکی تھی۔ قانون نشان ۱۶ ۱۸۶۱ء۔ قانون نشان ۲۰ ۱۸۶۶ء۔ نشان ۸ ۱۸۷۱ء۔ نشان ۳ ۱۸۷۷ء یا نشان ۱۶ ۱۹۰۸ء[1] اس اصول کے اختیار کرنے میں کہ رجسٹری معنوی اطلاع ہے[2] چیف جسٹس نے اس کا اعتراف فرمایا کہ وہ امریکہ کے فیصلوں کی پیروی کر رہے ہیں۔ نہ کہ انگریزی یا نظائر آئرستان کی[3] یہ تجویز فرمائی گئی ہے کہ اس مدیون کا قبضہ جس کی حقیت اچھی ہو اس کے اراضی کے عدالتی نیلام کے جواز کے لیے ضروری نہیں ہے۔ ساتویں۔ یہ بھی تجویز کرنا ظاہر ہوتا ہے کہ اس مشتری کے لیے قبضہ ضروری نہیں جو عدالتی نیلام کا مشتری ہو۔ اس کے لیے قبضہ ضروری نہیں جب کہ اس کے معاملۂ بیع کے جواز کی بحث اشخاص ذیل کے مقابلے میں پیدا ہو۔ ایسے دائنین قرقی کنندہ کے مقابلے میں جنھوں نے زر نقد کی ڈگریوں کے تحت بعد میں قرقی کرائی ہو۔ یا ایسے خریداران کے مقابلے میں جنھوں نے ان عدالتی نیلاموں میں جو ایسی ڈگریوں کے تحت ہوئے تھے جائداد خریدی ہو۔ آٹھویں۔ عدالتی نیلام کا خریدار بلا قبضہ حاصل کرنے کے اس جائداد کو بیع کر دے سکتا ہے[4]

۵۴۱

---

[1] دینا بنام ناتھو ۲۶ بمبئی صفحہ ۵۳۸۔

[2] بجز اس کے کہ اخفا فریبانہ ہو۔ دھونڈو بال کرشنا بنام راؤجی۔ ۲ ب صفحہ ۲۹۔ رجسٹری شدہ دستاویز کی اطلاع ایسے سابقہ غیر رجسٹری شدہ دستاویز کی اطلاع نہیں ہے جو حقیت کی بنیاد ہو چینی لال بنام رامچندر ۲۲ بمبئی صفحہ ۲۱۳۔ شرف الدین بنام گوبند ۲۷ بمبئی صفحہ ۴۵۲۔

[3] مدراس اور کلکتے میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ دفعہ ۳ قانون انتقال اراضی بابت ۱۸۸۲ء کے تحت رجسٹری فی نفسہ تعبیری اطلاع نہیں ہے۔ شان مون مل بنام مدراس بلڈنگ کمپنی ۱۵ مدراس صفحہ ۲۶۸۔ اندرون پرشاد ۲۳ ک صفحہ ۷۹۔

[4] لکشمن داس بنام داسرت ۶ ب صفحہ ۱۶۸ اجلاس کامل ۵ / ۱۷۷ / ۱۸۴ / ۱۸۷ شیورام بنام گنو ایضاً صفحہ ۵۱۵۔ دنڈیا ۹ بمبئی صفحہ ۴۲۷۔ اگر چند بنام رکھما ہمنت ۱۲ ب صفحہ ۶۷۸۔ نارائن لکشمن بنام بابو ۱۷ ب صفحہ ۷۴۱۔

عدالتی نیلام کا خریدار، خریدار بلا اطلاع نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ صرف اس حقیت کو خریدتا ہے جو مدیون صیغۂ تعمیل بطور جائز اس کے ہاتھ بیع کر سکتا تھا[1]۔

خریداران نیک نیت اور بلا اطلاع کے علاوہ اشخاص کے متعلق بمبئی ہائیکورٹ نے قاعدۂ ذیل قرار دیا ہے یہ کہ ہندو جس کی جائداد مداخلت بیجا کنندہ یا مرتہن کے قبضے میں اپنے حق داخلہ کو فروخت کر سکتا ہے یا حق انفکاک کو جو بھی صورت ہو۔ اور یہ کہ بنا براں خریدار نالش کر سکتا ہے کہ مداخلت بیجا کنندہ بے دخل کیا جائے۔ یا رہن کے انفکاک کے لیے نالش کر سکتا ہے۔ لیکن اگر اس نے خود اس جائداد کو بیع کرنا ظاہر کیا ہو جس پر وہ قابض نہ تھا تو ایسے مدعی کو ناکامیابی ہو گی جس نے بہ حیثیت مالک جائداد نالش کی ہو۔ کیونکہ جو انتقال اس کے حق میں عمل میں لایا گیا تھا وہ بے اثر تھا[2]۔ یہ امتیاز قریب قریب اس امتیاز کے تھا جو بلا اختلاف کے بہ ایں سبب کالیداس بنام کنہیالال کے مقدمے کے بعد[3] بمبئی ہائیکورٹ نے فیصلۂ ذیل کیا۔ یہ کہ اس قسم کا کوئی امتیاز قابل پذیرائی نہیں ہو سکتا۔ یہ کہ نالش بے دخلی پر یہ اعتراض قابل سماعت نہیں ہو سکتا کہ مدعی کا بائع تاریخ انتقال جائداد تک مخالفانہ دعوے کے باعث قبضے سے دور رکھا گیا تھا[4]۔

مقدمات رہن

ف ۳۹۰۔ مقدمۂ رہن سے مزید دشواریاں پیدا ہوتی ہیں کیونکہ خود راہن پھر بھی قابل انتقال حقیت کا حامل رہتا ہے۔ امتیاز پھر بھی پیدا ہو گا۔ وجہ امتیاز نوعیت رہن ہو گی۔

۷۴۲

---

[1] سبھا گچند بنام بھائی چند ۶ ب صہ ۹۳۔ چنتامن بنام ... رام ۹ بمبئی ہائیکورٹ صہ ۳۰۴۔ رامارایا بنام ارن چلا ۷ م صہ ۲۴۸۔

[2] بائی سورج بنام دلپت رام ۶ ب صہ ۳۸۰۔ واسدیو ہری بنام ٹاٹیا نرائن ایضاً صہ ۳۸۷۔

[3] ۱۱ P.A. صہ ۲۱۸۔ ۱۱ک صہ ۱۳۱۔

[4] اگرچند بنام مدپا سومنا ۹ ب صہ ۳۲۴۔

دیکھنا یہ ہوگا کہ آیا راہن نے اپنی ملکیت متعلق بہ اراضی منتقل کر کے صرف حق انفکاک اپنے لیے محفوظ رکھ لیا ہے۔ یا جائداد کو باقی رکھ کر بحق دائن اس جائداد کے متعلق محض ایک حق پیدا کر دیا گیا ہے۔ یہ الفاظ قانون انگریزی رہن کے قانونی (legal) یا نصفتی (equitable) کے باعث پیدا ہوگا۔ اطلاع۔ غفلت وغیرہ کے سوالات سے بھی ہر مقدمے کے فیصلے پر قابل لحاظ اثر پڑے گا۔ میرا مقصد ان امور میں دخل دینا نہیں ہے۔ امور مذکور اس کتاب کی وسعت سے باہر ہیں۔ رہن کے اعلیٰ تصانیف میں ان پر پوری پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک مسئلہ قبضے کے متعلق میں مختصراً اسناد کی صورت حال بتلاؤں گا۔ یہ بدیہی امر ہے کہ عدم قبضے کا اثر زیادہ تر اس پر منحصر ہوگا کہ آیا یہ عدم قبضہ شرائط معاہدہ کے مطابق تھا یا اس کے مغائر۔ وسیع الفاظ میں نارد کہتا ہے:۔ "گرو کے دو اقسام بیان کیے گئے ہیں۔ منقولہ اور غیر منقولہ۔ جب فی الواقعی استفادہ کیا جا رہا ہو تو دونوں جائز ہیں۔ ورنہ نہیں[1]۔" یہ ممکن ہے کہ وہ ایسی صورتوں کا حوالہ دے رہا ہو جنھیں گرو کے ساتھ قبضہ دیا جانا چاہیے۔ کیونکہ فطرۃً یہ صورت منقولہ میں ہوتی ہے۔ مدراس میں یہ طے شدہ ہے کہ محض رہن اراضی سے اس پر حق پیدا ہو جاتا ہے گو نہ تو قبضہ دیا گیا ہو اور نہ قبضہ دینے کا ارادہ ہو۔ حق مذکور خریدار مابعد کے مقابلے میں نافذ کرایا جا سکتا ہے[2]۔ بنگال میں بھی سپریم کورٹ نے صدر عدالت کے حکام کی رائے لینے کے بعد اسی امر کا فیصلہ کیا ہے[3]۔ مرتہنین مابعد یا خریداروں کے

بلا قبضے کا رہن

۳۴۴ ف

---

[1] نارد باب ۴ ف ۱۲۴۔

[2] وارڈن بنام لکیتی ۹ مرافعہ جات مور صاحب صفحہ ۳۰۳۔ کلکٹر مدراس بنام رادیا ۲ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۱۰۵۔ گولا بنام کالی ۳ ایضاً صفحہ ۱۲۳۔ سداگوپا بنام رتنا ۶ مدراس جرنل صفحہ ۱۲۵۔

[3] کولیداس بنام سب چند رمارٹن صفحہ ۱۱۱ سب چندر بنام رسک فلٹن صفحہ ۳۶۔ منڈ بو صفحہ ۲۷۸ اور مارٹن صفحہ ۱۰۵ کے فیصلے مقدمۂ مذکور سے منسوخ ہوتے ہیں۔ دیکھو نانک ۵ ک صفحہ ۲۶۵۔

مقابلے میں حقوق مرتہن پر بحث کرنے میں بمبئی کی عدالتیں خریدار بلا اطلاع کی حیثیت کے نظریے سے اپنی بحث کا آغاز کرتی ہیں۔ یہ استشنائے مقدمات رہن جو گجرات میں ہوتے ہیں[1] وہ قرار دیتے ہیں کہ محض مرتہن بلا قبضہ کو ایسے مرتہن یا خریدار مابعد کے مقابلے میں ترجیح نہیں ہو سکتی جس نے بلا اطلاع کے قبضہ حاصل کر لیا ہو[2]۔ خریدار جس نے سابق رہن کی صریح اطلاع کے ساتھ خریدا ہو اس کے تابع حاصل کرتا ہے۔ سابقہ رہن کے تحت قبضہ یا انتقال مابعد کے جاری ہونے سے قبل اس کی رجسٹری اطلاع کے مماثل ہے[3]۔ عام اصول یہ ہے کہ راہن کے مقابلے میں رہن کو جواز حاصل ہونے کے لیے قبضہ ضروری نہیں۔ ہائیکورٹ بمبئی نے ایک نہایت ہی طول وطویل وفاضلانہ فیصلے میں جب کہ کل سابقہ مقدمات پر نظر ثانی کی گئی تھی اصول مذکور کی تصدیق کی[4]۔ نیز یہ بھی تجویز کی گئی ہے کہ ایسا مرتہن اپنے دعوے ان اشخاص ثالث کے مقابلے میں پیش کر سکتا ہے جو ناجائز طور پر

---

[1] ان کے متعلق دیکھو سیباچند بنام بھائی چند ۲ ب (اجلاس کامل) صـ۹۳ لعبا بھائی دیا لجی بنام گردھر ۲۰ ب صـ۱۵۸۔

[2] پرمیا بنام سوندرے ۴ ب صـ۴۵۹ صـ۴۶۱۔ بابو جی بلال بنام سیتا بھابائی ۹ ب صـ۴۹۔ تجویز بمجلس ڈسٹرکٹ ۶ ب صـ۱۷۶۔ صدر عدالت کے ابتدائی فیصلوں کے لیے دیکھو ملجا رام بنام میان جلد ۲ بورڈیل صـ۱۳۰۔ صـ۱۴۷۔ کندوجی بنام بالاجی بلاسس صـ۵۔ دونڈی بنام سنترام مارس صـ۵۶۔

[3] دیکھو مقدمات سابق نوٹ۔ نیز گوپال بنام کرستاپنا ۷ بمبئی ہائیکورٹ (مرافعہ) صـ۶۹۔ ہری بنام مہاواجی ۸ ایضاً (مرافعہ) صـ۵۔ بالاجی بنام رامچندر ۱۱ ایضاً صـ۳۷۔ قبضے کا کب نوٹس ہوتا ہے اس کے لیے دیکھو قانون ۱۸۷۷ء بابت ۱۸۷۷ء دفعہ ۲۷۔

[4] جیونداس بنام فراجی ۷ بمبئی ہائیکورٹ صـ۴۵۔

قابض ہوں[۱]۔ یا عدالتی نیلام کے خریداران کے مقابلے میں جو صرف حق حقیت اور مرافق مدیون حاصل کرتے ہیں[۲]۔

دستاویزات رجسٹری شدہ وغیر رجسٹری شدہ میں ترجیح

ف ۳۹۱۔ دوسرا مسئلہ جس کے متعلق فیصلوں میں تضاد وتنازع ہے وہ دو دستاویزات میں ترجیح کا ہے۔ جن میں کی پہلی غیر رجسٹری شدہ ہو اور آخری رجسٹری شدہ۔ اگر پہلا دستاویز ایسا ہو جس کی رجسٹری قانوناً واجب ہو تو کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا غیر رجسٹری شدہ دستاویز سے حقوق پیدا نہیں ہوتے اور شہادت میں ناقابل اوخال ہے۔ (ف ۴۹)، مگر مجلس وضع قوانین نے اپنی مصلحت کے تحت چند خاص قسم کے دستاویزات کے متعلق یہ اجازت دی ہے کہ قابضان کی مرضی پر ان کی رجسٹری کرانا یا نہ کرانا منحصر رہے جب کہ معاملات سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ان کی قیمت بہت کم ہے۔ قوانین رجسٹری نشان ع۱۶ بابت ۱۸۶۴ء اور قانون ع۲۰ ۱۸۶۶ء۔ اور قانون ع۸ ۱۸۷۱ء کے تحت رجسٹری کے متعلق دستاویزات ذیل کے مابین مقابلے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ایک وہ دستاویز جس کی رجسٹری لازم ہو اور اس کی رجسٹری فی الواقعی نہ کرائی گئی ہو۔ اور دوسرے وہ دستاویز جس کی رجسٹری اختیاری ہو[۳]۔ مگر موجودہ قانون رجسٹری نشان ع۱۶ بابت ۱۹۰۸ء کے تحت ہر دستاویز کو جس کی رجسٹری واجب ہو (اور چند خاص قسم کے دستاویزات کو جن کی رجسٹری اختیاری ہو) اگر اس کی رجسٹری حسب ضابطہ ہوئی ہو تو اس

---

[۱] کرشناجی بنام گوئند ۹ ایضاً ص۲۷۵۔

[۲] چنتامن بنام شیورام ۹ بمبئی ہائیکورٹ ص۳۰۴۔ کل مضمون کے لیے دیکھو فیصلہ بمقدمہ لکشمنداس بنام دسرت ۶ ب ص۱۶۸۔

[۳] دیکھو تجویز ہیر مجلس ویسٹراپ ۶ بمبئی ص۱۹۰ اور جن مقدمات کا ذکر کیا گیا۔

جائداد کے متعلق جس کا اس میں ذکر ہو ہر غیر رجسٹری شدہ دستاویز پر جو اسی جائداد کے متعلق ہو ترجیح ہوگی اور جو ڈگری یا حکم نہ ہو خواہ ایسی غیر رجسٹری شدہ دستاویز اسی نوعیت کی ہو یا نہ ہو جس کی رجسٹری شدہ دستاویز ہے" توضیح دفعہ نے اس دفعہ کے اطلاق کو اثر راجع عطا کیا ہے۔ یعنے اس کا اطلاق ایسی دستاویز پر بھی ہوتا ہے جو قوانین ۱۸۷۱ء ۱۸۷۷ء اور ۱۹۰۸ء کے تحت رجسٹری کی گئی ہو اور ان دستاویزات کے خلاف بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جن کی رجسٹری سابقہ قوانین کے تحت اختیاری تھی[1]۔ اس دفعہ کے متعلق ہائیکورٹ مدراس نے پہلے یہ قرار دیا تھا کہ ہر صورت میں رجسٹری شدہ دستاویز مابعد کو اس سابقہ دستاویز پر جو اسی جائداد کے متعلق ہو جس کی رجسٹری اختیاری ہو اور جس کی فی الواقعی رجسٹری نہ ہوئی ہو ترجیح ہونی چاہیے۔ نیز یہ کہ نہ تو سابقہ دستاویز کی صریح اطلاع سے اور نہ اس کے تحت قبضے سے مقدمے میں کوئی فرق ہو سکتا ہے[2]۔ ہاں اگر دستاویز ثانی محض فریبانہ یا سازشی ہو[3]۔ یا اگر دوسرا معاملہ صراحتہً معاملۂ اول کا تابع کیا گیا ہو یعنے یہ کہ دونوں دستاویزات پوری پوری طرح نافذ ہوں تو صورت بدل جائے گی۔ مثلاً جب کہ رجسٹری شدہ دستاویز سے جائداد بیع کی گئی ہو اور اس بیع کو سابقہ مرتہن کے دعاوی کا تابع کیا گیا ہو۔ رہن مذکور

۵۴۵

[1] لکشمنداس بنام دپ چند ۲ A صفحہ ۵۵۴۔ گنگا رام بنام کالبپودا ۱۱ ک صفحہ ۲۶۰۔ منھانا بنام علی بیگ ۲ م صفحہ ۱۷۴۔ ترکم مادو بنام ہرجی ہرگون ۱۸ ب صفحہ ۳۳۲۔ جنی لال بنام رام چندر ۲۲ ب صفحہ ۲۱۳۔ لیکن توضیح کا یہ اثر نہیں ہو سکتا کہ رجسٹری کو غیر رجسٹر شدہ دستاویز پر ترجیح ہو۔ روپ چند بنام دولت راؤ ۲ ب صفحہ ۴۹۵۔ شبورام بنام سایا ۱۳ ب صفحہ ۲۲۹۔ سربرام بنام بھاگیرت ۴ A صفحہ ۲۲۸ غیر رجسٹری شدہ دستاویز کی صورت میں میعاد کے اثر کے متعلق دیکھو بڈن کایلا بنام ویسایا کا ۲۶ م صفحہ ۷۲۔

[2] نلپاگو ندن بنام ابراہیم ۵ م صفحہ ۷۳۔ کنڈیا بنام گردپا ابقگا صفحہ ۱۳۹۔

[3] نرسلو بنام سومنا ۸ م صفحہ ۱۶۷۔

غیر رجسٹری شدہ دستاویز کے تحت ہو۔ تاہم سنہ ۱۸۹۱ء میں ان کل فیصلوں کے سلسلے کے متعلق اجلاس کامل سے استصواب کیا گیا۔ اور اس عدالت نے ان کی نظر ثانی کر کے نلیا بنام ابراہیم اور کنڈیا بنام گرویا کے فیصلے کو منسوخ فرمایا، اور عدالتہائے کلکتہ، بمبئی اور الہ آباد کے تجاویز کے مطابق فیصلہ فرمایا گیا۔ یہ کہ جائز مگر غیر رجسٹری شدہ دستاویز کی صریح اطلاع سے خریدار جس نے رجسٹری شدہ دستاویز کے ذریعے معاملہ کیا ہو اس ترجیح سے محروم ہو جاتا ہے جس کا وہ اطلاع نہ ہونے کی صورت میں محق ہوتا۔[۱][۲] عالیہ عدالت بمبئی بھی اسی وضاحت اور صراحت کے ساتھ یہ قرار دیتی ہے کہ اسے خریدار مابعد کے لیے جس نے رجسٹری شدہ دستاویز سے معاملہ کیا ہو اس کا قبضہ اطلاع کے مماثل ہے جس نے اختیاری غیر رجسٹری شدہ دستاویز کے تحت قبضہ حاصل کیا ہو۔ قبضہ بہ ذات خود اسے رجسٹری کے فوائد سے محروم کر دیتا ہے۔[۳] کلکتہ ہائیکورٹ نے ایک مقدمے میں صراحۃً اس کے خلاف

---

[۱] رام چندر بنام کرشن ۹ م صـ ۴۹۵۔

[۲] کرشنا بنام سرنما ۲۱ م صـ ۱۴۵ (اجلاس کامل) رام اوتار بنام دھنوری A ۸ ضـ ۵۴۔ دیوان سنگھ بنام جادھو ۱۹ A صـ ۱۴۵۔ ۲۰ A صـ ۲۵۲ میں تصدیق کی گئی فضل الدین خاں بنام فقیر محمد ۵ ک صـ ۳۳۶۔ چندرناتھ بنام بھائی دب چندر ۱۰ ک صـ ۲۵۰۔ عبدالحسین بنام رگھوناتھ ۱۳ ک صـ ۷۔ شیورام بنام گنو ۶ ب صـ ۵۱۵۔ موریشور بنام دتو ۱۲ ب صـ ۵۶۹۔ بالمکنداس بنام موتی نرائن ۱۸ ب صـ ۱۴۴۔ لیکن دیکھو باماسندری ۱۰ ک صـ ۴۲۔ جس میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عدالت نے اس امر کو ہنوز کھلا ہوا سوال تصور کیا۔ دیکھو بھالو رائے بنام جکھو رائے ۱۱ ک صـ ۶۶۷۔ چورامن بنام بالی A ۹ صـ ۵۹۱۔ قانون ۴ سنہ ۱۸۸۲ء دفعہ ۳۔ پلیڈ اور ثابت کیا جانا چاہیے چنیا بنام مانیکا راساگم ۲۵ م صـ ۱۔

[۳] ڈنڈیا بنام چنا باسیا ۹ ب صـ ۴۲۷۔ تھسی سنگھ بنام کنورجی ۱۰ ب صـ ۱۰۵۔ کندیا بنام نانا ۲۷ ب صـ ۴۰۸۔ شرف الدین بنام گوبند ایضاً صـ ۴۵۲۔ قبضہ اس حقیت کے مغائر ہونا چاہیے جس پر خریدار ثانی کو استدلال ہو موریشور بنام دتو ۱۲ بمبئی صـ ۵۶۹۔

تجویز فرمائی۔ اس مقدمے میں اس عدالت نے خود اپنے ان فیصلوں کو منسوخ فرمایا جس میں اس کے خلاف رائے ظاہر فرمائی گئی تھی[1]۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اسی عدالت نے بعد کے مقدمات میں غیر رجسٹری شدہ دستاویز کے تحت قبضے کو ایک ایسا واقعہ تصور فرمایا جس سے اس کے وجود کی اطلاع مستنبط کی جاسکتی ہے گو لازماً ایسا کرنا ضروری نہیں ہے[2]۔

ڈکریوں یا احکام کی صورت میں ترجیح

ف ۳۹۲ ۔ الفاظ جو ڈکری یا حکم نہ ہو"کے تحت اکثر وہی ترجیح کا سوال پیدا ہوا ہے۔ الفاظ مذکور دفعہ ۵۰ قانون نشان ۳ سنہ ۱۸۷۷ء اور قانون نشان ۱۶ سنہ ۱۹۰۸ء کے مستثنیات میں سے ہے۔ یہ الفاظ یہ کہتے ہیں کہ ان ڈکریوں یا احکام پر قانون رجسٹری کا اطلاق نہ ہونا چاہیے جن سے کسی مرافق متعلق بہ اراضی کی تصدیق کی گئی ہو یا جن سے مرافق پیدا یا ختم کر دیا گیا ہو۔ لہذا یہ کہ بعد کے کسی رجسٹری شدہ معاملے سے ان کے تعمیل پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا[3]۔ اس کا تعین کرنے کے لیے کہ ڈکری کا کیا اثر ہوگا اس کا لحاظ اہمیت رکھتا ہے کہ بہ تعلق دوسرے معاملات کے وہ کب صادر ہوئی تھی۔ جب ایک جائز غیر رجسٹری شدہ دستاویز کے بعد رجسٹری شدہ دستاویز جاری ہوئی ہو تو حسب احکام دفعہ ۵۰ موخر الذکر کو ترجیح ہوگی۔ غیر رجسٹری شدہ دستاویز کے متعلق صدور ڈکری سے اس ترجیح میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی جب کہ یہ ترجیح ایک مرتبہ متعلق ہوگئی ہو[4]۔ ہاں جب رجسٹری شدہ دستاویز کے جاری ہونے سے پہلے غیر رجسٹری شدہ

۵۴۶

---

[1] فضل الدین خاں بنام فقیر محمد ۵ ک ص ۳۳۶۔ سریو ناتھ بنام آستوتش ۲۷ ک ص ۳۵۸۔

[2] نارائن چندر بنام داتارام ۸ ک ص ۵۹۷۔ نانی دیبی بنام حفیظ اللہ ۱۰ ک ص ۱۰۷۳۔ نیز دیکھو رنگاسامی ۳۱ م ص ۲۔

[3] کولاری ناگا بشنم ۳ م ص ۱۷۔

[4] ہمالیہ بنک الہ آباد ص ۲۳۔ بیجناتھ ۷ الہ آباد ص ۸۸۸۔ منسوخ جیٹا بائی دہابجی ۲۰ ب ص ۵۵۸۔ ایشان چندر ۸ ک ص ۱۳۹۔

دستاویز کے متعلق ڈگری صادر ہو گئی ہو تو رجسٹری شدہ دستاویز کے جاری ہونے سے قبل غیر رجسٹری شدہ دستاویز ڈگری میں ضم اور منسوخ ہو جائے گا۔ ڈگری اور رجسٹری شدہ دستاویز کے درمیان مقابلہ آپڑے گا۔ اور اس ڈگری پر جو اراضی سے متعلق ہو گو غیر رجسٹری شدہ حسب احکام دفعہ ۵۰ رجسٹری شدہ دستاویز مابعد کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔[۱] کسی ڈگری کا یہ اثر نہیں ہو سکتا بجز اس کے کہ اس سے وہ حق قائم کیا گیا ہو جو دستاویز غیر رجسٹری شدہ سے پیدا ہوا تھا۔ یعنے اس دستاویز سے جو اُس نالش میں زیر تنقیح رہی ہو جس میں ڈگری صادر کی گئی۔ چنانچہ جب کہ مدعی علیہ کے حق میں غیر رجسٹری شدہ جائز دستاویز کے ذریعے ۱۸۷۶ء میں زمین منتقل کی گئی اور اس نے اس زمین کو فوراً پٹے پر دے دیا۔ ان اسامیوں کے خلاف ۱۸۷۸ء میں اس نے لگان کی ڈگری حاصل کی۔ قرار دیا گیا کہ اس ڈگری سے اس دستاویز کی ترجیح پر اثر نہیں پڑ سکتا جس کی رجسٹری ۱۸۸۱ء میں ہوئی تھی۔[۲]

زبانی اقرار یا زبانی اعلان

۳۹۳ ۔ قانون رجسٹری نشان ۱۶ بابت ۱۹۰۸ء سے "جملہ غیر وصیتی دستاویزات جن کی حسب قانون ہذا رجسٹری ہوئی ہو اور جو کسی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ سے متعلق ہوں وہ اس جائداد کے متعلق کسی زبانی اقرار یا بیان کے مقابلے میں موثر ہوں گی بجز اس کے کہ اس اقرار یا بیان کے ساتھ یا اس کے بعد جائداد پر قبضہ دے دیا گیا ہو" قرضہ حاصل کرنے کے لیے زبانی اقرار کے تحت دستاویزات حقیت کا رکھ دینا اس جائداد کے متعلق زبانی اقرار یا بیان نہیں ہے۔[۳] دفعہ ۵۰ کے تحت جو کچھ نظریہ اطلاع کے اثر کے متعلق قائم کریں ظاہر یہ ہوتا ہے کہ

۵۴۷

۱۔ مدار صاحب ۶ سہ ص ۸۸۔
۲۔ کیشو پانڈورنگ بنام وناٹک ہری ۱۸ بمبئی ص ۳۵۶۔
۳۔ کوگن بنام یوگوس ۱۱ کلکتہ ص ۱۵۸۔

وہی رائے اس دفعہ کے تحت بھی قائم کی جائے گی[1]۔

انتقال کی شکل۔ جائداد وراثت

ف ۳۹۴۔ کسی معاملے کے جواز کے لیے ہندو قانون کے تحت تحریر ضروری نہیں[2]۔ طریقہ عطا کے متعلق منقولہ اور غیر منقولہ جائداد کا کوئی امتیاز بھی نہیں ہے[3]۔ اور نہ کسی قسم کے اصطلاحی الفاظ کا استعمال ضروری ہے بشرطیکہ معطی کا منشا ظاہر ہوتا ہو۔ لہذا مرافق وراثت ایسے الفاظ سے عطا کیا جا سکتا ہے جو اس مرافق کو ناقص طریقے سے بیان کرتے ہوں۔ شرط یہ ہے کہ ایسے مرافق کے پیدا کرنے کا منشا ظاہر ہو۔ اور اگر صریح الفاظ وراثت کے بغیر کسی کو یونہی جائداد دی جائے تو ہندو قانون سے وراثتی مرافق منتقل ہوگا بشرطیکہ سیاق میں تنازع نہ ہو[4]۔ لگان اور منافع جائداد کا عطیہ بادی النظر میں جائداد وراثت کا عطیہ ہے[5]۔ علی ہذا جب یہ کہا جائے کہ معطی لہ "میری کل جائداد کا مالک ہو"[6]۔ علی ہذا فلاں آدمی اس کے

۱۔ چندر ناتھ ۱۰ ک صفحہ ۲۵۰۔

۲۔ سر ہیو اس مل بنام ویجائے مل ۲ مدراس ہائیکورٹ صفحہ ۳۷۔ کرشنا ۲ ایضاً صفحہ ۹۸۔ جیبو نداس بنام فرامجی ۷ بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۱۵۱۔ بالا رام بنام ابا ۹ ایضاً صفحہ ۱۲۱۔ بھاسکر پرشوتم بنام سرسوتی بائی ۱۷ اب صفحہ ۴۹۲۔ رگھو بنام جہا ۵ جلد اشمالی مغربی صفحہ ۵۹۔ ہر پرشاد بنام شیبو دیال ۳ I.A. ۹۸ صفحہ ۲۵۹۔ دفعہ ۹ T.P.A.

۳۔ تجویز میر مجلس پیل سیلیکسٹو بنام البنٹ انڈیا کمپنی ۶ M.I.A. صفحہ ۲۷۸۔

۴۔ تجویز جسٹس وس گمور ۹ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۳۹۵۔ ۱۸ سدرلینڈ صفحہ ۳۵۹۔ لکراج بنام کنہیا ۳ مرافعہ جات ہند صفحہ ۲۲۳۔ ۳ ک صفحہ ۲۱۰۔ چورامن بنام بالی ۹ A صفحہ ۵۹۱۔ لالہ رام جیون بنام دلکنور ۲۴ ک صفحہ ۴۰۶۔ دفعہ ۸ T.P.A.۔

۵۔ ۱۲ مور مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۰۹۔ فیض محمد بنام محمد سعید ۲۵ مرافعہ جات ہند صفحہ ۷۷۔ ۲۵ ک صفحہ ۸۱۶۔

۶۔ للت موہن بنام چکن لال ۲۴ I.A. صفحہ ۷۶۔ ۲۴ ک صفحہ ۸۳۴۔ سورج منی بنام بالی ناتھ ۳۰ الہ آباد صفحہ ۸۴ پی سی۔ نیز دیکھو مراری لال بنام کندن لال ۳۱ الہ آباد صفحہ ۳۳۹۔ موتی لال متحمل بنام اڈووکیٹ جنرل بمبئی ۳۵ ب صفحہ ۲۷۹۔

بچے اور پوتوں کے لیے۔ بانسلاً بعد نسل۔ یا فلاں عورت یا اس نسل کے لیے جو اس کے بطن سے پیدا ہو۔ یا وراثۃً اُس کے لڑکوں اور پوتوں کے لیے جائداد جب عطا ہو تو قرار دیا گیا کہ ان سے یہ سمجھا جائے گا کہ قطعی ملکیت عطا کی گئی[۱] الفاظ "ہمیشہ کے لیے" یا "دائمی طور پر" کے معنے خاص حالات کے مطابق دائمی عطیہ ہو سکتے ہیں۔ یا معطی لہٗ کی زندگی تک محدود[۲] الفاظ "آل اولاد" بعض اوقات رواجاً ذکور اخلاف تک محدود سمجھے جاتے ہیں اگرچہ کہ اصلاً اس اصطلاح میں ذکور اور اناث اخلاف داخل ہیں[۳]۔ ایسا عطیہ جو ایک خاص شخص کے حق میں سالہا سال کے لیے کیا گیا ہو اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثا کے فائدے کے لیے باقی رہتا ہے[۴]۔ الف کے حق میں اس کی زندگی تک کے لیے عطیہ غیر محدود اختیارات کے ساتھ کہ وہ وصیت کر کے اس جائداد کو دیدے سکتا ہے قطعی جائداد کا ہبہ سمجھا گیا ہے[۵]۔

۵۴۸

---

[۱] ۔ بھوبن بنام ہرش ۵ I.A. صفحہ ۱۳۸ ۔ ۴ کلکتہ صفحہ ۲۳ ۔ رام لال بنام وزیر ہند ۸ مرافعہ جات ہند صفحہ ۴۶ ، ۷ کلکتہ صفحہ ۳۰۴ ۔ ہری ہر بنام امن پرشاد ۱۴ I.A. صفحہ ۳ ۔ فریدونجی مرواتجی ۲۲ بمبئی صفحہ ۳۶۶ ۔ للن موہن بنام جگن لال ۴ مرافعہ جات ہند صفحہ ۷ ۔ ۲۴ کلکتہ صفحہ ۸۳۴ ۔ کرشنا این ۱۸ مدراس صفحہ ۲۵۲ ۔ راما مرتھن ۲۴ مدراس صفحہ ۲۹۹ ۔ بسنت کماری ۳۲ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۸۱ ، ۳۳ کلکتہ صفحہ ۲۳ ۔ اتل کرشنا بنام سنیاسی ۳۲ کلکتہ صفحہ ۱۰۵۱ ۔ راجہ رامناد ۲۴ مدراس صفحہ ۵۸۱ پی ۔ سی ۔

[۲] ۔ عزیز النسا بنام تصدق ۲۸ I.A. صفحہ ۶۵ ۔

[۳] ۔ پرکاش لال بنام رامیشور ۳۱ کلکتہ صفحہ ۵۶۱ ۔ بھیا شیر بہادر بنام بھیا گنگا بخش جلد ۴۱ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱ ۔ ۳۶ A صفحہ ۱۰۱ ۔

[۴] ۔ تیج چند بنام سری کنت گوش ۳ M.I.A. صفحہ ۲۶۱ ۔ گوبند لال بنام ہیمندرا ۱۷ کلکتہ پی ۔ سی صفحہ ۶۸۶ ۔

[۵] ۔ بائی مموبائی بنام دوسا مورارجی ۱۵ بمبئی صفحہ ۴۴۳ ۔ جور بائی بنام کبلی بائی ایضاً صفحہ ۳۲۶ ۔ کمارازو بنام وینکٹ رتنم ۲۰ مدراس صفحہ ۲۹۳ ۔

علیٰ ہذا جب کہ اس عطیے میں جو شوہر نے اپنی بیوہ کے حق میں کیا تھا یہ بیان کیا گیا تھا کہ بلا کسی استثنا کے وہ اس کے کل حقوق پائے گی اور یہ کہ نہ تو خود اس کو اور نہ اس کے ورثا کو جائداد پر کوئی حق دعویٰ ہوگا تو اسے قطعی قرار دیا گیا[1]۔ مگر جب کہ اس انتظام کے بعد کہ میری زوجہ کی وفات کی صورت میں میری لڑکی مالک جائداد ہے" تقریباً اسی قسم کے الفاظ استعمال کیے گئے تھے تو تجویز فرمائی گئی کہ بیوہ کو صرف زندگی کے لیے وہ جائداد ملے گی۔ لڑکی کو حقیت محصلہ باقیماندہ جو اس کے ورثا پر منتقل ہوگی[2]۔ دائمی عطیہ مستنبط کیا جا سکتا ہے جب کہ محدود قبضے سے غرض عطیہ فوت ہو جاتی ہو مثلاً غرض عطیہ تعمیر ہو[3]۔ اگر خود معطی کی حقیت جائداد محدود ہو اور یہ ظاہر ہو کہ منشا یہ تھا کہ عطیہ مذکور صرف اس وقت تک باقی رہے جس وقت تک کہ معطی کا مرافق باقی رہتا ہو تو دوام کے منشا کی نفی ہوگی[4]۔

بیٹوں کی صورت میں محض الفاظ مقرری۔ یا استمراری۔ یا مقرری استمراری کا استعمال گو دوام ظاہر کرتا ہے مگر لازماً یہ خیال اس میں مضمر ہونا ضروری نہیں۔ ۵۴۹ ان الفاظ کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ یا تو اس شخص کی زندگی میں جس کے حق میں عطیہ کیا گیا ہو دواماً۔ یا دواماً اس کے وراثۃً منتقل ہونے کے متعلق[5] اور نہ الفاظ مذکور الصدر کے نہ ہونے سے اس پٹے کے دوام کے خلاف کوئی استنباط لازمی طور پر کیا جا سکتا ہے[6]۔ سوال یہ ہے کہ آیا دستاویز کے

---

[1] رام نرائن بنام پرسی بھوگل ۹ ک صفحہ ۸۳۔
[2] لالو بنام جگموہن ۲۲ ب صفحہ ۴۰۹۔
[3] گنگا دھر ۸ ک صفحہ ۹۶۔
[4] لکراج ۴ I.A. صفحہ ۲۲۳۔ ۳ ک صفحہ ۲۱۔
[5] بنگال گورنمنٹ بنام جعفر حسین جلد ۵ مرافعہ جات مورصاحب صفحہ ۴۹۸۔ لیلانند سنگھ بنام منرو رنجم سنگھ ۱۳ بنگال لا ریپورٹ پی۔سی صفحہ ۱۳۳۔
[6] ہرومادبنام سری گوبند ۲۳ ک صفحہ ۶۴۸۔

دیگر شرائط سے یا ان حالات سے جن کے تحت وہ دستاویز جاری ہوئی تھی یا فریقین کے عمل مابعد سے کافی تیقن کے ساتھ فریقین کا منشا اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ الفاظ دوام کے معدوم ہونے کی صورت میں عدالت اس کا اعلان کر سکتی ہے کہ عطیہ دوامی تھا جب کہ اراضی جنگل کی بازیابی کے لیے دی گئی ہو تو بلا قیام حق مقابضت اور اراضیات میں دوامی حقیت کا تیقن ہونے کے بغیر معطی لہ کا ایسی ذمہ داری کو اپنے سر لینا اگر ایک طرف بعید از قیاس ہے تو دوسری جانب مساوی طور پر اس کا بھی کم امکان ہے کہ معطی ہمیشہ کے لیے اپنے کل مرافق سے جو اس کے اراضیات کی ترقی کے سبب اس کو حاصل ہو سکتے ہیں دست بردار ہو جا سکتا ہے۔[۲] بجز اس کے کہ وہ صراحتہً منتقل کیے گئے ہوں پٹہ مذکور سے حقوق معدنیات کا وابستہ ہونا متصور نہ ہوگا۔[۳]

۳۹۵۔ وہی سوال اس جائداد کے قطعی قابل انتقال اور قابل توریث ہونے کے متعلق چند خاص صورتوں میں پیدا ہوتا ہے جو جائداد بلا صریح الفاظ کے

لہ۔ بلاسمنی بنام شیو پرشاد مرافعہ جات ہند صـ۳۳ ۔ ۸ک صـ۶۶۴۔ شیو پرشاد بنام کالیداس ۵ک صـ۱۴۳ کی تصدیق کی گئی۔ تلکشی پرشاد بنام رام نرائن سنگھ ۱۲ مرافعہ جات ہند صـ۲۰۵ ۔ ۱۲ک صـ۱۱۷۔ پرمیشر پرتاب بنام بدمانند سنگھ ۵اک (پی سی) صـ۳۴۲۔ راجہ رام بنام نارا سنگا ۱۵ ام صـ۱۹۹ ۔ بینی پرشاد بنام ددھ ناتھ ۲۶ مرافعہ جات ہند صـ۲۱۶ ۔ صـ۲۲۴ ۔ اگن بنام موہن ۔ ۳ک صـ۲۰ ۔ نرسنگھ دیال بنام رام نارائن ۔ ۳۰ک صـ۸۸۳ ۔ بدمانند بنام ہائیس ۲۸ مرافعہ جات ہند صـ۱۵۲ ۔ ۲۸ک صـ۷۲۰۔ طویل قبضے کے متعلق نیز افعال ملکیت جن سے دوامی پٹہ ظاہر ہوتا ہو دیکھو کاسیبرنر بنام کدرناتھ ۲۸ک صـ۷۳۸ ۔ اپندرا بنام اسمٰعیل خاں ۳۱ مرافعہ جات ہند صـ۱۴۴ ۔ ۳۲ک صـ۱۴۱ ۔ نلرتن بنام اسمٰعیل خاں ۳۱ مرافعہ جات ہند صـ۱۴۹ ۔ ۳۲ک صـ۵۴ ۔

لہ[۲]۔ دھنپت سنگھ ۱۱ M.I.A. صـ۳۶۵ ۔

لہ[۳]۔ گردھاری سنگھ ۴۴ I.A صـ۲۴۶ ۔

عطا کی گئی ہو۔ ان صورتوں کو بہ آسانی یہاں جمع کیا جا سکتا ہے۔

عطیے بابت نان و نفقہ

بزرگ خاندان پر بہ وجوب عائد رہتا ہے کہ وہ اس کے ارکان کی پرورش کرے۔ اس وجوب کو عموماً کئی طریقوں سے پورا کیا جاتا ہے۔ ۵۵۰۔ مشترکہ سرمایے سے ان اشخاص کے اخراجات کی پابجائی کر کے جو کہ خاندانی مکان میں رہتے ہوں۔ یا ان کے لیے رقوم مقرر کر دینا کہ انھیں ایک خاص وقت پر ملا کریں۔ البتہ بعض اوقات اراضی کے کچھ قطعات یا جداگانہ گاؤں خاص ارکان کے حق میں منتقل کیے جاتے ہیں کہ وہ ان پر اپنی پرورش کے لیے قابض رہیں[1]۔ ظاہر ہے کہ جو زمین اس طرح عطا کی جائے معطی لہ کی وفات پر عود ہو جاتی ہے[2]۔ بعض اوقات خاص رواج کے باعث معطی کی مرضی پر عود کرائی جا سکتی ہے[3]۔ بعض مرتبہ معطی کی وفات پر اس کے ورثا ایسے اراضی کو واپس لے سکتے ہیں[4]۔ جب بزرگ خاندان ناقابل تقسیم جائداد کا مالک ہو تو ہم عموماً یہ دیکھتے ہیں کہ صغیر رکن اور اس کی راست اولاد ذکور کے پرورش کے لیے گاؤں منتقل کیے جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ گاؤں اصل جائداد میں عود نہیں کرتے تا ایں کہ وہ سلسلہ

---

[1] رنجت سنگھ بنام رودر گجراج جلد ۱ مرافعہ جات ہند صـ۹۔

[2] وڈیادی بنام مکند ۲۲ سدر لینڈ صـ۲۲۵۔ بھاوا بنام رام سامی ۴۳ م صـ۱۔ ۴۵ ک صـ۸۷۔ کچھوین بنام سروپ چند ۱۰ A صـ۴۶۲۔ تنومیہ بنام کرشنا سامی ۱۴ م صـ۲۷۴۔ بینی پرشاد بنام دونا تھ ۲۶ I.A. صـ۲۱۶۔ ۲۷ ک صـ۱۵۶۔ رامیشر بنام ارجن ۲۸ ایضاً صـ۱۔ ۲۳ A صـ۱۹۴۔ کریم بنام پنرچ ایضاً صـ۱۹۸۔ ۲۵ ب صـ۵۶۳۔ تلڑ رام بنام کوہن ۳۲ I.A. صـ۱۸۵۔ ۳۲ ک صـ۲۰۳۔

[3] انند لال بنام دھراج گروڈ ۵ M.I.A صـ۸۲۔ نجمن بی بی بنام چاند بی بی ۱ I.A. صـ۱۳۳۔

[4] ادے اوناہ ک صـ۱۱۳۔ ۸ I.A. صـ۲۴۸۔

منقطع ہو جائے[1]۔ اور اسے معطی لہ منتقل کر سکتا ہے مگر معطی کے حقوق کے تابع[2]۔ مزید امکان یہ ہے کہ آیندہ پرورش کے دعاوی کی بے باقی کی حد تک یہ عطیہ قطعی اور ناقابل استرداد ہو۔ اگر صحیح طریقے سے کیا جائے تو ایسے عطیے سے معطی لہ کو نہ صرف قابل توریث جائداد حاصل ہوتی ہے بلکہ قابل انتقال بھی۔ نیز اگر قبضے میں نسلاً بعد نسلٍ مداخلت نہ ہوئی ہو تو ایسا قیاس حق بجانب ہو سکے گا کہ عطیہ اسی نوعیت کا تھا[3]۔ بعض اوقات معاملہ تقسیم کی شکل اختیار کرتا ہے۔ یعنے یہ کہ بڑے اور چھوٹے ارکان کے مابین تقسیم کا عمل ہوا۔ اس کا بھی وہی نتیجہ ہوگا[4]۔

عطیہ بحق اناث

۳۹۶۔ ہندو قانون میں کوئی قاعدہ اس قسم کا نہیں ہے کہ انتقال بحق اناث سے صرف اس نوعیت کی محدود جائداد اناث منتقل ہوتی ہے جس نوع کی وراثت میں منتقل ہوا کرتی ہے[5]۔ جب ایسے عطیے کے شرائط کا کچھ بھی

۵۵۱

---

[1] بھیا اردوان سنگھ ۲۳ .I.A صفحہ ۶۴۔ وراور انقبو ڈرائل ۲۴ ایضاً صفحہ ۱۱۸۔ ۲۰ م صفحہ ۲۵۶۔

[2] رامیشر بنام جبندر ۲۳ ک صفحہ ۶۸۳۔ عطیات بابونا کے متعلق دیکھو للتشر سنگھ بنام بھابیشور ۵۳ ک صفحہ ۸۲۳۔ درگادت سنگھ بنام رامیشور سنگھ ۳۶ ک صفحہ ۹۴۳ رام چندر بنام مدشیور ۳۳ ک صفحہ ۱۱۵۸۔

[3] نرسنگھ دیب بنام رائے کالی ناتھ ۹ .M.I.A صفحہ ۵۵۔ سالار زمیندار بنام پدا پکر ۴۳ م صفحہ ۳۷۱۔ کلدب نرائن بنام گورنمنٹ ۱۴ .M.I.A صفحہ ۲۴۷۔ راجو جی بنام پرتاسارادی ۳۰ .I.A صفحہ ۱۴۔ ۲۶ م صفحہ ۲۰۲۔

[4] پیرا ساجی بنام پیرا ساجی ۶۱ .I.A صفحہ ۶۱۔ ام صفحہ ۳۲۱۔ سریا راؤ بنام چلایمی ۱۷ م صفحہ ۱۵۰۔ وصیت سے بیوہ کو پرورش کے لیے غیر منقولہ جائداد کا قطعی ہبہ ہندوؤں کے لیے غیر مانوس نہیں ہے اور نہ ان کے تصورات جائداد کے مغائر رام چندر نائیکر بنام دیجایار گوالو ۳۱ م صفحہ ۳۴۹۔

[5] کولانی بنام لچھمی ۲۴ سدر لینڈ صفحہ ۳۹۵۔ بیترا بنام دامودر ایضاً صفحہ ۳۹۷۔ ماں کے حق میں ہبہ سے یہ قیاس لازم نہیں آتا کہ وہ صرف زندگی کے لیے ہے اتل کرشنا بنام سیانی چورا ۲۳ ک صفحہ ۱۰۵۱۔

علم نہ ہو تو ذیل کا قیاس قانونی قائم ہی نہیں ہوتا۔ یہ کہ منشا یا تو قطعی جائداد پیدا
کرنے کا تھا یا حین حیاتی۔ قانون میں کوئی ایسا قیاس نہیں ہے۔ اور جب
محض اس واقعے سے بڑھ کر کوئی اور شہادت نہ ہو کہ معطی لہ قابض تھا تو وہ
شخص عدم ثبوت کے باعث ناکامیاب ہوگا جس کو یہ ثابت کرنا تھا کہ وہ
ان میں سے کسی ایک نوع کی تھی[1]۔ ہاں جب خاندانی انتظام اثاث رکن کے لیے
کیا گیا ہو تو عطیے کی تاویل کرتے وقت۔ یہ یاد رکھنا اہمیت رکھتا ہے کہ
ایسے معاملات کی تکمیل کے لیے معمولی طریقہ کیا ہے۔ بالخصوص اگر یہ بیان
کیا گیا ہو کہ انتظام مذکور اس کی مدد یا پرورش کے لیے ہے۔ یا اس کے حصے کی
بے باقی ہیں اور کسی قسم کے الفاظ اس کے قابل انتقال ہونے کے متعلق
یا وراثت کے متعلق استعمال نہ کیے گئے ہوں۔ جوڈیشل کمیٹی نے اسی اصول کو
مقدمات ذیل میں اختیار کیا تھا۔ ایک مسمیٰ[2] دوارکا ناتھ سین ایک بیوہ
زہورا (Zohara) اور ایک ماں ربوتی چھوڑ کر فوت ہوا۔ دوارکا ناتھ
ان دو بھائیوں میں کا ایک تھا جنھوں نے اپنی جائداد تقسیم کرلی تھی۔ بیوہ نے
اپنے شوہر کے حصے کا قبضہ چاہا۔ اور یہ انتظام کیا گیا کہ اس کے حصے کی قیمت
مبلغ انسٹھ ہزار (۵۹۰۰۰ روپے) سمجھنا چاہیے۔ جس دستاویز سے یہ انتظام
کیا گیا تھا اس میں ذیل کا اندراج تھا۔ یہ کہ اس میں اور کل جائداد کے قائمقام میں
یہ معاہدہ ہوگیا ہے کہ زہورا کو انسٹھ ہزار روپوں کا محق سمجھنا چاہیے۔ یہ کہ
اس کا یہ استحقاق ان کل دعاوی کی بے باقی پر حاوی ہوگا جو اسے ایسے قائمقام
کے مقابلے میں مشترکہ جائداد کے خلاف تھے۔ یا اس حصے یا مرافق کی بے باقی میں
جو اسے متوفی شوہر کے حق کی بنا پر جائداد مذکور میں تھا۔ اس میں اس

[1]۔ براجا کشور بنام کندن دیوی ۲۶ I.A. ص ۶۶۔ ۲۲ م ص ۴۳۱۔ راما سامی بنام پاپیا ۱۶ م ص ۴۶۶۔ سمبا سوا ایر بنام وسوم۔ ۳۰ م ص ۳۵۶۔

[2]۔ ربوتی دوسی ۶ M.I.A. ص ۱۔ ۱۸|۲۴۔ گنپت راؤ بنام راچندر ۱۱ الہ آباد ص ۲۹۶۔ پاروتی امل بنام سندرا موڈلے ۲۰ م ص ۲۹۳۔

رقم کے دیے جانے کا بھی ذکر تھا جس رقم کے لیے باہمی قرارداد سے اس کا اعلان کیا گیا تھا کہ وہ رقم زہورا کی بلا شرکت احدے خود اس کے قطعی اور جداگانہ استعمال کے لیے جائداد ہوگی"۔ اس کے مرنے پر اس کا باپ سبچندرا اس کا وارث تھا اور ریونی پسماندہ اس کے شوہر کے ورثا میں سے تھی۔ ان دونوں کو چھوڑ کر وہ فوت ہوئی۔ سبچندر نے انسٹھ ہزار روپلوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کا ادعا یہ تھا کہ اس کا یہ قبضہ اس کی لڑکی کے جاری کردہ دستاویز ہبہ کے تحت تھا۔ سپریم کورٹ نے یہ تجویز کی کہ دستاویز انتظام مذکور کا مقصد یہ تھا کہ زہورا کے کل دعوے کو یک مشت رقم سے خرید لیا جائے۔ اور یہ رقم قطعی طور پر اس کے تصرف میں تھی۔ وہ جس طرح چاہے اسے خرچ کر سکتی تھی۔ جوڈیشل کمیٹی نے اس فیصلے کو مسترد کیا۔ انھوں نے یہ بتلایا کہ اگر دستاویز ایک ایسی ہوتی جس کے اندراجات میں حین حیاتی جائداد کا حوالہ دیا ہوا ہوتا۔ اور دو ارثان عودی فریق رہ کر اس پر متفق ہوئے ہوتے کہ وہ اس رقم پر "خود اپنے قطعی استعمال اور فائدے کے لیے" قابض رہے تو بے شک اسے اس رقم پر قطعی حقیت حاصل ہوتی اور وہ اسے جس طرح خود مناسب سمجھتی دیدے سکتی تھی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ زہورا کے دعوے کی بنیاد یہ تھی کہ بحیثیت اس کے کہ وہ دوارکاناتھ کی بیوہ۔ وارث اور قایمقام تھی اس لیے اسے اس کے شوہر کا حصہ ملنا چاہیے۔ اور یہ کہ دستاویز مذکور نے صرف یہ ظاہر کیا ہے کہ اسے اس حیثیت میں وہ رقم دی جاتی ہے جس کے متعلق قرارداد ہوگئی تھی کہ وہ اس رقم کی حد تک قائمقام ہے۔ "ہمارے لیے یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی اور نتیجے پر پہنچیں۔ یہ کہ اگر یہ رقوم سرمایہ تھے۔ اگر انھیں مثل سرمایے کے ادا کیا گیا تھا۔ اور اگر وہ مدعی علیہ کے قبضے میں بھی بطور سرمایہ ہیں تو بہ ظاہر اس سے یہ نتیجہ نکلنا چاہیے کہ وہ اس شخص کے حوالے کیے جانے چاہییں جو ایسے جائداد دوارکاناتھ کی نیابت

۵۵۲

کر رہا ہو۔"

بعد کے ایک مقدمے میں[1] موصی نے وصیت نامہ تیار کیا تھا اس میں یہ بیان کیا کہ مسماۃ رانی دھن کنور خود اس کے لڑکے کی بیوہ اور اس بیوہ کے دو لڑکیوں کے سوا اس کا کوئی اور قرابت دار نہیں ہے بجز مذکور الصدر مسماۃ رانی دھن کنور کے نہ تو کوئی میرا وارث اور مالک ہے اور نہ ہونا چاہیے۔" مزید براں اس مسماۃ رانی کے بھی دو لڑکیاں جن کا اوپر ذکر کیا گیا بہ شمول ان کے بچوں کے جوان کی شادی کے بعد انہیں دیے جائیں وارث اور مالک ہیں اور ہونا چاہیے۔" رانی نے وصیت شدہ اراضی کے ایک جزو کو فروخت کیا۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بیع کی غرض کوئی قانونی ضرورت نہ تھی۔ آخری زندہ لڑکی کے لڑکے نے اس امر کے استقرار کی نالش کی کہ مذکور الصدر اس کے مقابلے میں بے اثر تھا۔ کمیٹی نے کہا "کسی ہندو کے وصیت نامے کی تعبیر کرنے میں اس پر غور کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ ہندوؤں کے تصورات و خواہشات جائداد کے وراثۃً منتقل ہونے کے متعلق عموماً کس قسم کے ہوتے ہیں۔ یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ عموماً ایک ہندو کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ جائداد بالخصوص موروثی جائداد اس کے ہی خاندان میں رہے اور یہ بھی فرض کیا جا سکتا ہے کہ بہر صورت بطور عام قاعدے کے ہر ہندو اس سے واقف ہے کہ عورتیں وراثتی جائداد کے قطعی مالک نہیں ہو سکتیں۔ بہ ایں معنے کہ وہ اسے منتقل کرنے کے قابل ہوں امور قابل لحاظ کا حوالہ دیتے ہوئے، اور کل وصیت نامے پر غور کرنے کے بعد جس کے کل بیانات کو بحیثیت مجموعی دیکھا جانا چاہیے اور جس کے کسی ایک

۵۵۳

[1] مولوی محمد شمس ال ینام شیو کرم ۳۱ الہ آباد صـ ۱۴ صـ ۷۔ لالہ بنام جگمو ہن ۲۲ ب صـ ۴۰۹۔ چنی لال بنام بائی مالا ۲۴ ب صـ ۳۴۰۔ بانا اینی بنام پیارے لال ۲۴ ک صـ ۶۴۶۔ مکارام بنام ڈپٹی کمشنر بارہ بنکی ۲۶ I.A. صـ ۹۷۔ ۲۶ ک صـ ۷۰۔

بیان پر دوسرے بیانات کو نظر انداز کرتے ہوئے اصرار کرنے کے بغیر حکام عالی مقام نے یہ رائے قائم کی ہے۔ یہ کہ ہندوستان کی دونوں عدالتیں موصی کے منشا کی تعبیر کرنے میں حق بجانب ہیں۔ یہ کہ منشا یہ تھا کہ اس کے لڑکے کی بیوہ ایسی قطعی ملکیت حاصل نہ کر سکے جسے وہ قطعی طور پر دیدینے کی مجاز ہو جائے۔ لیکن یہ کہ اس نے جائداد تو حاصل کی مگر اس شرط کے تابع کہ اس کی لڑکیاں اس کی وارث ہوں۔ اس کو کوئی اہمیت نہیں کہ آیا وہ مثل خود اس کے ورثا کے وارث ہوں گی یا مثل ورثائے موصی کے رانی کے بارے میں پہلا فقرہ حسب ذیل ہے "کوئی اور نہ تو میرا وارث اور مالک ہے اور نہ ہونا چاہیے" اس فقرے کی مناسب تاویل ذیل ہو سکتی ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ موصی کی وارث ہوتے ہی رانی کو حین حیاتی مرافق ملنا چاہیے۔ اس کی لڑکیاں یا کوئی اور شخص اس مرافق میں حصہ پانے کے بغیر[1]۔ ایک موصی نے اپنے وصیت کے تعمیل کنندگان کو ہدایت کی تھی کہ چند واقعات وقوع پر حسبہ عمل کریں "میری کل جائداد اصلی اور ذاتی بہ حصص مساوی میری لڑکیوں کے حوالے اور ان کے درمیان تقسیم کی جائے۔ میں اس جائداد کو ان لڑکیوں اور ان کے لڑکوں کو دیتا ہوں۔ ہبہ یا لوصیت کرتا ہوں اور عطا کرتا ہوں۔ ہاں اگر میری ان لڑکیوں میں سے کوئی ایک بلا اولاد ذکور چھوڑنے کے مرجائے لیکن میری دوسری لڑکی اس وقت بقید حیات ہو تو ایسی صورت میں باقیماندہ لڑکی اور اس کے لڑکے متوفی لڑکی کے حصے کے محق ہوں گے۔ یا جب دونوں لڑکیاں لڑکے چھوڑ کر مرجائیں تو ہر ایسی لڑکی کا حصہ اس کے لڑکوں یا لڑکے کو دیا جائے۔ تقسیم بہ حصص مساوی ہو۔" عالیہ عدالت کلکتہ نے یہ تجویز فرمائی کہ الفاظ "اور ان کے لڑکے علی الترتیب" الفاظ حددو تھے۔ نہ کہ الفاظ خریداری۔ اور

[1] بسنت کماری دیبی بنام کامشیا کماری دیبی ۳۲ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۸۱- ۳۳ کلکتہ صفحہ ۲۳ سے مقابلہ کرو۔ بائی کسر بائی بنام ہنسراج مورارجی ۳۰ بمبئی صفحہ ۴۳۱۔

یہ کہ ہر لڑکی کی جائداد کے ایک جزو کی قطعی طور پر مختی تھی۔ پریوی کونسل نے اس فیصلے کو مسترد فرمایا۔ اولاً حکام عالی مقام نے مقدمہ محمد شمس الہدیٰ بنام شیو کرم 554
کے قاعدہ ذیل کا حوالہ دیا۔ یہ کہ جائداد کے وراثۃً منتقل ہونے کے متعلق ہندوؤں کے معمولی تصورات اور خواہشات کا لحاظ کیا جانا چاہیے اس کے بعد فرمایا کہ اس مقدمے میں موصی صاف طور سے یہ ظاہر کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے کہ اس کی لڑکیاں جنھیں وہ بلا شک و شبہ مستفید کرنا چاہتا تھا اس کی جائداد میں سے اس سے زیادہ نہ پائیں جیسے عرف عام میں عورت کی جائداد کہا جاتا ہے۔ ان کے حق میں، اور ان کے لڑکوں کے حق میں علی الترتیب سے یہ ثابت ہے، اور اس فقرۂ شرطیہ سے کہ ان لڑکیوں میں سے ایک "بلا چھوڑنے زندہ اولاد ذکور کے" اگر مر جائے، تو متوفی لڑکی کا حصہ پسماندہ لڑکی کو اور اس کے لڑکوں کو ملے۔ دونوں صورتوں میں اولاد اناث محروم کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں دونوں لڑکیاں لڑکے چھوڑ کر فوت ہونے کی صورت میں تو ایسی ہر لڑکی کا حصہ اس کے لڑکے یا لڑکوں کو دیا جائے۔ تقسیم بہ حصص مساوی ہو۔ کوئی الفاظ اس سے زیادہ وضاحت سے یہ بتلا نہیں سکتے تھے کہ موصی کا منشا یہ تھا کہ اس کی لڑکیوں کی لڑکیاں اس وراثت میں شریک نہ رہیں جس کے وہ معمولی ہندو قانون کے تحت مستحق ہوتے اگر ان کی ماں کی جائداد قطعی ہوتی" بنا براں انھوں نے یہ تجویز فرمائی کہ وصیت نامے کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ موصی کا منشا یہ تھا کہ اس کی لڑکیوں کے حق میں حین حیاتی جائداد پیدا کی جائے اور حقیت باقیماندہ (یعنے لڑکیوں کے مرنے کے بعد) لڑکوں کو ملے[1]۔ ان دونوں مقدمات سے قیاس ذیل کی تائید ظاہر ہوتی ہے۔ یہ کہ اگر عورت کے حق میں ہبہ کیا جائے تو معمولاً جائداد بیوہ سے زیادہ کوئی چیز منتقل نہیں ہوتی علاوہ ازیں کہ وہ رکن خاندان کی بیوہ ہو یا

[1] راد ہے شاد ملک بنام رانی مونی داسی ۳۵ مرافعہ جات ہند صفحہ ۱۱۸ - ۳۵ کلکتہ صفحہ ۸۹۶

لڑکی۔ نیز یہ کہ ہبہ کے الفاظ کی تعبیر کرنے میں ہر ہندو کے ان تصورات اور خواہشات کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ عورت محدود جائداد سے زیادہ کچھ نہ پائے۔ گو وہی الفاظ قطعی جائداد کے عطا کرنے کے لیے کافی ہوتے ہوں جب کہ معطی لہ عورت نہ ہو بلکہ مرد۔ لیکن تعبیر کے اس قاعدے کی ترمیم بورڈ کے فیصلہ جات مابعد سے ہو چکی ہے۔ موصی مسمی ایشور ناتھ او جھا نے اپنی جائداد کے قطعات کا ہبہ وصیت سے اپنے دو بیوگان کے حق میں الفاظ ذیل میں کیا:۔"میں (چند جائدادوں کا جن کی صراحت کی گئی ہے) میری پہلی زوجہ کے حق میں ہبہ کرتا ہوں..... اور (دوسری چند جائدادوں کا) زوجۂ ثانی کے حق میں...... بلا بدل کے۔ شرائط یہ ہیں۔ یہ کہ ۵۵۵
میں مثل سابق کے مذکور الصدر جائداد پر میری زندگی تک قابض رہوں گا۔ نیز اس کے متعلق میرا نام پبلک رکارڈوں میں درج رہے گا۔ مذکور الصدر مسماۃ میرے ہی زیر پرورش رہیں گے۔ یہ کہ میرے مرنے کے بعد وہ اس دستاویز کے تحت ان جائدادوں کے متعلق جو علی الترتیب انھیں دی گئی ہیں اپنے نام پبلک ریکارڈوں میں درج کرالیں۔ اور ان پر اختیارات مالکانہ کے ساتھ قابض رہیں (مالک و خود مختار)۔ نیز یہ کہ اگر سوئے اتفاق سے اس کے بعد مجھے اولاد ذکور ہو تو ایسی اولاد کے خلاف یہ دستاویز کالعدم اور باطل سمجھی جائے گی"۔ بیوگان میں سے ایک نے اس جائداد کو جو اس کے حق میں بالوصیت ہبہ کی گئی تھی منتقل کرنا چاہا۔ ورثائے عودی نے اس امر کے استقرار کے لیے نالش کی کہ بیوہ اس جائداد کو منتقل کرنے کے ناقابل ہے۔ ایسا انتقال اس کی زندگی کے بعد نافذ نہیں رہ سکتا۔ حکام عالی مقام نے ان مقدمات کو دیکھا جن میں لفظ 'مالک' کی تعبیر کی گئی ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ جب یہ لفظ استعمال کیا جائے تو اس سے قطعی ملکیت جائداد کا عطا کیا جانا متصور ہو گا۔ حکام مذکور نے اس کے بعد قاعدہ ذیل بیان فرمایا۔ یہ کہ لفظ مذکور سے جو کامل حقوق ملکیت ظاہر ہوتے ہیں ان میں کمی کرنے کے لیے سیاق یا واقعات ماحول میں کچھ نہ کچھ پایا جانا چاہیے۔ محض اس واقعے سے کہ معطی لہ عورت اور ایک بیوہ ہے محدود نہیں ہو سکتے۔

بہ واقعہ کافی نہ ہوگا۔[1] کل صورتوں میں حقیقی رہنما معطی کا منشا ہے۔ اس منشا کو اس عبارت سے معلوم کیا جانا چاہیے جو اس نے استعمال کی ہے۔ اگر مستعملہ الفاظ صاف اور غیر مبہم ہوں تو ان کے صاف صاف معنے کو اثر پذیر کیا جانا چاہیے عام ازیں کہ معطی لہ مرد ہو یا عورت۔ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ قاعدہ تعبیر متذکرہ محمد شمس الہدیٰ بنام شیو کرم صرف اس صورت میں متعلق کیا جا سکتا ہے۔ یعنے جب کہ شرائط دستاویز میں کچھ غیر یقینی کیفیت پائی جائے۔[2]

ان عطیوں کی تاویل جو بیوگان کے حق میں ہو

ف ۳۹۷ ۔ وصیت نامے میں اس اندراج سے کہ "بیوہ اور لڑکیاں مالکان ہوں اور کل جائدادوں پر قبضہ کرلیں" حقیت باقی ماندہ کے بغیر قطعی ملکیت پیدا ہوتی ہے چنانچہ جب کہ بعد کے فقرے سے انتقال ممنوع کیا گیا تھا تو اس فقرے کو قابل سماعت نہیں سمجھا گیا کیونکہ وہ اندراج مذکور کے مغائر ہے۔[3] کم از کم حال حال تک ہندوستان کی عدالتوں کا قوی رجحان اس کے خلاف تھا کہ ان عطیوں کو جو بیوگان کے حق میں کیے گئے ہوں حین حیاتی ملکیت سے زیادہ کچھ بھی منتقل نہ ہونا تصور کریں (یعنے وہ ایسے عطیوں کو صرف حین حیاتی تصور کرنے کے طرف مائل تھے) مثلاً جب کہ لڑکے نے اپنی ماں کو ایک گھر دیا۔ مقصد یہ تھا کہ اس سے اس کے اخراجات کی کفالت ہو سکے۔ "میں نے میرا گھر تمھیں دیدیا ہے اور تمھیں اس کا مالک بنا دیا ہے۔ مجھے اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ وہ کلیۃً تمھارا ہے۔ تم اپنی مرضی کے موافق اس کا انتظام کر سکتے ہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"[4]

۵۵۶

---

[1] سوریہ بجانی بنام رابی ناتھ اوجھا ۳۵ I.A. صفحہ ۱۷ ۳۰ A صفحہ ۸۴ بمقدمہ فتح چند بنام روپ چند ۳۸ A صفحہ ۴۴۶ اتباع۔

[2] رامچندر راؤ بنام رامچندر راؤ ۴۵ م صفحہ ۳۸۳۔

[3] لالہ رام جیون بنام دلکنور ۲۴ ک صفحہ ۴۰۶۔ ۱۰ اولاً کہنا پڑتا ہے کہ فیصلہ مونی لال میٹھا لال بنام مشیر قانون بمبئی کا برعکس فیصلہ غلط ہے ۳۵ ب صفحہ ۲۷۹۔

[4] اناجی دناتریا بنام چندرا بائی ۱۷ ب صفحہ ۵۰۳۔

اس میں دستاویز کی بنیاد یہ تھی کہ لڑکا ان کل وجوب سے بری ہو جائے جو اس کی ماں کی پرورش سے متعلق اس پر تھے۔ دوسرے مقدمے میں بھی ایسا ہی فیصلہ کیا گیا۔ ایک شخص نے جس کی ایک زوجہ اور لڑکیاں تھیں وصیت کی۔ اس وصیت نامے سے اس نے اپنی لڑکیوں کے لیے انتظام کیا اور زوجہ کو ہدایت کی کہ اس کے مرنے کے بعد قبضہ حاصل کرے۔ المضاعفت یہ لکھا "جس طرح میں اس وقت اس جائداد کا مالک ہوں اسی طرح میرے مرنے کے بعد میری زوجہ اجم (Ujam) مالک ہوگی"[۱]۔ علیٰ ہذا مقدمات جن میں جائداد بیوہ اور متبنیٰ لڑکے کے لیے چھوڑی گئی تھی یہ قرار دیا گیا کہ اس کو صرف حین حیاتی حق حاصل ہوا یہ کہ ایسا حق لڑکے کے اس سے قبل مرجانے سے بڑھ نہیں سکتا[۲]۔ تاہم اسی قسم کی ہبہ بالوصیت میں جب کہ الفاظ وراثت بہ شمول اختیار انتقال (بیع یا ہبہ سے) استعمال کیے گئے تھے تو پریوی کونسل نے تجویز فرمائی کہ بیوہ اور لڑکے کو بہ حصص مساوی مثل اسامیان مشترک کے قطعی جائداد ملے گی[۳]۔ پریوی کونسل کے فیصلہ جات حالیہ کے مدنظر پیش از پیش یہ کہا جا سکتا ہے کہ کم از کم ان عطیوں پر جو بیوہ کے سوا دوسری عورتوں کے حق میں کیے جائیں سخت تر قواعد تعبیر کا اطلاق نہ ہوگا۔ کلکتہ ہائیکورٹ نے حال میں

لہ۔ ہری لال بنام بائی ریوا ۲۱ ب صفحہ ۳۷۶۔ متھورا داس بنام بریکن لل ۱۹ A صفحہ ۱۶۔ جمنا داس بنام رامتر ۲۷ A صفحہ ۳۶۴۔ تاہم دیکھو راج نرائن بنام اشتوش ۲۷ ک صفحہ ۴۴۔ راج نرائن بنام کلیانی ۲۷ ک صفحہ ۶۴۹۔ برج لال ۳۴ A صفحہ ۴۰۵ پی سی۔ اور جانکی ۱۹ A صفحہ ۱۳۳۔

۲ہ۔ ہیرا بائی بنام لکشمی بائی ۱۱ بمبئی صفحہ ۵۷۳۔ شیشیا بنام نرسما ۲۲ م صفحہ ۳۵۷۔ گرو داس بنام سارت چندر ۲۹ ک صفحہ ۶۹۹۔

۳ہ۔ جگیشنر نارائن بنام رام چندت ۲۳ I.A. صفحہ ۳۷۔ ۲۳ ک صفحہ ۶۷۔ موتھو متاکشی بنام چیندرا سکھارا ۲۷ م صفحہ ۴۹۸۔ گوپی بنام مسماۃ جالدھرا ۳۳ A صفحہ ۴۱۔

یہ قاعدہ قرار دیا ہے۔ یہ کہ ماں یا لڑکی کے متعلق کوئی قیاس اس قسم کا نہیں ہے کہ ہر صورت میں وہ اس حصے سے کم پاتی ہے جو ایک مرد پاتا ہے۔ عدالت مذکور نے ایک مفصل اور مکمل فیصلے میں بتلایا۔ یہ کہ مذکورہ بالا مقدمات میں پریوی کونسل نے عام قاعدے کا ذکر کیا ہے۔ اس قاعدے کا تعلق ہر ہندو کے اس علم سے ہے کہ عورتوں کو قطعی ملکیت جائداد نہیں ملتی۔ لورڈ نے اس کو ہندو قانون کا قاعدہ نہیں کہا ہوگا کیونکہ ماؤں اور لڑکیوں کے ہبہ کے متعلق ہندو قانون کا قاعدہ بیوگان کی صورت میں اس کے برعکس ہے[1]۔ مدراس ہائیکورٹ کے فیصلہ جات مابعد نے خود بیوگان کے ہبہ کی آزادانہ طریقے سے تعبیر کی ہے۔ اور یہ قرار دیا ہے کہ اگر الفاظ کے معمولی اور فطری مفہوم سے قطعی جائداد کا منتقل نہ ہونا ظاہر ہو تو کسی فرضی قیاس سے ان کے مفہوم میں تخفیف نہ کرنا چاہیے۔ ایسا قیاس صرف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ دستاویز غیر یقینی ہو یا مبہم[2]۔ کسی زمانے میں ہائیکورٹ مدراس نے یہ فرض کیا تھا کہ غیر منقولہ جائداد کے ہبہ جو شوہر نے زوجہ کے حق میں کیا ہو قابل انتقال نہیں ہیں گو الفاظ وراثت کے ساتھ ہو۔ قابل انتقال نہ ہوں گے اگرچہ کہ زوجہ کے ورثاء پر انتقال کا عمل ہوتا ہو۔ صاف اور واضح طور پر ان کے قابل انتقال ہونے کا اعلان ہو تو وہ صورت دوسری ہوگی[3]۔ ظاہر ہے کہ یہ پریوی کونسل کے فیصلوں کے مغائر ہے۔ اور اب

۵۵۷

---

[1] ماہیم چندر سرکار بنام ہراکماری داسی ۲۳ک صفحہ ۵۶۱۔ مقابلہ کرو راماسامی بنام پاپیا ۱۶ م صفحہ ۴۶۶۔ لالہ رام جیون لال بنام دل کنور ۲۴ک صفحہ ۴۰۶۔ انل کرشن سرکار بنام سنیاسی چرن سرکار۔ ۳۲ک صفحہ ۱۰۵۱۔

[2] دیکھو تجویز چیف جسٹس ولسن بمقدمہ رامچندر راؤ ۲۴م صفحہ ۲۸۳۔ ۲۸۶ ا ۲۸۷۔

[3] بھاجنیہ راؤ بنام رامائن ۷م صفحہ ۳۸۷۔ کنج بہاری بنام پریم چند دت ۵ ک صفحہ ۶۸۴۔ بھوباتریا ۲۴ک صفحہ ۶۴۶۔ ٹھاکر سنگھ ۳۳ ۲۳ A صفحہ ۳۰۹۔

قانون نہیں۔ (جدید۔ دستاویز ہبہ[ل] یا وصیت نامے میں یہ لکھا جانا کہ معطی لہ میری کل جائدادوں کا مالک ہو" یا اسی قسم کے الفاظ سے قابل توریث و قابل انتقال جائداد کا عطا ہونا متصور ہوگا[۲]۔ پورے مالکانہ حقوق کا مفہوم لیا جائے گا بجز اس کے کہ سیاق میں کوئی ایسی بات پائی جائے جس سے حدود ظاہر ہوں[۳])۔

انتفاعی حق مقابضت
Beneficial tenures

ف ۳۹۸۔ ہندوستان میں حق مقابضت کے ایک بہت بڑے حصے پر بلا لگان کے قبضہ ہوتا ہے یا آسان لگان پر۔ ان صورتوں کی بہت بڑی اکثریت میں خود زمین عطا نہیں کی جاتی بلکہ جو آمدنی اس سے پیدا ہو وہ جو اس آمدنی کا محق ہوتا ہے (عام ازیں کہ وہ اقتدار اعلیٰ ہو یا زمیندار جس نے براہ راست اقتدار اعلیٰ سے حاصل کیا ہو) عموماً ایسے عطیے اسی کے کیے ہوئے ہوتے ہیں[۴]۔ ان میں کے اکثر عطیے ابتداءً اغراض مذہبی کے تحت ہوتے تھے۔ مثلاً برہمنوں کے حق میں خود ان کے مفاد کے لیے۔ یا مذہبی یا مقاصد خیر کے لیے بطور عطیوں کے۔ ظاہر ہے کہ یہ عطیے قطعی ہوتے ہیں[۵]۔ ان پر باب ۱۲ میں علیحدہ بحث کی گئی ہے۔ دیگر قسم کے عطیے یا تو گذشتہ خدمات کے سلسلے میں بطور انعام دیے جاتے ہیں[۶]۔

ل۔ یشناتھ پرشاد سنگھ ۱۹۳۳ء ۲۳۴ انظائر ہند ص ۶۔

۲۔ ہتندر اسنگھ بنام رایشر سنگھ ۱۹۲۵ء ۸۷ نظائر ہند ص ۸۴۹۔ ٹھاکر جگموہن ۱۹۲۸ء ۱۰۶ نظائر ہند ص ۵۹۳ مسماۃ رام کنور ۳۰۱ نظائر ص ۵۰۶۔ کملا پرشاد ۱۹۳۴ء ۱۵۲ نظائر ہند ص ۴۴۶۔

۳۔ بسنت کمار باسو ۱۹۳۲ء ۱۳۸ نظائر ص ۸۸۲۔

۴۔ رام چندر بنام وینکٹ راؤ ۶ ب ص ۵۹۸۔

۵۔ ۷ مور کے مرافعات ہند ص ۱۳۲۔

۶۔ اگر گورنمنٹ نے زمینداری عطا کی ہو اور مالگذاری معاف نہ ہو بلکہ

یا آیندہ خدمات کی انجام دہی کے لیے۔ یا دونوں مقاصد کے لیے۔

جاگیریں اور سرانجام

۵۵۸ جاگیریں یا سرانجام (جیساکہ اضلاع مرہٹہ میں وہ کہے جاتے ہیں) عموماً اقتدار اعلیٰ کے عطا کردہ ہوتے ہیں۔ ان عطیوں کا مقصد سیاسی ہوتا ہے۔ ان پر کافی قانون سازی کی جاتی ہے اور اس قانون سازی کا منشا یہ ہوتا ہے کہ ان کے متعلق اقتدار اعلیٰ کا اختیار تمیزی محفوظ رہے۔[1] اگر غیر معین الفاظ کے ذریعے جاگیر عطا کی گئی ہو تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ صرف جاگیردار کی زندگی تک کے لیے ہے۔ لیکن عطیہ ایک شخص اور اس کے ورثا کے لیے ہو اور ان الفاظ کے معمولی مفہوم کی تردید کے لیے کچھ نہ ہو تو معطی لہ کو قطعی مرافق ملتا ہے۔[2] عموماً حق وصول مالگذاری (جو حصہ شاہی ہوتا ہے) عطا کیا جاتا ہے نہ کہ خود زمین دے دی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے معطی اسے واپس لے سکتا ہے۔ واپس ہونے کے بعد حق مقابضت معطی لہ کو حاصل رہتا ہے مگر پورا پورا زر مالگذاری ادا کرنے پر۔[3] بمقدمۂ گلاب داس بنام کلکٹر سورت واقعات حسب ذیل تھے۔ اقربائے نواب سورت کے اخلاف کو گورنمنٹ نے ایک پنشن دی تھی۔ اس پنشن کے ایک جز وصولی کا ذریعہ وہ جاگیر تھی جو اسی سلسلے میں عطا کی گئی۔ صراحتہً اس کا اعلان کیا گیا تھا کہ یہ جاگیر قابل عود ہے۔ پریوی کونسل نے تجویز فرمائی کہ اخلاف کو اسی طرح جاگیریں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خدمات گذشتہ کا انعام تو معطی لہ اسے منتقل کر سکتا ہے پکھمی بنام مکند ۲۶ A صـ۶۷۔

[1] شیخ سلطان ثانی ۲۰ مرافعہ جات ہند صـ۵۰۔ ۱۷ اب صـ۱۳۱۴۔

[2] گلاب داس جگ جیون داس بنام کلکٹر سورت ۶ I. A. صـ۵۴۔ ۳ ب صـ۱۸۶۔ دوسا بائی بنام ایشور داس ۱۸ I. A. صـ۲۲۔ ۱۵ اب صـ۲۲۲۔ رام سرن لال ۲۶ ک صـ۶۸۳۔

[3] گرو راؤ سر بنواس بنام وزیر ہند ۱۴ ب صـ۴۰۸۔

جین جیانی وراثت حاصل ہے جس طرح کہ بنیش ہیں۔

انعام جنوبی ہند میں لفظ انعام اس حق مقابضت کے اظہار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو سود مند ہو۔ انعام یعنے انتفاعی حق مقابضت (beneficial tenure) ابتداءً اس اصطلاح کے معنے عام عطیہ کے ہوتے تھے۔ اس کے بعد اس کے معنے ناقابل استرداد دوامی عطیہ کے لیے جانے لگے بشرطیکہ کسی اور لفظ سے محدود نہ کیا گیا ہو۔ انعام آل تمغہ کے معنے ناقابل واپسی عطیۂ دوامی کے تھے۔ برخلاف اس کے Amaram اور Kattubadi انعام واپس ہو سکتے تھے۔ جب کہ جاگیر کے عطا ہونے کے باعث عطیہ انعامی پیدا ہو تو اس قسم کا کوئی قیاس قایم نہیں کیا جا سکتا کہ صرف شاہی حق وصول مالگذاری عطا کیا گیا ہے۔ ۵۵۹

خدمتی حق مقابضت کو واپس لینے کا حق۔ **دفعہ ۳۹۹**۔ غیر سیاسی حق مقابضت خدمتی کے واپس لیے جانے کے اصول پر پریوی کونسل نے بمقدمۂ فاربس بنام میر محمد تقی بیان

لہ Umide Raja Bommarauze. ۱۲ M. I. A. صفحہ ۱۲۸۔ ولسن کی گلاسری میں ان الفاظ کی اس طرح تعریف کی گئی ہے۔ آل تمغہ ایک شاہی عطیہ ہے جس پر سابقہ شاہان ہندوستان کی مہر ہوتی ہے۔ حکومت برطانیہ اسے تسلیم کرتی ہے لگان معاف ہوتا ہے۔ دوامی۔ قابل توریث اور قابل انتقال حقیت ہوتی ہے (Amaram) شہزادہ مالگذاری عطا کرتا ہے اس شرط پر کہ فوجی خدمت یا فرایض پولیس ادا کیے جائیں۔ اگر معطی لہ (Amarkar) مفوضہ خدمات کے ادا کرنے میں قصور کرے تو عطیہ واپس لے لیا جاتا ہے (Kallubadi) مالگذاری کی اصطلاح ہے۔ مقررہ۔ ناقابل تغیر اور آسان لگان کے لیے عموماً اس اصطلاح کو استعمال کیا جاتا ہے۔ سرکاری ملازمین کو اس قسم کی مقابضت دی جاتی ہے (Cuttoogootaga) سے کم نرخ لگان پر فوجی خدمات سابقہ کے لیے دوامی حق مقابضت کا دیا جانا ظاہر ہوتا ہے ۸ M. I. A. صفحہ ۳۲۔

ئہ ۱۳ I. A. صفحہ ۳۳۸ ۔سہ ۶ بمبئی ۱۶۶۔ بھماجی بلونت ۳ ۲ب ۸۲ لکم گوداٰ ۲ب صفحہ ۳۰۵۔ نرسیا ۲۴ م صفحہ ۲۶۲ بسو بندری ۲۶ م صفحہ ۴۰۳۔

فرمایا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۷۷۶ء میں مدعی علیہ کے مورث کو جاگیر بلا لگان عطا کی تھی۔ جاگیر اس وجہ سے عطا کی گئی تھی کہ مورث نے ہاتھیوں کے اس حملے کو روکا تھا جو پرگنے کے مزروعہ اراضی پر ہاتھیوں نے کیا تھا۔ اور اسی قسم کے آیندہ خدمات کے لیے بہ شمول خدمات گذشتہ جاگیر عطا کی گئی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ زراعت کو فروغ ہو اور رعیت محفوظ رہے۔ ۱۸۵۰ء میں وہ زمینداری جس میں کہ جاگیر واقع تھی سرکاری بقایۂ مالگذاری کے سلسلے میں فروخت ہوئی اور خریدار نے جاگیر کی واپسی کے لیے نالش کی۔ اس کا دعویٰ نامنظور ہوا۔ کمیٹی نے تجویز ذیل فرمائی۔ یہ کہ اتنے طویل اور قبضہ بلا مداخلت کے بعد خریدار پر بار ہے کہ وہ واپسی کے حق کو ثابت کرے۔ وہ اس کو ثابت نہ کرسکا۔ انھوں نے بیان فرمایا "کہ ہر صورت میں حق واپسی بڑی حد تک اس خاص حق مقابضت کی نوعیت پر منحصر ہونا چاہیے۔ یا اس خاص عطیے کے الفاظ پر۔ وہ مسٹر جسٹس جاکسن کے خیالات سے متفق ہیں[1]۔ یہ کہ ذیل کے دو عطیوں میں بین امتیاز ہے۔ جائداد کا عطیہ کچھ خدمت کے بار کے ساتھ اور عہدے کا عطیہ جس عہدے کے فرائض کی انجام دہی کا معاوضہ چند اراضیات کا استعمال ہو۔ انھوں نے قبل ازیں بیان کر دیا ہے کہ ان کی رائے میں عطیۂ زیر بحث موخر الذکر زمرے میں نہیں آتا۔ یہ فرض کرتے ہوئے کہ عطیۂ زیر بحث مقدم الذکر قسم کا تھا حکام عالی مقام کو اس سے کوئی بحث نہیں کہ اس کا اظہار اس طریقے سے کیا گیا ہوگا کہ خدمات کی مسلسل انجام دہی حق مقابضت کے جاری رہنے کے لیے ایک شرط ہو جائے۔ لیکن ایسی صورت میں صرف دو پہلو ممکن ہیں۔ یا تو مسلسل تعمیل خدمت ہی کلیتہً اس عطیے کی وجہ تحریک اور بدل ہوگی۔ یا صریح الفاظ سے دستاویز اس کا اعلان کرے گی کہ خدمت کے موقوف ہوتے ہی حق مقابضت بھی ختم ہو جانا چاہیے"۔ یہاں "یہ کہا جاسکتا ہے کہ عطیۂ مذکور دو اغراض کے تحت

۵۶۰

[1] ۶ سدرلینڈ صفحہ ۲۰۹۔

کیا گیا ہوگا۔ جزاً خدمات سابقہ کے انعام بطور اور جزاً خدمات آیندہ کی ترغیب کے لیے (pro Servitus impensiset impen-dendis) نیز کسی سند میں ایسے الفاظ نہیں ہیں جن سے صراحتہً یہ ظاہر ہوتا ہو کہ اگر ان خدمات میں سے ایک بھی خدمت انجام نہ دی جائے۔ یا جب کبھی ایسا ہو تو حق مقابضت ختم ہو جائے گا۔ انتظام جس سے معطی لہ پر محض یہ فرض عائد کیا گیا ہو کہ وہ چند فرائض کو ان کی ضرورت لاحق ہونے تک انجام دیتا رہے۔ انتظام مذکورالصدر سے بالکل مختلف ہے۔ جب خدمات کی ضرورت باقی نہ رہے تو عطیہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن صورت موخرالذکر میں (جب محض خدمت کی انجام دہی عائد ہو) اگر قدرتی اسباب خدمات کی ضرورت باقی نہ رکھیں تو معطی لہ ان اراضیات پر قابض رہے گا اور عملاً یہ قبضہ اس شرط سے آزاد ہو جائے گا جو ابتداءً اس پر عائد کی گئی تھی۔ لہذا حکام عالی مقام کی یہ رائے ہے کہ معطی لہم سے اراضیات عود نہیں کرائے جا سکتے۔ استاد کی صحیح تعبیر یہی ہے۔ گو معطی لہم پرگنوں کو جنگلی ہاتھیوں کے حملے سے جب تک کہ وہ حملے ختم ہوں محفوظ رکھنے کے پابند تھے اور اگرچہ وہ اب بھی اس کے پابند ہیں اگر سوئے اتفاق سے وہ حملے تازہ ہو جائیں اور اگرچہ ان کا حق مقابضت ضبط ہو جا سکتا ہو اگر وہ عمداً اس فرض کی تعمیل میں قصور کریں۔ اراضیات کی واپسی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس خاص قسم کی خدمت کی انجام دہی کے لیے اب مزید ضرورت باقی نہیں رہی۔[۱]

خدمات کی نوعیت پر انحصار ہے۔ آیا ذاتی خدمات ہیں یا پبلک۔

ف ۴۰۰ ۔ جہاں گورنمنٹ نے عوام کے مفاد کے لیے گھاٹ والی حق مقابضت قایم کی ہو (قبل بند وبست دوامی) تو

۱۔ دیکھو دینکٹ نرسما بنام سوبندری ۲۹ م صد ۵۲۔ اس میں قرار دیا گیا کہ اگر معطی لہ خدمات کی انجام دہی پر آمادہ ہو تو عطیہ ضبط نہیں کیا جا سکتا۔

زمینداری کا خریدار اس بنا پر من بعد اس حق مقابضت کو ضبط نہیں کر سکتا کہ خدمات کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ خریدار مذکور کو اس قسم کا حق نہیں ہو سکتا اگر گورنمنٹ کا دعویٰ قابض حق مقابضت پر بحال رکھا گیا ہو۔ یہ کہ اگر ضرورت لاحق ہو تو گورنمنٹ کو اس قسم کا حق ہو گا۔[1] اگر حق مقابضت کے شرائط میں دو خدمات مضمر ہوں۔ ایک تو زمینداری کے لیے ذاتی خدمات اور دوسرے اسٹیٹ کے لیے پبلک خدمات تو زمیندار ذاتی خدمات سے درگذر کر کے اراضیات کا قبضہ نہیں لے سکتا۔ اور یہ قرار نہیں دے سکتا کہ اراضیات مذکور ان وجوبات سے بری الذمہ ہو گئے ہیں جو عوام کے مفاد کے لیے عائد کیے گئے تھے۔[2] وہ صورت دوسری ہو گی جب کہ محض ذاتی خدمات کی بجا آوری کے عوض (جو خدمات کہ معطی لہ خود زمیندار کے لیے انجام دے گا) زمین عطا کی گئی ہو۔[3] ۵۶۱

عہدہ دار کے حق میں عطیہ جب کہ ایک منصب قایم کی گئی ہو اور اس منصب کے فرائض کی انجام دہی کے لیے زمین عطا کی گئی ہو تو منصب کے ختم کیے جانے ہی عطیہ ضبط کر لیا جا سکتا ہے۔ ہاں اگر وہ عہدہ موروثی ہو تو صرف اس وقت ضبطی کا عمل کیا جا سکتا ہے جب کہ کلیتہً خدمات کی انجام دہی موقوف کر دی جائے۔ جب کہ ایسے عہدہ دار کے خدمات کی ہنوز ضرورت لاحق ہو تو اشخاص جنھیں اس منصب کا موروثی حق حاصل ہو ان اراضیات سے

لہ۔ کلدیپ نرائن بنام گورنمنٹ ۱۴ M. I. A صـ۲۴۷۔ گھاٹ والی حق مقابضت ساختۂ قانون ہے اس کے متعلق دیکھو لیلا نند سنگھ بنام بنگال گورنمنٹ ۶ ایضاً صـ۱۰۱۔ نلمنی سنگھ بنام بکرناتھ ۹ I. A صـ۱۰۴۔ ٹیکٹ کالی پرشاد بنام اندر رائے ۱۵ ایضاً صـ۱۸۔

ٹہ۔ جے کشن بنام کلکٹر بردوان مشرقی ۱۰ مور کے مرافعہ جات ہند ۱۶ | ۴۵۔

ٹہ۔ سینیاسی راز و بنام سالار زمیندار ۷م صـ۲۶۸۔ مہادیو بنام وکرام ۱۴ام صـ۳۶۵۔

جن پر وہ ایسے عہدے کے معاوضے میں قابض ہوں محروم نہیں کیے جا سکتے۔ محروم کرنے کے لیے محض یہ سبب کافی نہ ہوگا کہ مدعی اس کو بہتر سمجھتا ہے کہ دوسرے کو اس حیثیت میں کام کرنے کے لیے مامور کرے۔[2]

انتقالات منجانب معطی لہم

ف ۱۰۴۔ قابضان منصب اور قابضان حق مقابضت خدمتی کے متعلق دو مسایل پر بحث کرنا باقی ہے۔ اولاً ان کا اس عہدے یا حق مقابضت کو منتقل کر سکنے کا حق اور ثانیاً ان کا ان مشاہروں کو منتقل کرنے کا حق جو عہدے سے وابستہ ہوں۔ بقیہ مسایل ان دو امور سے متعلق ہیں۔

مذہبی اداروں اور اوقاف کے متعلق پریوی کونسل نے حسب ذیل فیصلہ فرمایا ہے۔ یہ کہ ایسے اداروں کے انتظام کے حق کا انتقال نیز اس جائداد کا جو ان سے متعلق ہو قطعی کالعدم و باطل ہے۔ اور اگر ایسے کے مالی مفاد کے لیے انتقال عمل میں آیا تھا تو ایسے انتقال کی تائید نہیں کی جا سکتی گو کارروائی مذکور کے جواز کے لیے رواج ثابت کیا جائے۔ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ فیصلۂ مذکور کا اطلاق ہر انتقال پر ہوگا، عام ازیں کہ بیع ہو یا ہبہ نیز حکام عالی مقام نے اشارۃً یہ بھی فرمایا کہ مذہبی اور خیراتی عطیوں کے مابین انتقال کی حد تک کوئی امتیاز ظاہر نہیں ہے۔ سرکاری موروثی عہدہ اور انعامات جو ان سے وابستہ ہوں ان کے متعلق بمبئی میں قانون

لہ۔ رادھا پرشاد سنگھ بنام بدھو دشہد ۲۲ ک صـ ۹۳۸ ۔

لہ۔ راجہ ورما والیا بنام راجہ ورما مانھیا ہم .I. A ۷۶ ـ ام صـ ۲۳۶۔ ایسے عہدے کا نیلام تعمیل ڈگری میں بھی نہیں ہو سکتا۔ جگنا تھ رائے بنام کشن پرشاد ۷ سدرلینڈ صـ ۲۶۶۔ ڈبو مسیر بنام سرمیاس مسیرہ ۵ بنگال لا رپورٹ صـ ۶۱۷۔ کالی چرن بنام بنگشی موہن ۶ ایضاً صـ ۷۲۷۔ حسب تجویز عدالت ۶ بمبئی صـ ۳۰۰۔

حسب ذیل ہے۔ یہ کہ وہ دواماً منتقل کیے جا سکتے ہیں فرائض اور مشاہرے بھی ساتھ ساتھ منتقل ہو سکتے ہیں[1]۔ بنگال میں عام قاعدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گھاٹ والی موروثی حق مقابضت بذریعۂ بیع یا ڈگری قابل انتقال نہیں ہیں۔ اور انھیں دواماً پٹے پر بھی نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن کرجیپور میں یہ اجازت زمیندار منتقل کیے جا سکتے ہیں[2]۔ ۱۸۱۹ء تک بھی مدراس میں صدر عدالت نے اس بیع کے متعلق جو کرنم Kattubadi اپنے منصب کا کرنا چاہتا تھا اعلان ذیل فرمایا۔ یہ کہ "ملک کے قدیم رواج اور عام فہم کے سبب فرائض عام کے کل انتقالات ناجائز ہیں[3]"۔

انتقال محاصل

مناصب جن کے مشاہرے یا حق مقابضت جن کے منافع ہر قابض کے تصرف میں کسی اور کی شرکت کے بغیر آتے ہیں ان کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ قابض انھیں اپنی زندگی تک کے لیے یا کسی اور کم مدت کے لیے منتقل کر سکتا ہے مگر انھیں (یعنے ان مشاہروں یا منافعوں کو) ان فرائض سے جن سے وہ ملحق ہیں اس طرح علیحدہ نہیں کر سکتا اس کا جانشین پابند ہو جائے[4]۔

---

[1] بھیما بیا بنام رام چندر ۲۲ ب ص ۲۲۷ بحوالہ (Bombay Heredilary Officers Act) سنہ ۱۸۷۴ء دفعہ ۲۲۔

[2] نلمنی سنگھ بنام بکرناتھ ۹ مرافعہ جات ہند ص ۱۰۴۔ ٹیکٹ کالی پرشاد ۱۵ ایضاً ص ۱۸۔ نرائن ملک ۲۹ ک ص ۲۲۷۔ عہدہ یا حق مقابضت کے جانشین پر انتقال کا اثر۔ یا اس کے خلاف اس بارے میں فیصلے کا اثر یا میعاد سماعت کے سبب اس کے حقوق کے ختم ہو جانے کے اثر کے متعلق دیکھو رادھا بائی بنام اننت رام ۹ بمبئی ص ۱۹۸۔ گنا سمبند نا I. A. ص ۶۹ ۲۴ م ص ۲۷۱۔ پائیدی گنتم بنام بما داس ۲۸ م ص ۱۹۸۔

[3] ڈگیبولی بنام کنٹا موکلا ا فیصلہ جات مدراس ص ۲۱۴۔

[4] بھیبدی بلا پیا بنام لامنا ۲ م ص ۸۵۔ مادھو گوڈبری ۹ ک ص ۴۱۱۔ کالو نرائن ۵ ب ص ۴۳۵۔ پسند فرمایا گیا۔ بمقدمہ یدیا ۲۷ I. A. ص ۸۶۔ رادھا بائی ۹ ب ص ۹۸۔ اس مقدمے میں وطنوں کے متعلق بمبئی کے قانون پر بحث کی گئی ہے۔ ایا جی بابا جی ۱۵ اب ص ۱۳۔

ہاں اگر مذہبی یا خیراتی وقف کے منتظم نے ایسی جائداد دے دی ہو جس میں اس کو صرف ایمنانہ مرافق حاصل ہو تو اس کا عمل انتقال قابل پابندی تو ہوگا مگر صرف اس اختیار کی حد تک جو اسے بہ حیثیت منتظم ادارۂ مذکور کے مفاد کے لیے حاصل ہو[1]۔ ایسے فیصلے بھی ہیں جن سے یہ تجاویز ظاہر ہوتے ہیں کہ ایسی صورت میں بھی انتقالات اس کی زندگی تک کے لیے جائز ہیں[2]۔ ان میں کے اکثر فیصلے قانون میعاد سماعت پر مبنی ہیں۔ وجہ فیصلہ یہ تھی کہ جب وارث نے منتقل کنندہ کے توسط سے حاصل نہ کیا ہو بلکہ جدید حقیت کی وجہ سے جو اس کے (منتقل کنندہ) مرنے پر پیدا ہوئی تھی تو بنائے دعوی اس وقت سے محسوب ہوگی۔ وہ اشخاص فوراً نالش رجوع کر سکتے ہیں جو ادارے کو حفاظت کرنے کے مجاز ہوں بہ شرطیکہ مناسب طریقے سے اس عطیے کے لیے مقدمہ ترتیب دیا گیا ہو[3]۔ تاہم ایسے مقدمات بھی ہیں جن میں ایسے انتقالات کا جواز نہایت ہی وسیع طریقے پر بیان کیا گیا ہے مگر منتظم کی زندگی تک کے لیے۔ بعض صورتوں میں یہ ممکن ہے کہ منتظم کو عطیے میں سودمند حقیت حاصل تھی[4]۔

۵۶۳

انتقال کے متعلق قانون موضوعہ کے احکام

ف ۲۰۴۔ قانون انتقال جائداد (نشان ۴ سنہ ۱۸۸۲ء) انتقال انتقال کے متعلق متعدد احکام ہیں۔ ان سے ہندو قانون میں ترمیم کی گئی ہے۔ معاملات جو یکم جولائی سنہ ۱۸۸۲ء کے بعد کیے جائیں ان کی حد تک قانون مذکور نے ترمیم کی ہے۔ دفعہ ۵۴ کہتی ہے کہ انتقال جائداد بذریعۂ بیع جب مادی جائداد غیر منقولہ کا ہو جس کی مالیت

---

[1] ۔ نارائن ۵ بمبئی صـ ۳۹۳ ک ۴۳۸ آگے۔

[2] ۔ محمد بنام گنپتی ۱۳ مدراس صـ ۲۷۷۔ مہنت برم سردیپ۔ ۲ سندلینڈ صـ ۴۱۔

[3] ۔ قانون ۲۔ ۲۳ سنہ ۱۸۶۳ء دفعہ ۱۴ ضابطۂ دیوانی سنہ ۱۸۸۲ء دفعہ ۵۳۹۔

[4] ۔ مقابلہ کرو رامچندر سنگر باوا ۱۹ اب صـ ۲۷۱ کو پیروسولونکمار ۲۲ ک صـ ۹۸۹ سے۔

ایک سو یا اس سے زیادہ ہو یا حق عود یا کسی غیر مادی شے کا ہو تو صرف رجسٹری شدہ دستاویز کے ذریعے ہو سکے گا۔ جب مادی جائداد غیر منقولہ کی مالیت ایک سو سے کم ہو تو ایسا انتقال رجسٹری شدہ دستاویز سے یا جائداد کی حوالگی سے ہو سکتا ہے۔"

بمقدمۂ نرائن چندر بنام واتا رام (۸ ک ص ۶۱۲) میر مجلس گارتھ نے اپنی یہ رائے ظاہر فرمائی کہ اس دفعہ کے تحت اختیاری رجسٹری عملاً موقوف کر دی گئی۔ ہر تحریری دستاویز کی رجسٹری ضروری ہے۔ اسی عدالت نے بعد کے ایک مقدمے میں تاہم اس نظریے کو ناپسند فرمایا۔ مدعیان نے ایک سو روپیے سے کم قیمت کی جائداد ایسے مالکان سے خریدی تھی جو قابض نہ تھے۔ غیر رجسٹری شدہ دستاویز سے یہ معاملہ کیا گیا۔ اشخاص قابض بلا حقیت سے جائداد واپس پانے کے لیے نالش کی گئی۔ تجویز فرمائی گئی کہ بیع سے جائز حقیت حاصل ہو گئی گو نہ تو رجسٹری ہوئی تھی اور نہ قبضہ دیا گیا تھا۔ عدالت نے فرمایا: "ہماری یہ رائے ہے کہ دفعہ ۵۴ فقرۂ ۳ کل انتقال پر حاوی نہیں ہے۔ اور نہ وہ تکملی ہے۔ بہ ایں معنے کہ غیر منقولہ جائداد مبیعہ کا انتقال جو کم قیمت کی ہو لازماً شرائط مذکورین سے کسی ایک کے تحت کیا جانا چاہیے تاکہ جائز حقیت حاصل ہو سکے۔ فقرۂ ۲ میں قانون صاف ہے۔ یہ کہ خاص قسم کی جائداد غیر منقولہ کا انتقال صرف رجسٹری شدہ دستاویز سے ہو سکتا ہے۔ لیکن فقرۂ ۳ میں الفاظ ہو سکتا ہے (may be made) استعمال ہوئے ہیں۔ اس میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ صرف ہو سکے گا (can be made only) فقرۂ ماسبق کا استعمال مکرر اس میں نہیں کیا گیا۔"[1] لیکن اجلاس کامل کے ایک جلسے نے اس کے بعد اس فیصلے کو صراحتاً منسوخ کر دیا ہے۔[2]

۷۶۴

[1] کھانتو بی بی بنام مہادو رام ۱۶ اک ص ۶۲۳۔ ص ۶۲۶۔

[2] لکھن لال پال بنام بنک بہاری گھوش ۱۹ اک ص ۶۲۳۔

رہن

دفعہ ۵۹ سے "جب اصل زرِ رہن کی تعداد ایک سو یا اس سے زائد ہو تو رہن صرف رجسٹری شدہ دستاویز کے ذریعے سے ہو سکے گا جس پر راہن نے دستخط کیے ہوں اور جس پر کم از کم دو گواہوں کی گواہی ہو۔ جب اصل زرِ رہن کی تعداد ایک سو سے کم ہو تو رہن رجسٹری شدہ دستاویز کے ذریعے سے ہو سکے گا جس پر حسب طریقۂ مصرحۂ بالا دستخط اور گواہی ہو یا (بجز رہن سادہ کے) جائداد مرہونہ کی حوالگی ہو سکے گا۔" اس کے بعد دفعہ ۵۹ یہ کہتی ہے کہ دستاویزات کی حقیت کی حوالگی سے رہن کا طریقہ کلکتہ، مدراس، بمبئی، کراچی، رنگون، مولمین، بسین اور اکیاب میں رائج ہے۔ ایسے رہن میں دستاویزات حقیت دائن یا اس کے کارندے کے حوالے کیے جاتے ہیں اور منشا یہ ہوتا ہے کہ غیر منقولہ جائداد پر کفالت قایم ہو۔ دفعہ ۵۹ کے الفاظ مذکورالصدر کا یہ اثر نہیں ہوتا چاہیے کہ رہن مذکور ناجائز ہو۔

پٹہ

دفعہ ۱۰۷ سے "جائداد غیر منقولہ کا پٹہ جو سال بہ سال یا ایک سال سے زیادہ مدت کے لیے ہو یا جس میں سالانہ کرایہ یا لگان مقرر ہو صرف رجسٹری دستاویز کے ذریعے سے دیا جا سکتا ہے۔ جائداد غیر منقولہ کے دیگر پٹے رجسٹری شدہ دستاویز کے ذریعے سے یا زبانی معاہدے سے جب کہ جائداد پر قبضہ دیدیا گیا ہو دیے جا سکتے ہیں۔"

ہبہ

ف۱ہبہ ۔ دفعہ ۱۲۳ سے "جب جائداد غیر منقولہ کا ہبہ مقصود ہو تو انتقال رجسٹری شدہ دستاویز سے ہونا چاہیے جس پر واہب کے یا اس کی جانب سے کسی اور شخص کے دستخط ہوں گے اور اس پر کم از کم دو گواہوں کی گواہی ثبت ہو گی جب جائداد منقولہ کا ہبہ مقصود ہو تو انتقال رجسٹری شدہ دستاویز کے ذریعے سے جس پر حسب متذکرۂ صدر دستخط ہوں گے یا حوالگی سے ہو سکتا ہے۔ حوالگی اسی طرح ہو سکتی ہے جس طرح مال مبیعہ حوالے کیا جاتا ہے۔"

ف۱۔ تعلقداران اودھ کے کیے ہوئے ہبہ کے متعلق دیکھو قانون ۱ سنہ ۱۸۶۹ء دفعہ ۱۳ اور مقدمات جلد ۱۸ I. A. ص ۱۲۱۔

قدیم قانون ہبہ کے تحت جو مقدمات پیش آئے تھے ان میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ دستاویز ہبہ کی رجسٹری قبضے کے مماثل تھی۔ یا اس سے اس کی کمی پوری ہو سکتی تھی[1]۔ کیا موجودہ دفعہ نے بھی قبضے سے درگذر کیا ہے؟ دفعہ ۱۲۲ نے قبولیت ہبہ کو لازم قرار دیا ہے۔ اس کا یقین ہے کہ قبولیت سے درگذر نہیں کیا گیا۔ ہندو قانون کے تحت بغیر قبضے کے (واقعی یا علامتی) اگر قبولیت جائز نہ سمجھی جاتی ہو تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ دفعہ ۱۲۲ نے ہندو قانون کو نہیں بدلا۔ لیکن اگر قبضے کے بغیر قبولیت کافی ہو سکتی ہو تو منقولہ جائداد کا رجسٹری شدہ ہبہ قبول ہونے پر تحت دفعہ ۱۲۳ جائز ہوگا۔ ایسا ہوگا اگرچہ ہندو قانون نے معطی کے لیے حوالگی قبضہ ضروری گردانا ہے اور معطی لہ کے لیے قبولیت ہبہ دفعہ ۱۲۹ سے یہ ظاہر ہے کہ دفعہ ۱۲۲ ہندو قانون کے کسی قاعدے پر موثر نہیں ہے۔ ہائیکورٹ کلکتہ نے یہ تجویز فرمائی ہے کہ اگر دستاویز ہبہ کی رجسٹری کرائی گئی ہو تو حوالگی قبضہ غیر ضروری ہے عام ازیں کہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ[2]۔ بمبئی میں اس فیصلے کا اتباع کیا گیا ہے[3]۔ مدراس میں بھی جب کہ فریقین مقدمہ مسلمان تھے[4]۔

تمت

[1] ۔ واسدیو ۷ ب صـ ۱۳۱ ۔ واگے دیبی بنام متھورا ناتھ ۹ ک صـ ۸۵۴۔ اسمٰعیل ۲۲ ب صـ ۶۸۲ ۔
[2] ۔ دھرم داس ۳۴ ک صـ ۴۴۶ ۔
[3] ۔ بائی رام بائی ۲۳ ب صـ ۲۳۴ ۔
[4] ۔ الایی کویا ۲۴ م صـ ۵۱۳ ۔

صحت نامہ

قانون ورواج ہنود

جلد اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
صفحہ (۹) دیباچہ	۲۱	علم	علم
متن صفحہ (۱۷)	فٹ نوٹ نمبر ۲ سطر ۱	صفحہ	صفحہ (۲)
۳۲	۱۸	ثانیا	ثانیًا
۳۳	۷	شاشتری	شاستری
〃	۱۳	جموت وہان	جمتو وہان
۳۴	۲	اپارہ اکا	اپرارکا
〃	۶	سرواحادھیکری	سروادھیکری
〃	۱۷	چھپنے	چھپنے
۳۵	فٹ نوٹ نمبر ۱ سطر ۳	سقابائی	سیتابائی
۳۸	فٹ نوٹ ۲ سطر ۲	ننگالی	بنگالی
۳۹	۸	جموت وہان	جمتو وہان
۴۳	۸	اطلاں	اطلاق
۴۸	۱۷	ترحیح	ترجیح
〃	۲۳	منتفل	منتقل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۶۳	فٹ نوٹ ۲ سطر ۴	بجی بی	بیجی بی
〃	فٹ نوٹ ۲ سطر ۵	ہر بنام	ہرنابھا بنام
۶۴	۱۵	تصانیصف	تصانیف
۶۹	۱۷	بااینکہ	یااینکہ
۷۳	۵	حاندان	خاندان
۸۱	فٹ نوٹ ۱ سطر ۱	جوالا	جوالالا
۸۷	۱۹	لائیفک	لائیفک
〃	فٹ نوٹ ۱ سطر ۱	جال ھائی	جال بھائی
〃	فٹ نوٹ ۲ سطر ۲	سونے کا	ہونے کا
۱۰۲	فٹ نوٹ ۱ سطر ۱	ھاین	بودھاین
〃	فٹ نوٹ ۱ سطر ۲	دلوالا	دیوالا
۱۲۴	۱۰	مایپ	باپ
۱۲۹	۱۴	ہوں پھر تو	ہوں تو
۱۳۰	فٹ نوٹ ۲ سطر ۳	دولہالی	دولھاکی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴		۲	۳	۴
۱۳۰	فٹ نوٹ ۳ سطر ۴	پروری	پرورشی	۲۹۴	۱۰	گے	کے
۱۳۲	فٹ نوٹ ۱ سطر ۱	سھاجی	سیواجی	״	۱۱	تبنت	تبنیت
۱۳۴	فٹ نوٹ ۲ سطر ۱	االپشمیا	الپتمبا	۲۹۶	۱۳	مسودہ متوفی	وہ متوفی
״	فٹ نوٹ ۳ سطر ۲	ہر کے متعلق وہ فی	امر کے متعلق کافی	۲۹۷	۸	ا ل	اس
۱۳۹	۱۰	وشت	وشست	۲۹۸	۷	وہ دوجائداد	وہ جائداد
״	۱۸	بالع	بالغ	״	۲۱	نیارالدین	نیازالدین
۱۴۱	فٹ نوٹ ۴ سطر ۱	جناتہ	جنازہ	۳۰۱	۱۳	متنی	متبنیٰ
״	فٹ نوٹ ۵ سطر ۱	لبتمبھا	اپستمبھا	۳۰۳	۱۳	لڑکے لیے	لڑکے کے لیے
۱۴۲	۹	ظلروری	ضروری	״	۱۵	حواس	جو اس
۱۵۹	۲	عاملتا	جاملتا	۳۶۱	۴	قابص	قابض
۱۶۱	۱۰	معاشرت	مباشرت	۳۶۳	۲	بیوہ لے	متبنیٰ لے
۱۷۷	حاشیہ سطر ۲	سنکپا	سنگپا	۳۶۵	۱۷	متبنیٰ ہوئے	متبنیٰ لیے ہوئے
۱۹۰	۲۲	انتقال	انتقال پر	۳۶۶	۱۷	۵۴	۵۲۴
۲۰۳	۱۴	کللتے	کلکتے	۳۶۸	حاشیہ سطر ۵	ص ۲۶۲	صفحہ ۲۶۲
״	فٹ نوٹ ۱ سطر ۱	کاررلا	کارلا	۴۱۵	۷	ڈگری	ڈکری
۲۴۷	۱	علی الترتیب	علی الترتیب	۴۲۳	۱۷	ہرایل	ہرایک
۲۵۱	۶	پنجاپ	پنجاب	۴۷۲	حاشیہ سطر ۲	صفحہ ۱۱	صفحہ ۳۱
״	۱۸	تبیت	تبنیت	۴۷۵	۷	الف یاپ	الف یا بہ
۲۷۰	۱۰	لہذان	لہذا ان	۵۰۰	۱۵		
۲۷۲	۸	متصاد	متضاد				
۲۷۶	حاشیہ سطر ۲	پچاری	پجاری				
״	״ سطر ۴	۵۲	۵۴				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵۴۰	۱۴	نابالع	نابالغ
۵۶۱	۱۱	اور لہذا	لہذا
۵۶۲	۱۱	سے	تے
۵۷۰	۸	احتیار	اختیار
۵۸۳	۱۶	ہوبھی	جوبھی
۵۹۵	۹	مقبوضہ جائداد	مقبوضہ جائداد
۵۹۶	۱۱	رگہا جائے	رکھا جائے
۶۰۳	۱۰	مقدمہ شمالی	صوبہ شمالی
۶۰۶	حاشیہ سطر ۲	رابیا	رایپا
۶۳۶	۱۰	فدود	محدود
۶۴۴	۷	رہں	رہن
۶۸۹	۷	مقدمات جو	مقدمات میں جو
۷۱۷	۱۲	مر	پر
۷۳۸	۱۷	دے یاپا گیا	دے دیا گیا
۷۳۹	۹	ہندر	ہندو
۷۴۵	۱	جائدا	جائداد